سالانہ نمبر ۲۰۲۵ء

”یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو...“

الٰہی سلسلوں کی مخالفت اور مومنین کی ذمہ داریاں

مدیرِ اعلیٰ: حافظ محمد ظفراللہ عاجزؔ | جلد ۳۲ | ۲۱تا۲۶؍ جولائی ۲۰۲۵ء | ۲۵تا۳۰؍ محرم ۱۴۴۷ ہجری قمری | ۲۱تا۲۶؍ وفا ۱۴۰۵ ہجری | شمارہ ۱۷۱تا۱۷۶

ہر احمدی اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ہماری مخالفتیں، ہماری ترقی کے لئے کھاد کا کام دیتی ہیں

☆...مخالفت کے اس دور میں سب احمدیوں کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف اپنی فرض نمازوں کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنی راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں

☆...اگر دنیا میں ہر احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے جماعتی ترقی کے لئے رات کے کم از کم دو نفل اپنے اوپر لازم کرلے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پہلے سے بڑھ کر ہمارے شامل حال ہوتی ہے

☆...اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہمارے اوپر ہے۔ جماعت کے خلاف جو مخالفتیں ہو رہی ہیں۔ یہ مخالفتیں نہ پہلے کچھ بگاڑ سکیں اور نہ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ بگاڑ سکیں گی

☆...جوں جوں جماعت ترقی کر رہی ہے۔ یہ مخالفتیں بھی تیز ہو رہی ہیں اور ہوں گی۔ ان کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہے، نہ ہونی چاہئے۔ ہمیں جس بات کی فکر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ان مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم اپنے ایمانوں میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی پیدا کریں۔ پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ دیں کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے مکروں کو اُن پر الٹا دے۔ ہر مخالف کو اور ہر مخالفت کو ہوا میں اڑا دے

اسلام آباد یو کے
16-06-2025

پیارے قارئین روزنامہ الفضل انٹرنیشنل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر ''یہ درد رہے گا بن کے دوا، تم صبر کرو وقت آنے دو۔ الٰہی سلسلوں کی مخالفت اور مومنین کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے سالانہ نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور نیک نتائج سے نوازے۔ آمین

مجھ سے اس کے لئے پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ میں اس حوالے سے چند باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

الٰہی جماعتوں کے لئے ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بھائی بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء و رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ ان پر اس قسم کی مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لیے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو...جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ درخت سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی۔'' (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 203)

آج کل دنیا میں مختلف جگہوں پر احمدیت کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ احمدیوں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ ان کے جذبات انگیخت کئے جاتے ہیں۔ ان پر جھوٹے مقدمے بنائے جاتے ہیں۔ انہیں جیلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ شہید کیا جاتا ہے۔ سوشل بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نماز جمعہ اور عید کی ادائیگی سے روکا جاتا ہے۔ کئی جگہوں پر احمدیہ مساجد کو بھی نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ مخالفین کا مقصد صرف یہ ہے کہ نئی نسل میں اس قدر خوف پیدا کر دو کہ یہ بچے اگر احمدی رہیں بھی تو فعال احمدی نہ رہیں۔ ان کے خیال میں ہمارے جلسے بند کر کے، ہمارے تربیتی پروگرام بند کر کے جو ربوہ میں ہوا کرتے تھے، انہوں نے ہمیں معذور کر دیا ہے اور نئی نسل شاید اس طرح احمدیت سے پیچھے ہٹ رہی ہے۔ اگر مزید تھوڑا سا تنگ کیا جائے اور ان پر سختیاں کی جائیں تو یہ مزید دور ہٹ جائیں گے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ پتہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے جلائے ہوئے چراغ ان کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتے۔

مخالفین تو یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں یہ کہتا ہے کہ تم نے عقل

سے کام لینا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط سے، صبر و استقامت اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے ان حالات کا مقابلہ کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

اس شعر میں جہاں ایک طرف دشمن کی انتہائی حالت کا ذکر ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے اور صبر و استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکتے چلے جانے والوں کا ذکر ہے۔ پس مخالفت کے اس دور میں سب احمدیوں کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف اپنی فرض نمازوں کی طرف توجہ دیں بلکہ اپنی راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں۔ اگر دنیا میں ہر احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے جماعتی ترقی کے لئے رات کے کم از کم دو نفل اپنے اوپر لازم کر لے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کی مدد پہلے سے بڑھ کر ہمارے شامل حال ہوتی ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ دشمن کی دشمنیاں اور مخالفین کی مخالفتیں ہوا میں اڑا دیتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”جب تک آسمان سے تریاق نہ ملے تو دل درست نہیں رہتا۔ انسان آگے قدم رکھتا ہے مگر وہ پیچھے پڑتا ہے۔ قدسی صفات اور فطرت والا انسان ہو تو وہ مذہب چل سکتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی مذہب ترقی نہیں کرسکتا اور کرتا بھی ہے تو پھر قائم نہیں رہ سکتا۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 431)

پس ہم جو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ جماعت کی جلد ترقی ہو۔ افراد جماعت کو جن مشکلات اور مصائب سے گزرنا پڑ رہا ہے وہ جلدی دُور ہوں تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آسمانی تریاق کی ضرورت ہے۔اور آسمانی تریاق اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق حاضر ہو کر مانگنے سے ملتا ہے۔

ہمیشہ سے یہی الٰہی جماعتوں کی نشانی ہے کہ ان کی مخالفتیں ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے جابر سلطان اور ان کے جتھے مقابل پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور آخر ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ تمام جتھے ختم ہو جاتے ہیں، تمام طاقتیں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی غالب آتی ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ: 22) کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ”تذکرۃ الشہادتین“ میں فرماتے ہیں:

”بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ جس شخص کو خدا نے ایک عظیم الشان غرض کے لئے پیدا کیا ہے اور جس کے ذریعہ سے خدا چاہتا ہے کہ ایک بڑی تبدیلی دنیا میں ظاہر کرے ایسے شخص کو چند جاہل اور بزدل اور خام اور ناتمام اور بے وفا زاہدوں کی خاطر سے ہلاک کر دے۔ اگر دو کشتیوں کا باہم ٹکراؤ ہو جائے جن میں سے ایک ایسی ہے کہ اس میں بادشاہ وقت جو عادل اور کریم الطبع اور فیاض اور سعید النفس ہے مع اپنے خاص ارکان کے سوار ہے۔ اور دوسری کشتی ایسی ہے جس میں چند چوہڑے یا چمار یا سانسی بدمعاش بدوضع بیٹھے ہیں۔ اور ایسا موقع آپڑا ہے کہ ایک کشتی کا بچاؤ اس میں ہے کہ دوسری کشتی مع اس کے سواروں کے تباہ کی جائے تو اب بتلاؤ کہ اُس وقت کونسی کارروائی بہتر ہوگی؟ کیا اس بادشاہ عادل کی کشتی تباہ کی جائے گی یا ان بدمعاشوں کی کشتی کہ جو حقیر و ذلیل ہیں تباہ کر دی جائے گی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ بادشاہ کی کشتی بڑے زور اور حمایت سے بچائی جائے گی اور اُن چوہڑوں چماروں کی کشتی تباہ کر دی جائے گی اور وہ بالکل لاپرواہی سے ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اُن کے ہلاک ہونے میں خوشی ہوگی کیونکہ دنیا کو بادشاہِ عادل کے وجود کی بہت ضرورت ہے اور اس کا مرنا ایک عالم کا مرنا ہے۔“ (روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 71-72)

پس آج ہم خوش قسمت ہیں جو خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کی وجہ سے اس کشتی میں سوار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنائی اور غرقابی سے بچ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہمارے اوپر ہے۔ جماعت کے خلاف جو مخالفتیں ہو رہی ہیں۔ یہ مخالفتیں نہ پہلے کچھ بگاڑ سکیں اور نہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ بگاڑ سکیں گی۔ ہر احمدی اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ہماری مخالفتیں، ہماری ترقی کے لئے کھاد کا کام دیتی ہیں۔آج اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ایشیا کے ممالک میں بھی اور جزائر میں بھی، یورپ میں بھی اور امریکہ میں بھی اور افریقہ کے سرسبز علاقوں میں بھی اور ریگستانوں کی دُور دراز آبادیوں میں بھی احمدیت کو پھیلا دیا ہے، اور بڑی شان سے نہ صرف پھیلا دیا ہے بلکہ بڑی شان سے پنپ رہی ہے، بڑھ رہی ہے اور پھیل رہی ہے۔ ہر احمدی کی ہر قربانی ہمارے لئے نئی منزلوں کے حصول کا ہی ذریعہ بنتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں لوگ جو ہر سال اس مخالفت کے باوجود احمدیت میں داخل ہوتے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جماعت احمدیہ کے ساتھ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ بہرحال جوں جوں جماعت ترقی کر رہی ہے۔ یہ مخالفتیں بھی تیز ہو رہی ہیں اور ہوں گی۔ ان کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہے، نہ ہونی چاہئے۔ہمیں جس بات کی فکر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ان مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم اپنے ایمانوں میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی پیدا کریں۔ پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ دیں کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے مکروں کو اُن پر الٹا دے۔ ہر مخالف کو اور ہر مخالفت کو ہوا میں اڑا دے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب دنیا کے احمدیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور انہیں ایمان میں مضبوطی اور ثبات قدم عطا فرمائے۔ آمین

والسلام
خاکسار
(دستخط) مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

اداریہ

دنیا کی کوئی طاقت ہزار کوششوں کے باوجود بھی جماعت کو پھلنے پھولنے اور بڑھنے سے نہیں روک سکتی

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۵ء کے موقع پر ادارہ الفضل انٹرنیشنل کا سالنامہ ”یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو...الٰہی سلسلوں کی مخالفت اور مومنین کی ذمہ داریاں“ کے عنوان پر ہے۔

جماعت احمدیہ کی ایک سو چھتیس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود جماعت احمدیہ کا قدم خلافت احمدیہ کی قیادت میں آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سانحہ لاہور ۲۸؍مئی ۲۰۱۰ء کے بعد جلسہ سالانہ جرمنی پر اپنے ولولہ انگیز اختتامی خطاب میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادتوں اور قبولیتِ دعا کے نظارے دیکھتے ہوئے ہم اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائے تو جاتے ہیں لیکن یہ آزمایا جانا سزا نہیں ہوتا بلکہ خدا ایمان کی مضبوطی کے لئے مومنوں کو آزماتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی... تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی الٰہی تقدیر کے تحت جماعت پر ابتلاء آیا اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ثباتِ قدم عطا فرمایا، دعاؤں کی طرف راغب کیا اور جماعت کی متضرعانہ اور مضطربانہ دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے کامیابیوں کی طرف پہلے سے بڑھ کر رواں دواں کر دیا اور بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:۱۵۶) کی خوشخبری کا مصداق بنا دیا۔“

پھر حضور انور ایدہ اللہ نے افراد جماعت کو تسلی دلاتے ہوئے انہیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ”اے احمدیو! تم اس ظلم پر پریشان نہ ہو کہ الٰہی جماعتوں سے یہی ہمیشہ روا رکھا گیا ہے۔ ان ظالموں کا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑو۔ جماعتِ احمدیہ کی ترقی، جیسا کہ میں نے کہا ہے، نہ پہلے کبھی ان واقعات سے رکی ہے نہ آئندہ انشاء اللہ رکے گی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا...

اگر ہم دعاؤں اور استغفار میں اس کا حق ادا کرتے ہوئے جُت گئے۔ اگر ہم نے مسیح محمدی کے ارشادات پر صحیح رنگ میں عمل کیا، وہ تبدیلیاں پیدا کر لیں جو اس زمانے کے امام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی راتوں کو دعاؤں سے سجاتے رہے۔ استغفار کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے رہے، تو یہ مخالفتیں اور ظلم جو درحقیقت جماعت کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں یہ جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتیں۔ ان مخالفتوں کے پھل یقیناً جماعت کی کامیابی کی صورت میں لگنے ہیں اور ضرور لگنے ہیں اور لگ رہے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہزار کوششوں کے باوجود بھی جماعت کو پھلنے پھولنے اور بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ اگر ہمارا اپنے معبودِ حقیقی سے تعلق مضبوطی کی طرف بڑھتا چلا جائے تو جماعت کی عظیم کامیابیوں کو ہم اپنی زندگی میں دیکھ سکتے ہیں۔ **بڑا احمق ہے دشمن جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مالی نقصان ہمیں اپنے دین سے پیچھے ہٹا دیں گے۔ بڑا کم عقل اور خوش فہم ہے ہمارا دشمن جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے جانی نقصان ہمارے ایمان میں کمزوری پیدا کر دیں گے۔**

ہم نے تو یہ نظارے دیکھے ہیں کہ باپ کے شہید ہونے پر اس کے نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تا کہ تمہارے ذہن میں یہ رہے کہ میرا باپ ایک عظیم مقصد کے لئے شہید ہوا تھا، تا کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ موت ہمیں اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کرسکتی۔ جہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے، جہاں ایسی مائیں اپنے بچوں کی تربیت کر رہی ہوں گی وہ قومیں کبھی موت سے ڈرا نہیں کرتیں۔ اور کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو روک نہیں سکتا۔

یہ مالی اور جانی نقصان ہونے کی اطلاع تو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے خدا نے ہمیں دے دی تھی اور ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے عمل سے اس کی مثالیں بھی قائم فرما دی تھیں اور جب آخرین کو پہلوں سے جوڑا تو یہ واضح کر دیا کہ یہ مثالیں آخرین بھی قائم کریں گے۔ اور پھر بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:۱۵۶) کہہ کر آخرین کو بھی ان قربانیوں کے بدلے جنتوں اور فتوحات کی خوشخبری سنا دی۔

پس ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان واقعات نے جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے، اس جذبے کو، اس ایمانی حرارت کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو، اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوششوں کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی اپنے بھائیوں کی قربانی کو مرنے نہ دیں جو اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے۔ اگر ہم نے اپنی سوچوں اور اپنے عملوں کو اس نہج پر چلایا تو خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے، انشاء اللہ۔ اور اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ (البقرۃ:۲۱۵) (یاد رکھو کہ اللہ کی مدد یقیناً قریب ہے) کی جاں فزا اور پُرشوکت آواز بھی ہم سنیں گے۔ اور اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (الفتح:۲) کی خوشخبری اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پس خدا کے حضور جھک جائیں اور اپنے خدا کے حضور جو سب طاقتوں کا مالک ہے جو مجیب الدعوات ہے اس طرح چلّائیں کہ عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے۔“ (اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۱۰ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳۰؍جولائی ۲۰۱۰ء)

ترے مکروں سے اَے جاہل! مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

☆...☆...☆

فہرست مضامین

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۵ء کے موقع پر شائع کیا جانے والا الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ نمبر بعنوان **”یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو...الٰہی سلسلوں کی مخالفت اور مومنین کی ذمہ داریاں“** ۸۸؍صفحات پر مشتمل ہے۔

اس سالانہ نمبر کے لیے الفضل انٹرنیشنل کے چھ شماروں (جلد ۳۲ شمارہ ۱۷۱تا۱۷۶، مورخہ ۲۱تا۲۶؍جولائی) کو یکجا کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ادارے کی اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے اسے افادۂ عام کا موجب بنائے۔ آمین (مدیر)

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر الفضل انٹرنیشنل کا خصوصی ویب پیج

https://live.alfazl.com

لائیو کوریج کرے گا۔ قارئین الفضل اس میں شمولیت کے لیے اپنی آرا، تجاویز، اعلاناتِ دعا اور پیغامات بذریعہ واٹس ایپ / ٹیلی گرام نمبر +447566234466 پر یا بذریعہ ای میل sm@alfazl.com پر بھجوا سکتے ہیں

(ادارہ الفضل انٹرنیشنل)

ارشادِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مومن مرد اور مومن عورت کو جان، اولاد اور مال میں مسلسل آزمایا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن ترمذی کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، حدیث نمبر ۲۳۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب قیامت کے دن ایسے لوگوں کو ثواب دیا جائے گا جن کی دنیا میں آزمائش ہوئی تھی تو اہل عافیت خواہش کریں گے کاش دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹے جاتے۔

(سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب باب ماجاءفی ذہاب البصر حدیث نمبر ۲۴۰۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ ۷ تا ۱۳؍ جولائی ۲۰۲۵ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات میں سے چند ایک کی جھلک ہدیۂ قارئین ہے:

☆...**۱۱؍ جولائی بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد مبارک، اسلام آباد یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔ (خلاصہ خطبہ جمعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں الفضل انٹرنیشنل ۱۴؍ جولائی ۲۰۲۵ء)

☆... حضور انور نے آج شام کو اسلام آباد کے مختلف حصوں کا راؤنڈ فرمایا اور اس موقع پر موجود بچوں میں چاکلیٹس تقسیم فرمائیں۔

اس ہفتہ کے دوران حضورِانور نے متعدد دفتری و ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ دفتری ملاقات کی سعادت پانے والے احباب نے اپنے پیارے امام سے متفرق امور کی بابت ہدایات اور راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق پائی۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ
وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

کلام امام الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام

صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر مَیں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی مَیں آخر فتح یاب ہوں گا مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے مَیں ہرگز ضائع نہیں ہوسکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اَے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو مَیں ضائع ہو جاؤں گا کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ مَیں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ مَیں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا، کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ مَیں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندرمیان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو مَیں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب وشتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ جائیں گے اور ان کا پچھلا حال، ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

(انوار الاسلام روحانی خزائن جلد نہم، صفحہ ۲۳-۲۴)

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک خوبصورت تصویر آپ کے بابرکت پیغام اور دستخط کے ساتھ الگ سے A4 سائز کے کاغذ پر شائع کر کے خریداران الفضل انٹرنیشنل کو تحفۃً بھجوائی جارہی ہے۔)

خطبہ جمعہ

خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر مسلمانوں کے دل فتح مکّہ کے دن ایمان سے اتنے پُر ہو رہے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ان کا یقین اِس طرح بڑھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زمزم کے چشمہ سے (جو اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ کے لیے خدا تعالیٰ نے بطور نشان پھاڑا تھا) پانی پینے کے لیے منگوایا اور اس میں سے کچھ پانی پی کے باقی پانی سے آپؐ نے وضو فرمایا تو آپؐ کے جسم میں سے کوئی قطرہ زمین پر نہیں گر سکا۔ مسلمان فوراً اس کو اچک لے جاتے اور تبرک کے طور پر اپنے جسم پر مل لیتے تھے اور مشرک کہہ رہے تھے ہم نے کوئی بادشاہ دنیا میں ایسا نہیں دیکھا جس کے ساتھ اس کے لوگوں کو اتنی محبت ہو

فتح مکّہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ کہ اے اللہ! یقیناً اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے

فتح مکّہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کمان تھی۔ جب بھی آپؐ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ بت کی آنکھ میں مارتے اور فرماتے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل بھاگ جانے والا ہی ہے

ایک روایت میں ہے آپؐ نے کفارِ مکّہ سے فرمایا: أَقُوْلُ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ، میں وہی کہوں گا جو یوسف نے کہا تھا کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں بخش دے گا اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

لوگ عام معافی کا اعلان سن کر اس طرح نکلے گویا کہ ابھی ابھی قبروں سے نکلے ہوں اور اسلام میں داخل ہو گئے

مکرمہ سیدہ لبنیٰ احمد صاحبہ اہلیہ سید مولود احمد صاحب اور مکرمہ نازمون بی بی زبیر صاحبہ اہلیہ محمد شفیع زبیر صاحب آف جرمنی کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

غزوۂ فتح مکّہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا پُرمعارف بیان

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 4؍جولائی 2025ء بمطابق 4؍وفا 1404 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

گذشتہ خطبہ میں فتح مکّہ کے ضمن میں

مکّہ میں داخل ہونے کے حالات کا ذکر

ہوا تھا۔ اس کی مزید تفصیل اس طرح ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب ابوسفیان خدا تعالیٰ کے لشکروں کا جو اس کے پاس سے گزر رہے تھے مشاہدہ کر کے مکّہ پہنچا اور اس وقت مسلمان ذی طُویٰ پہنچ چکے تھے جو مسجد حرام سے نصف میل کے فاصلے پر مکّہ کی ایک وادی ہے اور صحابہؓ وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے حتّٰی کہ سارے صحابہ وہیں جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سبز پوش دستے کے ساتھ آئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ اپنی اونٹنی قَصواء پر حضرت ابوبکرؓ اور اُسید بن حضیرؓ کے درمیان تھے۔ حضرت عبداللہ بن مُغفّلؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ فتح مکّہ کے روز آپ اپنی اونٹنی پر تھے اور آپ سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔ یہ روایت بخاری میں ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے آئے۔ عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر کجاوے کو چھو

رہا تھا۔یعنی جو اونٹ کی سیٹ تھی، جہاں بیٹھے ہوئے تھے اس کے اگلے حصے کو چھو رہا تھا۔ جب آپؐ مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے سیاہ رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپؐ کا جھنڈا بھی سیاہ تھا اور پرچم بھی سیاہ تھا۔بعض روایات کے مطابق چھوٹا جھنڈا یعنی لواء سفید رنگ کا تھا۔ آپؐ ذِی طُویٰ جگہ پر کھڑے ہوئے۔ آپ لوگوں کے درمیان تھے۔ فتح اور مسلمانوں کی کثرت دیکھ کر آپ کی ریش مبارک عاجزی کی وجہ سے کجاوے کو چھو رہی تھی یا قریب تھا کہ وہ چھو لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْآخِرَۃِ کہ اے اللہ! یقیناً اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

عدل و انصاف اور انکسار و تواضع کا ایک اَور پہلو یہ تھا کہ آپ نے اپنے پیچھے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ کو سوار فرمایا ہوا تھا حالانکہ قریش کے رؤساء اور بنو ہاشم کے بیٹے بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس رمضان المبارک کو مکّہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت سورج کچھ بلند ہو چکا تھا۔

(سبل الھدیٰ جلد5صفحہ226دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(صحیح البخاری کتاب المغازی باب این رکز النبیؐ الرایۃ یوم الفتح حدیث:4281)
(فرہنگ سیرت صفحہ نمبر180زوار اکیڈمی کراچی)
(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 103-104دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(امتاع الاسماع جلد8صفحہ384دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(تاریخ الخمیس جلد2صفحہ77، 84از مکتبۃ الشاملہ)
(السیرۃ الحلبیہ جلد3صفحہ122دارالکتب العلمیۃ بیروت)
(سنن الترمذی ابواب الجھاد باب ما جاء فی اللویہ حدیث1679)
(ماخوذ از زرقانی جلد3 صفحہ414دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ”یہ علوّ جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علوّ استکبار سے ملا ہوا تھا۔ دیکھو! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ کو فتح کیا تو آپ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح پر اُن مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکّہ میں آپ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپ نے سجدہ کیا۔“

(ملفوظات جلد3حاشیہ صفحہ 260،ایڈیشن 2022ء)

اس بارے میں کہ

فتح مکّہ کے روز آپؐ کا قیام کہاں ہوا تھا؟

لکھا ہے کہ مکّہ کے قریب پہنچ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مکّہ میں قیام کہاں ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکّہ میں عقیل نے کوئی گھر ہمارے لیے چھوڑا بھی ہے! عقیل حضرت ابوطالب کے بیٹے تھے اور یہ حدیبیہ سے کچھ پہلے اسلام لائے تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے ساری جائیداد وغیرہ فروخت کر دی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا قیام خَیْفِ بنی کِنَانہ میں ہو گا جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔ اور تمام صحابہ کو حکم ہوا کہ وہیں جمع ہوں۔حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس روز مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو آپؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ فتح مکّہ کے دن میں آپ کے ساتھ ہی داخل ہوا اور جب مکّہ کے گھر دیکھے تو آپ رک گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ آپؐ نے اپنے خیمے کی جگہ کو دیکھا اور فرمایا اے جابر! یہ ہمارے قیام کی جگہ ہے۔ اسی جگہ قریش نے ہمارے خلاف کفر کی حالت میں قسمیں کھائی تھیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں اس پر مجھے وہ بات یاد آ گئی جسے میں نے مدینہ میں آپ سے سنا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب ہم مکّہ فتح کریں گے تو ہمارا قیام خَیْفِ بنی کِنَانہ میں ہو گا جہاں کفر کی حالت میں انہوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ وہ بنو ہاشم سے خرید و فروخت نہیں کریں گے اور نہ ان سے نکاح کریں گے اور نہ انہیں پناہ دیں گے اور انہیں ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں محصور رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

علماء کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر کے طور پر اب یہاں قیام کرنے کا فیصلہ فرمایا ہو گا۔ کیونکہ یہ بعض کا خیال ہے۔بعض روایات کے مطابق آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ مکّہ میں اپنے گھر کے علاوہ کسی اَور گھر قیام فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں دوسرے گھروں میں داخل نہیں ہوں گا۔حضرت ابو رافعؓ نے حَجُون کے مقام پر آپ کا خیمہ لگایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی ازواج میں سے حضرت اُمِّ سَلَمَہ اور میمونہ تھیں۔ آپ ہر نماز کے لیے حَجُون سے مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے۔

(ماخوذ ازسبل الھدیٰ جلد5صفحہ230-231دارالکتب العلمیۃ بیروت)
(فتح الباری جلد8صفحہ17-18آرام باغ کراچی)
(اسد الغابہ جلد4صفحہ61دارالکتب العلمیۃ بیروت)
(دائرہ معارف جلد9صفحہ99-100بزم اقبال لاہور)
(اللؤلؤالمکنون، جلد 4 صفحہ 49۔ دارالصیعی للنشر والتوزیع)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ کی کتب سے لے کر بیان کرتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں داخل ہوئے آپ سے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ اپنے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے (یہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے) ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟ یعنی میری ہجرت کے بعد میرے رشتہ داروں نے میری ساری جائیداد بیچ باچ کر کھالی ہے۔ اب مکّہ میں میرے لیے کوئی ٹھکانا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ہم خَیف بنی کِنَانہ میں ٹھہریں گے۔ یہ مکّہ کا ایک میدان تھا جہاں قریش اور کِنَانہ قبیلہ نے مل کر قسمیں کھائی تھیں کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر ہمارے حوالہ نہ کر دیں اور ان کا ساتھ نہ چھوڑ دیں ہم ان سے نہ شادی بیاہ کریں گے نہ خرید و فروخت کریں گے۔ اس عہد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا ابوطالب اور آپ کی جماعت کے تمام افراد وادی ابوطالب میں پناہ گزین ہوئے تھے اور تین سال کی شدید تکلیفوں کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں نجات دلائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب کیسا لطیف تھا۔ مکّہ والوں نے اِسی مقام پر قسمیں کھائی تھیں کہ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سپرد نہ کر دیے جائیں ہم آپ کے قبیلہ سے صلح نہیں کریں گے۔ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میدان میں جا کر اترے اور گویا مکّہ والوں سے کہا کہ جہاں تم چاہتے تھے میں وہاں آ گیا ہوں مگر بتاؤ تو سہی کیا تم میں طاقت ہے کہ آج مجھے اپنے ظلموں کا نشانہ بنا سکو!! وہی مقام جہاں تم مجھے ذلیل اور مقہور شکل دیکھنا چاہتے تھے اور خواہش رکھتے تھے کہ میری قوم مجھے پکڑ کر اِس جگہ تمہارے سپرد کر دے وہاں میں ایسی شکل میں آیا ہوں کہ میری قوم ہی نہیں سارا عرب بھی میرے ساتھ ہے اور میری قوم نے مجھے تمہارے سپرد نہیں کیا بلکہ میری قوم نے تمہیں میرے سپرد کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ دن بھی پیر کا دن تھا۔ وہی دن جس دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور سے نکل کر صرف ابوبکرؓ کی معیت میں مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ وہی دن جس میں آپ نے حسرت کے ساتھ ثور کی پہاڑی پر سے مکّہ کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ اے مکہ! تُو مجھے دنیا کی ساری بستیوں سے زیادہ پیارا ہے لیکن تیرے باشندے مجھے اس جگہ پر رہنے نہیں دیتے۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن۔انوار العلوم جلد20 صفحہ 344-345)
(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ215۔ ایڈیشن اوّل)

حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے بالائی حصہ میں پڑاؤ فرمایا تو بنو مَخْزُوم میں سے میرے دو سسرالی رشتہ دار بھاگ کر میرے پاس آ گئے۔ میرا بھائی حضرت علیؓ میرے پاس آیا اور اس نے کہا خدا کی قسم! میں ان دونوں کو قتل کر دوں گا۔ میں نے ان دونوں کے لیے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکّہ کے بالائی حصہ میں آئی۔ میں نے آپ کو پانی کے ایک برتن میں سے غسل کرتے پایا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کے نشانات موجود تھے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے کے ساتھ آپ کے لیے پردہ کیے ہوئے تھی۔ غسل کے بعد آپ نے اپنے کپڑے تبدیل کیے۔ پھر چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ام ہانی! خوش آمدید۔تمہارا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے ان دونوں آدمیوں اور حضرت علی کے متعلق سارا معاملہ بتایا کہ اس طرح حضرت علیؓ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اور میں ان کو اپنے گھر میں چھپا کر آئی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کو تم نے پناہ دی انہیں ہم نے پناہ دی اور جن کو تم نے امان دی ان کو

ہم نے امان دی۔ پس وہ ان دونوں کو قتل نہ کرے یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؓ ان کو قتل نہیں کریں گے یہ دو افراد حضرت ام ہانیؓ کے سسرالی رشتہ دار حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ربیعہ تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 743۔744 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(ماخوذ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفًابہ حدیث 357)

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 249-250 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں۔ ہم سے کسی نے بیان نہیں کیا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا سوائے ام ہانی کے۔ یعنی صرف یہ روایت ام ہانی کی ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے اور اس کا کوئی اَور گواہ نہیں ملا۔ حضرت ام ہانی بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے دن ان کے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ میں نے اس سے زیادہ ہلکی نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپ پوری طرح رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری ابواب التطوع باب صلاۃ الضحیٰ فی السفر حدیث 1176)

آٹھ رکعت نماز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی۔ اس کے بارہ میں علماء نے مختلف آرا کا اظہار کیا ہے کہ یہ کون سی نماز تھی؟ بعض نے کہا کہ یہ چاشت تھی یا اشراق۔ کسی نے اس نماز کو اشراق کہا ہے اور کسی نے کہا کہ چاشت کی نماز تھی۔ بعض کے نزدیک یہ نماز، نماز فتح تھی جو کسی شہر یا قلعہ وغیرہ فتح کرنے کے بعد شکرانے کے طور پر پڑھی گئی اور اسی سنت کے طور پر بعد میں امرائے اسلام نے فتوحات کے بعد آٹھ رکعت نماز ادا کرنی شروع کی تھی۔

(اللؤلؤالمکنون، جلد 4 صفحہ 52 دارالصبیعی للنشر والتوزیع)

ایک رائے یہ بھی ہے کہ فتح مکّہ کی رات چونکہ بعض انتہائی اہم امور پیش نظر تھے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مصروف رہے کہ تہجد کی نماز پڑھنے کا وقت نہیں ملا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ادا کی یعنی صبح کے وقت۔ اور شاید اسی وجہ سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے تہجد کی نماز رہ جائے تو صبح سورج نکلنے کے بعد آٹھ رکعت نماز پڑھ لینی چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم کسی دن تہجد نہ پڑھ سکو تو اشراق ہی پڑھ لو۔“

(خطبات محمود جلد 22 صفحہ 477، خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 1941ء)

یہ بھی بعض روایات میں ملتا ہے کہ اگر کبھی نہ پڑھ سکے ہوں تو آپؐ اس طرح تہجد کی نماز کی جگہ اشراق پڑھ لیا کرتے تھے۔

میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے نام ایک مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ آپؑ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں کہ ”اس عاجز نے پہلے لکھ دیا تھا کہ آپ اپنے تمام اَوْرَادِ معمولہ کو“ یعنی جو ورد آپ کرتے ہیں معمول میں ”بدستور لازم اوقات رکھیں۔ صرف ایسے طریقوں سے پرہیز چاہئے جن میں کسی نوع کا شرک یا بدعت ہو۔“ اس سے پرہیز کریں۔ ”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اشراق پر مداومت ثابت نہیں۔“ یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ باقاعدہ اشراق پڑھا کرتے تھے۔ ”تہجد کے فوت ہونے پر یا سفر سے واپس آ کر پڑھنا ثابت ہے لیکن تعبد میں کوشش کرنا اور کریم کے دروازہ پر پڑے رہنا عین سنت ہے۔“ (مکتوبات احمد جلد اوّل صفحہ 528 مکتوب نمبر 15) یعنی عبادت اور بندگی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پڑے رہنا یہی تو اصل سنت ہے۔

مسجد حرام میں داخلے کا اور طواف کا ذکر

ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن کا کچھ حصہ اپنے خیمے میں تشریف فرما رہے۔ پھر آپؐ نے اپنی اونٹنی قَصْوَاء کو منگوایا۔ اسے آپ کے خیمہ کے دروازہ کے قریب کر دیا گیا۔ آپ ہتھیار لینے اور سر پر خود پہننے کے لیے چلے گئے۔ صحابہ آپ کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ خَنْدَمَہ سے لے کر حَجُون تک گھوڑوں کی بل کھاتی قطار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ آپ ان کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے موقع پر کَدَاء پہاڑ کی جانب سے مکّہ میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ عورتیں گھوڑوں کے منہ پر اپنے دوپٹے مار مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابوبکر! حسّان بن ثابت نے کیا کہا ہے؟ یعنی حسّان بن ثابت نے کوئی شعر کہے تھے۔ ان کے بارے میں پوچھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے وہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اپنی پیاری بیٹی کو کھو دوں اگر تم ایسے لشکروں کو غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو جن کے وعدوں کی جگہ کَدَاء پہاڑ ہے۔ وہ تیز رفتار گھوڑے اپنی لگاموں کو کھینچ رہے ہیں۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی ہیں۔ یہ نقشہ کھینچا انہوں نے گھوڑوں کا اور وہی اس وقت وہاں واقعہ ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فتح مکّہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے جنہیں سیسے کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہُبَل سب سے بڑا بت تھا۔ یہ خانہ کعبہ کے سامنے تھا۔ اِسَاف اور نائلہ اس جگہ تھے جہاں لوگ اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ نے کمان کو کنارے سے پکڑا۔

جب بھی آپؐ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ بت کی آنکھ میں مارتے اور فرماتے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:8) کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل بھاگ جانے والا ہی ہے۔

آپؐ خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گئے اور اسے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھے اور اپنے عصا کے ساتھ حجر اسود کو چھوا اور اللہ اکبر! کہا۔ مسلمانوں نے بھی جواباً تکبیر کہی۔ وہ بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے یہاں تک کہ مکّہ اللہ اکبر! کے نعروں سے گونج اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ پہاڑوں پر مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے چھوا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپ نے طواف مکمل کر لیا تو اپنی سواری سے نیچے اتر آئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے مسجد میں اونٹنی کو بٹھانے کی جگہ نہ پائی تو آپ لوگوں کی ہتھیلیوں پر اترے یعنی لوگوں نے اپنے ہاتھ آگے کیے۔ آپ اس پہ کھڑے کھڑے اونٹ سے نیچے اتر گئے۔ اونٹنی کو باہر لے جایا گیا۔ حضرت معمر بن عبداللہؓ آئے اور اونٹنی کو لے کر وادی میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فتح مکّہ کے وقت حکم دیا کہ جب وہ بطحاء میں تھے کہ وہ خانہ کعبہ کے اندر جائیں اور اس میں موجود ہر تصویر کو مٹا دیں جب تک اس میں موجود ہر تصویر مٹا نہیں دی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل نہیں ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی نکالی گئیں۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں فال نکالنے والے تیر تھے۔ ان کی بھی وہاں تصویریں بنائی گئی تھیں یا بت بنائے گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تصاویر کو دیکھا تو فرمایا: اللہ ان بت پرستوں کو ہلاک کرے۔ ان بت پرستوں کو علم ہے کہ یہ جو ہاتھ میں پکڑائے ہوئے تیر ہیں، ان دونوں نے یعنی حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام نے ان کے ذریعہ سے کبھی فال نہیں نکالی۔ یہ جھوٹی کہانی بنائی ہوئی ہے۔ کبھی انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم پر آئے، آپؐ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ آپ نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر آپ زَم زَم کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب یا حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے ایک ڈول آپؐ کے لیے نکالا۔ آپ نے اس سے پانی پیا اور وضو کیا۔ صحابہؓ جلدی جلدی آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے لگے اور اسے اپنے چہروں پر ڈالنے لگے۔ مشرکین ان کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ متعجب تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے اتنے بڑے بادشاہ کے بارے میں نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے۔ مکّہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل بت کے بارے میں حکم دیا۔ چنانچہ وہ گرا دیا گیا اور آپؐ اس کے پاس کھڑے تھے۔ اس پر حضرت زبیر بن عوام نے ابوسفیان سے کہا اے ابوسفیان! ہبل کو گرا دیا گیا حالانکہ تو غزوۂ احد کے دن اس کے متعلق

بہت غرور میں تھا جب تو نے اعلان کیا تھا کہ اس نے تم لوگوں پر انعام کیا ہے یعنی ہبل نے انعام کیا ہے۔ اس پر

ابوسفیان نے کہا اے عوام کے بیٹے! ان باتوں کو اب جانے دو کیونکہ میں جان چکا ہوں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہوتا تو جو آج ہوا وہ نہ ہوتا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے۔

(سنن ابو داؤد کتاب اللباس باب فی الصور حدیث: 4156)
(فتح مکّہ از باشمیل صفحہ 270-271 نفیس اکیڈمی کراچی)
(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 227، 234-235 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(صحیح بخاری مترجم کتاب المغازی حدیث: 4288)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے دن تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکرؓ تلوار سونتے آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے سرہانے کھڑے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد 6 صفحہ 187 روایت 10252 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے سال اُسامہ بن زید کی اونٹنی پر آئے پھر عثمانؓ بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا: میرے پاس چابی لاؤ۔ وہ اپنی والدہ کے پاس گئے تو اس نے انہیں خانہ کعبہ کی چابی دینے سے انکار کیا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تمہیں ضرور یہ چابی دینی ہو گی۔ اپنی والدہ کو یہ کہا یا پھر یہ تلوار میری پیٹھ سے پار ہو گی۔ یعنی پھر اس کے لیے مجھ پر سختی ہو گی اور وہ سختی تمہارے پہ بھی ہو گی اور آخر کار دینی پڑے گی۔ راوی کہتے ہیں تب اس نے انہیں چابی دے دی۔ وہ اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو دے دی۔ آپؐ نے چابی انہیں واپس کر دی اور انہوں نے دروازہ کھولا۔

(صحیح مسلم (مترجم) کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج جلد 6 صفحہ 278 حدیث 2345)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسامہ بن زید اور بِلال بن رَباح کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ کعبہ کا کلید بردار عثمان بن طلحہ بھی ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور دیر تک اس کے اندر رہے اور دو رکعت نماز وہاں ادا کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر جو کہ باہر دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو میں جلدی سے اندر گیا اور میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تھا یہاں جب آئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ستون کو اپنے بائیں طرف اور ایک ستون کو دائیں طرف اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے رکھا۔ بیت اللہ میں اس وقت چھ ستون تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نماز پڑھی کہ دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔

آگے جو پہلے ستون تھے اور پیچھے تین ستون تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے دو ستون اپنے بائیں اور ایک ستون اپنے دائیں اور تین ستون پیچھے رکھے۔ یعنی جو پہلے اگلے ستون تھے ان میں سے اس طرح تقسیم کیا کہ دو ایک طرف ہو گئے ایک ایک طرف اور پیچھے تین ستون تھے۔ بہرحال آپ نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ صحیح مسلم کی یہ روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ حدیث: 504، 505)
(صحیح مسلم (مترجم) کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج جلد 6 صفحہ 276 حدیث 2344)
(اللؤلؤ المکنون جلد 4 صفحہ 58-59 دار الصمیعی للنشر والتوزیع)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ”مکّہ میں داخل ہوتے وقت حضرت ابوبکرؓ آپ کی اونٹنی کی رکاب پکڑے ہوئے آپ کے ساتھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے اور سورۂ فتح جس میں فتح مکّہ کی خبر دی گئی تھی وہ بھی پڑھتے جاتے تھے۔ آپؐ سیدھے خانہ کعبہ کی طرف آئے اور اونٹنی پر چڑھے چڑھے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ خانہ کعبہ کے گرد جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ نے خدائے واحد کی پرستش کے لیے بنایا تھا جسے بعد کو ان کی گمراہ اولاد نے بتوں کا مخزن بنا کر رکھ دیا تھا گھومے اور وہ تین سو ساٹھ بت جو اس جگہ پر رکھے ہوئے تھے ان میں سے ایک ایک بت پر آپ چھڑی مارتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا۔ یہ وہ آیت ہے جو ہجرت سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل میں آپ پر نازل ہوئی تھی اور جس میں ہجرت اور پھر فتح مکّہ کی خبر دی گئی تھی۔ یورپین مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ ہجرت سے پہلے کی سورہ ہے۔ اس سورہ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وَقُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا۔ وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا (بنی اسرائیل: 81) یعنی تُو کہہ دے میرے رب! مجھے اس شہر یعنی مکّہ میں نیک طور پر داخل کیجیو یعنی ہجرت کے بعد فتح اور غلبہ دے کر۔ اور اس شہر سے خیریت سے ہی نکالیو یعنی ہجرت کے وقت۔ اور خود اپنے پاس سے مجھے غلبہ اور مدد کے سامان بھجوائیو۔ اور یہ بھی کہو کہ حق آ گیا ہے اور باطل یعنی شرک شکست کھا کے بھاگ گیا ہے اور باطل یعنی شرک کے لیے شکست کھا کر بھاگنا تو ہمیشہ کے لیے مقدر تھا۔ اس پیشگوئی کے لفظاً لفظاً پورا ہونے اور حضرت ابوبکرؓ کے اِس کو تلاوت کرتے وقت مسلمانوں اور کفار کے دلوں میں جو جذبات پیدا ہوئے ہوں گے وہ لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتے۔ غرض اس دن ابراہیم کا مقام پھر خدائے واحد کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیا گیا اور بت ہمیشہ کے لیے توڑے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل نامی بت کے اوپر اپنی چھڑی ماری اور وہ اپنے مقام سے گر کر ٹوٹ گیا تو حضرت زبیرؓ نے ابوسفیان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا ابوسفیان! یاد ہے اُحُد کے دن جب مسلمان زخموں سے چُور ایک طرف کھڑے ہوئے تھے تم نے اپنے غرور میں یہ اعلان کیا تھا اُعۡلُ ھُبَل۔ اُعۡلُ ھُبَل۔ ھُبَل کی شان بلند ہو۔ ھُبَل کی شان بلند ہو۔ اور یہ کہ ہبل نے ہی تم کو اُحُد کے دن مسلمانوں پر فتح دی تھی۔ آج دیکھتے ہو وہ سامنے ہبل کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا زبیرؓ! یہ باتیں جانے دو۔ آج ہم کو اچھی طرح نظر آ رہا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے سوا کوئی اَور خدا بھی ہوتا تو آج جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اس طرح کبھی نہ ہوتا۔ پھر آپ نے خانہ کعبہ کے اندر جو تصویریں حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کی بنی ہوئی تھیں ان کے مٹانے کا حکم دیا اور خانہ کعبہ میں خدا تعالیٰ کے وعدوں کے پورا ہونے کے شکریہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور باہر آ کر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ خانہ کعبہ کی تصویروں کو مٹانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو ہم بھی نبی مانتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی تصویر کو نہ مٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس تصویر کو قائم دیکھا تو فرمایا عمر! تم نے یہ کیا کیا؟ کیا خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ مَا کَانَ اِبۡرٰہِیۡمُ یَہُوۡدِیًّا وَّلَا نَصۡرَانِیًّا وَّلٰکِنۡ کَانَ حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (آل عمران: 68) یعنی ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا کامل فرمانبردار اور خدا تعالیٰ کی ساری صداقتوں کو ماننے والا اور خدا کا مؤحد بندہ تھا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے یہ تصویر بھی مٹا دی گئی۔

خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھ کر مسلمانوں کے دل اس دن ایمان سے اتنے پُر ہو رہے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ان کا یقین اس طرح بڑھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زمزم کے چشمہ سے (جو اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ کے لیے خدا تعالیٰ نے بطور نشان پھاڑا تھا) پانی پینے کے لیے منگوایا اور اس میں سے کچھ پانی پی کے باقی پانی سے آپ نے وضو فرمایا تو آپ کے جسم میں سے کوئی قطرہ زمین پر نہیں گر سکا۔ مسلمان فوراً اس کو اچک لے جاتے اور تبرک کے طور پر اپنے جسم پر مل لیتے تھے اور مشرک کہہ رہے تھے ہم نے کوئی بادشاہ دنیا میں ایسا نہیں دیکھا جس کے ساتھ اس کے لوگوں کو اتنی محبت ہو۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 345 تا 347)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں ”یہ بات بحضورِ دل یاد رکھو کہ جیسے بیت اللہ میں حجر اسود پڑا ہوا ہے۔ اسی طرح قلب سینہ میں پڑا ہوا ہے۔“ مثال دے رہے ہیں آپ حجر اسود کی انسان کے دل سے جو ہمارے سینے میں ہے۔ فرمایا کہ ”بیت اللہ پر بھی ایک زمانہ آیا ہوا تھا کہ کفار نے وہاں بت رکھ دیئے تھے۔ ممکن تھا کہ بیت اللہ پر یہ زمانہ نہ آتا۔ مگر نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک نظیر کے طور پر رکھا۔ قلب انسانی بھی

حجرِاسود کی طرح ہے اور اس کا سینہ بیت اللہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ ماسویٰ اللہ کے خیالات وہ بت ہیں جو اس کعبہ میں رکھے گئے ہیں۔“ یعنی دل میں جو بھی خیالات اللہ کے سوا آتے ہیں وہ سارے بت ہیں۔ ”مکّہ معظّمہ کے بتوں کا قلع و قمع اس وقت ہوا تھا جب کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں جا پڑے تھے اور مکّہ فتح ہو گیا تھا۔ ان دس ہزار صحابہ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قویٰ بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ (النحل:51)

اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام قویٰ اور جوارح حکمِ انسانی کے نیچے ہیں۔ پس ماسوِی اللہ کے بتوں کی شکست اور استیصال کے لیے ضروری ہے کہ ان پر اسی طرح سے چڑھائی کی جاوے۔ یہ لشکر تزکیۂ نفس سے طیار ہوتا ہے اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا (الشمس:10) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جاوے تو کُل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور یہ کیسی سچی بات ہے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں وہ دراصل قلب کے ہی فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے پھر وہ جس اعضاء کے متعلق ہو وہ فوراً اس کی تعمیل کے لیے طیار ہو جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 1صفحہ 172- 173ایڈیشن 2022ء)

آپؑ نے اس طرح یہ مثال فرمائی کہ اپنے دلوں کے بتوں کو بھی دور کرو تبھی تم حقیقی مومن بن سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں خطاب بھی فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو اور اس شہر مکّہ کو اللہ نے حَرم قرار دیا ہے اس دن سے جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ تو یہ روز قیامت تک اللہ کی حرمت سے حرم ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں جنگ جائز نہیں ہوئی اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے ہی جائز ہوئی ہے۔

تو یہ شہر قیامت کے روز تک اللہ تعالیٰ کی حرمت سے حرم ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور اس کا شکاری جانور نہ بدکایا جائے یعنی اس کو ڈرایا نہ جائے۔ کوئی اس کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے مگر وہی جو اسے شناخت کرائے اور اس کا گھاس نہ کاٹا جائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! اِذخر کو مستثنیٰ کریں۔ اِذخر بھی گھاس کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ یہ ان کے کاریگروں کے کام آتی ہے اور وہ ان کے گھروں کے لیے درکار ہے۔ فرمایا سوائے اِذخر کے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اِذخر کو کاٹ سکتے ہو اپنے مقاصد کے لیے۔

(صحیح بخاری کتاب الجزیہ والموادعہ باب اثم الغادر للبر والفاجر حدیث 3189)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکّہ فتح کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر آپ نے فرمایا یقیناً اللہ نے مکّہ کو ہاتھی والوں سے محفوظ رکھا اور اس نے اپنے رسول کو اور مومنوں کو اس پر غلبہ دے دیا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے وہ جائز نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی جائز کیا گیا اور میرے بعد کسی کے لیے جائز نہ ہوگا یعنی فتح مکّہ میں کسی دن کی لڑائی ہے تو وہ میرے لیے صرف تھوڑے وقت کے لیے جائز کی گئی ہے اس کے بعد کسی کو جائز نہیں۔ تو نہ اس کا شکار بھگایا جائے نہ اس کے کانٹے توڑے جائیں اور نہ اس کی گری پڑی چیز جائز ہو گی سوائے اعلان کرنے والے کے اور جس کا کوئی قتل کیا جائے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے یا اس کو فدیہ دیا جائے یا قصاص لے۔ حضرت عباس نے عرض کیا سوائے اذخر کے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور اپنے گھروں میں استعمال کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اذخر گھاس کے۔ ٹھیک ہے اس کو کاٹ سکتے ہو۔ ابوشاہ جو اہل یمن میں سے ایک شخص تھا وہ کھڑا ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے لکھ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کے لیے لکھ دیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے اَوزاعی سے پوچھا کہ اس کی اس بات کا کیا مطلب تھا کہ میرے لیے لکھ دیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے لکھ دیں۔ اس کا مطلب کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ خطبہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو اس نے ابھی سنا ہے اِس کو اُس کو لکھ کے دے دیں۔ چنانچہ آپ نے اس کو لکھوا دیا۔

(صحیح بخاری کتاب فی اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ اھل مکۃ حدیث 2434)

سیرت ابن ہشام میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ اے لوگو! تمام فخر، تمام انتقام اور تمام خون بہا وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں مگر خانہ کعبہ کی کلید برداری اور زمزم سے پانی پلانے کی خدمت انہی کو ملے گی جن کے پاس پہلے سے یہ خدمت ہے۔ اے لوگو! جو شخص غلطی سے مارا جائے لکڑی یا کوڑے وغیرہ سے اس میں پورا خون بہا یعنی دیت سو اونٹ ہیں۔ اے قریش! خداوند تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی نخوت اور فخر کو دور کر دیا جو باپ دادا کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ یہ فخر کوئی نہیں رہا اب۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی کہ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات:14) اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قریش! تم کیا خیال کرتے ہو کہ میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟ قریش نے کہا جو مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ آپ جو کچھ کریں گے بہتر کریں گے۔ آپ معزز بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو پھر جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 744دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا: أَقُوۡلُ کَمَا قَالَ یُوۡسُفُ: لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ یَغۡفِرُ اللّٰہُ لَکُمۡ وَھُوَ أَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 9صفحہ 200، حدیث 18275، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء) **میں وہی کہوں گا جو یوسف نے کہا تھا کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں بخش دے گا اور وہ سب رحم کرنے والوں سے**

زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لوگ عام معافی کا اعلان سن کر اس طرح نکلے گویا کہ ابھی ابھی قبروں سے نکلے ہوں اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ بات سن کر انہوں نے فوراً اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ اہل مکّہ کو معاف کرنے کے حوالے سے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ”جب آپ ان باتوں سے فارغ ہوئے اور مکّہ والے آپ کی خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا اے مکّہ کے لوگو! تم نے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ کے نشانات کس طرح لفظ بلفظ پورے ہوئے ہیں۔ اب بتاؤ کہ تمہارے ان ظلموں اور ان شرارتوں کا کیا بدلہ دیا جائے جو تم نے خدائے واحد کی عبادت کرنے والے غریب بندوں پر کیے تھے؟ مکّہ کے لوگوں نے کہا ہم آپ سے اسی سلوک کی امید رکھتے ہیں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ یہ خدا کی قدرت تھی کہ مکّہ والوں کے منہ سے وہی الفاظ نکلے جن کی پیشگوئی خدا تعالیٰ نے سورہ یوسف میں پہلے سے کر رکھی تھی اور فتح مکّہ سے دس سال پہلے بتا دیا تھا کہ تُو مکّہ والوں سے ویسا ہی سلوک کرے گا جیسا یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ پس جب مکّہ والوں کے منہ سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسفؑ کے مثیل تھے اور یوسفؑ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بھائیوں پر فتح دی تھی تو آپ نے بھی اعلان فرمادیا کہ تَاللّٰہِ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ خدا کی قسم! آج تمہیں کسی قسم کا عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی سرزنش کی جائے گی۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 347-348)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ فتح کر لیا تو تمام کفار گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کیے گئے تو کفار نے خود اپنے منہ سے اس وقت اقرار کیا کہ ہم بباعث اپنے سخت جرائم کے واجب القتل ہیں اور اپنے تئیں آپ کے رحم کے سپرد کرتے ہیں تو آپ نے سب کو بخش دیا اور اس موقع پر معافی کے لیے اسلام کی بھی شرط نہ لگائی لیکن وہ لوگ یہ اخلاق کریمانہ دیکھ کر خود بخود مسلمان ہو گئے۔“

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 235)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی طاقت کا کمال اس وقت ذہن میں آسکتا ہے جب کہ اس زمانے کی حالت پر نگاہ کی جاوے۔ مخالفوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں اور اس کے بالمقابل آپؐ نے ایسی حالت میں جبکہ آپؐ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا ان سے جو کچھ سلوک کیا وہ آپؐ کی علوّشان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دوسرے رفیقوں نے کون سی تکلیف تھی جو آپؐ کو اور آپؐ کے جاںنثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مسلمان عورتوں کو اونٹوں سے باندھ کر مخالف جہات میں دوڑایا اور وہ چیری جاتی تھیں۔“ دو حصے ہو جاتے تھے۔ ”محض اس گناہ پر کہ وہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر کیوں قائل ہوئیں مگر آپؐ نے اس کے مقابل صبر و برداشت سے کام لیا اور جبکہ مکّہ فتح ہوا تو لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ (یوسف:93) کہہ کر معاف فرمایا۔ یہ کس قدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 485 ایڈیشن 2022ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں ”مکّہ میں جن لوگوں نے دکھ دیے تھے جب آپؐ نے مکّہ کو فتح کیا تو آپ چاہتے تو سب کو ذبح کر دیتے مگر آپ نے رحم کیا اور لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ (یوسف:93) کہہ دیا۔ آپؐ کا بخشنا تھا کہ سب مسلمان ہو گئے۔ اب اس قسم کے عظیم الشان اخلاق فاضلہ کیا کسی نبی میں پائے جاتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی ذات خاص اور عزیزوں اور صحابہ کو سخت تکلیفیں دی تھیں اور ناقابل عفو ایذائیں پہنچائی تھیں آپ نے سزا دینے کی قوت اور اقتدار کو پا کر فی الفور ان کو بخش دیا۔ حالانکہ اگر ان کو سزا دی جاتی تو یہ بالکل انصاف اور عدل تھا مگر آپ نے اس وقت اپنے عفو اور کرم کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ امور تھے کہ علاوہ معجزات کے صحابہؓ پر مؤثر ہوئے تھے۔ اس لیے آپ اسم بامسمّٰی محمد ہو گئے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور زمین پر آپ کی حمد ہوتی تھی اور اسی طرح آسمان پر بھی آپ کی تعریف ہوتی تھی اور آسمان پر بھی آپ محمد تھے۔ یہ نام آپ کا اللہ تعالیٰ نے بطور نمونہ کے دنیا کو دیا ہے۔ جب تک انسان اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتا۔“ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”جب تک انسان اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طرزِ عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بنا لے۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 425-426 ایڈیشن 2022ء)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ باقی قصے بعد میں آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت

دو مرحومین کا ذکر

بھی کرنا چاہتا ہوں اور بعد میں ان کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

پہلا ہے

سیدہ لبنیٰ احمد صاحبہ، سید مولود احمد صاحب مرحوم کی اہلیہ

تھیں۔ گذشتہ دنوں اکہتر سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ مرکزی طور پر تو نہیں لیکن اپنے محلے اور حلقے کے طور پر ان کو لجنہ میں خدمت کا موقع ملتا رہا۔ ان کی شادی سید مولود احمد صاحب سے ہوئی تھی جو صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بیٹے تھے۔ ان کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا تھا۔ کیونکہ اس میں کچھ نصائح بھی ہیں اس لیے میں اس نکاح کے بھی بعض الفاظ پڑھ دیتا ہوں۔ یہ آجکل کے رشتوں کے لیے بھی فائدہ مند ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ ازدواجی رشتے درخت کے پیوند کی مانند ہوتے ہیں جنہیں شروع میں بڑا سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے۔ قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اس پیوند کو قول سدید کے دھاگوں سے باندھنا پڑتا ہے تب جا کر اس کی حفاظت ہوتی ہے اور اس کی ذمہ داری نہ صرف ہر دو میاں اور بیوی پر بلکہ ان کے خاندانوں پر، ان کے ماحول پر بلکہ ان کے دوستوں پر بھی عائد ہوتی ہے کیونکہ بہت سی خرابیاں بدظنیوں کے نتیجہ میں یا چغلیوں کے نتیجہ میں یا بےصبری کے نتیجہ میں یا طیش کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان کو روکنے کے لیے قول سدید ایک بہت ہی مضبوط دھاگا ہے۔

پھر آپؒ نے فرمایا تھا کہ خدا کرے کہ جس نکاح کا میں اس وقت اعلان کر رہا ہوں وہ ہر دو خاندانوں کے لیے بہت بابرکت ہو۔ جماعت کے لیے بھی بابرکت ہو اور انسانیت کے لیے بھی بابرکت ہو اور خادم دین نسل اس سے چلے اور کہہ سکتے ہیں بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کیونکہ رشتہ داری بھی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ان الفاظ کو محترمہ لبنیٰ صاحبہ نے اپنے رشتوں کے حق میں نبھانے کی، سنبھالنے کی کوشش کی۔ پھر آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ آج میں جن کا نکاح کر رہا ہوں یہ میری چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحکیم صاحبہ اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے بیٹے سید مولود احمد ہیں اور بیٹی جو ہے، بچی جو ہے ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب کی بیٹی ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کیونکہ واقف زندگی ڈاکٹر تھے۔ افریقہ میں رہے۔ شروع میں جب نصرت جہاں کا اعلان ہوا اس وقت ابتدائی واقفین ڈاکٹروں میں سے تھے۔ ان کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ذکر کیا کہ ڈاکٹر صاحب ان ابتدائی ڈاکٹروں میں سے ہیں جنہوں نے مغربی افریقہ میں بطور وقف ڈاکٹر کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا۔ ان کے ہاتھ میں بہت شفا بخشی اور بڑے کامیاب سرجن کے طور پر وہ غانا میں کام کرتے رہے۔ پھر اس کے بعد نائیجیریا میں بھی کام کیا۔

(ماخوذ از خطباتِ ناصر جلد 10 صفحہ 771-772، خطبہ نکاح 25 نومبر 1977ء)

سیدہ لبنیٰ صاحبہ کے بیٹے سید سعود احمد واقف زندگی ہیں اور آجکل فضل عمر ہسپتال میں ڈپٹی ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ وہ اپنی والدہ کے حالات کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب میرے نانا نصرت جہاں سکیم کے تحت اوسوکورے گھانا گئے تو پوری فیملی گئی تھی، ان کی والدہ لبنیٰ صاحبہ بھی ساتھ تھیں۔ چھوٹی تھیں لبنیٰ صاحبہ کی شادی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ کہتے ہیں اس وقت کیونکہ وہاں سامان کچھ نہیں ہوتا تھا تو اس وقت بعض دفعہ پٹیاں کاٹ کاٹ کر دیا کرتی تھیں۔ روشنی نہیں ہوتی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب آپریشن کیا کرتے تھے اور یہ بچی بھی ٹارچ لے کر وہاں کھڑی رہتی تھیں تاکہ ڈاکٹر صاحب اس روشنی میں آپریشن کر سکیں۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ بہت پیار کرنے والی تھیں۔ اپنی تکلیف بھول کر دوسروں کی خدمت کرتی تھیں۔ اپنے خاوند، والدین، ساس، سسر سب کے حقوق عمدہ طور پر ادا کیے اور واقعی ادا کیے۔ 1986ء میں سیڑھیوں سے گر گئی تھیں۔ کمر کی تکلیف تھی۔ پھر اس کے بعد کینسر بھی ہو گیا۔ شوگر کی تکلیف بھی تھی لیکن کبھی تکلیف کا اظہار نہیں کیا اور بڑے صبر سے اپنی بیماری کاٹتی رہیں اور اس طرح ہی چلتی پھرتی رہیں جس طرح صحت مند ہوں۔ اپنے

بچوں کو، پوتوں، نواسوں کو بھی دعائیں سکھاتی رہتی تھیں۔ خاص طور پر روزانہ اپنے پوتا پوتی کو جو ان کے ساتھ رہتے تھے سکھاتیں اور خیال رکھتیں۔نظر بھی ان کی کمزور ہوگئی تھی۔ جب تلاوت نہیں کرسکیں تو پھر آن لائن تلاوت قرآن کریم سنا کرتی تھیں۔ اجلاسوں میں باقاعدہ جاتی تھیں۔ کسی نے ایک دفعہ کہا بھی کہ آپ بیمار ہیں اجلاس پہ کیوں آتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ اجلاس ہو رہا ہو اور میں نہ جاؤں؟ جماعتی نظام ہے اس کے ساتھ مجھے پابندی کرنی چاہیے۔ جماعت کی پابندی کا بڑا احساس تھا۔ کیونکہ یہ میری اہلیہ کی بھابھی بھی تھیں اس لحاظ سے میں نے بھی دیکھا ہے کہ سادہ مزاج اور ہر قسم کے حالات میں رہنے والی اور اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے والی تھیں۔سسرال کا تعلق بھی انہوں نے خوب نبھایا۔ اچھی طرح نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی ایک بیٹی اور بیٹا ہے۔ بیٹا واقف زندگی ہے جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی اپنے ماں باپ کے نیک نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ

مکرمہ نازمون بی بی زبیر صاحبہ

کا ہے۔ یہ محمد شفیع زبیر صاحب جرمنی کی اہلیہ ہیں۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ یہ ماریشس کی تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا محمد حنیف سدھن صاحب کے ذریعہ سے آئی۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ بیٹے ان کے اطہر زبیر صاحب ہیں جو چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ جرمنی ہیں۔

اطہر زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ آپ غیر متزلزل ایمان اور گہری عاجزی کا نمونہ تھیں۔ وہ کہتے ہیں جس طرح انہوں نے مجھے پالا اور جو باتیں ہمیں سکھائیں ان کا ایمان بڑا مضبوط تھا۔ میں اس بات کو پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کبھی ان کو کسی قسم کا شکوہ اور شکایت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ جب وہ شدید بیمار ہوئیں تو کہتے ہیں اس وقت تو خاص طور پر ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور جب بھی ہوش میں آتیں تو اپنی نمازوں کے بارے میں پوچھتیں۔ نمازوں کی ان کو بڑی پابندی تھی۔ بے پناہ صبر اور تحمل کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہونے والی۔ پھر کہتے ہیں لوگوں کے کام بڑے آیا کرتی تھیں اور راز بڑا رکھا کرتی تھیں۔ ایک واقعہ ہے کہ کسی میاں بیوی کا کوئی معاملہ تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میاں سے پوچھو کہ کیا باتیں ہیں تو میں نے کہا کہ مجھے بتائیں کہ بیوی نے کیا باتیں کی ہیں؟ کہتی ہیں نہیں اس نے تو مجھ پر اعتماد کر کے باتیں بتائی ہیں میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ وہ خود اگر بتانا چاہیں گے تو بتادیں گے تمہیں لیکن کوشش کرو کہ آپس میں ان کی صلح صفائی ہو جائے۔

خلافت سے بڑا گہرا تعلق تھا اور خطبات بڑے غور سے سنتی تھیں بلکہ ان کے پوتے نے لکھا ہے کہ دو تین دفعہ سنتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ پہلی دفعہ سمجھ نہیں آتی اور اچھی طرح نہ سنو تو پھر فائدہ کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑا پختہ تعلق تھا۔ صاحب رؤیا تھیں۔ کئی ان کی خوابیں ہیں جو سچی ثابت ہوئیں۔ اب یہی آخری بیماری کے دنوں میں ہی زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے کینسر تو نہیں؟ سی ٹی سکین ہوا تو پتا لگا کہ واقعی مثانے کا کینسر تھا تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح پتا لگا؟ انہوں نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے۔ ان کی ایک وفات یافتہ عزیزہ تھیں وہ آئی ہیں انہوں نے کہا تمہارا بیٹا شاید تمہیں نہ بتائے کہ تم فکرمند نہ ہو جاؤ لیکن میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تمہیں کینسر ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی بیماری کا بھی پہلے بتادیا تھا۔

ان کی بہوئیں جرمن ہیں اور ان کے ساتھ بھی انہوں نے ایسے ہی تعلق رکھا اور تربیت کی ہے کہ وہ دونوں باوجود جرمن ہونے کے ہر معاملے میں ان سے مشورہ لینے والی اور ان کی طرح ہر قسم کی قربانی کرنے والی ہیں۔ ایک بہو ان کی سوزن زبیر کہتی ہیں ساس کی حیثیت سے وہ شفقت اور رحمدلی کی روشن مثال تھیں۔ جو بھی ان کے پاس تھا وہ ہمیشہ اس پر شکرگزار رہتی تھیں۔ بہوؤں سے اپنی بیٹی کی طرح برتاؤ کرتی تھیں۔ بڑا پیار کرتیں۔ ہماری اصلاح بھی بڑے پیار سے کرتیں اور ہمیشہ ہمارے لیے دعا بھی کرتی تھیں۔ دوسری بہو ہیں ماریہ زبیر۔ وہ بھی کہتی ہیں کہ جب میں نے شادی کی تو مجھے کھانا پکانا اور مہمانوں کی مہمان نوازی کا طریقہ سکھایا اور بغیر کسی دباؤ یا تنقید کے مجھے یہ باتیں سکھائیں اور انہوں نے میری پڑھائی کے دوران بھی بڑا کام کیا۔ بعد میں انہوں نے، اس بہو نے میڈیسن کیا تھا اور کہتی ہیں جماعتی سرگرمیوں میں بھی میرا پورا ساتھ دیا۔ میری اور بچوں کی دیکھ بھال کی۔ ہمیشہ حوصلہ دلایا کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

☆...☆...☆

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍جولائی ۲۰۲۵ء......از صفحہ نمبر ۱۴

اسی طرح

کعب بن زہیر کے قبولِ اسلام کا واقعہ ہے۔

یہ شخص بھی آنحضور ﷺ کا سخت معاند تھا، شاعر تھا اور اپنی شاعری سے اسلام اور آنحضور ﷺ کے خلاف شر پھیلایا کرتا تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی شناخت ظاہر کیے بِنا کعب بن زہیر کے لیے معافی کا طلب گار ہوا۔ آپؐ نے جب اسے معاف فرمایا تو اس نے کہا کہ کعب مَیں ہی ہوں۔ آنحضور ﷺ نے اسے معاف فرمادیا۔ کعب نے آپؐ کی خدمت میں ایک شاندار قصیدہ بھی پیش کیا اور آپؐ نے اسے اپنی چادر عطا فرمائی۔ اسی وجہ سے یہ قصیدہ بردہ کہلاتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ تاریخ میں امام بوصیری کا قصیدہ بھی قصیدہ بردہ کہلاتا ہے۔

معاندین اور مخالفین کی معافی کی ان تفاصیل کے آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبے کے آخری حصے میں فرمایا کہ

اگلے جمعے سے ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے، اس کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جلسے کو کامیاب فرمائے اور اپنے فضلوں سے اسے نوازتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شریر اور نقصان پہنچانے والے، اور نقصان پہنچانے کی نیّت رکھنے والے کے شر سے بچائے۔

جو مہمان اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے آرہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خیر و عافیت سے پہنچائے اور یہاں بھی خیریت سے رکھے۔ آمین

لوگوں کے جو ذاتی مہمان جلسے کے لیے آرہے ہیں یا جو جماعتی انتظام سے آرہے ہیں، مہمان نوازی کے شعبے کے تحت ان کا انتظام ہوگا، اللہ تعالیٰ ہر میزبان کو اِن مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کارکنان بڑے شوق اور جذبے سے ڈیوٹیوں کے لیے خود کو پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کارکنان کو بھی خدمت کی توفیق دے نہایت عزت و احترام اور نرمی اور خوش مزاجی سے یہ مہمانوں کی خدمت کریں۔

بعض دفعہ کام کی زیادتی اور نیند کی کمی کی وجہ سے بعض کارکنان کی خوش مزاجی متاثر ہوجاتی ہے مگر

ہر کارکن کو یہ سوچ کر یہ دن گزارنے چاہئیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کی توفیق دی ہے اس لیے اس کے لیے ہم ہر قربانی کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھیں گے اور ہر صورتِ حال میں ہمارے چہروں پر مسکراہٹ رہے گی۔

کارکنان افسر ہو یا معاون، لڑکیاں، لڑکے، مرد، عورتیں خواہ وہ کسی بھی شعبے میں ہیں سب کو ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کام انجام دینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے، آمین۔ لیکن ساتھ ہی ہر ایک پر گہری نظر بھی رکھنی چاہیے تا کہ کسی کو کبھی کوئی شر پھیلانے کی جرأت پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کارکنان کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنیں۔ آمین

☆...☆...☆

غزوہ فتح مکہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان

☆... آپ (ﷺ) کی یہ بات بے حد تعریف کے لائق ہے کہ جس موقع پر ماضی کے مکینوں کے مظالم کی یاد آپ کو انتقام لینے پر اُکسا سکتی تھی، آپ نے اپنی فوج کو ہر قسم کی خون ریزی سے منع فرمایا اور عاجزی اور خدا تعالیٰ کے شکر کا ہر ممکن اظہار کیا (آرتھر گلمے)

☆... مکے کی فتح کے ذریعے محمد (ﷺ) نے نبوت کے اپنے دعوے کو سچ ثابت کر دیا۔ یہ فتح بغیر کسی قسم کی خون ریزی کے حاصل ہوئی تھی اور محمد (ﷺ) کی پُرامن پالیسی کامیاب رہی۔ چند ہی سالوں میں مکے میں بُت پرستی کا خاتمہ ہو گیا اور عکرمہ اور سہیل جیسے سخت ترین مخالفین مخلص اور پُرجوش مسلمان بن گئے (کیرن آرم سٹرانگ)

☆... اگلے جمعے سے ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے، اس کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جلسے کو کامیاب فرمائے اور اپنے فضلوں سے اسے نوازتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شریر اور نقصان پہنچانے والے، اور نقصان پہنچانے کی نیّت رکھنے والے کے شر سے بچائے

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۸؍جولائی ۲۰۲۵ء بمطابق ۱۸؍وفا ۱۴۰۴ ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۱۸؍جولائی ۲۰۲۵ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مولانا فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔

تشہد، تعوذ اور سورة الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج بھی فتح مکّہ کے واقعات کی مزید تفصیل بیان کروں گا۔

آپؐ کے مکّے میں قیام کے متعلق اختلاف ہے۔ بخاری میں درج روایت کے مطابق آپؐ مکے میں انیس۱۹ دن ٹھہرے۔ آپؐ دو رکعت نماز پڑھتے، یعنی قصر کرتے تھے۔ بعض روایات میں ۱۷، ۱۸ یا ۱۵؍دن کا تذکرہ بھی ہے۔

بعض مستشرقین نے بھی فتح مکہ کے متعلق اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مثلاً ولیم میور جو ایک مشہور مستشرق ہے۔ اس کا تعلق سکاٹ لینڈ سے تھا۔ وہ فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب دی لائف آف محمد (ﷺ) میں لکھتا ہے کہ محمد (ﷺ) کا ماضی کے تمام پرانے قصوروں کو معاف کرنا اور اُن کی تمام چھوٹی بڑی تکالیف کو فراموش کر دینا دراصل آپ (ﷺ) کے اپنے فائدے کے لیے تھا لیکن اس کے لیے ایک بڑے اور گداز دل کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح ولیم منٹگمری، جو ایک سکاٹش مستشرق تھا اور اس نے اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف بہت سخت باتیں کی ہیں وہ کہتا ہے کہ مکّہ کے رؤساء کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا، یہ رؤساء اور دیگر بہت سے لوگ کفر پر قائم رہے۔ سب سے بڑھ کر وہ مہارت جس کے ساتھ انہوں نے (یعنی آنحضور ﷺ نے) اپنی سربراہی میں موجود اتحاد کو سنبھالا اور تقریباً تمام افراد کو یہ احساس دلایا کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جا رہا ہے اس چیز نے اسلامی معاشرے میں ہم آہنگی، اطمینان اور جوش کے جذبات کو نمایاں کر دیا۔

پھر ایک مستشرق ہے آرتھر گلمے اس کا تعلق امریکہ سے تھا، وہ کہتا ہے کہ

آپ (ﷺ) کی یہ بات بے حد تعریف کے لائق ہے کہ جس موقع پر ماضی کے مکینوں کے مظالم کی یاد آپ کو انتقام لینے پر اُکسا سکتی تھی، آپ نے اپنی فوج کو ہر قسم کی خون ریزی سے منع فرمایا اور عاجزی اور خدا تعالیٰ کے شکر کا ہر ممکن اظہار کیا۔

ایک خاتون مستشرق، روتھ کرینسٹن کا تعلق بھی امریکہ سے تھا۔ وہ لکھتی ہے کہ سال ۶۳۰ء کے آغاز میں ایک دن وہ شخص جسے صرف دس سال پہلے شہر سے پتھر مار کر نکال دیا گیا تھا اور جسے مذاق کا نشانہ بنایا گیا تھا، اب اپنے دس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ محمد (ﷺ) نے حکم دیا تھا کہ کسی کو قتل نہ کیا جائے، شہریوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا جائے۔

کیرن آرم سٹرانگ برطانیہ کی ایک اچھی مستشرق ہیں، عام طور پر بڑے انصاف سے لکھنے والی ہیں وہ اپنی کتاب میں لکھتی ہیں کہ آپ (ﷺ) کو خون ریز انتقام لینے کی کوئی خواہش نہیں تھی، کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا اور نہ ہی ایسا لگتا ہے کہ کسی پر کوئی دباؤ ڈالا گیا۔ محمد (ﷺ) مکہ اس لیے نہیں آئے تھے کہ قریش کو ظلم وستم کا نشانہ بنائیں، بلکہ اس لیے آئے تھے کہ اس مذہب کو ختم کر دیں جو اُن کے لیے ناکام ثابت ہوا تھا۔

مکے کی فتح کے ذریعے محمد (ﷺ) نے نبوت کے اپنے دعوے کو سچ ثابت کر دیا۔ یہ فتح بغیر کسی قسم کی خون ریزی کے حاصل ہوئی تھی اور محمد (ﷺ) کی پُرامن پالیسی کامیاب رہی۔ چند ہی سالوں میں مکے میں بُت پرستی کا خاتمہ ہو گیا اور عکرمہ اور سہیل جیسے سخت ترین مخالفین مخلص اور پُرجوش مسلمان بن گئے۔

فتح مکہ کی تفاصیل میں

عبداللہ بن ابی سرح کے قبولِ اسلام کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

یہ شخص پہلے مسلمان تھا، کاتبِ وحی بھی تھا۔ لیکن اسے ٹھوکر لگی اور یہ مرتد ہو کر مکہ آ گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا اُن میں عبداللہ بن ابی سرح کا نام بھی تھا، مگر حضرت عثمانؓ نے اسے پناہ دے دی اور وہ آپؓ کے گھر میں کہیں چھپا رہا۔ ایک روز جب آپؐ بیعت لے رہے تھے تو حضرت عثمانؓ اسے بھی لے آئے۔ آنحضور ﷺ نے کچھ دیر تو تامل فرمایا اور پھر اس کی بیعت لے لی۔ یہ بعد میں مصر کے گورنر بھی رہے اور افریقہ کے ایک علاقے کو فتح کرنے والے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے مگر آپؓ کی شہادت کے بعد فتنوں سے الگ ہو گئے تھے۔ ذکر آتا ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ ان کا آخری عمل نماز ہو چنانچہ ایک روز صبح کی نماز کے وقت سلام پھیرتے ہوئے ان کی وفات ہو گئی۔

عکرمہ بن ابوجہل کو بھی یقین تھا کہ اسے ضرور سزا ملے گی۔ چنانچہ اس نے بھی سمندر کے راستے سے یمن جانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی بیوی ام حکیم نے اسلام قبول کر لیا تھا، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ عکرمہ کو خطرہ ہے کہ آپؐ اسے قتل کروا دیں گے آپؐ اسے امان دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ امان میں ہے۔ چنانچہ عکرمہ کی بیوی اس کے پاس پہنچی اور اسے کہا کہ مَیں تمہارے پاس اُس انسان کی طرف سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑنے والا اور لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور لوگوں میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ تُو اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈال کیونکہ مَیں تمہارے لیے امان طلب کر چکی ہوں۔ چنانچہ عکرمہ واپس آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

جن لوگوں کے قتل کا حکم ہوا تھا اُن میں وہ شخص بھی شامل تھا جو آنحضور ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہلاکت کا موجب ہوا تھا۔ اس شخص نے حضرت زینبؓ کے اونٹ کی زِین کا چوڑا تسمہ جس سے اُسے کسا جاتا ہے کاٹ دیا تھا، اور آپؓ اونٹ سے نیچے جا گری تھیں جس کی وجہ سے اُن کا حمل ضائع ہو گیا اور کچھ عرصے بعد وہ شہید ہو گئیں۔ یہ شخص بھاگ کر ایران چلا گیا تھا مگر پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی کا طلب گار ہوا۔ آنحضور ﷺ نے اس شخص کو بھی معاف فرما دیا۔

......باقی صفحہ ۱۳ پر

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل بَرمانے دو

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل بَرمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہی جنسِ وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

وہ اپنا سر ہی پھوڑے گا وہ اپنا خون ہی بیٹھے گا
دشمن حق کے پہاڑ سے گر ٹکراتا ہے ٹکرانے دو

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشکِ چمن اس دن
ہے قادرِ مطلق یار مرا، تم میرے یار کو آنے دو

جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی ان سے ڈرتی ہے
تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو

یا صدقِ محمدؐ عربی ہے یا احمدِ ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو

وہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

میخانہ وہی، ساقی بھی وہی پھر اس میں کہاں غیرت کا محل
ہے دشمن خود بھینگا جس کو آتے ہیں نظر خمخانے دو

محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اس پہ توکّل کر کے چلو، آفات کا خیال ہی جانے دو

(اخبار الفضل جلد ۲۳۔ ۱۴؍جولائی ۱۹۳۵ء بحوالہ کلام محمود صفحہ ۱۵۴)

مغرب کی اسلام سے نفرت کے اسباب اور تاریخ

اسلام کی مخالفت۔قریش مکہ سے عصر حاضر تک

(محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی)

اس دور میں یورپی علماء جن میں مذہبی علماء کی ایک تعداد بھی شامل تھی، نے وسیع پیمانے پر اسلامی کتب کے تراجم کیے اور اسلام پر شدید پُرتعصب مگر علمی حملے کیے جن کی بنیاد خود اسلامی روایات، منطق، فلسفہ، نفسیات اور اخلاقیات پر رکھی۔مثلاً پردہ پر عورت کی آزادی کے حوالہ سے اعتراض ہوا اور یہ اعتراض جزوی طور پر درست تھا کیونکہ مسلمانوں کا پردے کا تصور ہی غلط تھا۔ اسی طرح جہاد کو آزادیٔ ضمیر کے خلاف قرار دے کر اس پر اعتراض کیا گیا، جو جزوی طور پر درست تھا کیونکہ مسلمانوں کا جہاد کا تصور بھی غلط تھا۔مسلمانوں میں تعلیم کی کمی، حقیقی اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور غلط عقائد کی وجہ سے ان حملوں کا جواب دینے کی سکت نہ تھی۔ یہی وہ اندھیری رات ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا سورج طلوع ہوا اور آپؑ نے ایک نئے علم الکلام کی بنیاد رکھی۔ آپؑ نے مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح فرمائی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے ذاتی تجربہ سے اسلامی تعلیم کی روحانی برتری اور برکت اور اس کا زندہ ہونا ثابت فرمایا

جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی نبی بھیجتا ہے تو ضرور اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ اسی ازلی قاعدہ کے مطابق آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت پر آپؐ کی بھی مخالفت ہوئی۔چونکہ آپؐ تمام اقوام عالم کی طرف بھیجے گئے تھے، اس لیے سب اقوام کی طرف سے اور سب انبیاء سے زیادہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مخالفت ہوئی اور مختلف ادوار سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔قرآن کریم اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُہُمۡ اَکۡبَرُ۔(آل عمران:۱۱۹) اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا بغض و عناد ان کی باتوں سے تو ظاہر ہی ہے، لیکن ان کے دل میں اسلام کے خلاف جو بغض ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ مشرکین، یہود اور مسیحیوں کی جانب سے اسلام کی مخالفت کے اسباب اور تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ مخالفت ایک مرتبہ پھر زور پکڑ رہی ہے اور اس میں مزید تیزی اور سختی آئے گی۔

انبیاء کی مخالفت کی وجوہات

انبیاء کا پیغام سراسر محبت، نرمی، امن اور صلح کا پیغام ہوتا ہے۔ کسی نبی نے ظلم و زیادتی کرنے کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہی کسی نبی نے کوئی اجر مانگا ہے۔ پھر ان کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ قرآن کریم اس کی تین بڑی وجوہات بیان فرماتا ہے:

ا۔تکبر: اس میں خاندان، قوم، مال، طاقت، رسوخ، علم، ترقی، تمدن کا تکبر سب شامل ہیں: مَا نَرٰٮكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيۡنَ هُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاۡىِ‌ۚ وَمَا نَرٰى لَـكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍۭ (ھود:۲۸) قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ۔(الشعراء:۱۱۲)۔ نوحؑ کی قوم کے سرداروں نے ان سے کہا: جو لوگ تیری پیروی کر رہے ہیں وہ ہماری نگاہ میں ذلیل لوگ ہیں اور خود تجھے بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، پھر ہم تیری بات کیوں مانیں؟ کیا تجھ پر ایمان لا کر ان ذلیل، پسماندہ لوگوں کی پیروی کریں؟

چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غریب، ناخواندہ اور قریش کے دینی، سیاسی، فوجی، ادبی سرداران میں سے نہ تھے، اس لیے یہ تکبر بھی ان کی راہ میں حائل ہو گیا اور انہوں نے کہا: ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا۔(ص:۹) کیا ہم میں سے اسی پر ذکر نازل ہونا تھا؟ وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ۔(الزخرف:۳۲) انہوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں اہم شہروں کے کسی عظیم شخص پر کیوں نہ اتارا گیا؟

۲۔کورانہ تقلید: اپنے آباء و اجداد اور بزرگوں کی روایات اور عقائد کی اندھی پیروی: قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ؕ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا۔(ابراھیم:۱۱) اَتَنۡهٰٮنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا۔(ھود:۶۳) انہوں نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ ہمارے بزرگ جن کی عبادت کیا کرتے تھے، ان سے ہمیں پھیر دو جبکہ تم ہماری ہی طرح کے بندے ہو، نہ تو کوئی خدائی مخلوق ہو اور نہ ہی ہم سے افضل ہو کہ تمہارا کہنا مان لیا جائے۔ صالحؑ کو بھی کہا گیا: کیا تو چاہتا ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے عقائد سے پھر جائیں اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں؟

۳۔ مالی مفادات، آزادی: يٰشُعَيۡبُ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔(ھود:۸۸) اے شعیب! کیا تیری نمازیں تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور اپنے ہی مال میں اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں؟ جب مال ہمارا ہے تو ہم جو چاہیں کریں خواہ ناپ تول میں کمی بیشی کریں، خواہ کسی کو مفت میں دیں، تم اس میں روک ٹوک کرنے والے کون ہوتے ہو؟ صرف مال میں ہی نہیں، جنسی تعلقات، کھانے پینے وغیرہ ہر بات میں آج بھی یہی کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص کچھ کھانا پینا چاہتا ہے یا کسی مرد و عورت سے کسی قسم کا تعلق رکھنا چاہتا ہے تو کسی کو اسے روکنے کا حق نہیں۔

عجیب بات ہے کہ یہ لوگ انبیاءؑ کو تو دخل اندازی سے منع کرتے ہیں لیکن خود دخل اندازی بلکہ زبردستی پر اتر آتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب کسی نبی کو بزرگوں کا مخالف، بیوقوف، خود فریبی کا شکار، پاگل وغیرہ کہتے ہیں تو پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے۔ کیا کبھی کسی پاگل یا بیوقوف کی بات بھی مانی گئی؟ لیکن انبیاءؑ کی بات مانی جاتی ہے اور سعید فطرت لوگ ان کے گرد جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور یہ مومن اپنی ایمانی قوت میں اتنے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ اکابرین محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ غالب آ جائیں گے۔ کوئی مضبوط دلیل پاس نہ ہونے کی وجہ سے ظلم شروع کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو قوم میں پیدا ہونے والے اختلاف اور فتنہ کی سرکوبی کر رہے ہیں۔ جبکہ انبیاءؑ نے کبھی فساد کی تعلیم نہیں دی، کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے یا تشدد پر نہیں اکسایا۔ اس کے برعکس ہمیشہ انبیاءؑ کی جماعتوں پر ہی تشدد اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا گیا۔ جبکہ ان کے مخالفین کا مطالبہ ہوتا ہے کہ ان کو ملک سے ختم کر دیا جائے۔خواہ نکال کر خواہ قتل کر کے: وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَـنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَـتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا (ابراھیم:۱۴) منکرین نے اپنے نبیوں کو کہا کہ یا تو تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ یا ہم تمہیں اپنے علاقہ سے نکال دیں گے۔ یہاں رہتے ہوئے بہرحال تمہیں مذہبی اختلاف کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰنُوۡحُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِيۡنَ۔(الشعراء:۱۱۷) انہوں نے کہا: اے نوحؑ اگر تُو باز نہ آیا تو، تو سنگسار کر دیا جائے گا۔ قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ (الانبیاء:۶۹) انہوں نے کہا، ابراھیمؑ کو آگ میں جلا کر اپنے معبودوں کی مدد کرو!

کیسے بیوقوف لوگ ہوتے ہیں جو ان کو معبود بناتے ہیں جن کی مدد کی انہیں ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ خدا وہ ہے جسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں بلکہ وہ سب کو مدد دینے والا ہے۔ اُس نے بڑے زور سے اعلان کیا: وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدۃ:۶۸) اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا اور مخالفین کے ایڑی چوٹی کا زور لگانے اور آپؐ کو چاروں طرف سے گھیرے ہونے کے باوجود دکھا دیا کہ وہ مدد کرنے پر قادر ہے اور وہی ہے جو مدد کرتا ہے۔

کفار مکہ کی اسلام سے عداوت

آنحضورؐ کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو مخاطب ہونے کا حکم دیا گیا تھا: وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ۔(الشعراء:۲۱۵) اس لیے ان ہی کی طرف سے سب سے پہلے مخالفت شروع ہوئی۔ آغاز میں آپؐ کو ساحر و مجنون کہہ کر بات استہزا اور لعن طعن تک محدود تھی۔(یونس:۳، الحجر:۷) تاہم جب سعید فطرت لوگوں نے یکے بعد دیگرے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو سخت مخالفت اور نفرت شروع ہو گئی: وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِيَذَّكَّرُوۡا ؕ وَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا۔ وَاِذَا ذَكَرۡتَ رَبَّكَ فِى الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَهٗ وَلَّوۡا عَلٰٓى اَدۡبَارِهِمۡ نُفُوۡرًا۔ قَالُوۡا وَمَا الرَّحۡمٰنُ ۖ اَنَسۡجُدُ لِمَا تَاۡمُرُنَا وَزَادَهُمۡ نُفُوۡرًا۔ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا۔(بنی اسرائیل:۴۲ و ۴۷، الفرقان:۶۱، فاطر:۴۳) ہم نے اس قرآن میں امور مختلف پہلو سے بیان کیے ہیں کہ کسی طور ان کو سمجھ آ جائے، لیکن یہ لوگ ہیں کہ نفرت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ جب بھی قرآن کریم میں تیرے رب کی وحدانیت کا ذکر آتا ہے تو منہ موڑ لیتے اور نفرت میں بڑھ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رحمٰن کون ہوتا ہے؟ کیا ہم تمہارے کہنے پر کسی کے سامنے جھک جائیں؟ اور نفرت میں مزید بڑھ جاتے ہیں۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہماری طرف کوئی پیغمبر آیا تو ہم اس کو مانیں گے۔ اب، جبکہ وہ آ چکا ہے، تو یہی لوگ نفرت میں بڑھتے جاتے ہیں۔

استہزا مخالفت میں بدلا، مخالفت عداوت میں اور عداوت نفرت میں۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے، ان کی تفصیل دل خراش ہے۔ حقیقی معنوں میں عرصہ حیات ان پر تنگ کر دیا گیا۔ چند واقعات تو مشہور ہیں جیسے حضرت بلالؓ کو ننگے بدن گرم ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھنا، حضرت خبابؓ کو گرم کوئلوں پر لٹانا، حضرت عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدین کی تکالیف اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کا قتل، لیکن اس کے علاوہ بے شمار روزمرہ کے واقعات ہیں۔ مسلمانوں کو مکہ کی گلی کوچوں میں مارا جاتا، ان سے مال و دولت چھین لیے جاتے۔ کسی کے بیوی بچے اس سے الگ ہو گئے، کسی کے کر دیے گئے۔ انہیں گالیاں دی جاتیں۔ ساری معاشرتی عزت و وقعت جاتی رہی۔ اللہ کی عبادت، جس کی خاطر وہ مسلمان ہوئے تھے، انہیں نہ کرنے دی جاتی۔ اذان ان کی بند کی گئی، قرآن پڑھنے کی انہیں اجازت نہ تھی۔ یہ سلوک تیرہ سال پر پھیلی ایک طویل داستان ہے۔ آخر آپؐ کو بنو ہاشم سمیت شعب ابی طالب میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ ہوا کہ ان لوگوں کے ساتھ شادی بیاہ، تجارت، ہر قسم کی خرید و فروخت ممنوع ہے۔ جب مکہ میں کچھ نہ ملا تو مسلمانوں نے مجبوراً باہر کے بازاروں کا رُخ اختیار کیا۔ اس پر اہل مکہ نے وہاں چیزوں کی قیمت بڑھا دی۔ اگر مسلمان وہاں کچھ خریدنا چاہتا تو زیادہ قیمت دے کر وہ چیز لے لیتے تا کہ مسلمان کو نہ مل سکے۔(ابن اسحاق، سیرت، جلد ۳، ۱۵۴۔۱۶۷، ابن ہشام) دشمنی کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب مسلمانوں نے سب کچھ چھوڑ کر حبشہ ہجرت کی تو ان کا وہاں تک پیچھا کیا گیا اور کوشش کی گئی کہ ان کو وہاں سے نکال کر واپس اہل مکہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ (ابن ہشام، جلد ۱، ارسال قریش الی الحبشہ)

آخر آنحضورؐ کے متعلق حتمی فیصلہ کر لیا گیا: وَاِذۡ يَمۡكُرُ بِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ يُخۡرِجُوۡكَ ؕ وَيَمۡكُرُوۡنَ

وَيَمۡكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ۔ (الانفال:۳۱) جب کافر تیرے متعلق منصوبہ بنا رہے تھے کہ تجھے پکڑ لیں یا قتل کر دیں یا ملک سے نکال دیں۔ وہ بھی منصوبہ بنا رہے تھے اور اللہ بھی۔ اور یقیناً اللہ منصوبہ بنانے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہی کامیاب ہوا اور آپؐ عین وقت پر مکہ سے نکل گئے۔ اور یہی ہجرت اسلام کی فتح کی بنیاد بنی۔

یہود کی اسلام سے عداوت

مشرکین مکہ کے بعد دوسرا مذہبی گروہ جس کے ساتھ اسلام کو آغاز ہی میں واسطہ پڑا یہود کا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا الۡيَهُوۡدَ وَالَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا (المائدة:۸۳) تو تمام لوگوں میں سے مومنین کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والا ان کو پائے گا جو یہودی کہلاتے ہیں یا پھر مشرک ہیں۔ یہود کی مخالفت مشرکین سے زیادہ خطرناک تھی کیونکہ یہ زیادہ منظم اور ترقی یافتہ تھے۔ اسی لیے آیت میں ان کا ذکر پہلے ہے۔ مشرکین کے یہود کے ساتھ قدیم سے خاندانی تعلقات تھے اور قریش میں بھی یہود سے شادیوں کی متعدد مثالیں موجود تھیں۔ (Lecker, A Note on Early Marriage Links, P17-39)

ہجرت کے بعد اسلام کا مدینہ کے یہود کے ساتھ تعلق ایک نئی سطح پر قائم ہوا۔ میثاق مدینہ میں یہود کے حقوق کی حفاظت کی گئی اور انہیں مسلمانوں کے ساتھ برابر کے شہری حقوق کی ضمانت دی گئی۔ اس معاہدے کی پہلی ہی شق میں ذکر ہے کہ قریشی مسلمان اور یثرب کے مسلمان اور ان کے حلیف، جن میں یہود شامل تھے، دوسروں کے مقابل پر امت واحدہ ہوں گے: انهم امة واحدة من دون الناس۔ پھر شق ۲۵ میں وضاحت کی گئی ہے کہ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک امت ہوں گے: وان اليهود بنی عوف امة مع المومنين۔ اس جگہ ''امت واحدہ'' سے مراد سیاسی وحدت ہے نہ کہ مذہبی وحدت کیونکہ مذہبی طور پر توسب کا اپنا مذہب تھا اور رہا بلکہ اسی شق میں آگے لکھا ہے: لليهود دينهم وللمسلمين دينهم۔ یہود کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین۔ پس مکہ سے آئے قریشی مہاجرین، مدینہ میں پہلے سے رہائش پذیر انصار اوس وخزرج اور ان کے مدینہ میں موجود حلیف یہودی، سب ریاست مدینہ کے مساوی شہری اور برابر کے حقوق و فرائض رکھنے والے قرار پائے۔

مدینہ کے یہود کو مقامی عربوں پر مالی، عسکری اور تمدنی فوقیت حاصل تھی۔ ان کے اپنے محلے اور قلعے تھے۔ جب اسلام مدینہ پہنچا تو اوس وخزرج کے درمیان اتفاق اور آپؐ کی پیروی کی وجہ سے ان کے اثر و رسوخ کا زوال شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ مدینہ میں بازار بنو قینقاع کے محلہ میں واقع تھا، وہ اس کے منتظم تھے اور خرید و فروخت پر اپنی مرضی کا ٹیکس لگا سکتے تھے۔ آپؐ نے ایک نیا بازار قائم فرمایا جہاں کوئی ٹیکس نہیں تھا۔ یہ بنو قینقاع کی مخالفت کا ایک باعث تھا۔ مجموعی صورتحال یہ تھی کہ اسلام کی آمد سے ایک صدی قبل حجاز میں ایک وسیع یہودی سلطنت کا قیام ممکن نظر آ رہا تھا جو کہ آنحضورؐ کے ذریعہ اسلام کے پھیلنے، عربوں میں اتحاد قائم ہونے اور یہود کی طاقت ٹوٹنے کی وجہ سے آپؐ کی وفات تک چکنا چور ہو چکا تھا۔ (Newby, A History of The Jews of Arabia, P76,96)

چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال ہی، جنگ بدر کے معاًبعد، جب ابوسفیان نے مدینہ پر شب خون مارنا چاہا، تو اس کو یہود بنونضیر کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ سلام بن مشکم، جو کہ ان کے سرداروں میں سے ایک تھا اور ان کے خزانہ کا رکھوالا تھا، نے ابوسفیان کو اس وقت اپنے گھر ٹھہرایا تا کہ وہ حالات کا جائزہ لے کر اور جاسوسی کر کے حملہ کر سکے۔ اس نے کچھ کھیتوں کو آگ لگائی اور دو مسلمانوں کو قتل کر کے واپس لوٹ گیا۔ (سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۴۴) دیگر کوششوں کے علاوہ کم از کم دو مرتبہ یہود نے براہ راست آنحضورؐ کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔ ایک مرتبہ پتھر کی سل آپؐ پر گرانے کا منصوبہ بنایا اور ایک مرتبہ زہر آلود گوشت کی دعوت کر کے۔ (ابن ہشام، خروج الرسول الی بنی النضیر اور ذکر شاۃ المسمومۃ) مدینہ کے یہود نہ صرف خود بغاوت اور سازشوں میں ملوث رہے بلکہ انہوں نے متعدد بار دیگر قبائل کو بھی بھڑکایا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں۔ چنانچہ غزوہ خندق سے پہلے ان کے سرداروں نے مختلف عرب قبائل، بشمول قریش اور بنو غطفان، کا دورہ کر کے ان کو متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا۔ (سیرت ابن ہشام، جلد ۲، صفحہ ۲۱۴-۲۱۵) اسی لیے ان کے متعلق فرمایا: وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا... كُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ (المائدہ:۶۵) ان میں سے اکثر تیرے پر اترنے والی تعلیم کو سن کر بغاوت اور انکار میں بڑھ جاتے ہیں۔...جب بھی یہ جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔ یعنی جس طرح یہ چاہتے ہیں اس طرح کی جنگ کروانے میں ناکام رہیں گے۔ جنگ خندق کے موقع پر عرب قبائل اکٹھے ہو گئے، لیکن کھلے عام جنگ نہیں ہوئی بلکہ ظاہری طور پر بھی آگ بجھا دی گئی اور معنوی طور پر بھی اور ان کو ناکام لوٹنا پڑا۔ مدینہ کے بعد خیبر ان کی سازشوں کا مرکز بنا اور بالآخر وہاں سے بھی ان کی حکومت ختم کر دی گئی۔ تاہم یہ خیال غلط ہے کہ تمام عرب سے یہود کو جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ بنو عباس کے زمانہ تک بھی عرب میں یہودی آباد تھے۔ (Friedlaender, The Jews of Arabia…, P250)

اس پس منظر میں اکثر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام یہودیت سے نفرت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ بازنطینی سلطنت میں آباد یہودی مسلمانوں کو ''نجات دہندہ'' اور ''خدا کی رحمت'' کہتے تھے۔ رومی سلطنت میں جب مسیحیت برسراقتدار آئی تو یہود پر مظالم کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ قیصر تھیوڈوسیوس ثانی نے ۴۰۴ء میں یہودیت اپنانے کی سزا موت اور یہود کے ساتھ شادی بیاہ کو ممنوع قرار دیا۔ اس نے یہود کے مذہبی امور کو مسیحی سلطنت کے ماتحت کر دیا۔ قیصر ہرقل نے ۶۲۹ء میں یہود کو زبردستی بپتسمہ لینے، یعنی مسیحیت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ سپین کے بادشاہ نے یہود کو ۶۱۳ء میں اسی طرح بپتسمہ لینے کا حکم دیا۔ پھر ۶۹۴ء میں سپین کے یہود کو غلام، ان کے سات سال سے زائد عمر کے بچوں کو مسیحی خاندانوں کے سپرد کرنے اور ان کی جائیدادیں ضبط کرنے کا حکم دیا۔ (Mason, Reflections on Middle East Crisis, P17-19) فرانس کے بادشاہ نے ۶۲۹ء میں یہود کو بپتسمہ لینے کا حکم دیا۔ (Starr, Note on the crisis of the seventh century, P97) اس لیے یہود نے مسلمان افواج کا بھرپور خیر مقدم کیا:

"Jews in one region after the other began throwing their support behind the advancing Arab armies. The sources are replete with moving accounts of the assistance rendered by these Jewish communities. In many areas the Arab armies were openly and enthusiastically welcomed as «liberators» from the oppressive rule of Christian over-lords … R. Simon bar Yohai, writing during the period of the Arab conquest, described Umar (the one primarily responsible for launching the conquest) as «a lover of Israel who repaired their breaches.» «The Holy One», he went on to insist, «is only bringing the kingdom of Ishmael in order to help you from the wicked one (Christians).» A Jewish document widely circulated during the first century of Arab rule described Islam as "an act of God's mercy."'' (Mason, P20)

مدینہ، خیبر اور فدک کے یہود کی حرکتوں کے باوجود آنحضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا ان کے ساتھ سلوک کامل انصاف پر مبنی تھا۔ خیبر میں یہود کے ساتھ کھجوروں کی نصف پیداوار پر معاہدہ ہوا تو آپؐ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو بھیجا۔ انہوں نے کھجوروں کی مقدار کا اندازہ لگا کر یہود سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس مقدار کا نصف کھجوریں رکھ لو اور چاہو تو نصف کے پیسے لے لو۔ مراد یہ تھی کہ اگر وہ سمجھتے کہ اندازہ کم لگایا ہے جبکہ فصل زیادہ ہے تو اس کم اندازے کے مطابق پیسے لے لیتے اور اگر سمجھتے کہ اندازہ زیادہ لگایا ہے فصل اتنی نہیں تو زیادہ اندازے کے مطابق کھجوریں لے لیتے۔ جو بھی بات ان کو اپنے فائدہ میں نظر آتی وہ کرتے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم تمام مخلوق میں سے مجھے تم سے سب سے زیادہ نفرت ہے (کیونکہ انہوں نے مسلسل آنحضورؐ اور اسلام کے خلاف جنگیں کیں اور دوسروں کو بھڑکایا تھا)، لیکن پھر بھی میں تمہارے ساتھ ہرگز ناانصافی نہیں کروں گا۔ ان کے اس منصفانہ سلوک پر یہود نے کہا کہ ایسے کامل انصاف کی وجہ سے ہی زمین و آسمان قائم ہیں۔ (المقریزی، امتاع الاسماء، جلد ۹، صفحہ ۳۸۵)

اسلامی فتوحات کے زمانے کے بعد بھی عمومی طور پر یہود کو اسلامی ممالک میں امن نصیب رہا اور ان پر کہیں بھی وہ مظالم نہیں ہوئے جو کہ یورپ کی مسیحی حکومتوں نے صدیوں تک ان پر ڈھائے۔ اندلس میں ان کو جو آزادی حاصل تھی اس کی وجہ سے اس زمانہ کو یہود کے لیے ''سنہری دور'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

یورپ کی اسلام دشمنی کا آغاز

عرب اور پھر ترک مسلمانوں کے مسیحی یورپ کے ساتھ تعلق کی ابتدا آنحضور ﷺ کی جانب سے بازنطینی سلطنت کے قیصر ہرقل کو تبلیغی خط سے ہوئی، لیکن بہت جلد یہ تعلق جنگوں میں بدل گیا اور آپؐ ہی کے زمانہ میں تمام اخلاقی و سفارتی قوانین کے برخلاف آپؐ کے سفیر حضرت شرحبیلؓ کے قتل کے نتیجے میں جنگ موتہ میں مسلمانوں کو بازنطینی فوج سے لڑنا پڑا۔ مسلمانوں نے شام، عراق، مصر، آذربائیجان، آرمینیا، اور افریقہ کے بازنطینی علاقے فتح کر لیے۔ مسیحی یورپ نے ۱۰۹۶ء میں خالصتاً مذہبی صلیبی جنگوں کا آغاز کیا مگر ۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں سخت شکست کھائی۔ آخر ۱۴۵۳ء میں ترک مسلمانوں نے بازنطینی سلطنت کا خاتمہ کر کے یونان، بلغاریہ، بلقان کے علاقے فتح کر لیے۔ بلکہ ۱۶۸۳ء میں یورپ کے عین وسط میں واقع آسٹریا کے دارالحکومت ویانا کا محاصرہ کر لیا۔ انیسویں صدی میں یورپی طاقتوں نے کم و بیش تمام مسلمان ممالک پر قبضہ کر لیا جو کہ قریباً ایک صدی پر محیط رہا۔ مسیحی یورپ کے اسلام کے متعلق خیالات مذہبی و سیاسی جنگوں کے اس ماحول میں پروان چڑھے ہیں اور اسی کے موافق ان میں سختی، جہالت اور عداوت پائی جاتی ہے۔

اسلام پر اوّلین بازنطینی تحریر میں ہی آنحضورؐ کو نعوذ باللہ ''جھوٹا نبی'' بیان کیا گیا اور اس کی یہ دلیل دی گئی کہ انبیاء تلوار لے کر نہیں آتے۔ (Hoyland, Seeing Islam, P57) یہ تحریر ۶۳۴ء کی ہے یعنی آنحضورؐ کی وفات کے محض دو سال بعد کی۔ یہ بات تینوں طرح غلط ہے: اوّل تو آنحضورؐ تلوار لے کر نہیں آئے بلکہ محض دفاع میں تلوار کے جواب میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی اور دوم بائبل میں موجود متعدد انبیاء نے تلوار اٹھائی، اس لیے یہ خیال بھی غلط ہے کہ انبیاء جنگ نہیں کرتے اور سوم خود مسیحیت نے اس زمانہ میں تلوار اٹھا رکھی تھی۔

اس وقت پادری حضرات اسلام کو خدا کی طرف سے آنے والی سزا بتلاتے تھے۔ مثلاً یروشلم کے بڑے پادری زوفرونیوس، جس نے یروشلم کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کی تھیں، نے اپنے ۶۳۴ء کے محررہ خط میں لکھا ہے کہ مسیحیوں کے بے شمار گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے خدا نے انہیں کرسمس کے موقع پر بیت لحم جانے سے روک دیا ہے (کیونکہ یروشلم اور بیت لحم کے درمیان کسی جگہ پر اس وقت مسلمان افواج تھیں)۔ اس نے مسلمانوں کو ''ملحد'' قرار دیا ہے۔ ایک اور خط میں وہ لکھتا ہے کہ مسلمان خدا کے خلاف توہین آمیز باتیں کہتے ہیں۔ انہوں نے کھیتوں کو جلا دیا، گرجے تباہ کر دیے اور شہر لوٹ لیے ہیں۔ اس اسقف زوفرونیوس کے متعلق یہ کہانی گھڑی گئی کہ اسے مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا۔ (Woods, The 60 Martyrs of Gaza) ایک اور مشہور پادری، ماکسیموس ۶۶۲ء میں لکھتا ہے کہ مسلمان ایک بربریت بھری قوم ہیں جو تہذیب و تمدن کو تاراج کر رہے ہیں اور جنگلی جانوروں کی طرح ہیں، ان کی محض شکل ہی انسانوں والی ہے۔ (Hoyland, P70-78)

پادریوں کے جھوٹ بولنے کی ایک مثال چرچ کے آباء میں شامل یوحنا دمشقی کی ہے۔ ان صاحب کے والد حضرت معاویہؓ کے وزیر خزانہ تھے۔ خود یوحنا دمشقی امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید کے ساتھ کھیلتے بڑے ہوئے یعنی ان کا مسلمانوں کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ اس کے باوجود وہ لکھتے ہیں کہ آنحضورؐ نے عورتوں کے ختنے کرنے کا حکم دیا۔ (یوحنا دمشقی، ینبوع المعرفة، حصہ ۲، باب ۷)

چونکہ یورپ میں اس وقت صرف پادریوں یا چند امراء میں ہی تعلیم رائج تھی، اس لیے اہل مغرب کا اسلام کے متعلق تصور انہی خیالات پر مبنی رہا۔ پادری حضرات نے بے شمار جھوٹی کہانیاں گھڑ رکھی تھیں جن کا مقصد مسلمانوں کو جنگلی اور بد تہذیب اور یسوع کا دشمن ثابت کرنا تھا۔ مثلاً تھیوفانس لکھتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ یروشلم تشریف لائے تو آپؓ نے اونٹ

کے بالوں سے بنے ہوئے موٹے اور پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ یروشلم کے بطریق زوفرونیوس نے صاف اور ملائم کپڑے پیش کیے تو انہیں ٹھکرا دیا۔ آخر پادری صاحب نے آپؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جب تک آپؓ کے اپنے کپڑے دھل نہیں جاتے اس وقت تک اس کا پیش کردہ صاف لباس پہن لیں۔ پھر کہتا ہے مسلمانوں نے یہود کے کہنے میں آکر بہت سے چرچوں پر نصب صلیبیں توڑ دیں۔(Theophanes, P6127, 6135)ان باتوں کا جھوٹا ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ ۱۴۵۰ء سال کی اسلامی حکومت کے بعد آج بھی عراق، شام، لبنان، فلسطین، مصر میں چرچ اور قابل ذکر مسیحی جماعتیں موجود ہیں۔

یورپ کی اسلام دشمنی: صلیبی جنگیں

پادریوں کی جانب سے اسلام سے نفرت باقاعدہ پروان چڑھائی گئی تاکہ عوام کے جذبات بھڑکا کر مختلف مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔ صلیبی جنگیں اس کی ایک مثال ہیں۔ یہ جنگیں خالصتاً مذہب کے نام پر لڑی گئیں اور اس وقت کے مسیحیت کے سب سے بڑے راہنما، پوپ اُربان ثانی، ان کے بانی تھے۔ ان پوپ صاحب نے ۲۷؍نومبر ۱۰۹۵ء کو پادریوں اور شہزادوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ مسلمانوں نے ارض مقدس اور بازنطینی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے، مسیحیوں کے زبردستی ختنے کیے ہیں، ان کا قتل عام کیا اور چرچوں کو لوٹ لیا ہے۔ مسلمان مسیحیوں پر مشق کرتے ہیں کہ کون تلوار کی ایک ہی ضرب سے ان کی گردن کاٹ سکتا ہے۔ ان کو کھمبوں سے باندھ کر ان پر تیر چلاتے ہیں۔ پوپ صاحب نے مسیحؑ کی قبر کو آزاد کروانے پر بھی اکسایا۔

(Sweetenham, Robert The Monk, P79-81)

ان کا کہنا تھا کہ مقدس مقامات میں کتے گھس آئے ہیں۔

(Deschner, Kriminalgeschichte, V6, P350351-)

ان جنگوں میں صلیبیوں نے مسلمانوں پر جو مظالم کیے اور جس طرح اخلاق اقدار کی دھجیاں اڑائیں وہ تو ایک افسوسناک داستان ہے ہی، انہوں نے دیگر فرقوں کے مسیحیوں اور یہودیوں پر جو مظالم کیے وہ بھی رونگٹے کھڑے کرنے والے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے

اسلام کی تیز اور وسیع پیمانے پر کامیابی کا کوئی معقول جواب نہ ہونے کی وجہ سے یورپی پادریوں نے ہمیشہ آنحضور ﷺ کی ذات کو تنقید کا ہدف بنایا:

"Muhammad has always been at the center of European discourse on Islam. For medieval crusade chroniclers, he was either a golden idol that the "Saracens" adored or a shrewd heresiarch who had worked false miracles to seduce the Arabs away from Christianity" (Tolan, Faces of Muhammad, P2)

صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہی اندلس کے ایک عالم پطرس الفونسو نے اسلام پر تنقید کی۔ پطرس پہلے یہودی تھا لیکن ۱۱۰۶ء میں مسیحی ہو گیا۔ اس نے یہودیت کے خلاف ایک کتاب لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس کتاب میں ایک باب اسلام پر بھی ہے جس میں آنحضور ﷺ کی ذات پر حملے کیے ہیں۔ عربی سے واقفیت کی وجہ سے اسے اسلامی تاریخ اور تعلیم کا اچھا علم تھا۔ بحیرا راہب سے تعلیم، حضرت زینبؓ سے شادی، احد میں نقصان، جنت کے تصور، حوروں پر اعتراضات کیے ہیں۔ (Tolan, P55-60) پطرس کے قارئین نے آگے ان اعتراضات کو یورپ میں پھیلایا اور ان میں جاہلانہ اضافے بھی کیے۔

فرانس کے شاہی دربار سے وابستہ ایک عالم نے ۱۴۰۹ء میں آپؐ کو کفار مکہ ہی کی طرح "ساحر"، "شعبدہ باز"، "غدار"، "دھوکاباز" وغیرہ کہا۔ ان لوگوں کی جہالت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اس نے لکھا ہے کہ آپؐ نے ایک کبوتر کو سدھایا ہوا تھا جو کندھے پر بیٹھ کر کان میں پہلے سے ڈالے ہوئے چاول کھاتا تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ یہ روح القدس نازل ہو کر آپؐ کو باتیں بتا رہا ہے۔ اسی طرح آپؐ نے ایک بیل کو سکھا کر اس کے سینگوں کے ساتھ کتاب لکھ کر باندھ دی اور وہ عین خطبہ کے درمیان آپؐ کے پاس آیا تو لوگ سمجھے کہ یہ کتاب خدا نے بھیجی ہے۔ (Tolan, P44-46)

مسیحی یورپ کی اسلام دشمنی کی وجہ

اس حد سے بڑھی دشمنی کی وجہ کیا تھی؟ اگر پادری صاحبان چاہتے تو ۱۴۰۰ء میں اسلام کے متعلق درست علم حاصل کرنا ان کے لیے ممکن تھا بلکہ علم تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اسلام کا غلط تصور کیوں پیدا کیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسلام سے جو خطرہ محسوس کر رہے تھے، اس کا توڑ عوام میں اسلام کے خلاف نفرت پھیلا کر کرنا چاہتے تھے۔ اور اس کے لیے اسلام کی غلط تصویر کشی ضروری سمجھتے تھے۔

"It was the perceived threat of Islam to Christianity that produced the denial or the radical distortion of what Islam really was" (Blanks & Frassetto, Western Views, P208)

یورپ مسلمانوں کے اس وقت کی برتر تہذیب اور علمی ترقی سے اسی طرح مرعوب تھا جس طرح آج کل مسلمان یورپ کی علمی اور تہذیبی ترقی سے مرعوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور مستشرق لکھتے ہیں:

"It would therefore seem probable that the creation of the distorted image of Islam was largely a response to the cultural superiority of the Muslims, especially those of al-Andalus" (Watt, Muslim-Christian Encounters, P88)

اسی طرح عسکری میدان میں بھی یورپ نہ صرف مسلمانوں سے شکست خوردہ تھا بلکہ ترک مسلمانوں کے عروج، خصوصاً قسطنطنیہ پر قبضہ اور بازنطینی سلطنت کے خاتمہ کے ساتھ اس میں احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا اور مسلمانوں کا خوف ایک مرتبہ پھر پھیل گیا تھا:

"The Christian West's inferiority complex, which originated in the trauma of the early Caliphate's conquests, was renewed and reinforced by the emergence of a new Islamic power, the Ottoman Turks, who achieved in 1453 what the Ummayad armies had failed to accomplish in 669 and 674—the capture of Constantinople" (Blanks & Frassetto, Western Views, P210)

جب یورپ کے مسیحی مسلمانوں کی بہتر تہذیب، فوجی قوت، مذہبی اخلاص، اخلاقی برتری، علمی بالا دستی اور روحانیت کے مقابل پر ناکام ہو گئے تو اسلام اور مسلمانوں، خصوصاً آنحضورؐ کا ایک بناوٹی اور غلط تصور پیدا کر کے اس پر حملے شروع کر دیے۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کل ہمارے متعلق مولویوں نے ایک غلط تصور بنایا ہوا ہے کہ یہ آنحضورؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، انبیاءؑ پر الزام لگاتے ہیں، غیر طاقتوں کے آلہ کار ہیں، مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں وغیرہ اور پھر اس مصنوعی تصور پر حملے کرتے اور عوام کو اکساتے ہیں۔

اسلام اور مسیحی یورپ: نوآبادیاتی دور

مسیحی یورپ نے پہلے یورپ سے مسلمانوں کی حکومتیں ختم کیں، پھر بعض مسلمان ممالک میں اپنی نوآبادیات قائم کیں اور آخر کار انیسویں صدی میں کم و بیش تمام مسلمان ممالک پر قبضہ کر لیا۔ البتہ ان جنگوں کی وجہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی اور تجارتی تھی۔ اس کے باوجود طبعاً مسیحیت اور اسلام کے درمیان صدیوں پر پھیلی چپقلش کا اثر موجود رہا:

"The demonization of the Islamic East is a long and deeply rooted tradition in the West—spanning the centuries, from the early medieval period to the end of the twentieth century" (Blanks & Frassetto, P208)

اس دور میں یورپی علماء جن میں مذہبی علماء کی ایک تعداد بھی شامل تھی، نے وسیع پیمانے پر اسلامی کتب کے تراجم کیے اور اسلام پر شدید پُرتعصب مگر علمی حملے کیے جن کی بنیاد خود اسلامی روایات، منطق، فلسفہ، نفسیات اور اخلاقیات پر رکھی۔ مثلاً پردہ پر عورت کی آزادی کے حوالے سے اعتراض ہوا اور یہ اعتراض جزوی طور پر درست تھا کیونکہ مسلمانوں کا پردے کا تصور ہی غلط تھا۔ اسی طرح جہاد کو آزادیٔ ضمیر کے خلاف قرار دے کر اس پر اعتراض کیا گیا جو جزوی طور پر درست تھا کیونکہ مسلمانوں کا جہاد کا تصور بھی غلط تھا مسلمانوں میں تعلیم کی کمی، حقیقی اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور غلط عقائد کی وجہ سے ان حملوں کا جواب دینے کی سکت نہ تھی۔ یہی وہ اندھیری رات ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا سورج طلوع ہوا اور آپؑ نے ایک نئے علم الکلام کی بنیاد رکھی۔ آپؑ نے مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح فرمائی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے ذاتی تجربہ سے اسلامی تعلیم کی روحانی برتری اور برکت اور اس کا زندہ ہونا ثابت فرمایا۔

مغرب میں مسیحیت کا زوال اور نئی جنگ

بیسویں صدی میں مغرب میں مسیحیت زوال پذیر ہو کر چرچ کا معاشرے پر علمی، سیاسی، اخلاقی اثر نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔ اسی صدی میں کروڑوں مسلمان مغرب جا کر آباد ہوئے۔ یوں اہل مغرب کو وسیع پیمانے پر مسلمانوں کے ساتھ تعلق بنانے کا موقع ملا۔ چنانچہ مغربی علماء نے اسلام کے متعلق مثبت رویہ اپنانا شروع کیا۔ گو اس دوران چند انتہائی اسلام مخالف لوگ بھی سرگرم عمل رہے تاہم مجموعی طور پر اسلام کے متعلق تحقیق غیر جانبدارانہ اور مثبت ہوتی گئی۔ علمی تنقید میں سے طنز اور جھوٹ اور الزامات کم و بیش ختم ہو گئے۔ البتہ غیر علمی الزامات میں اسی قدر اضافہ ہوا۔ خصوصاً سیاسی میدان میں اور ذرائع ابلاغ کی سطح پر انتہائی اسلام مخالف پراپیگنڈا جاری ہے۔ وہ لوگ جو مختلف مقاصد کی خاطر مسیحیت اور اسلام کے درمیان امن و صلح نہیں چاہتے، مختلف طریقوں سے مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت کو ہوا دیتے ہیں۔

اکیسویں صدی میں مغرب میں اسلام کے خلاف ایک نئی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ لیکن بطور مذہب نہیں بلکہ بطور تہذیب و قومیت۔ یہ جنگ پادریوں کی طرف سے نہیں بلکہ ان حلقوں کی طرف سے ہے جو اسلام کو مغربی ثقافت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اور مسیحیت کو مذہب کم اور مغربی ثقافت کا حصہ زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے ان میں چرچ کی طرف رجوع بھی بڑھ رہا ہے۔ لیکن خدا سے تعلق یا مذہبی تعلیمات پر عمل یا روحانیت میں ترقی ان کا مقصد نہیں۔ بلکہ محض اسلام سے نفرت، مغربی ثقافت پر ناز اور تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اسی لیے ایک طرف تو مسیحیت پر زور دیتے ہیں مگر دوسری طرف ہر قسم کی اخلاقی اقدار کا ذکر ان کے ہاں مفقود ہے۔

☆...☆...☆

مکی دَور ... صبر کی اعلیٰ مثال

(صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات کی روشنی میں)

(ولید احمد۔ متخصص تاریخ وسیرت جامعہ احمدیہ جرمنی)

یہ سنت اللہ ہے کہ مامور من اللہ ستائے جاتے ہیں۔ دُکھ دیئے جاتے ہیں۔مشکل پر مشکل اُن کے سامنے آتی ہے نہ اس لئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ نصرت الٰہی کو جذب کریں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی مکی زندگی کا زمانہ مدنی زندگی کے بالمقابل دراز ہے۔ چنانچہ مکہ میں ۱۳ برس گزرے اور مدینہ میں دس برس (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

متمدّن دنیا اور متمول قوموں سے بہت دُور واقع اس بستی میں بظاہر کچھ بھی نہیں تھا، وہاں نہ تو لہلہاتے کھیت تھے، نہ بلند و بالا عمارتیں، نہ تو کوئی وسیع وعریض باغات تھے اور نہ ہی عظیم الشان کتب خانے۔صرف ایک صحرا تھا جو تاحدِّ نگاہ پھیلا ہوا تھا یا پتھریلی زمین تھی جو سورج کی تپش میں اور بھی زیادہ گرم ہو جایا کرتی تھی۔بستی کے مکینوں کی زندگی بہت سادہ تھی۔ رہائش کے لیے مکانوں کے نام پر مٹی اور کھجور کی شاخوں سے بنی جھونپڑیاں تھیں اور خوراک کے لیے چند ایک بنیادی غذائیں دستیاب تھیں اور ان کا مہیا ہونا بھی قافلوں کی آمد پر منحصر ہوا کرتا تھا۔ یہ مکہ کی سرزمین تھی جہاں کی مٹی اگرچہ خشک تھی، مگر مکینوں کی غیرت وحمیت ہمیشہ تر و تازہ رہتی تھی۔ مکہ اور اس کے گرد و نواح میں بسنے والی یہ عرب قوم آزاد طبیعت کی مالک تھی اور اپنے قبائلی رسم و رواج پر فخر کرتے ہوئے وہ اپنے لیے کسی کے زیر نگیں ہونا یا غلامی کا لفظ سننا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو کسی غیر کی حکمرانی کو اپنے لیے توہین سمجھتے تھے، جن کی تلواریں اپنی غیرت کے لیے بہت جلد نیام سے باہر نکل آتی تھیں اور پھر چاہے جو بھی قربانی دینی پڑے وہ اپنی آزادی کی قیمت کے طور پر وہ قربانی دیا کرتے تھے۔ اس قوم کو مطیع اور فرمانبردار بنانے یا زیر کرنے کے لیے نہ تو تلوار کارگر تھی، نہ خزانے۔ ان کے سامنے نہ کوئی دھونس کام آتی تھی اور نہ ہی کسی قسم کی دھمکیاں ان کے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکتی تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں: ''وہ کسی کی اطاعت کرنا حتی الوسع عار جانتی تھی اور اسی لیے کسی ایک بادشاہ کے ماتحت رہنا انہیں گوارہ نہ تھا بلکہ قبائل کے سردار عوام سے مشورہ لے کر کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ان کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھیں لیکن ان کی وحشت اور آزادی کی محبت کو دیکھ کر وہ بھی عرب کو فتح کرنے کا خیال نہ کرتی تھیں۔'' (سیرت النبیؐ از حضرت مصلح موعودؓ جلد ۱ صفحہ ۶۵)

لیکن پھر اسی سرزمین پر موجود لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آیا، جب اسی وادی میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک عظیم الشان ہستی پیدا ہوئی۔ وہ نبی آخر الزمانؐ مبعوث ہوئے جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آرہے تھے۔ صدق وصفا کے پیکر اس پاک وجود کے ہاتھ میں نہ تو کوئی تلوار تھی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی فوج یا لشکر تھا۔ اس کے پاس اگر کچھ تھا تو محض محبت اور سچائی کا ایک پیغام تھا اور اس خوبصورت پیغام کو دنیا تک پہنچانے کے لیے وہ عظیم الشان عزم و ہمت تھا جو پہاڑوں سے بھی بلند تھا۔ وہ تڑپ تھی، وہ اندھیری راتوں کی دعائیں تھیں جنہوں نے نہ صرف اس علاقے میں بلکہ تمام دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کرنا تھا۔ وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ تھے جنہوں نے اس قوم کو صرف یہ پیغام دیا کہ تمہارا خالق و مالک خدا ایک ہے اور یہ کہ انسان کی اصل آزادی اور فلاح و بہبود صرف اللہ کی بندگی میں ہے۔ یہ پیغام گو سادہ تھا، مگر اس کے معنی گہرے تھے یعنی: اب تمہیں خدا کے سوا کسی کے سامنے جھکنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوں اس قوم کے سعید فطرت لوگ جن کی رگوں میں آزادی کا خون دوڑتا تھا، اس پیغام کی طرف کھنچے چلے آنے لگے۔ وہ جان گئے تھے کہ اگر ہمیں حقیقت میں کسی کی بندگی کرنی ہے کسی کے سامنے سر جھکانا ہے کسی کے دربار پر سجدہ کرنا ہے تو وہ صرف اس ذات کی بندگی ہے جو سب کا خالق ہے اور اسی کے لیے ہمارا جینا اور مرنا ہونا چاہیے۔

لیکن یہ راستہ آسان نہیں تھا۔ جنہوں نے اس پیغام کو قبول کیا، ان پر مخالفین کی طرف سے گویا ظلم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کے جسموں کو کوڑوں سے زخمی کیا گیا، ان کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا، جلتے انگاروں پر لٹایا گیا مگر ان کے دلوں سے ایمان کی روشنی نہ چھینی جا سکی۔ ان کے زخموں سے جو درد نکلا، وہی ان کے لیے دوا بن گیا۔ وہ اصحاب اس حقیقت کو جان چکے تھے کہ یہ قربانی جو وہ پیش کر رہے ہیں، وہ کسی وقتی مقصد کے لیے نہیں ہے بلکہ ابدی عظمتوں اور رفعتوں کے لیے ہے۔

ان حالات و واقعات نے دنیا کے سامنے ایک دائمی گواہی بھی قائم فرمادی کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، بلکہ دلوں کو جیت کر پھیلا ہے۔ وہی دل جو کل تک کسی سردار کے حکم کے آگے نہ جھکتے تھے، آج ایک نبی کے قدموں میں خاک بن کر بچھنے کو تیار تھے، اس لیے نہیں کہ وہ مجبور تھے، بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو چکے تھے۔ مکی دور کے تیرہ سال میں ہر صبح ایک نئی آزمائش لے کر آتی تھی اور ہر رات ایک نئے صبر کی گواہی چھوڑ کر جاتی تھی۔

آزمائش۔ راہ حق کی پہلی قیمت

اس قربانی اور ایثار کا آغاز اُس وقت ہوا جب اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم کو علی الاعلان قریش مکہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایک مرتبہ اصحاب رسولؐ آپس میں یہ بات کر رہے تھے کہ قریش نے بلند آواز میں تلاوت کبھی نہیں سنی۔ کیا ہم میں سے کوئی ہے جو ان کو کلام الٰہی میں سے کچھ سنا سکے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ اصحاب نے انہیں کہا کہ آپ تو مزدور آدمی ہیں ہمیں ڈر ہے کہ قریش آپ کو بہت تکلیف پہنچائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بڑے یقین کے ساتھ کہا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں مجھے اللہ تعالیٰ خود بچائے گا۔ چنانچہ اگلے روز انہوں نے مقام ابراہیم پہنچ کر بلند آواز میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلرَّحۡمٰنُ۔ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ۔ قریش اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے یہ کلمات سنے تو حیران ہوئے اور کہا کہ یہ تو وہی کلام ہے جو محمد بیان کرتے ہیں۔ وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور آپ کو زور سے پکڑ کر مارنے لگے۔ مگر آپ کا یہ حال تھا کہ آپ تلاوت کرنے سے رکے نہیں اور تلاوت مکمل کر کے زخمی حالت میں واپس لوٹے۔ اصحاب نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے کہا ہم نے تو پہلے ہی آپ کو خبردار کیا تھا۔ اس پر آپ نے ان سے کہا کہ ''آج یہ خدا کے دشمن مجھے اتنے حقیر لگے جتنے کبھی نہ تھے۔ اگر تم کہو تو کل میں پھر تلاوت کے لیے جاؤں گا۔'' (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳۸۳)

پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس تکلیف پر صبر کرنے اور قرآن کریم سے اس محبت کے نتیجے میں ایسا نوازا اور قرآن کریم کے علوم و معارف آپ پر اس طرح سے کھولے کہ رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت دی کہ اگر تم میں سے کوئی قرآن کریم سیکھنا چاہتا ہو تو وہ عبد اللہ بن مسعود سے سیکھے۔

یہ مخالفت کوئی نئی بات نہیں تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی فرستادہ کو دنیا میں کھڑا کیا، ابتدا میں ہمیشہ انہیں اور ان کے ماننے والوں کو ابلیس صفت لوگوں کی طرف سے شدید تکلیف اور ظلم کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے جس پر صبر کرنے کے نتیجے میں وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور نعمتوں کو کھینچنے والے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے کہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ۔ (العنکبوت:۳) کیا لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہیں جائیں گے؟

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''پس ایمان کے بعد ضروری ہے کہ انسان دکھ اُٹھاوے بغیر اس کے ایمان کا کچھ مزا ہی نہیں ملتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے کیا کیا دکھ اُٹھائے۔ آخر ان کے صبر پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے بڑے مدارج اور مراتب عالیہ عطا کئے۔ انسان جلد بازی کرتا ہے اور ابتلا آتا ہے تو اس کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دنیا ہی رہتی ہے اور نہ دین ہی رہتا ہے مگر جو صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان پر انعام واکرام کرتا ہے۔ اس لیے کسی ابتلا پر گھبرانا نہیں چاہیے۔ ابتلا مومن کو اللہ تعالیٰ کے اور بھی قریب کر دیتا ہے اور اس کی وفاداری کو مستحکم بناتا ہے لیکن کچے اور غدار کو الگ کر دیتا ہے۔'' (الحکم جلد ۷ نمبر ۳۱ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ بحوالہ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۴۲، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

جان پر جان وارتے جاؤ

گو مکی دور میں قریش کی طرف سے خود رسول کریمؐ کو بھی بڑی اذیت پہنچائی گئی لیکن جو تکلیف آپ کے صحابہ اور صحابیات کو پہنچائی جاتی تھی وہ بھی آپؐ کے لیے ایک امتحان سے کم نہیں تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''حضرت کے اوپر جو ظلم ہوتا تھا اُسے جس طرح بن پڑتا تھا وہ برداشت کرتے تھے مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ کر اُن کا دل ہاتھ سے نکل جاتا تھا اور بیتاب ہو جاتا تھا۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۵۸)

مگر ان سب مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی رسول کریم ﷺ انہیں صبر کی ہی تلقین فرماتے رہے اور ان کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے رہے۔ چنانچہ اوّلین اصحاب میں ایک حضرت خبابؓ بھی تھے۔ آپ مکہ میں لوہار تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو قریش کی طرف سے بڑی تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرض ادا کرنا تھا۔ ایک دن جب میں نے اس سے قرض طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تب تک تمہارا قرض نہیں دوں گا جب تک تم محمد کا انکار نہیں کر دیتے۔ حضرت خبابؓ نے اس پر کہا کہ خواہ تم قرض ادا کرو یا نہ کرو میں ہرگز محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا۔ لیکن ان کفار مکہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ باز نہیں آرہے اور ان کی بات کو قبول نہیں کر رہے تو وہ آپ کو جسمانی اذیت پہنچانے لگے۔ ایک مرتبہ آپ کو جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا گیا اور ایک شخص آپ کے اوپر کھڑا ہو گیا تا کہ آپ ہل نہ سکیں، چنانچہ وہ تب تک نہ اٹھا جب تک کہ وہ کوئلے آپ کے جسم پر جل کر ٹھنڈے نہ ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۲۳، ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک مرتبہ انہیں تکلیفوں اور مصیبتوں کے دوران حضرت خباب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ایک طرف ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟

اس قوم نے تو ظلم کی حد کر دی ہے اور ہمیں اب یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ ہمیں ہمارے دین سے ہی منحرف نہ کر دیں۔ آنحضرتؐ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ خبابؓ کہتے ہیں کہ میں نے دوسری دفعہ پھر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ حضورؐ نے پھر کوئی جواب نہیں دیا تیسری دفعہ عرض کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، صبر کرو اور صبر پر قدم مارتے چلے جاؤ۔ خدا کی قسم! تم سے پہلے بھی خدا کے بندے گزرے ہیں جن کے سر کے درمیان سے آرے چلا کر ان کے جسموں کو دو ٹکڑے کر دیا گیا مگر وہ اپنے ایمان سے پیچھے نہ ہٹے۔ ان میں سے ایسے بھی تھے کہ لوہے کی گرم کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت ان کی ہڈیوں سے نوچ لیا گیا۔ مگر خدا کے ان بندوں کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ پس آج تمہیں بھی ان مصائب اور اذیتوں کے مقابل پر اور ہمت سے کام لینا ہوگا۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بالآخر اپنے دین کے لیے فتح اور غلبہ کے سامان پیدا فرمانے والا ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۸۳)

پس نبی کریم ﷺ کی یہ ایمان افروز باتیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتوحات اور ترقیات کے وہ وعدے ہی تھے جو مسلمانوں کی تسلی اور امید کا ذریعہ بنے رہے، جو انہیں یہ یقین دلاتے رہے کہ ان کی قربانیوں کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام بھی ہم پر نازل ہوں گے اور یہ عارضی درد ہمیشہ کے لیے دوا بن جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”یہ سنت اللہ ہے کہ مامور من اللہ ستائے جاتے ہیں۔ دُکھ دیئے جاتے ہیں، مشکل پر مشکل اُن کے سامنے آتی ہے نہ اس لیے کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ اس لیے کہ نصرت الٰہی کو جذب کریں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی مکی زندگی کا زمانہ مدنی زندگی کے بالمقابل دراز ہے۔ چنانچہ مکہ میں ۱۳ برس گزرے اور مدینہ میں دس برس۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۹۳، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

غلامی سے عظمت تک

حضرت بلالؓ بھی اوّلین مسلمانوں میں سے تھے مکہ کے ایک بڑے سردار امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اس شریر دشمن اسلام نے آپؓ پر طرح طرح کا ظلم روا رکھا۔ مکہ کی شدید گرمی میں آپؓ کو پتھریلی زمین پر لٹاتا اور آپؓ کے اوپر گرم پتھر رکھ دیتا اور کہتا لات اور عزیٰ بتوں کی پرستش کرو اور محمد سے علیحدگی اختیار کرنے کا اعلان کرو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ حضرت بلالؓ عربی زیادہ نہیں جانتے تھے، بس یہی کہتے جاتے تھے احد احد یعنی اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۵۔۱۷۶ ”بلال بن رباح“، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

اسی طرح اس وقت دو غلام صحابیات لبینہؓ اور زنیرہؓ بھی تھیں جنہیں اسلام لانے کی پاداش میں بے دردی سے مارا جاتا تھا۔ یاسرؓ ان کی اہلیہ سمیہؓ اور بیٹے حضرت عمارؓ بھی ان مظلوموں میں شامل تھے، جنہیں بنو مخزوم کا سردار ابوجہل سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ حضرت خبابؓ کی طرح آپ ﷺ نے یاسر اور آپ کے اہل خانہ کو بھی صبر کرنے کا ہی حکم دیا اور انہیں جنت ملنے کی عظیم خوشخبری دی۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس شدید تکلیف کو برداشت کیا۔ یہاں تک کہ حضرت یاسرؓ کی اہلیہ حضرت سمیہؓ نے تو شہادت کا رتبہ بھی پایا، اور یوں اسلام کی راہ میں جان دینے والی پہلی خاتون بن گئیں۔ لیکن پھر بالآخر خدا تعالیٰ نے ان غلاموں اور کمزور طبقوں کے صبر کے نتیجہ میں انہیں ایسی عزت اور بزرگی عطا فرمائی کہ لوگ بھی ان کی زندگیوں پر رشک کرنے لگے۔

حضرت عمرؓ ایک دفعہ اپنے زمانہ خلافت میں مکہ تشریف لائے تو شہر کے بڑے بڑے رؤساء آپ سے ملنے کے لیے آئے۔ ابھی وہ بیٹھ کر آپ سے باتیں کر ہی رہے تھے کہ مجلس میں پہلے حضرت بلالؓ آئے۔ تھوڑی دیر گزری تو حضرت خبابؓ آگئے اور اس طرح یکے بعد دیگرے ابتدائی دور میں ایمان لانے والے غلام آتے چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ہر ایک کی آمد پر ان کا استقبال فرمایا۔ جب یہ پرانے ایمان لانے والے آتے تھے تو آپؓ مجلس میں موجود ان رؤساء کو جو مکہ کے سردار تھے کہتے ذرا پیچھے ہٹ جائیں حتیٰ کہ وہ نوجوان رؤساء جو حضرت عمرؓ سے ملنے آئے تھے پیچھے ہوتے ہوتے دروازے تک پہنچ گئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ نے بھی اس وقت کچھ ایسے سامان پیدا کر دیے کہ یکے بعد دیگرے کئی ایسے مسلمان آگئے جو کسی زمانے میں کفار کے غلام رہ چکے تھے۔ اگر ایک بار ہی وہ رؤساء پیچھے ہٹتے تو ان کو احساس بھی نہ ہوتا مگر چونکہ بار بار ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اس لیے وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکے اور اٹھ کر باہر چلے گئے۔ باہر نکل کر وہ ایک دوسرے سے شکایت کرنے لگے کہ دیکھو آج ہماری کیسی ذلت و رسوائی ہوئی ہے۔ ایک ایک غلام کے آنے پر ہم کو پیچھے ہٹایا گیا ہے یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں جا پہنچے۔ اس پر ان میں سے ایک نوجوان بولا اس میں کس کا قصور ہے؟ عمر کا ہے یا ہمارے باپ دادا کا ہے؟ اگر تم سوچو تو معلوم ہو گا کہ اس میں حضرت عمر کا تو کوئی قصور نہیں۔ یہ ہمارے باپ دادا کا قصور تھا جس کی آج ہمیں سزا ملی کیونکہ خدا نے جب اپنا رسول مبعوث فرمایا تو ہمارے باپ دادا نے مخالفت کی مگر ان غلاموں نے اس کو قبول کیا اور ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کیا۔“ (تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۹۸)

جب بااثر اصحابؓ نے صبر کیا

یہ تو صبر کی وہ مثالیں تھیں جو کمزور طبقہ کے صحابہ وصحابیات کی زندگیوں سے جڑی ہوئی تھیں لیکن کچھ اصحاب ایسے بھی تھے جو مکہ میں کسی نہ کسی رنگ میں طاقت اور اثر رکھتے تھے۔ کسی کے پاس مالی دولت تھی، تو کوئی علم کے خزانے اپنے پاس رکھتا تھا۔ بعض اپنی بہادری اور طاقت کی بنا پر اثر و رسوخ رکھتے تھے، تو بعض کا شمار مکہ کے معزز مشیروں میں ہوتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں اہل مکہ کی بھاری تعداد عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا، تو وہی قوم انہیں حقیر جاننے لگی۔ مگر ان اصحابؓ کا بھی کیسا بلند مقام تھا کہ ان سب حالات کے باوجود کبھی بھی شکایت کا لفظ زبان پر نہ آنے دیا۔ ان کے پیش نظر صرف رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان تھا جو ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا کہ تم صبر پر قدم مارو۔ غرض یہ اعلیٰ نمونے کا صبر ہی تھا جس کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی توفیق ملی اور پھر یہی درد ان کے لیے دنیا و آخرت کی شفا اور ترقی کا ذریعہ بن گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار مکہ کے بڑے بڑے امیر تاجروں میں ہوتا تھا۔ آپؓ کی دیانت اور اچھے اخلاق کی بنا پر لوگ آپ کی بہت عزت کرتے اور آپ سے مختلف قسم کے مشورے لیا کرتے تھے۔ آپؓ کے اسلام قبول کرنے کی خبر جب مکہ میں پھیلی تو سرداران قریش کو اس پر بڑا شدید صدمہ پہنچا۔ مخالف لوگ آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے لگے۔ آپ نے اس دنیاوی عزت اور دولت کے چھن جانے پر کبھی بھی مایوسی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس اپنی تمام جمع کردہ دولت کو اسلام کی کمزور جانوں کی آزادی کے لیے استعمال کر دیا۔ آپ کا یہ عمل آپ کے اعلیٰ صبر اور ہمدردی پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ قربانی اور صبر کا ہی نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت جیسے عظیم الشان مقام و مرتبہ سے نوازا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مکی دور میں دکھ اور پریشانی کے حالات میں عظیم صبر کا مظاہرہ کیا۔ آپؓ کی طبیعت میں بہادری اور شجاعت نمایاں تھی۔ اگر آپؓ چاہتے تو اسلام قبول کرنے کے بعد ان مظالم کا برابر بدلہ لے سکتے تھے۔ لیکن جب اسلام قبول کیا تو صبر کی اسلامی تعلیم نے آپ کے مزاج میں بھی برداشت کی قوت پیدا فرما دی۔ آپ نے بڑی بہادری سے مکہ کی گلیوں میں اسلام کا اعلان کیا، مگر جب ظلم سہنے کی بات آئی تو بڑے ہی صبر سے کام لیا۔

اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ آپؓ مکہ کے ایک مستحکم خاندان کا حصہ تھے۔ قریش کے ظالمانہ فیصلہ کے بعد ایک مرتبہ آپؓ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپؓ کو رسی سے باندھ کر بہت مارا لیکن آپؓ نے اس ظلم کو بڑے صبر کے ساتھ برداشت کیا اور بے صبری کا کوئی کلمہ آپ کے منہ سے نہ نکلا۔ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی سعید بن زیدؓ بھی اوّلین مسلمانوں میں سے تھے، آپؓ کو حضرت عمرؓ کی طرف سے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے نہایت سختی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء، سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ طبعہ ثانیہ ۱۹۵۵ء)

یہاں حضرت سعید بن زیدؓ کا ذکر ہوا ہے تو ان کی اہلیہ حضرت فاطمہ بنت خطابؓ جو حضرت عمرؓ کی بہن تھیں ان کے صبر و ہمت کی مثال بھی ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپؓ بھی قریش کی ایک معزز خاتون تھیں۔ حضرت عمرؓ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، جب انہیں اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام لانے کی خبر ملی تو وہ فوراً اُن کے گھر پہنچے۔ آپ نے ان دونوں کو قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں مصروف پایا۔ حضرت عمرؓ اسی دوران گھر میں داخل ہوئے اور اپنے بہنوئی کو مارنے لگے۔ حضرت فاطمہؓ نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ کا ہاتھ حضرت فاطمہؓ کو لگ گیا جس پر ان کے چہرے سے خون بہنے لگا۔ حضرت فاطمہ نے اس پر بڑے ہی صبر اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ ہاں عمر یہ سچ ہے کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ تم جو چاہو کر لو ہم اپنے اس دین سے ہرگز پھرنے والے نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب اپنی بہن کی یہ ثابت قدمی اور ان کے چہرے پر خون دیکھا تو آپ کی طبعی محبت غالب آگئی اور آپ اس منظر کو برداشت نہیں کر سکے اور فوراً اپنا ہاتھ روک لیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب آپ نے پہلی مرتبہ قرآن کریم کو مکمل تسلی سے سنا اور یوں یہ واقعہ آپ کی قبولیت اسلام کا ذریعہ بن گیا۔ (تلخیص از سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحات ۳۴۷ تا ۳۵۳)

ان مسافران رہ وفا میں ایک اور وجود ایسا بھی ہے جن کے بیان کے بغیر یہ مضمون ادھورا محسوس ہوتا ہے۔ وہ عظیم المرتبت خاتون، جنہوں نے نہ صرف سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کی صداقت کو پہچانا بلکہ نبوت کے آغاز سے لے کر اپنی وفات تک ہر قدم پر وفا، قربانی اور صبر کی ایسی اعلیٰ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔

حضرت خدیجہؓ زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باعزت، صاحب حیثیت اور کامیاب تاجرہ تھیں۔ قریش میں ان کا مقام بہت بلند تھا، لوگ ان کی معاملہ فہمی، راست گوئی اور امانت پر فخر کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی، تو حضرت خدیجہؓ بغیر کسی توقف کے آپؐ پر ایمان لے آئیں اور نہ صرف ایمان لائیں بلکہ ہر قدم پر آپ کا سہارا بھی بنی رہیں۔ پہلی وحی کے بعد جب رسول اللہ ﷺ اضطراب کی حالت میں گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جنہوں نے آپ کو تسلی دی۔ نبوت کے ۱۰ سال تک رسول کریم ﷺ کو پہنچنے والی ہر مشکل اور پریشانی کے موقع پر آپؓ کے ساتھ کھڑی رہیں۔ آپؓ کا صبر اور استقامت اس وقت اور بھی نمایاں طور پر واضح نظر آتا ہے جب شعب ابی طالب کے تین سالہ محاصرہ کے دوران آپ بھوک، بیماری، اور قریش کی سختیوں کو باقی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ برداشت کرتی رہیں۔ اور بالآخر اسی سخت محصوری کے باعث آپ کی وفات ہوئی۔

پس آپؓ کی زندگی ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے کہ صبر کا مطلب صرف دکھ سہنا ہی نہیں ہوا کرتا بلکہ عسر، یسر، تنگی اور آسائش کے حالات میں ہر گھڑی اور ہر لمحہ عزم و استقلال، یقین اور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے چلے جانا اور کوئی شکوہ زبان پر نہ لانا ہی حقیقی صبر ہوا کرتا ہے، اور یہ صبر کی طاقت ہی ہے جو ہمیشہ سے الٰہی جماعتوں کی ترقیات کا باعث بنتی ہے۔ باوجود ظلم کے ان کی یہی ثابت قدمی انہیں آخر کار کامیابی کی راہوں کی طرف لے جاتی ہے۔ مومنین کی جماعتوں کے خلاف ظلم کی آگ بھڑکائی جاتی ہے لیکن مومن اس آگ میں پڑ کر جلنے کے بجائے کندن بن کر نکلتے ہیں۔ اور ان کے وجودوں میں ایسی چمک پیدا ہو جاتی ہے جو تمام دنیا کو اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی ہے۔ پس آج کے ان مشکل اور کٹھن حالات میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے صبر و استقلال کے یہ واقعات ہم سب کے لیے اپنے اندر یہ گہرا سبق رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان نمونوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کو جذب کرنے والے بننے کی کوشش کریں تا کہ ہمارا ہر غم خوشیوں میں، ہر مصیبت آسائشوں میں اور دشمن کا ہر ظلم اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں تبدیل ہوتا چلا جائے اور ایک مرد خدا کی یہ پیش گوئی بڑی شان سے پوری ہو جائے کہ

یہ درد رہے گا بن کے دوا، تم صبر کرو وقت آنے دو

☆...☆...☆

آنحضرت ﷺ پر آنے والے چالیس ۴۰ قسم کے ابتلا۔ پاکیزہ تجلّیات کی کہانی

(عبدالسمیع خان۔ کینیڈا)

”وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی ﷺ پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ، تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔“ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

ابتلاؤں میں تری زندگی پروان چڑھی
تیری جاں آگ میں پڑ کر بھی سلامت آئی

سچائی اور وفاداری کو جانچنے کا ذریعہ ابتلا اور امتحان ہیں۔ اسی لیے انبیاء اور صلحاء اور ابتلاؤں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سو قرآن کریم اور تاریخ انبیاء استقامت کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے کمال تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِي ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ (النحل:۱۲۸) اے رسول تو صبر سے کام لے اور تیرا صبر کرنا اللہ کی مدد سے ہی ہوسکتا ہے اور تُو ان کی حالت پر غم نہ کھا اور جو تدبیریں وہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے تکلیف محسوس نہ کر۔ پھر فرماتا ہے۔ وَلَا تُطِعِ الۡكَافِرِيۡنَ وَالۡمُنَافِقِيۡنَ وَدَعۡ أَذَاهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا (احزاب: ۴۹) یعنی ہر دکھ کے باوجود کافروں اور منافقوں کی بات ہرگز نہ مان اور ان کی ایذا دہی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر اور اللہ کارسازی میں کافی ہے۔ فَاسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَكَ (ہود: ۱۱۳) تو استقامت دکھا جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی جنہوں نے تیرے ہاتھ پر توبہ کی ہے

یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و استقامت، تحمل و برداشت، توکل علی اللہ اور قرب الٰہی کا خوبصورت اور دلکش نقشہ کھینچتی ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ نے خود اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ اللہ کی راہ میں جتنا مجھے ڈرانے کی کوشش کی گئی کسی اور کے لیے ایسی کوشش نہیں ہوئی اور راہ مولیٰ میں جتنی اذیت مجھے دی گئی اور اتنی کسی اور کو نہیں دی گئی۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ۔ حدیث نمبر ۲۳۹۶)

امر واقعہ یہ ہے کہ ابتلا کی جتنی بھی قسمیں تصور میں آسکتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو کامل اسوہ بنانے کے لیے خدا نے سب حالات سے گزارا۔ جن میں آپ نے صبر و استقامت کے لازوال نمونے قائم فرمائے۔ خاکسار کی تحقیق کے مطابق یہ ۴۰؍ قسم کے ابتلا ہیں۔ اور انسان پر کوئی ایسا ابتلا نہیں جو ان سے باہر ہو۔ انسان پر جو سب سے بڑے ابتلا ممکن ہیں وہ جان، مال، وقت اور عزت کے ابتلا ہیں۔ باقی سب ابتلا اور مشکلات ان کی ذیل اور تفاصیل میں آجاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سب ابتلا آئے اور بڑی قوت اور شدت سے آئے مگر ہمارے سید و مولیٰ نے ان سب حالات میں اللہ سے وفا اور استقامت کا بے نظیر مظاہرہ فرمایا اور خلقِ عظیم کی تجلیات دکھاتے رہے۔

۱۔ جان کا ابتلا

سب سے بڑا خوف اور ابتلا جان کا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر دشمنوں سے خطرہ رہا۔ اور وہ حتی الامکان آپ کی جان لینے کی کوشش کرتے رہے مگر آپ کبھی خوفزدہ نہ ہوئے اور کبھی توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ حضرت مسیح موعودؑ پانچ خاص مواقع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ پانچ موقعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا اگر آنجناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے (۱) ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے۔ (۲) دوسرا وہ موقعہ تھا جب کہ کافر لوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع حضرت ابوبکر کے چھپے ہوئے تھے۔ (۳) تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جب کہ احد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کرلیا تھا اور آپ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی یہ ایک معجزہ تھا (۴) چوتھا وہ موقعہ تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا (۵) پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کے لیے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپ کے ساتھ تھا۔ (چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۶۳ حاشیہ) ایک غزوہ سے واپسی پر آپ تنہا سوئے ہوئے تھے کہ ایک دشمن نے آپ کی تلوار درخت سے اتار لی اور پوچھا کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا آپ نے بغیر کسی تامل کے فرمایا۔ اللہ۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع حدیث نمبر ۳۸۲۲) جنگ حنین میں دشمن آپؐ کی جان لینے کے درپے تھا اور آپؐ پوری شجاعت اور حوصلہ سے باآواز بلند فرما رہے تھے۔ انا النبی لاکذب۔ انا ابن عبدالمطلب (صحیح بخاری کتاب المغازی باب یوم حنین حدیث نمبر: ۳۹۷۳) یہ اس بات کا اعلان عام تھا کہ میرے صحابہ کا تعاقب نہ کرو۔ اصل دشمنی میرے سے ہے تو میری طرف آؤ مگر خدا تمہیں مجھ پر غالب نہیں کرے گا۔ جان کے اس پرخطر ابتلا سے رسول اللہ جس طرح کامران گزرے اس پر تاریخ شجاعت ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔

۲۔ مال کی کمی کا ابتلا

جان کے بعد سب سے بڑا اور مہیب ابتلا مال کا ہوتا ہے اور اس کا ہر پہلو انسان کے اوسان خطا کر دیتا ہے۔ بعض لوگ مال کی کمی سے آزمائے جاتے ہیں اور بعض مال کی کثرت سے اور بعض خدا کی راہ میں مال کی قربانی سے آزمائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام میدانوں میں ابنائے آدم کے لیے ہر پہلو سے بہترین نمونہ چھوڑا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد تو آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا ساتھ جلد ہی چھوڑ دیا اور آپ کے لیے کوئی خاص ترکہ بھی نہ چھوڑا۔ مگر آپ نے کبھی قلت مال کا شکوہ نہ کیا۔ آغاز جوانی میں ہی چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرا کر محنت کی حلال کمائی حاصل کی۔ (صحیح بخاری کتاب الاجارہ باب رعی الغنم۔ حدیث نمبر ۲۱۲۰) پاکیزہ تجارت کی۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ کو مال دے کر بھیجا۔ مگر آپ کو خدا نے غربت اور مال کی کمی کے سارے ابتلاؤں میں سرخرو کیا۔ کوئی حرص کوئی بددیانتی یا ناجائز مال کی خواہش آپ کا دامن نہ چھوسکی۔ لوگ آپ کے پاس دعویٰ نبوت سے پہلے بھی امانتیں رکھا کرتے تھے اور قوم میں آپ صادق اور امین کے نام سے مشہور تھے اور دعویٰ نبوت کے بعد بھی باوجود دشمنی کے یہ سلسلہ جاری رہا اور مکہ سے ہجرت تک لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھواتے رہے اور آپ ہجرت کے وقت حضرت علیؓ کو گویا موت کے منہ میں مکہ چھوڑ گئے تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ آجائیں۔

۳۔ کثرت مال کا ابتلا

حضرت خدیجہؓ نے شادی کے بعد اپنا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مگر آپ نے وہ سارا مال راہ مولیٰ میں لٹا دیا۔ مدینہ میں فتوحات کے بعد آپ کی خدمت میں ڈھیروں ڈھیر اموال آئے مگر آپ نے ایک ایک پائی کے متعلق امانت و دیانت کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے اور خدا کے دین کی سربلندی اور مخلوق کی خدمت کے لیے ذرہ ذرہ صرف کر دیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بسا اوقات گھر میں بستر پر یا کسی اور جگہ کوئی کھجور پڑی ملتی ہے میں اٹھاتا ہوں اور (بھوک کی وجہ سے) کھانے لگتا ہوں مگر معاً خیال آتا ہے کہ کہیں صدقہ کی نہ ہو تب اس کے کھانے کا ارادہ ترک کر دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب اللقطہ باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق حدیث نمبر ۲۲۵۳) ایک دفعہ باہر سے کچھ مال آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو تقسیم کرنے کا ارشاد فرمایا۔ سارے مستحقین مال لے گئے کچھ مال پھر بھی بچ گیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس وقت تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا جب تک اس کا ذرہ ذرہ تقسیم نہیں ہو جاتا۔ مجھے اس مال سے نجات دلاؤ۔ مگر کوئی لینے والا نہ آیا تو رسول اللہؐ نے وہ رات مسجد میں گزاری۔ اگلے دن وہ مال حضرت بلالؓ نے کسی مستحق کو دے دیا تو آپؐ اطمینان سے گھر تشریف لے گئے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین حدیث نمبر ۲۶۵۶) آپؐ فرماتے تھے:۔ ”خدا کی قسم میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین پر بھی امین ہوں۔“ (شفاء عیاض جلد ۱ صفحہ ۵۰)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔“ (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۰۹) پھر فرمایا: ”خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی، نہ کوئی بارگاہ طیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی۔ اپنی

ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دلآزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔سونے کے لیے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لیے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ اور کھانے کے لیے نان جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرت نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔“ (براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۸۹)

۴۔مال چھوڑنے کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے وقت مکہ میں اپنے تمام اموال برضاو رغبت خدا کی خاطر چھوڑ دیے اور کبھی بھول کر بھی ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آپؐ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے اور آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے آبائی مکان میں قیام فرمائیں گے تو آپؐ نے فرمایا:۔ھل ترک لنا عقیل من منزل۔کیا عقیل (بن ابی طالب) نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے اور آپ نے وہ سابقہ جائیداد واپس لینا تو درکنار اس میں ٹھہرنا بھی پسند نہیں کیا۔ اور خیف بنی کنانہ میں فروکش ہوئے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی حدیث نمبر ۳۹۴۶-۳۹۴۷) راہ خدا میں اور خدمت مخلوق میں آپ کا سارا مال اور جائیداد وقف رہی۔ کبھی دین کے لیے جہاد بالسیف کی ضروریات کی خاطر کبھی مہمان نوازی کی شکل میں کبھی بھوک مٹانے کے لیے کبھی ننگ ڈھانپنے کے لیے کبھی تبرک کے حصول کی درخواست کرنے والوں کے لیے۔اپنے بعد چھوڑے جانے والے مال کے متعلق فرمایا ماترکنا فھو صدقة ہم نے نہ کوئی ورثہ پایا اور نہ کوئی ورثہ چھوڑا۔ ہم نے جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ یعنی قومی مال ہے۔ (صحیح بخاری کتاب فرض الخمس۔ حدیث نمبر ۲۸۶۲) حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار۔ نہ غلام نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز سوائے ایک سفید خچر کے، کچھ اسلحہ کے اور زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب الوصایا۔ حدیث نمبر ۲۵۳۴)

۵۔وقت کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام ایک لحاظ سے غیر محدود تھے۔ مگر آپ کے پاس وقت بہت محدود تھا۔ دعویٰ نبوت کے بعد آپ نے ۲۳/ سال زندگی پائی۔ جو انتہائی مصروف اور معمور الاوقات تھی۔ اللہ تعالیٰ خود گواہی دیتا ہے۔ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا (المزمل:۸) یقیناً تیرے لیے دن کو بہت لمبا کام ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کے دن اگر ایک عالم کو زندہ کرنے، ایک نئے زمین و آسمان کی تخلیق کرنے اور اسے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے میں صرف ہوتے تھے تو آپ اپنی راتوں کو دعاؤں اور گریہ وزاری سے زندہ کرتے تھے۔ اتنا کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔اس پس منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح وقت کے ایک ایک لمحے کا استعمال بے پناہ کامیابی سے کیا اس کے نتیجہ میں آسمان سے اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ (المائدة:۴) اور زمین سے بلغت کی صدا آئی۔اتنے مختصر عرصہ میں یہ بے نظیر کامیابی صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔ آپ کا ہر آنے والا دن پہلے سے بڑھ کر عظمتوں کا پیغام لاتا رہا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰي (الضحیٰ:۵) یعنی تیری ہر بعد میں آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہوتی ہے۔ باوجود نہایت مصروفیت کے آپ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں حسین توازن کی لازوال مثالیں قائم فرمائیں۔عبادات کا قیام، قیام اللیل، نزول وحی اور اس کی تلاوت و حفاظت کا انتظام، دعوت الی اللہ، جہاد کی ہر قسم کی بروقت ادائیگی، مسلمان ہونے والوں کی تربیت، لٹ پٹ کر آنے والوں اور اصحاب الصفہ (جو بعض اوقات ۳۰۰/ تک پہنچ جاتے تھے) کے قیام و طعام کا انتظام، غیر قوموں سے معاہدات اور تعلقات، مہمان نوازی، ان تمام بڑے بڑے امور کے ساتھ اہل وعیال کی پوری دلداری اور حقوق کی ادائیگی، گھر کے کاموں میں ان کے ساتھ شرکت حتّٰی کہ غریب لونڈی کی بات سننے کے لیے اس کے ساتھ چل پڑنا۔ (شفاء عیاض۔ باب تواضعہ) یہ صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی جگر تھا۔حضرت مسیح موعودؑ انتہائی کم وقت میں آپ کی بے نظیر کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”آپ دنیا میں اس وقت آئے جب کہ دنیا کی حالت بالطبع مصلح کو چاہتی تھی اور پھر آپ اس وقت اٹھے جب پوری کامیابی اپنی رسالت میں حاصل کر لی۔ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ (المائدة:۴) کی صدا کسی دوسرے کو نہیں آئی اور اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا (النصر: ۲، ۳) پوری کامیابی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۰۲، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

۶۔عزت کا ابتلا

دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو اپنی طرف سے پامال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپؐ کو ہر قسم کی گالیاں دینے کے علاوہ آپ کا نام بگاڑنے کی کوشش کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ، بشاشت اور اولوالعزمی نہ چھین سکے۔ جب دشمن نے آپ کو مذمم قرار دے کر برا بھلا کہنا شروع کیا تو آپؐ نے کس لطافت سے فرمایا:۔کیا تم اس بات پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قریش کی گالیوں سے کس طرح بچاتا ہے۔ وہ کسی مذمم کو گالیاں دیتے اور لعنت ملامت کرتے ہیں جبکہ میں تو محمد ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب فی اسماء الرسول حدیث نمبر ۳۲۶۹)

اسی صبر کے نتیجہ میں حضرت حمزہؓ کو اسلام نصیب ہوا۔ایک دفعہ ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ میں روک لیا آپ کو سخت گالیاں دیں اور جسمانی اذیت بھی پہنچائی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کوئی جواب نہ دیا۔عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔حضرت حمزہؓ اس وقت شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو لونڈی نے انہیں سارا حال سنایا۔حضرت حمزہ اس وقت مشرک تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت اور ابوجہل کا ظلم سن کر حضرت حمزہ غصہ سے بھر گئے۔ اس وقت ابوجہل صحن کعبہ میں تھا۔حضرت حمزہ نے جاتے ہی ابوجہل کے سر پر اپنی کمان دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہوگیا۔ کئی آدمی ابوجہل کی مدد کے لیے آئے اور کہا لگتا ہے تم بھی صابی ہو گئے ہو۔حضرت حمزہ نے کہا جب اس کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہوگئی ہے تو پھر کون سی چیز مجھے باز رکھ سکتی ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے رسول ہیں۔ اگر تم میں ہمت ہے تو مجھے روک کر دکھاؤ۔ ابوجہل بھی آپ کا جوش اور بہادری دیکھ کر مرعوب ہوگیا اور اپنے ساتھیوں کو جوابی کارروائی سے روک دیا۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۴۶) آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ پر ناپاک الزام لگانے والے کے بیٹے نے اس جرم میں اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر رسول اللہ نے انکار فرمایا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۷) یہی بدباطن شخص جب فوت ہوا تو رسول اللہ نے اس کو اپنا کرتہ بطور کفن پہنایا اور باوجود صحابہ کے روکنے کے آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور مغفرت کی دعا کی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب استغفر لھم حدیث نمبر ۴۳۰۲) عزت کے ابتلا میں رسول اللہ کی طرح کون سرخرو ہوسکتا ہے؟

ان چار مرکزی ابتلاؤں کی کوکھ سے بے شمار دکھ اور مصائب جنم لے رہے تھے اور زندگی کے رنگوں میں سے ہر رنگ اور باغ حیات کا ہر پتا اذیت رسانی پر تل گیا تھا۔ساری دنیا بھڑوں کا چھتہ بن گئی تھی۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ کے دل کی وسعت دیکھیے کہ ہر زہر کو سینے میں اتارتے چلے گئے اور اس پاکیزہ سینے میں جاکر وہ زہر ہلاہل میٹھے اور خوشبودار شہد میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ وہ ابتلا زمینی اور ابنائے دنیا کے ہوں یا آسمانی اور آفات سماوی سے تعلق رکھتے ہوں ہر ایک نے پورا پورا سر پٹکا مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر جھکا نہ سکا۔ ہاں جھکا تو اسی ایک خالق و مالک کے آگے جس نے وہ سر اسی لیے بنایا تھا۔ آیئے اس خارزار کا کچھ مزید تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

۷۔یتیمی کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے والد کا چہرہ نہیں دیکھا کیونکہ وہ آپ کی پیدائش سے قریباً ۶ ماہ قبل فوت ہو چکے تھے۔یتیمی خود ایک بہت بڑا ابتلا ہے۔ والد کے سایہ شفقت سے محرومی تربیت کے بے شمار نقص پیدا کرسکتی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام خرابیوں سے محفوظ رکھے گئے۔اس ابتلا سے کامیاب گزرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ایک خاص انعام تھا۔جس کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى (الضحیٰ:۷) یعنی کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا تھا۔ پس پناہ دی۔اس یتیمی کے دور کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ لاج رکھی اور اپنی امت کو یتامیٰ کی خبرگیری کی ہمیشہ خصوصی تلقین فرماتے رہے یہاں تک فرمایا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الیتیم حدیث نمبر ۳۶۷۰)

۸۔والدہ سے جدائی اور وفات کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد آپؐ کو حضرت حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا گیا جو آپ کو دودھ پلانے کے لیے اپنے قبیلہ میں لے گئیں۔ دو سال بعد آپ چند دن اپنی والدہ کے پاس آئے اور پھر حضرت حلیمہ کے ساتھ چلے گئے۔ اور پھر دو سال کے بعد والدہ کے پاس آئے اس وقت حضور ﷺ کی عمر ۴سال کی تھی۔ ۶ سال کی عمر میں والدہ کے ساتھ مدینہ کے سفر سے واپسی پر حضرت آمنہ فوت ہوگئیں۔اس طرح آپ کو اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کا بہت کم موقع ملا۔ والد کے بعد والدہ کی وفات کے ساتھ پوری طرح یتیم کی حالت میں آگئے۔ مگر آپ کے لب پر کوئی شکوہ نہ آیا۔ آپ اس ابتلا سے بھی عظیم کامیابی سے گزرے اور آپ کا بچپن ہر لحاظ سے ایک مثالی بچپن قرار پایا۔

۹۔بچپن کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے معاشرے میں پیدا ہوئے جو راگ رنگ اور رقص وسرود کا دلدادہ تھا۔ مگر آپؐ کی لطیف ترین اور نفیس ترین فطرت کو اس سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ اور اگر کبھی بھولے سے کوئی خیال آ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپؐ کی حفاظت کی۔اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ رات کے وقت لوگ کسی مکان پر جمع ہو کر کہانیاں سناتے اور غزل کا شغل کیا کرتے تھے اور ساری ساری رات اس میں گزار دیتے تھے۔بچپن کے شوق میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ تماشا دیکھنے گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ساتھی سے جو بکریاں چرانے میں آپ کا شریک تھا فرمایا تم میری بکریوں کا خیال رکھو میں ذرا شہر جاکر لوگوں کی مجلس دیکھ آؤں۔ راستے میں شادی کی کوئی تقریب تھی جہاں گانے بجانے کا کام زوروں پر تھا۔ آپ وہاں تعجب سے کھڑے ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اس لغو کام میں آپ کی شرکت پسند نہ آئی اور آپ پر فوراً نیند طاری کر دی اور صبح تک سوتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوگئی۔ ایک دفعہ اَور یہی خیال آیا مگر پھر دست غیبی نے روک دیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کی مجلس میں جانے کا ارادہ کیا مگر دونوں دفعہ روک دیا گیا۔ (تاریخ طبری جلد ا صفحہ ۵۲۰ از محمد بن جریر طبری۔ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۷۔طبع اول)

۱۰۔بے گھر ہونے کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور پھر والدہ کی وفات کے بعد عملاً آپ کا گھرانہ ختم ہوگیا اور آپ کو اپنا گھر چھوڑ کر پہلے دادا اور پھر چچا کی کفالت میں آنا پڑا۔

اس دور میں بھی آپ کی طرف سے بے صبری اور شکوہ شکایت کا کوئی کلمہ نہیں ملتا۔ دادا اور چچا کے گھر میں آپ نے بہترین اور عالی کردار کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے دونوں آپ کو بے حد محبوب رکھتے تھے۔

۱۱۔سرپرستوں کی وفات کا ابتلا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۸ سال کی تھی جب آپ کے دادا عبدالمطلب وفات پا گئے اور آپ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے زیر کفالت آ گئے۔انہوں نے آپ پر بہت شفقت کی۔ دعویٰ نبوت کے بعد بھی دشمنوں کے مقابل پر ہمیشہ آپ کی حمایت میں کمر بستہ رہے۔یہاں تک کہ شعب ابی طالب میں وہ خود اپنی خوشی سے محصور رہے اور اسی کی سختیوں اور تنگیوں کی وجہ سے وفات پا گئے۔والدین اور دادا کی وفات کے بعد یہ آپ کے لیے بہت بڑا صدمہ اور ابتلا تھا۔ جسے آپ نے کامیابی سے جھیلا۔

۱۲۔عزیزوں کی وفات کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والدین اور سرپرستوں کی وفات کے علاوہ متعدد عزیزوں اور پیاروں کی وفات کا صدمہ

برداشت کرنا پڑا۔ بیویوں میں سے حضرت خدیجہؓ کی وفات ہجرت سے قبل ہوئی۔ تمام بیٹے جن کی تعداد ۴ سے زیادہ بیان کی جاتی ہے اور آخری عمر کی اولاد میں حضرت ابراہیم بھی ۹/ہجری میں فوت ہوئے جن کی وفات پر آپؐ نے فرمایا ہمارا دل غمگین ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں لیکن ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی انا بفراقک حدیث نمبر ۱۲۲۰) بیٹیوں میں سے حضرت رقیہؓ عین جنگ بدر کے ایام میں فوت ہوئیں۔حضرت زینبؓ نے ۸ھ میں اور حضرت ام کلثومؓ نے ۹ھ میں انتقال کیا۔بعض روایات کے مطابق آپ کے ۱۱/بیٹے، بیٹیاں فوت ہوئے۔ چچا حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے اور ان کا مثلہ کیا گیا۔ مگر آپؐ نے کمال ضبط وتحمل کامظاہرہ فرمایا اور دیگر صبر نہ کر سکنے والوں اور واویلا کرنے والوں کو روک دیا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت حدیث نمبر ۱۵۸۰) آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر جنگ موتہ میں ۸ھ میں شہید ہوئے ان کی شہادت کی خبر دیتے وقت بھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں مگر زبان پر کوئی شکوہ نہ تھا (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ موتہ حدیث نمبر ۳۹۲۹) رسول اللہؐ کے منہ بولے بیٹے جو ایک زمانہ میں زید بن محمد کہلاتے تھے مگر بعد میں خدا نے اس نسبت سے روک دیا وہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔قریبی رشتہ داروں کے علاوہ بیسیوں صحابہ آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مختلف غزوات میں خدا کو پیارے ہوئے۔ یہ سب آپ کو بہت پیارے تھے بہت محبوب تھے مگر خدا ان سے بڑھ کر محبوب تھا۔ ان سب کی شہادت دیکھنا ایک روح فرسا منظر تھا مگر خدا کی رضا کی خاطر آپ نے اس ابتلا کو بخوشی قبول کیا۔ بہت سے صحابہ اور صحابیات طبعی عمر پا کر رخصت ہوئے۔ ان سب کے لیے بھی رسول اللہؐ کے دل میں بے انتہا درد تھا۔ مگر کوئی شکوہ اور بے صبری کا کلمہ آپ کے منہ سے نہیں نکلا۔

۱۳۔ جوانی کے ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حال میں جوان ہوئے کہ والدین اور بزرگوں کا سایہ سر پر نہ تھا۔ آپ کے کفیل چچا ابوطالب سرداران قریش میں سے تھے اور آپ ان کے لاڈلے تھے۔عرب کا ماحول جہاں ہر قسم کی بدکاری اور گناہ عروج پر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی پاکیزگی اور طہارت کا شاہکار تھی۔ اس علاقے میں لڑکے اور لڑکیاں بہت جلد جوان ہو جایا کرتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا کسی کو خیال نہ تھا یہاں تک کہ آپ کی ذہانت اور دیانت دیکھ کر حضرت خدیجہؓ نے خود ہی آپ سے شادی کی درخواست کی۔ ۲۵/سال کے تہی دست خوبرو مرد کے ساتھ ۴۰/سالہ دولت مند بڑی عمر کی خاتون کی شادی جس کے پہلے دو شوہر فوت ہو چکے تھے اور اولاد بھی تھی گھریلو اور ازدواجی مسائل پیدا کرنے کے لیے کافی امور تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ اور فراست کے نتیجہ میں حضرت خدیجہؓ پہلے سے بڑھ کر آپ کی گرویدہ ہوتی گئیں بلکہ آپؐ کے عشق میں سرشار ہوگئیں۔ خدا نے جب آپؐ پر پہلی وحی نازل فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کا اظہار فرمایا تو حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے آپ کی صداقت کی گواہی دی اور آپ کے جوانی کے سارے کردار کا خلاصہ ان الفاظ میں نکالا کہ خدا تعالیٰ آپ کو کس طرح ضائع کرسکتا ہے۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں مظلوموں کے بوجھ ہلکے کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں صداقت اور امانت کے اعلیٰ معیاروں پر قائم ہیں۔ گمشدہ اخلاق کو زندہ کرتے ہیں اور زمانے کے پسے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الوحی حدیث نمبر ۳) اسی دور میں آپ نے قوم سے صادق اور امین کا خطاب حاصل کیا۔ اور خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت آپ نے بطور امین قوم کی پسندیدگی سے حجر اسود نصب کیا۔ (سیرت ابن ہشام حدیث بنیان الکعبہ جلد اول صفحہ ۱۹۷) قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم نے محمد پر دعویٰ نبوت سے قبل کبھی جھوٹ کا الزام نہیں لگایا۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الوحی حدیث نمبر ۶)

اور کوہ صفا پر بھی قوم نے متفقہ طور پر گواہی دی کہ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا۔ ہم نے آپ سے صداقت کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الشعراء حدیث نمبر ۴۳۹۷) یہی وہ بے داغ جوانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دعویٰ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صداقت میں پیش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ کہو میں رسالت سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں تو کیا تم عقل نہیں کرتے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (یونس:۱۷)۔ اسی پُر بہار جوانی کے گواہ حضرت ابوبکرؓ اور دیگر سعید روحیں تھیں جنہوں نے آپ کے دعویٰ کو سنتے ہی قبول کر لیا تھا ایسی جوانی کب کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

۱۴۔ کثرت اہل وعیال کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور اس کی لذتوں سے پہلو بچانا چاہتے تھے اور جہاں تک ہوسکا آپ نے ایسا کیا لیکن خدا تعالیٰ کی منشا اور اسوہ بننے کی خاطر دنیا کی سب ضروری ذمہ داریاں نبھائیں اور ان معنوں میں یہ بھی ابتلا تھا کہ اللہ کے حکم سے آپ نے شادیاں کیں اور سب حقوق ادا فرمائے اور بلند ترین معیار قائم کیے۔ آپ نے خدا کے منشا کے ماتحت ۱۲ کے قریب شادیاں کیں اور ایک وقت میں ۹/بیویاں بھی رہیں یہ کوئی معمولی مجاہدہ نہیں تھا۔ ان سب کی رہائش، معیشت، خورونوش اور آرام وسکون کا بندوبست کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ روحانی ذمہ داریوں کے دوران ایک اضافی کام تھا۔خصوصاً جب کہ سب بیویوں کے قبائل، ذوق، مزاج اور ضروریات مختلف ہوں ان میں سے صرف حضرت عائشہؓ اور ماریہ قبطیہ کنواری تھیں باقی سب بیوہ تھیں۔بعض کی سابقہ خاوندوں سے اولاد بھی تھی اس لیے ان کے حقوق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ادا کرنے تھے۔ ان سب کے ساتھ محبت اور تربیت کے جائز تقاضے پورے کرنا اور کسی کی حق تلفی نہ ہونے دینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم وسعت حوصلہ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

۱۵۔ قوم کی مخالفت کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوت کے بعد قوم میں سب سے مقہور قرار دیے گئے۔ وہ جو صادق اور امین تھا اس پر ہر طرح کے گندے الزام لگائے گئے وہ جو آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے انہوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھا لیے۔ وہ جو پیار کرتے تھے نفرت سے دیکھنے لگے۔ سارے مکہ میں سوائے چند کے تمام خون کے پیاسے ہو گئے۔ بلاشبہ جتنے کچوکے رسول اللہ کے دل پر ان کی قوم نے لگائے کسی اور نبی کی قوم کو یہ موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی پر اس کی ہمت کے مطابق ابتلا وارد کرتا ہے۔ اور اس میدان کے شہسوار حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

۱۶۔ تضحیک اور تمسخر کا ابتلا

نام بگاڑنے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل تضحیک اور استہزا کا نشانہ بنایا گیا۔ کبھی ساحر کہا گیا کبھی مجنون کبھی صابی اور بے دین۔ آپ کے بارہ میں ہر قسم کی غلط افواہیں پھیلائی گئیں تاکہ باہر سے آنے والے آپ کے قریب نہ آسکیں یہاں تک کہ طفیل بن عمرو دوسیؓ کانوں میں روئی ڈال کر مکہ میں پھرتے رہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۲۳۷) مگر یہ تمام ابتلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی ضربوں سے پارہ پارہ ہوتے رہے۔ اور سعید فطرت آپ کو پہچان کر آپ کے دست حق پرست پر اکٹھے ہوتے رہے۔

۱۷۔ بدہمسایوں اور دشمنوں کا ابتلا

وہ شخص جو اپنی پوری قوم کا معتوب تھا اور صبح سے شام تک طعن وتشنیع کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا وہاں مظلوم کو گھر میں بھی چین کے چند لمحے میسر نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے جو آپ کے دونوں طرف آباد تھے اور ان کی شرارتوں میں گھرے ہوتے تھے۔ یہ لوگ بیرونی مخالفت کے علاوہ گھر میں بھی ایذا پہنچانے سے باز نہ آتے تھے۔ اور تنگ کرنے کے لیے غلاظت کے ڈھیر حضور کے دروازے پر ڈال دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر نکلتے تو خود اس غلاظت کو راستے سے ہٹاتے اور صرف اتنا کہتے! اے عبد مناف کے فرزندو! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا یہی حق ہمسائیگی ہے؟ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ بیروت ۱۹۶۰ء دار بیروت للطباعۃ والنشر) مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین یہودی قبائل قیام پذیر تھے جنہوں نے ہر موقع پر ڈسنے کی کوشش کی۔ بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ تینوں کے ساتھ امن اور صلح کے معاہدے تھے مگر سب نے غداری کی اور رچھرا گھونپا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ابتلا سے بھی کامیابی سے گزر گئے۔بعض کو ان کی شریعت کے مطابق سزائیں دی گئیں اور جنہوں نے معافی مانگی ان کو معاف کر دیا گیا۔

۱۸۔ جسمانی دکھوں کا ابتلا

دشمن نے قلبی اور ذہنی اذیتوں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا ذکر فرما رہے تھے آپؐ نے فرمایا اس نبی کو اس کی قوم نے اتنا مارا کہ اسے لہولہان کر دیا۔ وہ نبی اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جاتا اور کہتا تھا۔ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار حدیث نمبر ۳۲۱۷)

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں کتنے ہی مواقع آئے جب قوم نے آپ کو سر سے پاؤں تک لہولہان کر دیا۔مثلاً سفر طائف سے واپسی پر اوباش غنڈوں نے آپ کا خون بہایا جنگ احد میں آپ سخت زخمی ہو کر لاشوں کے انبار میں جاگرے مگر ہمیشہ صبر وتحمل اور عفو ودرگزر آپ کا شیوہ رہا اور انکساری کی حد یہ ہے کہ اپنے ساتھ بیتنے والا یہ مذکورہ بالا واقعہ اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ صیغہ غائب میں ذکر کرتے ہیں گویا کسی اور کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط غصہ میں اٹھا اور آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور کے ساتھ بھینچا کہ آپ کا دم رکنے لگ گیا۔حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو وہ دوڑے آئے اور آپ کو اس بدبخت کے شر سے بچایا اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ کیا تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب مالقی النبی واصحابہ حدیث نمبر ۳۵۶۷)

ایک دفعہ آپ صحن کعبہ میں خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود تھے اور چند رؤساء قریش بھی وہاں مجلس لگائے بیٹھے تھے کہ ابوجہل نے کہا کہ ''اس وقت کوئی شخص ہمت کرے تو کسی اونٹنی کی بچہ دانی لا کر محمد کے اوپر ڈال دے۔'' چنانچہ عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور ایک ذبح شدہ اونٹنی کی بچہ دانی لا کر جو خون اور گندی آلائش سے بھرا ہوا تھا آپؐ کی پشت پر ڈال دیا اور پھر سب قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ فاطمۃ الزہرا کو اس کا علم ہوا تو وہ دوڑی آئیں اور اپنے باپ کے کندھوں سے یہ بوجھ اتارا۔ تب جا کر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ روایت آتی ہے کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رؤساء قریش کے نام لے لے کر جو اس طرح اسلام کو ذلیل کرنے اور مٹانے کے درپے تھے بددعا کی۔ اور خدا سے فیصلہ چاہا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ یہ سب لوگ بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو کر وادیٔ بدر کی ہوا کو متعفن کر رہے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب مالقی النبی حدیث نمبر ۳۵۶۵: وکتاب المغازی باب دعاء النبی علی کفار قریش حدیث نمبر ۳۶۶۵) ایک اور موقع پر آپ نے صحن کعبہ میں توحید کا اعلان کیا تو قریش جوش میں آ کر آپ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ آپ کے ربیب یعنی حضرت خدیجہ کے فرزند حارث بن ابی ہالہ کو اطلاع ہوئی تو وہ بھاگے آئے اور خطرہ کی صورت پا کر آپ کو قریش کی شرارت سے بچانا چاہا۔ مگر اس وقت بعض نوجوانان قریش کے اشتعال کی یہ کیفیت تھی کہ کسی بدباطن نے تلوار چلا کر حارث کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ اور اس وقت کے شوروشغب میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ تلوار چلانے والا کون تھا۔ (الاصابہ ذکر حارث)

ایک دفعہ آپؐ ایک راستہ پر چلے جاتے تھے کہ ایک شریر نے برسرعام آپ کے سر پر خاک ڈال دی۔ ایسی حالت میں آپ گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی ایک صاحبزادی نے یہ دیکھا تو جلدی سے پانی لے کر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا۔ اور زار زار رونے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا: ''بیٹی رو نہیں۔ اللہ تیرے باپ کی خود حفاظت کرے گا اور یہ سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔'' (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۸۰ مطبع استقامہ قاہرہ ۱۹۳۹ء) جنگ احد میں عتبہ بن ابی وقاص کا ایک پتھر آپ کے چہرہ مبارک پر لگا جس سے آپ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور ایک ہونٹ بھی زخمی ہوا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۷۹) ایک اور پتھر جسے عبداللہ بن شہاب نے پھینکا تھا اس نے آپ کی پیشانی کو زخمی کیا۔ ایک تیسرا پتھر جسے ابن قمۂ نے پھینکا تھا آپ کے رخسار مبارک پر آ لگا جس سے آپ کے مغفر (خود) کی دو کڑیاں آپ کے رخسار میں چبھ گئیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۸۰) آپ کے ناک پر بھی

زخم آیا۔ جسم مبارک کا دایاں پہلو مجروح ہوگیا۔ اور دائیں شانہ مبارک پر تلوار کا اتنا گہرا زخم آیا جو ایک مہینہ میں جاکر ٹھیک ہوا۔ آپ کے دونوں گھٹنوں پر سخت زخم آئے اور چہرہ مبارک سے خون بہنے لگا۔ آپ زخم کھاکر کھڑے نہ رہ سکے اور ایک گڑھے کے اندر گر گئے۔

شعب ابی طالب کی سختیاں جھیلنے کے بعد حضرت ابوطالب فوت ہو گئے تو ابو لہب قبیلہ کا سردار بن گیا اس نے آتے ہی رسول اللہ کو قبیلہ بدر کر دیا (رسول اللہ کی سیاسی زندگی مصنفہ ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۸۰) اس لیے شوال ۱۰/نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے یہ ایک طرح کی ہجرت تھی بعض روایتوں کی رو سے زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے وہاں پہنچ کر آپ نے دس دن قیام کیا اور شہر کے بہت سے رؤساء سے یکے بعد دیگرے ملاقات کی۔ مگر اس شہر کی قسمت میں بھی مکہ کی طرح اس وقت اسلام لانا مقدر نہ تھا۔ چنانچہ سب نے انکار کیا بلکہ ہنسی اڑائی۔ آخر آپ نے طائف کے رئیس اعظم عبد یالیل کے پاس جاکر اسلام کی دعوت دی مگر اس نے بھی صاف انکار کیا بلکہ تمسخر کے رنگ میں کہا کہ ’’اگر آپ سچے ہیں تو مجھے آپ کے ساتھ گفتگو کی مجال نہیں اور اگر جھوٹے ہیں تو گفتگو لاحاصل ہے۔‘‘ اور پھر اس خیال سے کہ کہیں آپ کی باتوں کا شہر کے نوجوانوں پر اثر نہ ہو جائے، آپ سے کہنے لگا۔ بہتر ہوگا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ یہاں کوئی شخص آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کے بعد اس بدبخت نے شہر کے آوارہ لڑکے آپ کے پیچھے لگا دیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے نکلے تو یہ لوگ شور کرتے ہوئے آپ کے پیچھے ہو لیے اور آپ پر پتھر برسانے شروع کیے جس سے آپ کا سارا بدن خون سے تربتر ہوگیا۔ کئی میل تک یہ لوگ آپ کے ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور پتھر برساتے چلے آئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۴۱۹) ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: لوگوں کا تشدد اس قدر بڑھا کہ میں شدت غم اور تھکاوٹ کی وجہ سے یہ بھی نہ جان سکا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں یہاں تک کہ قرن ثعالب (ایک پہاڑی چٹان) کی اوٹ میں کچھ ستانے کے لیے بیٹھ گیا وہاں پر جب میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ بادل سایہ کیے ہوئے ہے اور اس میں جبرئیل ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ اللہ نے وہ تمام باتیں سن لی ہیں جو تیری قوم نے تجھے کہی ہیں اور جو تکالیف تجھے پہنچائی ہیں۔ میرے ساتھ اللہ نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ جو بھی تم اس قوم کے بارہ میں فیصلہ کرو وہ اس کو بجالاوے۔ پھر پہاڑ کے فرشتے نے بھی مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمدؐ! میں ملک الجبال ہوں اللہ نے تمہاری قوم کی باتیں جو اس نے تجھے کہی ہیں اور وہ تکالیف جو تجھے پہنچائی ہیں سن لی ہیں اور مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ آپ مجھے جو بھی حکم دیں گے وہ میں بجالاؤں گا۔ اگر آپ کہیں کہ ان دو پہاڑوں کو (جن کے درمیان طائف کا شہر آباد ہے) آپس میں ملا دوں اور اس کے درمیان رہنے والوں کو پیس دوں تو میں ایسا کروں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑوں کے فرشتے کو کہا مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کی نسل سے شرک سے بچنے والے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے والے افراد پیدا ہوں گے اس لیے میں ان لوگوں کو نیست و نابود کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد مالقی النبی من اذی المشرکین حدیث نمبر ۳۳۵۲)

۱۹۔حکومت کی مخالفت کا ابتلا

اہل مکہ نے محض انفرادی طور پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی نہیں کی بلکہ اجتماعی طور پر بھی ہر ممکن عداوت کا مظاہرہ کیا۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق اہل مکہ کے متعدد وفود حضرت ابو طالب سے ملے اور انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دستبردار ہونے کا مشورہ دیا اور اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں دھمکیاں دیتے رہے۔ اس کے متعلق تاریخی ریکارڈ کی گواہی یہ ہے کہ سب سے پہلی کوشش قریش کی یہ تھی کہ جس طرح بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کی ہمدردی اور حفاظت سے محروم کر دیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس وقت تک وہ بین القبائل تعلقات کو خراب کیے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ ابوطالب قبیلہ بنو ہاشم کے رئیس تھے اور باوجود مشرک معاشرہ کے فرد ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مربی اور محافظ تھے اس لیے ان کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہاتھ اٹھانا بین القبائل سیاست کی رُو سے بنو ہاشم کے ساتھ جنگ چھیڑنے کے مترادف تھا جس کے لیے دوسرے قبائل قریش ابھی تک تیار نہ تھے۔ لہٰذا پہلی تجویز انہوں نے یہ کی کہ ابوطالب کے پاس دوستانہ رنگ میں ایک وفد بھیجا کہ وہ اپنے بھتیجے کو اشاعت اسلام سے روک دیں۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام اور ابوسفیان وغیرہ جو سب رؤساء قریش میں سے تھے ابوطالب کے پاس آئے او رنرمی کے طریق پر کہا کہ آپ ہماری قوم میں معزز ہیں۔ اس لیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی اشاعت سے روک دیں اور یا پھر اس کی حمایت سے دستبردار ہو جاویں۔ اور ہمیں اور اس کو چھوڑ دیں کہ ہم آپس میں فیصلہ کر لیں۔ ابو طالب نے ان کے ساتھ بہت نرمی کی باتیں کیں اور ان کے غصہ کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور بالآخر انہیں ٹھنڈا کر کے واپس کر دیا۔ لیکن چونکہ ان کی ناراضگی کا سبب موجود تھا بلکہ دن بدن ترقی کرتا جاتا تھا اور قرآن شریف میں بڑی سختی سے شرک کے رد میں آیات نازل ہو رہی تھیں۔ اس لیے کوئی لمبا عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ لوگ پھر ابو طالب کے پاس جمع ہوئے اور ان سے کہا کہ اب معاملہ حد کو پہنچ گیا ہے اور ہم کو رجس اور پلید اور شرالبریہ اور سفہاء اور شیطان کی ذریت کہا جاتا ہے اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا جاتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو لایعقل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس لیے اب ہم صبر نہیں کر سکتے اور اگر تم اس کی حمایت سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو پھر ہم بھی مجبور ہیں۔ ہم پھر تم سب کے ساتھ مقابلہ کریں گے حتیٰ کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ہلاک ہو جاوے۔ ابوطالب کے لیے اب نہایت نازک موقع تھا اور وہ سخت ڈر گئے۔ اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ جب آپ آئے تو ان سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! اب تیری باتوں کی وجہ سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ تو نے ان کے عقل مندوں کو سفیہ قرار دیا۔ ان کے بزرگوں کو شرالبریہ کہا۔ ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النّار رکھا اور خود انہیں رجس اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیرخواہی سے کہتا ہوں کہ اس دشنام دہی سے اپنی زبان کو تھام لو اور اس کام سے باز آجاؤ۔ ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ اب ابو طالب کا پائے ثبات بھی لغزش میں ہے اور دنیاوی اسباب میں سے سب سے بڑا سہارا مخالفت کے بوجھ کے نیچے دب کر ٹوٹا چاہتا ہے۔ مگر آپ کے ماتھے پر بل تک نہ تھا۔ نہایت اطمینان سے فرمایا چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو وہ کام ہے جس کے واسطے میں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کی خرابیاں ان پر ظاہر کر کے انہیں سیدھے رستے کی طرف بلاؤں اور اگر اس راہ میں مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لیے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اس راہ میں وقف ہے اور میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا۔ اور اے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو آپ بے شک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہو جاویں۔ مگر میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا اور میں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتیٰ کہ خدا اسے پورا کرے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر فرما رہے تھے اور آپ کے چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں تھی اور جب آپ تقریر ختم کر چکے تو آپ یکلخت چل پڑے اور وہاں سے رخصت ہونا چاہا مگر ابو طالب نے پیچھے سے آواز دی۔ جب آپ لوٹے تو آپ نے دیکھا کہ ابوطالب کے آنسو جاری تھے۔ اس وقت ابو طالب نے بڑی رقت کی آواز میں آپ سے مخاطب ہو کر کہا ’’بھتیجے جا اور اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔‘‘ (ماخوذ از ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۱) جب اس دفعہ بھی قریش ناکام رہے تو انہوں نے ایک اور چال چلی اور وہ یہ کہ قریش کے ایک اعلیٰ خاندان سے ایک ہونہار نوجوان عمارہ بن ولید کو ساتھ لے کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ’’ہم عمارہ بن ولید کو اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ یہ قریش کے بہترین نوجوانوں میں سے ہے۔ پس تم ایسا کرو کہ محمدؐ کے عوض میں تم اس لڑکے کو لے لو اور اس سے جس طرح چاہو فائدہ اٹھاؤ۔ اور چاہو تو اسے اپنا بیٹا بنالو۔ ہم اس کے حقوق سے کلیۃً دستبردار ہوتے ہیں اور اس کے عوض تم محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دو جس نے ہمارے آبائی دین میں رخنہ پیدا کر کے ہماری قوم میں ایک فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔ اس طرح جان کے بدلے جان کا قانون پورا ہو جائے گا اور تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی ابو طالب نے کہا ’’یہ عجیب انصاف ہے کہ میں تمہارے بیٹے کو لے کر اپنا بیٹا بناؤں اور اسے کھلاؤں اور پلاؤں اور اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اسے قتل کر دو۔ واللہ یہ بھی کبھی نہیں ہوگا۔‘‘ قریش کی طرف سے مطعم بن عدی نے کہا کہ ’’اے ابوطالب تمہاری قوم نے تم پر ہر رنگ میں حجت پوری کر دی ہے اور اب تک جھگڑے سے اپنے آپ کو بچایا ہے مگر تم ان کی کوئی بات بھی مانتے نظر نہیں آتے‘‘ ابوطالب نے کہا ’’واللہ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جا رہا اور مطعم میں دیکھتا ہوں کہ تم بھی اپنی قوم کی پیٹھ ٹھونکنے میں میرے ساتھ بے وفائی کرنے پر آمادہ ہو۔ پس اگر تمہارے تیور بدلے ہوئے ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تم نے جو کرنا ہو وہ کرو۔‘‘ (سیرت ابن ہشام مباراۃ رسول اللہ قومہ جلد ا صفحہ ۲۶۲)

۲۰۔ مقامات مقدسہ کی توہین کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت خانہ کعبہ ۳۶۵ بتوں کی آماجگاہ تھا۔ یہ وہ گھر تھا جسے خدا نے توحید کے اعلان کے لیے قائم کروایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں جاکر عبادت کرتے اور توحید کا پیغام دیتے مگر خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ یہ معاملہ واقعتاً آپ کے لیے جذباتی طور پر ابتلا تھا لیکن آپ نے کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جو دشمن کو مشتعل کرتا۔ ان کے بتوں کو بھی کبھی گالی نہ دی مبادا وہ خدا کو گالیاں دینے لگیں۔ عرب ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور اسی طرح کئی بد رسومات میں مبتلا تھے مگر آپ ان کی اصلاح کی امن و آشتی سے کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فاتحانہ شان سے مکہ میں داخلہ کی توفیق عطا کی تو آپ نے بتوں کی نجاست سے خانہ کعبہ کو پاک کر دیا اور ببانگ بلند توحید کا نعرہ بلند کیا۔

۲۱۔ بیٹیوں کی طلاق کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے قبل آپ کی دو بیٹیوں حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتیبہ اور عتبہ سے ہو چکے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کا اعلان فرمایا تو ابو لہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دے کر رخصتانہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوا دی۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۶۱۲ از محمد بن عبد الکریم جزری مکتبہ الامیہ طہران)

۲۲۔سوشل بائیکاٹ کا ابتلا

مکہ میں محرم ۷/نبوی میں ایک باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا کہ کوئی شخص خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب سے رشتہ نہیں کرے گا اور نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کرے گا۔ نہ ان سے کچھ خریدے گا اور نہ ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز جانے دے گا اور نہ ان سے کسی قسم کا تعلق رکھے گا۔ جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر آپ کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ جس میں قریش کے قبائل بنوکنانہ بھی شامل تھے۔ باقاعدہ لکھا گیا اور تمام بڑے بڑے رؤساء کے اس پر دستخط ہوئے اور پھر وہ ایک اہم قومی عہد نامہ کے طور پر کعبہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب کیا مسلم اور کیا کافر (سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کے جس نے اپنی عداوت کے جوش میں قریش کا ساتھ دیا) شعب ابی طالب میں جو ایک پہاڑی درہ کی صورت میں تھا، محصور ہوگئے اور اس طرح گویا قریش کے دو بڑے قبیلے مکہ کی تمدنی زندگی سے عملاً بالکل منقطع ہو گئے اور شعب ابی طالب میں جو گویا بنو ہاشم کا خاندانی درہ تھا قیدیوں کی طرح نظر بند کر دیے گئے چند گنتی کے دوسرے مسلمان جو اس وقت مکہ میں موجود تھے وہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جو جو مصائب اور سختیاں ان ایام میں ان محصورین کو اٹھانی پڑیں ان کا حال پڑھ کر بدن

پر لرزہ پڑ جاتا ہے صحابہؓ کا بیان ہے کہ بعض اوقات انہوں نے جانوروں کی طرح جنگلی درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت ان کا پاؤں کسی ایسی چیز پر جا پڑا جو تر اور نرم معلوم ہوتی تھی (غالباً کھجور کا ٹکڑا ہوگا) اس وقت ان کی بھوک کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے فوراً اسے اٹھا کر نگل لیا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آج تک پتا نہیں کہ وہ کیا چیز تھی۔ ایک دوسرے موقع پر بھوک کی وجہ سے ان کا یہ حال تھا کہ انہیں ایک سوکھا ہوا چمڑہ زمین پر پڑا ہوا مل گیا تو اسی کو انہوں نے پانی میں نرم اور صاف کیا اور پھر بھون کر کھایا اور تین دن اسی غیبی ضیافت میں بسر کیے۔ بچوں کی یہ حالت تھی کہ محلہ سے باہر ان کے رونے اور چلانے کی آوازیں جاتی تھے جسے سن سن کر قریش خوش ہوتے۔ لیکن مخالفین اسلام سب ایک سے نہ تھے بعض یہ دردناک نظارے دیکھتے تھے تو ان کے دل میں رحم پیدا ہوتا تھا۔ چنانچہ حکیم بن حزام کبھی کبھی اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لیے خفیہ خفیہ کھانے لے جاتے تھے۔ مگر ایک دفعہ ابوجہل کو کسی طرح اس کا علم ہوگیا تو اس کم بخت نے راستہ میں بڑی سختی سے روکا اور باہم ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ مصیبت برابر اڑھائی تین سال تک جاری رہی اور اس عرصہ میں مسلمان سوائے حج وغیرہ کے موسم کے جبکہ اشہر حرم کی وجہ سے امن ہوتا تھا باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام حالات شعب ابی طالب۔ طبقات ابن سعد ذکر حصر قریش۔ السیرۃ المحمدیہ صفحہ ۱۲۹ باب اجتماع المشرکین علی منابذۃ بنی ہاشم۔ الروض الانف جلد دوم صفحہ ۱۶۰ حالات نقض الصحیفہ۔ تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۵۰،۴۷)

۲۳۔ پیاروں کی تکالیف کا ابتلا

اسلام لانے کے جرم میں مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہؓ دشمنوں کے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھوں کے سامنے یہ ظلم وستم دیکھنے پر مجبور تھے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کے اور آپؐ کے ذریعہ دیگر صحابہ کے ہاتھ تلوار اٹھانے سے روک رکھے تھے۔ ان عظیم عاشقان توحید کے سروں سے گزرنے والے ظلم کی ہر لہر یقیناً محمد مصطفیٰؐ کے دل کو چھیدتی ہوتی گزرتی ہوگی نہ جانے کس طرح آپ کی روح ان کے دکھوں کو دیکھ کر پگھلتی ہوگی مگر زبان سے ان کے لیے سوائے صبر کے اور مستقبل کی خوشخبریوں کے کوئی پیغام نہ تھا۔ ایک دفعہ آل یاسر کو سخت اذیت دی جارہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا اے آل یاسر! صبر کرو اور خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ (مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب عمار جلد ۳ صفحہ ۳۸۳ مکتبہ النصر الحدیثہ ریاض) حضرت عمارؓ کو قریش عین دوپہر کے وقت انگاروں پر لٹاتے اور پانی میں غوطے دیتے۔ ایک مرتبہ انہیں انگاروں پر لٹایا جارہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے حضرت عمار کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا کی کہ اے آگ عمار کے لیے اسی طرح ٹھنڈک اور سلامتی کا موجب بن جا جس طرح ابراہیم کے لیے بنی تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۴۶ دار بیروت۔ بیروت ۱۹۵۷ء)

رسول اللہؐ کے فدائیوں اور عاشقوں پر اترنے والی قیامتوں کا یہ ایک طویل سلسلہ تھا۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ان کے چھلنی جسم اور لہولہان وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو پارہ پارہ کر دیتے تھے۔ بعض معزز گھرانوں کے مظلوم صحابہ نے جب جوابی کارروائی کی اجازت مانگی تو آپ نے صبر کا ارشاد فرمایا۔ (سنن نسائی کتاب الجہاد باب وجوب الجہاد۔ حدیث نمبر ۳۰۳۶) اور جب بعض صحابہ نے بد دعا کی درخواست کی تو آپ نے انہیں پہلے نبیوں کی قوموں پر آنے والے ابتلاؤں کی خبر دے کر انہیں راہ وفا میں نئی چوٹیاں سر کرنے کی تلقین کی اور اپنے دین کے غلبہ کی خبر دے کر انہیں صبر واستقامت کے بلند مینار پر فائز ہونے کا ارشاد فرمایا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب مالقی النبی۔ حدیث نمبر ۳۵۶۳)

۲۴۔ جلاوطنی کا ابتلا

مکہ کے رؤسا اور برسر اقتدار نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ مکہ میں آپؐ کا رہنا دوبھر کر دیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کوئی حق کو قبول کر لے اور وہاں اسلام کے قدم جم جائیں مگر وہ سارے ہی بدنصیب نکلے واپسی پر مکہ کے دروازے آپ کے لیے بند ہو چکے تھے اور اس زمانہ کے دستور کے مطابق آپ جلاوطن ہو گئے تھے مگر آپ پھر بھی اپنی عظیم ذمہ داریوں اور قوم کی محبت میں مطعم بن عدی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہو گئے۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد ہی خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ آپ کو وطن چھوڑنے کا جو دکھ اور قلق تھا اس کا اندازہ ان دو جملوں سے ہوسکتا ہے جو آپ نے مکہ چھوڑتے وقت ارشاد فرمائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مکہ تو اللہ کی بہترین زمین ہے اور اللہ کی زمینوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب المناسک باب فضل مکہ حدیث نمبر ۳۰۹۹)

۲۵۔ تعاقب کا ابتلا

سفر ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ لی۔ قریش پہلے تو آپ کو مکہ میں ادھر ادھر ڈھونڈتے رہے مگر ناکام رہے۔ آخر انہوں نے عام اعلان کیا کہ جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا، اس کو ایک سو اونٹ انعام دیے جاویں گے۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۴۰ زیر حدیث بخاری ۳۹۰۶) چنانچہ کئی لوگ انعام کی طمع میں مکہ کے چاروں طرف ادھر ادھر نکل گئے۔ خود رؤساء قریش بھی سراغ لیتے لیتے آپ کے پیچھے نکلے اور عین غار ثور کے منہ پر جا پہنچے۔ قریش اس قدر قریب پہنچ گئے تھے کہ ان کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قریش اتنے قریب ہیں کہ ان کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ اور اگر وہ ذرا آگے ہو کر جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یعنی ”ہرگز کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“ پھر فرمایا: اے ابوبکر تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب المہاجرین حدیث نمبر ۳۳۸۰) ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب قریش غار کے منہ کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ سخت گھبرا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو تسلی دی کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے رقت بھری آواز میں کہا: ”یا رسول اللہؐ! اگر میں مارا جاؤں تو میں تو بس ایک اکیلی جان ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپ پر کوئی آنچ آئے تو پھر تو گویا ساری امت کی امت مٹ گئی۔“ اس پر آپؐ نے خدا سے الہام پاکر یہ الفاظ فرمائے کہ اے ابوبکر! ہرگز کوئی فکر نہ کرو کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم دونوں اس کی حفاظت میں ہیں۔ یعنی تم تو میری وجہ سے فکرمند ہو اور تمہیں اپنے جوش اخلاص میں اپنی جان کا کوئی غم نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اس وقت نہ صرف میرا محافظ ہے بلکہ تمہارا بھی۔ اور وہ ہم دونوں کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ (شرح المواہب زرقانی جلد اول صفحہ ۲۳۶)

غار ثور سے نکل کر مدینہ کے رستہ میں آپ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ان کے پیچھے آرہا ہے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر کہا ”یارسول اللہ! کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آرہا ہے“ آپؐ نے فرمایا ”کوئی فکر نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب المہاجرین حدیث نمبر ۳۳۷۹) یہ تعاقب کرنے والا سراقہ بن مالک تھا جو اپنے تعاقب کا قصہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے کہ میں گھوڑے کو تیز کر کے محمد اور ان کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں زمین پر گر گیا، لیکن میں جلدی سے اٹھا اور اپنا ترکش نکال کر میں نے ملک کے دستور کے مطابق تیروں سے فال لی۔ فال میرے منشا کے خلاف نکلی۔ مگر (اسلام کی عداوت کا جوش اور انعام کا لالچ تھا) میں نے فال کی پرواہ نہ کی اور پھر سوار ہو کر تعاقب میں ہولیا اور اس دفعہ اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (جو اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے جارہے تھے) قراءت کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک دفعہ بھی منہ موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ مگر ابوبکر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کی وجہ سے) بار بار دیکھتے تھے۔ میں جب ذرا آگے بڑھا تو میرے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس دفعہ اس کے پاؤں ریت کے اندر دھنس گئے اور میں پھر زمین پر آرہا۔ میں نے اٹھ کر گھوڑے کو جو دیکھا تو اس کے پاؤں زمین میں اس قدر دھنس چکے تھے کہ وہ انہیں زمین سے نکال نہیں سکتا تھا۔ آخر بڑی مشکل سے وہ اٹھا اور اس کی اس کوشش سے میرے اردگرد سب غبار ہی غبار ہوگیا۔ اس وقت میں نے پھر فال لی اور پھر وہی فال نکلی۔ جس پر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو صلح کی آواز دی۔ اس آواز پر وہ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ اس سرگزشت کی وجہ سے جو میرے ساتھ گزری تھی میں نے یہ سمجھا کہ اس شخص کا ستارہ اقبال پر ہے اور یہ کہ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب رہیں گے۔ چنانچہ میں نے صلح کے رنگ میں ان سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کو قتل کرنے یا پکڑ لانے کے لیے اس قدر انعام مقرر کر رکھا ہے اور لوگ آپ کے متعلق یہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور میں بھی اسی ارادے سے آیا تھا مگر اب میں واپس جاتا ہوں اس کے بعد میں نے انہیں کچھ زاد راہ پیش کیا مگر انہوں نے نہیں لیا اور نہ ہی مجھ سے کوئی اور سوال کیا صرف اس قدر کہا کہ ہمارے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد میں نے (یہ یقین کرتے ہوئے کہ کسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک میں غلبہ حاصل ہو کر رہے گا) آپ سے عرض کیا کہ مجھے ایک امن کی تحریر لکھ دیں جس پر آپ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اس نے مجھے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امن کی تحریر لکھ دی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آگے روانہ ہو گئے۔ (بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی حدیث نمبر ۳۶۱۶) جب سراقہ واپس لوٹنے لگا۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا: ”سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے؟“ سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ ”کسریٰ بن ہرمز شہنشاہ ایران“؟ آپؐ نے فرمایا ”ہاں!“ سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدوی اور کہاں کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن! مگر قدرت حق کا تماشا دیکھو کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کسریٰ کے کنگن بھی غنیمت کے مال کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو چکا تھا۔ اور اپنے سامنے اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن جو بیش قیمت جواہرات سے لدے ہوئے تھے پہنائے۔

(اسد الغابہ، ذکر سراقہ)

۲۶۔ جنگوں کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین تھے۔ کائنات کے ہر ذرہ کے لیے آپ کا دل محبت اور شفقت سے بھرپور تھا۔ ایسا درد تو کسی بچے نے اپنی ماں سے بھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر دشمن نے آپ پر ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ مکہ میں ۱۳ سال آپ اور آپ کے ساتھیوں نے دکھ اٹھائے مگر دم نہ مارا اور باوجود صحابہ کی خواہش کے رسول اللہؐ نے انہیں عفو ہی کی تعلیم دی یہاں تک کہ خدا نے آپ کو مدینہ ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ مگر دشمنوں نے وہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا تب مجبوراً خدا کے حکم پر آپ کو تلوار اٹھانا پڑی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اور شخصیت کے لحاظ سے یہ یقیناً بہت بڑا ابتلا تھا کہ آپ جن کے غم میں راتوں کو ہلکان رہتے تھے دن کو ان پر تلوار اٹھائیں جن کے لیے آپ سراپا خیر ہیں ان کے خون بہائیں۔ مگر تقدیر الٰہی کے اس ابتلا میں بھی آپ سرخرو ہو کر گزرے رحمت کا حق بھی ادا کیا اور شجاعت اور جوانمردی کے نظارے بھی دکھائے۔ کم وبیش ۸۲ غزوات وسرایا آپ کو پیش آئے۔ جن میں سے ۱۹؍ کے قریب غزوات میں آپ کو بنفس نفیس شرکت کرنا پڑی۔ رسول اللہؐ کی خواہش تھی کہ کم سے کم قتل وغارت ہو اس لیے امن کے قیام کے لیے ہر ممکن جدوجہد فرماتے تھے۔ چنانچہ عملاً جن جنگوں میں آپ کی موجودگی میں قتال ہوا وہ آٹھ نو سے زیادہ نہیں اور آپ نے ان تمام مواقع پر اپنے ہاتھ سے جو قتل کیا وہ صرف ایک تھا۔ جو اپنی بدبختی سے اس محسن کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جنگ احد میں آپ شدید زخمی ہوئے۔ چہرہ مبارک لہولہان تھا۔ دو دانت ٹوٹ گئے تھے ابی بن خلف ایک کافر مدت سے تیاری کر رہا تھا۔ اس نے ایک گھوڑا پالا ہی اس لیے تھا۔ اس کو روزانہ جوار کھلاتا کہ اس پر چڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا۔ اس بدبخت کی نظر جب رسول اللہؐ پر پڑی تو

گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے آیا اور یہ نعرہ لگایا کہ اگر محمدؐ بچ جائیں تو میری زندگی عبث ہے۔صحابہ نے یہ دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اور اس کے درمیان حائل ہونا چاہا۔مگر رسول اللہ نے فرمایا ہٹ جاؤ اسے آنے دو اور میرے زخمی آقا نے جن کے زخم سے ابھی خون رس رہا تھا نیزہ تھام کر اس کی گردن پر وار کیا۔ وہ چنگھاڑتا ہوا واپس مڑا۔ کسی نے کہا بھئی معمولی زخم ہے کیا چیختا اور واویلا کرتا ہے۔ اس نے کہا یہ معمولی زخم نہیں محمد کا لگایا ہوا ہے۔اسی زخم سے وہ بعد میں ہلاک ہوگیا۔ (سیرت ابن ہشام زیر عنوان قتل ابی خلف جلد ۳ صفحہ ۸۹)

۲۷۔سفروں کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعویٰ نبوت سے قبل تجارت کے لیے اور دعویٰ کے بعد تبلیغ حق کے لیے کثرت سے سفر کرنے پڑے غزوات کے سفر ان کے علاوہ ہیں۔

سفر تو عذاب کا حصہ ہوتا ہے اور عرب جیسے گرم اور صحرائی علاقے کا سفر آسان نہیں ہوتا مگر آپ کے سفروں کے ابتلا نے آپ کے اخلاق کو اجاگر کیا۔حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر سفر کیا تو وہ آپ کی امانت و دیانت کی گرویدہ ہوگئیں۔ ایک سفر میں پڑاؤ کے دوران صحابہ نے مختلف ڈیوٹیاں اپنے ذمہ لیں تو آپؐ نے فرمایا میں بھی لکڑیاں اکٹھی کر کے لاؤں گا۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۲۶۵ دارالمعرفہ بیروت) ایک سفر میں پانی ختم ہوگیا تو آپؐ کی دعا سے سوکھا چشمہ ابل پڑا۔ کبھی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی ابلنے لگا۔ ایک سفر میں پانی کی کمی تیمم کے احکامات کے نزول کا موجب بن گئی۔غزوہ ذات الرقاع میں صحابہ کو پاؤں پر پٹیاں باندھنی پڑیں۔تبوک کا فاصلہ مدینہ سے کم و بیش ۴۰۰ میل ہے اور آپ کو ۹ھ میں ۶۱ سال کی عمر میں یہ لمبا سفر اختیار کرنا پڑا جو ۳ ماہ کے عرصہ پر مشتمل تھا۔موسم خراب تھا۔خشک سالی تھی اور تیس ہزار کا لشکر لے کر نکلنا بہت مشکل مرحلہ تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شجاعت اور حسن انتظام کے ساتھ نکلے مگر دشمن کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۲۸۔جسمانی مشقت کا ابتلا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک پیاس اور ذہنی اذیت کے علاوہ جسمانی مشقت کا ابتلا بھی برداشت کرنا پڑا اور یہ بھی دو پہلوؤں میں منقسم ہے۔

ا۔ وہ مشقت جو آپ نے اپنی عاجزی وانکساری کی بنا پر اختیار کی۔مثلاً گھر کے کاموں میں ازواج مطہرات کے ساتھ شریک رہے یا صحابہ کے ساتھ مل کر اجتماعی کاموں میں پورا پورا حصہ لیا اور مشقت اٹھائی۔

حضور اکرم ﷺ گھر کے جو کام کرتے تھے ان کا نقشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح کھینچا ہے کہ حضور اپنی جوتی خود مرمت کر لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے۔ (مسند احمد حدیث نمبر ۲۴۱۷۶) دوسری روایات میں ہے کہ آپ اپنے کپڑے صاف کر لیتے، ان کو پیوند لگاتے بکری کا دودھ دوہتے، اونٹ باندھتے، ان کے آگے چارہ ڈالتے، آٹا گوندھتے اور بازار سے سودا سلف لے آتے۔ (شفاعیاض باب تواضعہ) مزید بیان کیا گیا ہے کہ ڈول مرمت کر لیتے خادم اگر آٹا پیستے ہوئے تھک جاتا تو اس کی مدد کرتے اور بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے تھے۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۲۶۴۔اسد الغابہ) بازار جاتے تو اپنی خرید کردہ اشیاء خود اٹھاتے۔ (شفاء عیاض باب تواضعہ) طواف کے وقت آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تو خود مرمت فرمائی۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۲۶۵) حضرت سلمان فارسیؓ نے جب اسلام قبول کیا اس وقت وہ مدینہ کے ایک یہودی کے غلام تھے۔ اور اس نے حضرت سلمان فارسیؓ کی آزادی کی یہ قیمت مقرر کی کہ وہ کھجور کے تین سو درخت لگائیں۔ نلائی گوڈی کر کے پانی دے کر انہیں تیار کریں اور مالک کے حوالے کر دیں نیز چالیس اوقیہ (ایک پیمانہ) چاندی اس کو ادا کریں۔حضرت سلمان نے جب حضور کو یہ اطلاع دی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ صحابہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کھجور کے پودے لے آئے۔کوئی تیس کوئی بیس کوئی دس۔ یہاں تک کہ تین سو پودے جمع ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے گڑھے کھودنے کا حکم دیا چنانچہ صحابہ نے اپنے بھائی کی پوری پوری مدد کی اور تمام گڑھے اجتماعی وقار عمل سے کھود لیے گئے۔جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کی گئی تو آپ نے تمام پودے اپنے ہاتھوں سے گڑھوں میں لگائے۔صحابہ کہتے ہیں کہ ہم ایک ایک پودے کو حضور کے قریب لاتے اور آپ اسے اپنے دست مبارک سے گڑھے میں رکھ دیتے۔حضرت سلمان کہتے ہیں خدا کی قسم ان پودوں میں سے ایک بھی نہیں مرا اور سارے کے سارے پھولنے پھلنے گئے۔ اس طرح اس یہودی کی شرط پوری ہوگئی۔ اسی طرح آپ کو کسی نے سونا پیش کیا جو آپ نے حضرت سلمان کو دے دیا اور انہوں نے آزادی حاصل کر لی۔ (سیرت ابن ہشام باب اسلام سلمان جلد ۱ صفحہ ۲۳۴ مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۹۳۶ء)

مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے ایک مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی۔ خاندان بنونجار کے دو یتیم بچوں سے زمین خریدی گئی اور شہنشاہ عالم اپنے قدوسیوں کے ساتھ پھر مزدوروں کے لباس میں آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے۔ اور صحابہ کو دعا دیتے یہ اشعار پڑھتے۔

هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابر ربنا و اطهر
اللهم ان الاجر اجر الاخرة فاغفر الانصار و المهاجرة
(صحیح بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی حدیث نمبر ۳۶۱۶:)

یعنی یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے بلکہ اے ہمارے مولیٰ یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں۔ اے ہمارے اللہ اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔ پس تو اپنے فضل سے انصار و مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی تھی جس کا نام قبا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل کئی مہاجرین مکہ سے آ کر اس بستی میں ٹھہر گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خود ہجرت فرمائی تو مدینہ جانے سے قبل اس بستی میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جسے مسجد قبا کہتے ہیں۔مسجد کی تعمیر میں آپ نے خود صحابہ کے ساتھ مزدوروں کی طرح حصہ لیا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا قریب کی پتھریلی زمین سے پتھر جمع کر کے لاؤ۔ پتھر جمع ہو گئے تو آپ نے خود قبلہ رخ ایک خط کھینچا۔اور خود اس پر پہلا پتھر رکھا۔ پھر بعض بزرگ صحابہ سے فرمایا اس کے ساتھ ایک ایک پتھر رکھو۔ پھر عام اعلان فرمایا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر رکھے۔صحابہ بیان کرتے ہیں کہ آپ خود بھاری پتھر اٹھا کر لاتے یہاں تک کہ جسم مبارک جھک جاتا۔ پیٹ پر مٹی نظر آتی صحابہ عرض کرتے۔ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ یہ پتھر چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے مگر آپؐ فرماتے نہیں تم ایسا ہی اور پتھر اٹھا لاؤ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۲۴ صفحہ ۳۱۸ مکتبۃ ابن تیمیۃ قاہرہ) حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اس موقع پر جوش دلانے والے شعر پڑھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قافیہ کے ساتھ بلند آواز سے آواز ملاتے تھے۔ (وفاء الوفاء جلد اول صفحہ ۱۷۹تا۱۸۱ نورالدین سمہودی۔مطبع آداب مصر ۱۳۲۶ھ)

۲۹۔جبری جسمانی مشقت کا ابتلا

یعنی وہ جسمانی مشقت جو دشمنوں کی اذیتوں کے تسلسل میں آپ کو برداشت کرنی پڑی۔شوال ۵ھ میں کفار مکہ کی سرکردگی میں پندرہ ہزار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔جس کی روک تھام کے لیے مدینہ کے غیر محفوظ حصہ کے سامنے خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی نگرانی میں موقع پر نشان لگا کر پندرہ پندرہ فٹ کے ٹکڑوں کو دس دس صحابہ کے سپرد فرما دیا۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳۹۷۔از ابن حجر عسقلانی دارنشرا لکتب الاسلامیۃ لاہور ۱۹۸۱ء) ان ٹولیوں نے اپنے کام کی تقسیم اس طرح کی کہ کچھ آدمی کھدائی کرتے تھے اور کچھ کھدی ہوئی مٹی اور پتھروں کو ٹوکریوں میں بھر کر کندھوں پر لاد کر باہر پھینکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر وقت خندق کے پاس گزارتے اور بسا اوقات خود بھی صحابہؓ کے ساتھ مل کر کھدائی اور مٹی اٹھانے کا کام کرتے تھے۔ اور ان کی طبائع میں شگفتگی قائم رکھنے کے لیے بعض اوقات آپ کام کرتے ہوئے شعر پڑھنے لگ جاتے جس پر صحابہ بھی آپ کے ساتھ سُر ملا کر وہی شعر یا کوئی دوسرا شعر پڑھتے۔ ایک صحابی کی روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا کہ آپ کا جسم مبارک مٹی اور گرد و غبار کی وجہ سے بالکل ڈھکا ہوا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق حدیث نمبر ۳۷۹۳) سخت فاقے اور سردی کے ان ایام میں صحابہ تھکن سے چور تھے اور ایک پتھر توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے بھی صحابہ کی طرح پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ آپ نے کدال لے کر تین دفعہ اس پتھر پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ ہر ضرب کے ساتھ ایک شعلہ نکلا اور عظیم فتوحات کی خوشخبریاں آپ کو دی گئیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۷۰۴ مکتبہ محمد علی صبیح۔مصر ۱۹۶۳ء)

۳۰۔اہل خانہ کے مطالبات کا ابتلا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سادہ اور مشکل زندگی گزاری اور ہمیشہ اپنی ازواج اور اولاد کو بھی سادگی اور قناعت کی تعلیم دی۔فتوحات کے دور میں ازواج نے متفق ہو کر آپ سے دنیاوی اموال مانگے تو آپؐ نے قرآنی حکم کی روشنی میں فرمایا اگر دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مالی فائدہ پہنچاؤں اور رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو خوشی سے میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔ (الاحزاب: ۳۰،۲۹) حضرت فاطمہ کی طرف سے ایک غلام مانگنے پر فرمایا کہ اس سے بہتر ہے کہ تم ذکر الٰہی کیا کرو۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب علی حدیث نمبر ۳۴۲۹) حضرت حسنؓ نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی تو آپ نے فوراً اسے ان کے منہ سے نکال لیا اور فرمایا کہ آل محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اخذ صدقۃ التمر حدیث نمبر ۱۳۹۰)

۳۱۔ایفائے عہد کا ابتلا

وعدہ وفائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی صفت تھی لیکن بعض مواقع آپ کی زندگی میں ایسے بھی آئے جب وعدہ وفا کرنا قانونی طور پر ممکن نہ تھا اور بعض حالات میں ایفائے عہد کی کوشش کے نتیجہ میں سوائے تمسخر اور بدنامی کے اور کچھ حاصل ہونے کا امکان نہ تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت میں وعدہ وفا کرنے کی عظیم مثالیں قائم فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوانی میں معاہدہ حلف الفضول میں شرکت کی تھی جس کے سب شرکاء نے وعدہ کیا کہ ہم ہمیشہ ظلم کو روکیں گے اور مظلوم کی مدد کریں گے۔اس عہد کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی پاسداری کی۔ بلکہ سب سے بڑھ کر کی اور حقیقت میں ایفائے عہد کے شاندار نظارے بعثت کے بعد دکھلائے جب شدید دشمنوں اور ظالموں کے مقابل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان اور عزت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے معاہدہ حلف الفضول کے تحت مظلوموں کا حق دلوانے کی بھرپور سعی کی۔اس کی تائید میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

اراش قبیلہ کا ایک فرد مکہ میں اونٹ بیچنے کے لیے لایا۔ ابوجہل نے اس سے ایک اونٹ خریدا اور رقم ادا کرنے کے لیے ٹال مٹول کرنے لگا۔ وہ شخص دہائی دیتا ہوا قریش کے سرداروں کی مجلس میں پہنچ گیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ اے سردارو مجھ غریب مسافر کا حق ابوالحکم نے مار لیا ہے۔ مجھے اونٹ کی قیمت دلادو۔اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے۔ اور وہ سب سردار جانتے تھے کہ ابوجہل رسول اللہؐ سے سخت دشمنی رکھتا ہے۔ انہوں نے اس شخص سے استہزا کرتے ہوئے رسول اللہؐ کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ شخص تجھے حق دلا سکتا ہے۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اپنی داستان سنائی۔ رسول اللہؐ اس کی بات سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوجہل کی طرف جانے لگے۔قریشی سرداروں نے ایک شخص سے کہا کہ تو ان کے پیچھے جا اور دیکھ کیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے ساتھ ابوجہل کے دروازہ پر پہنچے۔ دستک دی۔ اس نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا میں محمدؐ ہوں تم باہر آؤ۔ ابوجہل باہر آیا تو فرمایا اس شخص کا حق ادا کرو۔ وہ کہنے لگا آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی اس کی رقم لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور رقم لے آیا۔ وہ شخص واپس جاتے ہوئے اہل قریش کی اسی مجلس کے پاس ٹھہرا اور کہا اللہ محمد کو جزا دے مجھے میرا حق مل گیا۔ اتنی دیر میں وہ شخص جو رسول اللہؐ کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا واپس آ گیا اور ابوجہل کے متعلق سارا واقعہ بیان کیا تو سب سخت حیران ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ابوجہل آیا تو سب نے اسے لعن طعن کی۔ اس نے کہا جب میں محمدؐ کے بلانے پر باہر آیا تھا تو میں نے دیکھا کہ محمدؐ کے پیچھے قوی الجثہ خوفناک زبردست جبڑوں والا اونٹ ہے اور اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے نگل جاتا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد اول صفحہ

۴۶۹ قصۃ الاراشی داراحیاء التراث العربی بیروت)

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے گا وہ اہل مکہ کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائے گا عین اس وقت جب معاہدہ کی شرطیں زیر تحریر تھیں اور آخری دستخط نہ ہوئے تھے حضرت ابوجندل پابہ زنجیر اہل مکہ کی قید سے بھاگ کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریادی ہوئے۔ تمام مسلمان اس درد انگیز منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باطمینان تمام ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ”اے ابوجندل! صبر کرو ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے کوئی راستہ نکالے گا۔“ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد حدیث نمبر ۲۵۲۹)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کہتے ہیں کہ میں غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں اور میرا ایک ساتھی ابو حُسَیل سفر میں تھے کہ کفار مکہ نے ہمیں پکڑ لیا کہ تم محمدؐ کے پاس جا رہے ہو (تا کہ آپ کے لشکر میں شامل ہو جاؤ) ہم نے کہا ہم تو مدینہ جا رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے ہم سے یہ عہد لے کر چھوڑا کہ ہم مدینہ چلے جائیں گے اور کفار کے خلاف لڑائی میں شامل نہ ہوں گے۔ یہ عہد گو جارحانہ حملہ آوروں نے جبراً لیا تھا اور کسی معروف ضابطہ اخلاق میں اس کا ایفاء لازمی نہیں تھا مگر رسول اللہ ﷺ کو عہد کا اتنا پاس تھا کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ ایک ایک سپاہی کی ضرورت تھی آپؐ نے فرمایا ”تو پھر تم جاؤ اور اپنے عہد کو پورا کرو۔ ہم اللہ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور اسی کی نصرت پر ہمارا بھروسہ ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الوفاء بالعہد حدیث نمبر ۳۳۴۲)

۳۲۔ بھوک پیاس کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریباً ساری زندگی بھوک کے ابتلا سے دوچار ہونا پڑا۔ اور یہ دو قسم کا ہے۔

ا۔ وہ ابتلا جب دشمن نے بھوک و پیاس کے ذریعہ آپ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے کچھ واقعات گزر چکے ہیں ۲۔ وہ ابتلا جو معاشی حالات کی تنگی کے نتیجہ میں آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رنگ میں آنے والے ان ابتلاؤں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر تیس دن ایسے گزرے کہ میرے اور بلال کے لیے کوئی کھانا نہیں تھا جسے کوئی زندہ وجود کھا سکے سوائے معمولی سے کھانے کے جو بلال کی بغل کے نیچے آسکتا تھا۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث نمبر ۲۳۹۶)

مکہ میں شعب ابی طالب کا ابتلا تین سال جاری رہا۔ جس کی تفاصیل بہت دردناک ہیں۔ ۷ھ کے بعد کا واقعہ حضرت ابوہریرہؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار وہ سخت بھوک کا شکار تھے اور باوجود بعض اشاروں کے صحابہ ان کی کیفیت کو نہ سمجھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت دیکھ کر گھر لے گئے۔ وہاں دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ رسول اللہ کو خود بھی کافی بھوک کا سامنا تھا مگر آپ یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ اصحاب صفہ بھوکے رہیں رسول اللہ نے ابوہریرہ سے فرمایا اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کا یہ فرمان کہ میں ان کو بلا لاؤں، مجھے ناگوار گزرا کہ ایک پیالہ دودھ ہے یہ اہل صفہ میں کس کس کے کام آئے گا۔ میں اس کا زیادہ ضرورت مند تھا تا کہ پی کر کچھ تقویت حاصل کرتا۔

بہر حال رسول اللہؐ کے فرمان کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ میں اہل صفہ کو بلا لایا۔ جب سب آ گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو رسول اللہ نے مجھے حکم دیا کہ ان کو باری باری پیالہ پکڑاتے جاؤ (میں نے دل میں خیال کیا مجھ تک تو اب یہ دودھ پہنچنے سے رہا) بہر حال میں پیالہ لے کر ہر آدمی کے پاس جاتا۔ جب وہ سیر ہو جاتا تو دوسرے کے پاس، اور جب وہ سیر ہو جاتا تو تیسرے کے پاس، یہاں تک کہ آخر میں میں نے پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کہ سب کے سب سیر ہو کر پی چکے ہیں۔ پیالہ میں نے آپؐ کے ہاتھ پر رکھا۔ آپؐ نے میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا پھر کہا اب تو صرف ہم دونوں رہ گئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیٹھو اور خوب پیئو۔ جب میں نے بس کیا تو فرمایا۔ ابوہریرہ اور پیئو۔ میں پھر پینے لگا۔ چنانچہ جب بھی میں پیالے سے منہ ہٹاتا تو آپؐ فرماتے ابوہریرہ اور پیئو۔ جب اچھی طرح سیر ہو گیا تو عرض کیا۔ جس ذات نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے اس کی قسم اب تو بالکل گنجائش نہیں چنانچہ میں نے پیالہ آپ کو دے دیا آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر بسم اللہ پڑھ کر دودھ نوش فرمایا۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی حدیث نمبر ۵۹۷۱) اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ایثار غیر معمولی عظمت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ آپؐ نے ابوہریرہ کو بھی ایثار کا سبق سکھایا اور خود سب سے آخر میں پی کر بتایا کہ آپؐ کو سب سے زیادہ بھوک تھی۔

حضرت مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی بھوک اور فاقوں سے ایسے بدحال ہوئے کہ سماعت وبصارت بھی متاثر ہو گئی۔ ہم نے محتاجی کے اس عالم میں صحابہ رسول سے مدد چاہی مگر کوئی بھی ہمیں مہمان بنا کر پاس نہ رکھ سکا۔ بالآخر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ آپ کے گھر میں تین بکریاں تھیں آپ نے ہمیں فرمایا ان بکریوں کا دودھ دوہ لیا کرو۔ ہم چاروں پی لیا کریں گے چنانچہ یوں گزارہ ہونے لگا ہم تینوں دودھ کا اپنا حصہ پی کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بچا کر رکھ لیتے تھے آپ رات کو تشریف لاتے۔ پہلے ہلکی آواز میں سلام کرتے کہ سونے والے جاگ نہ جائیں اور جاگنے والا سن لے۔ پھر اپنی جائے نماز پر نماز پڑھ کر اس جگہ آتے جہاں آپ کے حصہ کا دودھ رکھا ہوتا تھا اور دودھ پی لیتے تھے۔ ایک رات شیطان نے میرے دل میں خیال ڈالا کہ دودھ کا اپنا حصہ پی کر میں سوچنے لگا کہ یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھوڑا سا دودھ بچا کر رکھا ہے اس کی آپ کو ضرورت ہی کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں تو انصار تحفے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور آپ ان میں سے کھا پی لیتے ہوں گے یہ سوچ کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا جب اس سے پیٹ خوب بھر چکا اور یقین ہو گیا کہ اب رسول کریمؐ کے لیے کوئی دودھ باقی نہیں رہا تو اپنے کیے پر سخت ندامت کا احساس ہونے لگا کہ تیرا برا ہو تو نے کیا کیا کہ رسول کریمؐ کا حصہ بھی ہڑپ کر گیا۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے اور حسب معمول جب دودھ اس جگہ نہیں ملے گا تو ضرور تمہارے خلاف کوئی بد دعا کریں گے اور تو ایسا ہلاک ہو گا کہ دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ مقداد اپنی اس وقت کی مالی تنگی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے پاس صرف ایک اوڑھنے کی چادر تھی وہ بھی اتنی مختصر کہ سر ڈھانپتا تو

پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانکتا تو سر ننگا رہتا تھا۔ اب اسی مخمصے اور بے چینی میں میری نیند اڑ گئی تھی جبکہ میرے دونوں ساتھی میٹھی نیند سو رہے تھے کیونکہ وہ میری حرکت میں شامل نہیں تھے۔ اسی اثناء میں رسول کریمؐ تشریف لائے آپ نے حسب عادت پہلے سلام کیا پھر اپنی جائے نماز پر جا کر نماز پڑھتے رہے پھر اپنے دودھ والے برتن کے پاس آ کر ڈھکنا اٹھایا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ ادھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور ادھر مجھے یہ خوف کہ لو اب میرے خلاف بد دعا ہوئی اور میں مارا گیا مگر آپ نے جو دعا کی وہ یہ تھی اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اس کو کھلا، جو مجھے پلائے تو خود اس کو پلا... یہ سننا تھا کہ میں فوراً اٹھا چادر اوپر باندھی اور چھری لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریوں کی طرف چل پڑا کہ ذبح کر کے حضور کو کھلا کر آپ کی دعا کا وارث بنوں۔ جب میں سب سے موٹی بکری کو ذبح کرنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے تھنوں میں دودھ اترا ہوا ہے۔ حالانکہ شام کو دودھ نکالا تھا اور جب باقی بکریوں پہ نظر کی تو سب کا یہی حال دیکھا چنانچہ میں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دودھ کا برتن لیا اور بکریاں دوبارہ دوہ کر بھر لیا اور لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے جب تازہ دودھ دوہا ہوا دیکھا تو خیال ہوا کہ ان بیچاروں نے بھی ابھی تک دودھ نہیں پیا اور پوچھنے لگے کیا تم لوگوں نے آج رات دودھ نہیں پیا؟ میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا کہ بس آپ پیئیں۔ رسول اللہ نے کچھ دودھ پی کر باقی مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اب تم پی لو۔ میں نے کہا کہ آپ اور پیئیں رسول اللہ نے اور پیا اور پھر مجھے دے دیا۔ اب دل کو تسلی ہوئی کہ رسول اللہؐ بھوکے نہیں رہے خوب سیر ہو چکے ہیں اور یہ خوشی بھی کہ آپ کی دعا کہ اے اللہ! جو مجھے پلائے تو اسے پلا بھی میرے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ تو رسول اللہؐ کا حصہ پینے کی اپنی حرکت کو یاد کر کے مجھے اچانک ہنسی چھوٹ گئی اتنی کہ میں لوٹ پوٹ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اے مقداد! تجھے کون سی اپنی عجیب حرکت یاد آئی ہے جس پر لوٹ پوٹ ہو رہے ہو تب میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قصہ کہہ سنایا کہ اس طرح آپ کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا دعا کا حصہ دار بھی بنا اور دوبارہ دودھ پی لیا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے (قبولیت دعا کے نتیجہ میں) خاص رحمت کا نزول تھا تم نے اپنے ساتھی کو جگا کر کیوں نہ اس دودھ میں سے پلا کر ان کے حق میں یہ دعا پوری کروائی۔ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب مجھے جب اس برکت سے حصہ مل گیا تو مجھے کوئی پرواہ نہ رہی تھی کہ کوئی اور اس میں حصہ دار بنتا ہے کہ نہیں۔ (مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ حدیث نمبر ۳۸۳۱)

۳۳۔ رضاکارانہ بھوک کا ابتلا

وہ رضاکارانہ بھوک جو آپ نے انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار کرتے ہوئے اختیار کی۔ یعنی سب کچھ راہ خدا میں دے کر خود بھوکے رہے۔ حضرت ابوبصرہ غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قبول اسلام سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے میرے لیے بکری کا دودھ پیش کیا جو آپ کے اہل خانہ کے لیے تھا۔ آپ نے مجھے سیر ہو کر وہ دودھ پلایا اور صبح میں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعد میں مجھے پتا لگا کہ آنحضرتؐ کے اہل خانہ نے وہ رات بھوکے رہ کر گزاری جبکہ اس سے پچھلی رات بھی بھوکے گزاری تھی۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ حدیث نمبر ۲۷۲۶۹) جنگ خندق میں جب بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ اگر تم نے ایک ایک پتھر باندھا ہے تو میں نے دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔ (جامع ترمذی کتاب الزھد باب فی معیشۃ اصحاب النبی حدیث نمبر ۲۲۹۳)۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ گھر سے باہر نکلے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ بھوک کی وجہ سے باہر نکلے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اسی وجہ سے نکلا ہوں۔ پھر یہ سب ایک انصاری ابو الھیثم بن تیہان کے ہاں گئے۔ انہوں نے بزرگ ترین مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ (جامع ترمذی کتاب الزھد باب فی معیشۃ اصحاب النبی حدیث نمبر ۲۲۹۲) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ بعض اوقات رسول اللہؐ فجر کے بعد گھر تشریف لاتے اور پوچھتے کھانے کو کچھ ہے؟ اگر جواب نہ میں ملتا تو فرماتے اچھا پھر آج روزہ ہی رکھ لیتے ہیں (یعنی بھوکا تو رہنا ہی ہے کیوں نہ اپنی نیت کو خدا کی خاطر مخصوص کر کے ثواب حاصل کر لیں) (صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلۃ حدیث نمبر ۱۹۵۰)

کئی دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پکانے والی کوئی چیز نہ ہوتی جس کی وجہ سے کئی کئی دن آگ نہ جلتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک دن میں کبھی ایک دفعہ سے زیادہ گوشت روٹی نہیں کھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ کبھی آپ کو مسلسل دو دن گندم کی روٹی میسر نہیں ہوئی۔ (جامع ترمذی کتاب الزھد باب فی معیشۃ النبی حدیث نمبر ۲۲۷۹۔ ۲۲۸۰)

۳۴۔ خوف کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے خوفوں کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر کوئی خوف آپؐ کو خوفزدہ اور کوئی حزن محزون نہ کر سکا۔ قرآن کریم جنگ احزاب کے ذکر میں خود ان خوفوں کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نشیب کی طرف سے بھی آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل اچھلتے ہوئے ہنسلیوں تک پہنچے اور تم لوگ اللہ پر طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔ یہاں مومن ابتلا میں ڈالے گئے اور سخت آزمائش کے جھٹکے دیئے گئے۔ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۔اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَ۔ (الاحزاب:۱۰،۱۱) اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اہل مکہ نے انصار مدینہ کو دھمکیاں دینی شروع کر دی تھیں اور گو ان کو خدا کے وعدوں پر پورا بھروسہ تھا، لیکن فطرتاً وہ سخت خوفزدہ اور پریشان بھی تھے کہ دیکھئے ہمیں کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ خطرات طبعاً دوسرے مسلمانوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ تھے اور چونکہ ویسے بھی آپ کو سب کی نسبت مسلمانوں کی حفاظت کا زیادہ فکر تھا۔

اس لیے آپ سب سے زیادہ محتاط رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت آتی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ماقدم المدینۃ یسھر من الیل۔ ”یعنی جب شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لاتے تو آپ عموماً راتوں کو جاگتے رہتے تھے۔“ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۸۲) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک جاگتے رہے اور پھر فرمایا کہ اگر اس وقت ہمارے دوستوں میں سے کوئی مناسب آدمی پہرہ دیتا تو میں ذرا سو لیتا۔ اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی۔ یا رسول اللہ! میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ پہرہ دوں۔ اس اطمینان کے بعد آپ تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ (صحیح بخاری کتاب التمنی باب قولہ لیت کذا وکذا حدیث نمبر ۷۲۳۱) صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابتدائے ہجرت کا ہے (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل سعد) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فکر اپنی ذات کے متعلق نہ تھا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کا فکر تھا اور ان خوف کے ایام میں یہ ضروری خیال فرماتے تھے کہ مدینہ میں رات کے وقت پہرہ کا انتظام رہے چنانچہ اس غرض سے بسا اوقات آپ خود رات کو جاگا کرتے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ہوشیار و چوکس رہنے کی تاکید فرماتے تھے اور آپ کا یہ فکر ڈرنا یا بزدلی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ احتیاط اور بیدار مغزی کی بناء پر تھا ورنہ آپ کی ذاتی شجاعت اور مردانگی تو دوست و دشمن میں مسلم ہے چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک رات مدینہ میں کچھ شور ہوا اور لوگ گھبرا کر گھروں سے نکل آئے اور جس طرف سے شور کی آواز آئی تھی ادھر کا رخ کیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلوار حمائل کئے ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ قریب آئے تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ ”میں دیکھ آیا ہوں کوئی فکر کی بات نہیں، کوئی فکر کی بات نہیں“ جس پر لوگ واپس آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس رات بھی آپ جاگ رہے تھے اور جونہی آپ نے شور کی آواز سنی آپ جھٹ ابوطلحہ والے گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف نکل گئے اور لوگوں کے روانہ ہوتے ہوتے پتہ لے کر واپس بھی آ گئے۔ (صحیح بخاری کتاب الجھاد باب اذا فزعوا۔ حدیث نمبر ۲۸۱۳)

قریش مکہ کے جن خونی ارادوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ صرف انہی تک محدود نہ تھے بلکہ ہجرت کے بعد سے انہوں نے قبائل عرب میں مسلمانوں کے خلاف ایک باقاعدہ پراپیگنڈا جاری کر رکھا تھا اور چونکہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے ان کا سارے عرب پر ایک گہرا اثر تھا، اس لیے ان کی اس انگیخت سے تمام عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہو رہا تھا۔ قریش کے قافلوں نے تو گویا اپنا یہ فرض قرار دے رکھا تھا کہ جہاں بھی جاتے تھے راستہ میں قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن شریف میں قریش کے ان اشتعال انگیز دوروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بیچارے مسلمان جو اس وقت تک صرف قریش کے خیال سے ہی سہمے جاتے تھے اب بالکل ہی سراسیمہ ہونے لگے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایت ان کی اس وقت کی مضطربانہ حالت کا پتا دیتی ہے: مستدرک حاکم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور انصار نے انہیں پناہ دی تو تمام عرب ایک جان ہو کر ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ رات کو بھی ہتھیار لگا کر سوتے تھے اور دن کو بھی ہتھیار لگائے رہتے تھے کہ کہیں کوئی اچانک حملہ نہ ہو جاوے اور وہ ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ دیکھئے ہم اس وقت تک زندہ بھی رہتے ہیں یا نہیں جب ہم رات کو امن کی نیند سو سکیں گے اور سوائے خدا کے ہمیں اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔“ (مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۳۵ حدیث نمبر: ۳۵۱۲ کتاب التفسیر سورۃ النور)

قرآن شریف نے جو مخالفین اسلام کے نزدیک بھی اسلامی تاریخ کا سب سے زیادہ مستند ریکارڈ ہے۔ مسلمانوں کی اس حالت کا مندرجہ ذیل الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے: وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (الانفال: ۲۷) یعنی اے مسلمانو! وہ وقت یاد رکھو جبکہ تم ملک میں بہت تھوڑے اور کمزور تھے اور تمہیں ہر وقت یہ خوف لگا رہتا تھا کہ لوگ تمہیں اُچک کر لے جائیں یعنی اچانک حملہ کر کے تمہیں تباہ نہ کر دیں مگر خدا نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری مدد فرمائی اور تمہارے لیے پاکیزہ نعمتوں کے دروازے کھولے۔ پس تمہیں اب شکر گزار بندے بن کر رہنا چاہیے اور یہ یقینی بات ہے کہ ان سارے بد ارادوں اور سازشوں کا پہلا اور آخری نشانہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر آپ کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی پژمردہ اور مضمحل نہ ہوئے۔ ۱۱ھ میں آپ کی زندگی کے آخری دور میں مسیلمہ کذاب ایک لشکر کثیر کے ساتھ مدینہ پر چڑھ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ مجھے اپنے بعد حاکم مقرر کر دیں تو میں آپ کا متبع ہو جاؤں گا۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو مجھ سے یہ بھی مانگے تو نہیں دوں گا اور اگر تو پیٹھ پھیر کر چلا جائے گا تو خدا تیری کونچیں کاٹ دے گا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصہ اسود عنسی حدیث نمبر ۴۳۷۸)

۳۵۔ گرفتاری کا ابتلا

ہجرت مدینہ کے موقع پر آپؐ کی گرفتاری کا باقاعدہ انعام ۱۰۰ اونٹ رکھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو پھاڑنے پر ہی اکتفا نہیں کی، بلکہ یہودی پراپیگنڈا کے گہرے اثرات کے ماتحت اس نے اپنے یمن کے گورنر کو جس کا نام باذان تھا ہدایت کی کہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کی طرف فوراً دو طاقتور آدمی بھجوا دو تا کہ وہ اسے گرفتار کر کے ہمارے سامنے حاضر کریں اور ایک روایت یہ ہے کہ دو آدمی بھجوا کر اس سے توبہ کراؤ اور اگر وہ انکار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ باذان نے اس غرض کے لیے اپنے ایک قہرمان یعنی سیکرٹری کو جس کا نام بانویہ تھا منتخب کیا اور اس کے ساتھ ایک مضبوط سوار مقرر کر کے مدینہ کی طرف بھجوا دیا اور ان کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھی بھجوایا کہ آپ فوراً ان لوگوں کے ساتھ کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باذان کا خط دے کر بطریق نصیحت سمجھایا کہ بہتر ہے آپ ہمارے ساتھ چلے چلیں ورنہ کسریٰ آپ کے ملک اور قوم کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ آپؐ نے ان کی یہ بات سن کر تبسم فرمایا اور جواب میں اسلام کی تبلیغ کی اور پھر فرمایا کہ تم آج رات ٹھہرو میں ان شاء اللہ تمہیں کل جواب دوں گا۔ پھر جب وہ دوسرے دن آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابلغا صاحبکما ان ربی قتل ربہ فی ھذہ الیلۃ۔ یعنی اپنے آقا (والیٔ یمن) سے جا کر کہہ دو کہ میرے رب یعنی خدائے ذوالجلال نے اس کے رب (یعنی کسریٰ) کو آج رات قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ بانویہ اور اس کا ساتھی واپس لوٹ گئے اور باذان کے پاس جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ باذان نے کہا جو بات یہ شخص کہتا ہے اگر وہ اسی طرح ہو جائے تو پھر وہ واقعی خدا کا نبی ہوگا۔ چنانچہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ باذان کو خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ کا ایک خط پہنچا جس میں لکھا تھا کہ ”میں نے ملکی مفاد کے ماتحت اپنے باپ خسرو پرویز کو جس کا رویہ ظالمانہ تھا اور جو اپنے ملک کے شرفاء کو بے دریغ قتل کرتا جارہا تھا قتل کر دیا ہے۔ پس جب تمہیں میرا یہ خط پہنچے تو میرے نام پر اپنے علاقہ کے لوگوں سے اطاعت کا عہد لو اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے باپ نے تمہیں عرب کے ایک شخص کے متعلق ایک حکم بھیجا تھا اسے اب منسوخ سمجھو اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔“ جب باذان کو نئے کسریٰ شیرویہ بن خسرو کا یہ فرمان پہنچا تو اس نے بے اختیار ہو کر کہا کہ پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی نکلی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کے برحق رسول ہیں اور میں ان پر ایمان لاتا ہوں چنانچہ اس نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۳۶)

۳۶۔ سرحدوں پر بدامنی کا ابتلا

رسول کریم ﷺ کو مدینہ کی سرحدوں پر کبھی بھی امن نصیب نہیں رہا قریش مکہ کے علاوہ آس پاس کے قبائل ہمیشہ مشکلات پیدا کرتے رہے۔ اس لیے آپ کو مسلسل غزوات اور سرایا میں مصروف رہنا پڑا۔ حتیٰ کہ جانوروں کی چراہ گاہیں بھی محفوظ نہیں تھیں اور لوٹ مار کا عمل جاری رہتا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذی قرد) روم کا بادشاہ بھی مسلسل بدامنی پھیلانے میں مصروف تھا۔ ۹ھ میں مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ روم کا قیصر ہرقل بھی ۴۰ ہزار کی فوج لے کر عرب کی سرحد پر آ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لشکر لے کر تبوک کے مقام پر پہنچے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔

۳۷۔ صحابہؓ کی تربیت کا ابتلا

رسول اللہؐ کے تمام صحابہ شروع سے اعلیٰ درجہ کے تربیت یافتہ نہ تھے۔ کئی دفعہ آپ کسی کام کا حکم دیتے تو وہ عدم علم یا عدم تربیت کی وجہ سے اس کی کما حقہ اتباع نہ کر سکتے تو رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑتا یا دوبارہ کرنا پڑتا۔ مگر آپ نہایت حوصلہ اور ہمت سے اس کو برداشت فرماتے۔ احد کی جنگ میں بعض صحابہ کا درہ چھوڑ دینا معمولی اور قابل برداشت بات نہ تھی مگر آپ نے کسی پر بھی ناراضی کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنے خون سے اس کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔ آپ نے ان کو اعلیٰ تربیت سے فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا۔

ایک دنیا کا لیڈر جب اپنے ساتھیوں اور جاں نثاروں کی مدد سے کوئی فتح یا غلبہ پاتا ہے تو اس کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے ان رفیقوں کے بھی جذبات کا خیال رکھے خواہ وہ اخلاق اور انسانیت سے کتنے ہی گرے ہوئے کیوں نہ ہوں اور دنیا کی فتوحات کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ کا اسوہ اس میدان میں بھی بے مثال ہے۔ فتوحات حاصل کرنے کے بعد آپ نے بھی اپنے صحابہ اور جاں نثاروں کا خیال کیا مگر اس طور پر کہ کوئی ایسی معمولی سی حرکت بھی سرزد نہ ہو جو خدا تعالیٰ کی منشا اور اس کی اعلیٰ تعلیمات کے خلاف ہو۔ آپ نے ایسے فتوحات کے مواقع کو ان کی تربیت کے لیے اتنے عمدہ رنگ میں استعمال کیا کہ ان کی خواہشات اور تمناؤں کو ارفع مقاصد کی طرف موڑ دیا اور وہ بھی اپنے آقا کے شانہ بشانہ ان ابتلاؤں کو بڑے حسن و خوبی کے ساتھ طے کر گئے۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانی دشمنوں پر غلبہ پایا جنہوں نے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کو دکھوں کے جنگلوں سے ننگے پاؤں گزرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس موقع پر یہ طبعی بات تھی کہ کئی مظلوم صحابہ آج اپنے بدلے اتارنا چاہتے ہوں گے۔ چنانچہ مکہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے ایک صحابی نے کہا کہ آج جنگ و جدل کا دن ہے اور آج کعبہ کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دار الامن کے متعلق اس قسم کے کلمات ناپسندیدہ سنے اور فوراً اس صحابی حضرت سعد بن عبادہ کو لشکر کی کمان سے معزول کر دیا مگر دلجوئی اتنے لطیف طریق سے کی کہ اس کا دل راضی ہو گیا ہوگا۔ آپ نے اسی کے بیٹے قیس کو اس قافلہ کا سالار بنا دیا اور فرمایا آج تو رحمت عام کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کی عظمت قائم کرنے کا دن ہے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی حدیث نمبر ۴۲۸۰۔ وشرح فتح الباری زیر حدیث مذکورہ)

مکہ میں داخل ہوتے ہوئے مظلومین کے قافلہ میں ایک حضرت بلالؓ تھے۔ جن کے اقارب ان کے سامنے سر جھکائے کھڑے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کے اس انتقام کو عفو و مغفرت کے دھاروں سے بدل دیا۔ آپ نے بلال کے مدنی بھائی ابو رویحہؓ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اور اعلان کروایا کہ جو شخص اس جھنڈے تلے آ جائے گا وہ بھی امن پائے گا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۹۳) صلح حدیبیہ کے موقع پر ابو جندلؓ زنجیروں میں جکڑے ہوئے آ گئے۔ معاہدہ حتمی طور پر مکمل نہ ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس عاشق اور مظلوم صحابی سے کم محبت نہیں تھی مگر امن کے قیام اور دین کی اعلیٰ اقدار کی خاطر آپ نے سارے جذبات کی قربانی دے کر اخلاق کا جھنڈا سر بلند رکھا۔ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد حدیث نمبر ۲۷۳۱)

بعض مقامات سلوک ایسے سخت آئے جہاں صحابہ کی ہمتیں جواب دے گئیں اور اطاعت کے پتلے بشری تقاضوں کے آگے بے بس ہو گئے تب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بجھتی چنگاریوں میں نئی زندگی پیدا کی اور شعلۂ جوالہ بنا دیا۔ ان میں سے ایک موقعہ وہ تھا جب حدیبیہ کی شرائط صلح نے صحابہ کے دماغوں کو ماؤف کر دیا۔ یہ امتحان ان کی حد استعداد سے باہر تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو اور قربانیاں

دو تو کسی بدن میں جنبش نہ ہوئی۔ آپ بڑی رنجیدگی کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں داخل ہوئے اور اس انہونی بات کا تذکرہ کیا۔ ان کے مشورہ پر آپ نے اپنی قربانی کے گلے پر چھری چلائی تو وہ میدان خفتگان ایک میدان حشر میں تبدیل ہوگیا۔ (بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد حدیث نمبر ۲۷۳۱) ابتلا کی ان مہیب گھڑیوں میں بھی آپ کی زبان پر کوئی سختی اور مایوسی کا حکم نہ آیا بلکہ آپ نے خود آگے بڑھ کر اس کھوئی ہوئی بازی کو جیتا اور تنگ و تاریک راہوں کو کشادہ کیا۔

۳۸۔سچائی کی نمائندگی کا ابتلا

قومی راہنماؤں سے محبت کی وجہ سے لوگ ان کے مقام اور مرتبہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور لیڈر عام طور پر عوام الناس کی اس محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدق اور سچائی کے نمائندہ تھے اس لیے خدا تعالیٰ نے آپ کو جو عظیم الشان مقام عطا فرمایا تھا اس سے سرمو بھی ادھر ادھر ہونا آپ کے لیے ناممکن تھا۔ آپ نے فرمایا انا سید ولد آدم۔ میں بنی نوع آدم کا سردار ہوں۔ مگر ساتھ ہی فرماتے کہ میں تمہاری طرح کا ہی انسان ہوں اور اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم تم اپنے دنیاوی معاملات مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ماقالہ حدیث نمبر ۴۳۵۷) ایک شخص نے آپ سے کہا کہ شاہان فارس اور روم کو ان کی رعایا سجدہ کرتی ہے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں تو آپ نے فرمایا اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔ (بحوالہ فصل الخطاب از حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۸) ایک صحابی نے کہا کہ فلاں معاملہ میں اس طرح ہوگا جس طرح خدا تعالیٰ چاہے گا یا آپؐ چاہیں گے تو آپؐ نے فرمایا تو نے تو مجھے خدا کا شریک بنا دیا ہے۔ یوں کہو کہ وہی ہوگا جو خدا چاہے گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۹۹) آپ روحانی علوم کا دعویٰ رکھتے تھے اور نبوت کے منصب میں آئندہ کی خبریں دینا ایک لازمی امر ہے مگر جب بعض خواتین نے ایک دفعہ مبالغہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں ایک رسول موجود ہے جو کل ہونے والی باتیں جانتا ہے تو آپ نے ان کلمات میں جھوٹی عزت کی بو محسوس کی اور فرمایا ایسی باتیں مت کرو جو خلاف واقعہ ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکۃ بدراً حدیث نمبر ۳۷۰۰)

۳۹۔وسائل کی کمی کا ابتلا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریاں بہت زیادہ اور سب نبیوں سے بڑھ کر وسیع اور جامع تھیں۔ مگر اس کے مقابل پر ظاہری وسائل بہت کم نظر آتے ہیں۔ بہت محدود وسائل کے ذریعہ اس قدر لاثانی انقلاب برپا کر دینا یقیناً ایک معجزہ ہے۔ ان وسائل کی کمی ہر موقع پر نظر آتی ہے جنگ بدر میں ایک ہزار کے مسلح لشکر جرار کے مقابلہ پر محض ۳۱۳۔افراد تھے جن میں بچے اور بوڑھے بھی تھے اور اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جنگ احزاب میں وسائل کی کمی کو خندق کی کھدائی کے ذریعہ چھپایا گیا۔ بعض دفعہ جنگ میں جانے والے صحابہ کے مطالبہ پر آپ کے پاس سواریاں یا جوتیاں تک نہیں تھیں اور وہ روتے ہوئے لوٹ گئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے نہ ان لوگوں پر کوئی حرف ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تاکہ تو انہیں جہاد کے لیے ساتھ کسی سواری پر بٹھالے تو تو انہیں جواب دیتا ہے کہ میں تو کچھ نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کرسکوں اس پر وہ اس حال میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس غم میں آنسو بہارہی ہوتی ہیں کہ وہ کچھ نہیں رکھتے جسے راہ مولیٰ میں خرچ کرسکیں۔ (سورۃ التوبہ آیت ۹۲: وتفسیر درمنثور زیر آیت ھذا جلد ۴ صفحہ ۲۶۳)

۴۰۔بیماری کا ابتلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ذمہ داریوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بہت عمدہ صحت عطا فرمائی تھی اور آپ عام طور پر بیماریوں سے محفوظ رہے لیکن آپ کے عزیزوں، دوستوں اور پیاروں کو قسما قسم کی بیماریوں سے گزرنا پڑا اور ان میں سے بہت سے جان سے بھی گزر گئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس ابتلا کو بھی باعث رحمت و برکت بنا دیا اور یہ تکالیف طب کے میدان میں آپ کی عالی شان راہنمائی کا موجب بن گئیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں علاج کے نئے باب کھولے عیادت کی حسین داستانیں رقم فرمائیں اور پھر رضابالقضاء کا اعلیٰ اسوہ چھوڑا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ بچپن میں آپ کو آشوب چشم کی تکلیف ہوئی (رسول اللہ کی سیاسی زندگی۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ صفحہ ۵۰) جنگوں میں زخموں کے علاوہ بعض دفعہ سردرد کی تکلیف ہوئی ایک بار پاؤں میں تکلیف ہوئی آپ کی آخری بیماری کم و بیش تیرہ دن پر محیط تھی جس میں سردرد، شدید بخار اور کمزوری کی شکایت تھی۔ خیبر کے موقع پر دیے جانے والے زہر کے اثرات بھی محسوس کر رہے تھے۔ (ابو داؤد کتاب الدیات باب فیمن سقی رجلا حدیث نمبر ۳۹۱۲) مگر ان ایام میں بھی آپ اپنے رب کے کاموں پر ڈٹے رہے۔ تمام امور کی نگرانی فرماتے رہے۔ جب تک جسم نے اجازت دی نماز باجماعت پڑھاتے رہے اور قوم کی راہنمائی کرتے رہے اور توحید کا درس دیتے رہے۔ بیماری کے دوران کوئی واویلا کوئی شکوہ نہیں تھا اور موت کے سکرات کو بڑے تحمل اور صبر سے برداشت کرتے رہے۔

سیرت کے بعض ممتاز پہلو

ان تمام ابتلاؤں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بے شمار پہلو ظاہر ہوئے مگر جو پہلو بہت ممتاز ہو کر نظر آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ ۱۔صبر واستقامت۔ ۲۔توکل علی اللہ۔ ۳۔صحیح اصولی موقف پر قائم رہنا۔ ۴۔شجاعت وعزم ۵۔سختی قلب سے بچاؤ۔ ۶۔عفو وکرم ۷۔رضا بالقضاء۔ ۸۔حسب حالات خلق عظیم کا اظہار ۹۔صحابہ کی غیر معمولی تربیت۔ ۱۰۔اللہ کی طرف سے آپ کی غیر معمولی مدد ونصرت۔

ابتلاؤں اور فتوحات کے دو زمانے

رسول اللہ ﷺ پر آنے والے دکھوں اور ابتلاؤں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ”خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کو دو حصوں پر منقسم کر دیا۔ ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتح یابی کا تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے۔ سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہوگئے۔ چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی ﷺ پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ، تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک خدا کی طرف سے اور حقیقتاً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۷)

الغرض وہ سب سے بڑھ کر خدا کا پیارا تھا اور سب سے زیادہ ابتلاؤں میں وہ پیسا گیا۔ سب سے زیادہ اس کو دبانے کی کوشش کی گئی مگر سب سے زیادہ وہ پھولا پھلا۔ سب سے زیادہ اس کو خدا سے دور کرنے کی کوشش کی گئی مگر سب سے زیادہ اس نے وفاداری دکھائی۔ سب سے بڑھ کر اس کی زبان بندی کی کوشش کی گئی مگر آج سب سے سچی اور بلند آواز اسی کی ہے۔ سب سے زیادہ اس کی شاخ تراشی کی گئی مگر سب سے زیادہ پھول اور پھل اسی کو لگے۔ سب سے زیادہ اسے بیخ و بن سے اکھاڑنے کی کوشش کی گئی مگر سب سے زیادہ دنیا میں اسی کی تخم ریزی ہوئی۔ سب سے زیادہ اس کے نور کو بجھانے کی کوشش کی گئی مگر سب سے بڑھ کر اسی کا نور چمکا۔ سب سے زیادہ اسی کو بے عزت کرنے کی کارروائی کی گئی مگر سب سے زیادہ خدا نے اسی کو عزت اور دولت اور حکمت سے نوازا۔ سب سے زیادہ اسی کو گمنام کرنے کی کوشش کی گئی مگر سب سے بڑھ کر خدا نے اسی کو شہرت دی۔ سب سے بڑھ کر اس کی تذلیل کی کوشش کی گئی مگر سب سے زیادہ خدا نے اسی کو حمد کا مستحق ٹھہرایا۔ قیامت کے دن بھی لوائے حمد اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور سارے جنتی اس کے پیچھے حمد کے ترانے گاتے ہوئے خدا کی جنتوں میں داخل ہوں گے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و آل محمدؐ

☆...☆...☆

تم خلافت کے ہر دم رہو جاں نثار

احمدی بن کے جیون گزارا کرو
رات دن تم خدا کو پکارا کرو

صبر سے زندگی یوں مزین کرو
زخم اپنوں کے بھی تم گوارا کرو

تیرگی میں جلاؤ دیے پیار کے
خود کو تاریکیوں میں ستارہ کرو

وہ جو راہِ وفا میں گئے جان سے
ان کی یادوں سے خود کو نکھارا کرو

تم خلافت کے ہر دم رہو جاں نثار
اس کے ارشاد پر جان وارا کرو

احمدیت رہے سرخرو ہر گھڑی
احمدیت کے صدقے اتارا کرو

تم بھی افضل دعائیں کرو رات دن
جو بھی خدمت کرو وہ خدارا کرو

(محمد افضل مرزا۔ امریکہ)

اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں صبر کا اعلیٰ ترین نمونہ

(’ایچ۔ ایم۔ طارق‘)

محمد ﷺ کی مکی زندگی میں اسلام صرف توحید کا داعی تھا۔ لیکن جب آپؐ اور آپؐ کے ساتھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو اسلام ایک زبردست سیاسی طاقت بن گیا۔
محمدؐ نے قریش کے مطاعن اور مظالم کو صبر سے برداشت کیا اور بالآخر آپؐ کو اذنِ الٰہی ملا کہ آپؐ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ پس مجبور ہو کر آپؐ نے تلوار کو بے نیام کیا۔...
محمد ﷺ کے الہامات میں یہ تعلیم ہوتی تھی کہ مظالم کو صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

صبر ایک اعلیٰ درجہ کا بنیادی خُلق ہے جس کے لغوی معنی اپنے آپ کو روک رکھنے کے ہیں اور یہ کئی اور اخلاق کا منبع و سرچشمہ اور جامع ہے۔

انسان کا مصیبت کے وقت ضبطِ نفس اور برداشت سے کام لینا صبر ہے تو میدانِ جنگ میں تلواروں اور تیروں کے سامنے اپنے آپ کو روک رکھنا شجاعت ہے۔ عیش وعشرت اور اسراف سے رُک جانا زُہد ہے تو شرمگاہ کی حفاظت عفّت ہے۔ کھانے پر ٹوٹ پڑنے سے اپنے آپ کو روک رکھنا وقار ہے تو غصہ کے اسباب سے رکنا حِلم ہے اور نماز میں توجہ کو قائم رکھنا استقامت ہے۔ یہ سب اخلاق صبر کی شاخیں ہیں۔

انبیاء ان تمام اخلاق کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں جو سب سے بڑھ کر یہ پاک نمونہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دکھایا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں میں سے گزرنے کی پیشگی خبر دے کر صبر کی نصیحت فرمائی تھی: لَتُبۡلَوُنَّ فِیۡۤ اَمۡوَالِکُمۡ وَاَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَذًی کَثِیۡرًا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ (آل عمران: ۱۸۷) (اے مسلمانو!) تم ضرور اپنے اموال اور اپنی جانوں کے معاملہ میں آزمائے جاؤ گے اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان سے جنھوں نے شرک کیا، بہت تکلیف دِہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً یہ ایک بڑا باہمت کام ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایذا رسانی کے سلوک پر اللہ تعالیٰ آپؐ کو تسلی کے رنگ میں فرماتا ہے: تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا۔ (حٰم السجدۃ: ۴۴) یعنی اُن کے ساتھ بھی اسی طرح کا تمسخر و استہزاء اور اسی قسم کے اعتراض کیے جاتے تھے۔ مگر ان تمام اذیتوں پر آپؐ کو صبر اور استقامت کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ فرمایا: پس اِسی بنا پر چاہیے کہ تُو انہیں دعوت دے اور مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم ہو جا جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ (الشوریٰ: ۱۶)

نیز فرمایا: پس (اے نبی!) صبر کر جیسے اُولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔ (الاحقاف: ۳۶)

زبانی ایذا رسانی پر صبر

سلسلہ انبیاء کے سردار ہونے کے ناطے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے زیادہ آزمائے گئے۔ آپؐ نے زبانی اذیتیں بھی سن کر برداشت کیں اور جسمانی دکھ بھی سہے۔ اور یہ تمام مصائب خدا کی راہ میں خوشی سے جھیلے۔ کبھی ماتھے پر کوئی شکن یا زبان پر کوئی شکوہ نہیں لائے بلکہ بڑی شان اور وقار کے ساتھ اپنے مولیٰ کی راہ پر گامزن رہے اور اعلیٰ درجہ کی استقامت کا نمونہ دکھلا دیا۔

ہمارے آقا ﷺ کیسے کوہِ وقار انسان ہیں جن کو معاذ اللہ شاعر، دیوانہ، جادوگر اور کذّاب کہہ کر ہر گندی گالی دی جاتی ہے، مگر نہ وہ صرف یہ دشنام دہی برداشت کرتے ہیں بلکہ ان دشمنانِ دین کے لیے دعاگو ہیں کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یہ جانتے نہیں۔ (بخاری کتاب المغازی)

شدائد و آلام کے اس زمانے میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کو تلقین صبر، تائید و نصرت کی یقین دہانی اور حفاظت کے وعدے نہ ہوتے تو وہ مشکلات کے پہاڑ کیسے عبور ہوتے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو قدم قدم پر تسلی دیتا تھا۔ کبھی استہزا کرنے والوں کے بارے میں یہ فرما کر کہ ”یقیناً ہم استہزا کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں۔“ (الحجر: ۹۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نپٹ لے گا اور تجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ تو کبھی یہ کہہ کر اطمینان دلایا جاتا کہ ”اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔“ (المائدہ: ۶۸)

وہ استہزا کرنے والے جب آپؐ کے پاک نام محمدؐ کو (جس کے معنے ہیں تعریف کیا گیا) بگاڑ کر مذمّم (یعنی قابل مذمّت) کہا کرتے تو آپؐ فرماتے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ مجھے کس طرح ان کی گالیوں اور دشنام دہی سے بچا لیتا ہے۔ یہ کسی مذمّم کو گالیاں دیتے ہیں جبکہ میرا نام خدا نے محمدؐ رکھا ہے۔ (بخاری کتاب المناقب)

دیگر اذیتوں پر صبر

کفارِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے لیے جو مختلف طریق آزمائے وہ نہایت ظالمانہ، شرمناک اور انسانیت سوز تھے مگر یہ تمام حربے رسول اللہؐ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکے۔ ایک ہتھکنڈا دشمن نے یہ آزمانا چاہا کہ رسول اللہؐ کی بیٹیوں کو جن کے نکاح قریش میں ہو چکے تھے، طلاق دلوائی جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے عتبہ بن ابولہب کو اس پر آمادہ کیا۔ جس نے رسول اللہؐ کی بیٹی حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کا نکاح رسول اللہؐ کی بیٹی ام کلثومؓ سے ہوا تھا۔ ابولہب نے اس پر بھی دباؤ ڈال کر طلاق دلوائی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۸ صفحہ ۳۷)

رسول کریمؐ کو آزادانہ نماز پڑھنے کی بھی آزادی نہ تھی۔ چنانچہ نماز عصر کے وقت آپؐ مختلف گھاٹیوں میں جا کر اکیلے یا دو، دو کی صورت میں چھپ کر نماز ادا کرتے۔ (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۵۲)

ان مظالم میں سردار مکہ ابوجہل پیش پیش تھا جو اپنی ریاست کے بل بوتے پر نومسلموں کو ذلیل و رسوا کرتا اور طرح طرح کی دھمکیاں دیتا۔ اگر وہ نومسلم تاجر ہوتا تو اسے بائیکاٹ کی دھمکی دی جاتی، اگر وہ بے چارہ کسی کمزور قبیلہ سے ہوتا تو اسے مارتے پیٹتے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۳۴۲)

خود رسول اللہؐ کی ذات بابرکات بھی ان ظالموں کے تمسخر اور استہزا سے محفوظ نہ تھی۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی۔ ہاتھ میں پتھر لے کر رسول اللہؐ پر حملہ کرنا چاہتی مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق آپؐ کی حفاظت فرماتا تھا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۳۷۶)

دشمنانِ اسلام رسول اللہؐ کو کسی پہلو چین نہ لینے دیتے۔ گھر میں چولہے پر ہنڈیا پک رہی ہوتی تو وہ اس میں غلاظت پھینک دیتے۔ حتیٰ کہ نماز پڑھتے ہوئے دشمن کے امکانی حملے سے بچنے کے لیے رسول اللہؐ ایک چٹان کو ڈھال بنا کر کھڑے ہوتے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۲ صفحہ ۸۵)

اُم جمیل رسول اللہؐ کو گالیاں دیتی اور کہتی تھی ہم نے مذمّم کا انکار کر دیا ہے۔ ہم اس کے دین سے بیزار ہیں اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ (مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۳۶۱ بیروت)

اُمیہ بن خلف رسول اللہؐ کو علانیہ بھی گالیاں دیتا اور اشاروں میں بھی ایسی حرکات کر کے آپؐ کو تمسخر کا نشانہ بناتا۔ اُبی بن خلف گلی سڑی ہڈی اٹھا کر لایا اسے ہاتھ سے مسل کر رسول اللہؐ کی طرف پھونک مار کر کہنے لگا اے محمدؐ تم کہتے ہو اس طرح گل سڑ جانے اور مٹی ہو جانے کے بعد ہم پھر اُٹھائے جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ”ہاں اللہ تعالیٰ تم سب کو اُٹھائے گا اور پھر آگ میں داخل کرے گا“۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۳۸۵)

عاص بن وائل رسول اللہؐ کو بے اولاد ہونے کے طعنے دیتا۔ ولید بن مغیرہ کہتا اگر فرشتہ اترنا ہی تھا تو ہمارے جیسے شہر کے کسی بڑے سردار پر اترتا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۳۸۴)

جسمانی اذیتیں

مکی دور میں مشرکین مکہ کی مخالفت اور انکار بالاصرار سے تنگ آ کر جب ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ نے الٰہی ارشاد کے مطابق طائف کا قصد فرمایا تو آپؐ کو زندگی کی سب سے بڑی تکلیف اور اذیت وہاں اُٹھانی پڑی۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ آپؐ سے پوچھا کہ یارسول اللہؐ! جنگ اُحد (جس میں آپؐ شدید زخمی ہوئے اور تکلیف اُٹھائی) سے زیادہ بھی کبھی آپؐ کو تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: اے عائشہ! میں نے تیری قوم سے بہت تکلیفیں برداشت کیں۔ مگر میری تکلیفوں کا سخت ترین دن وہ تھا جب میں طائف کے سردار عبد یالیل کے پاس گیا اور پیغام حق پہنچانے کے لیے اس سے اعانت اور امان چاہی مگر اس نے انکار کر دیا بلکہ شہر کے اوباش میرے پیچھے لگا دیئے جو مجھے پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ میرے پاؤں سے خون بہنے لگا۔ تب میں افسردہ ہو کر وہاں سے لوٹا۔ اس موقع پر ہمارے آقا و مولیٰؐ نے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی دعا کی۔ اس سے آپؐ کی اس جسمانی تکلیف اور اذیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو اس موقع پر آپؐ نے برداشت کی۔ دعا سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مکہ اور طائف والوں کے انکار اور ظلم کے مقابل پر اپنی بے بسی اور بے کسی کا عالم دیکھ کر اس اولوالعزم رسولؐ سید المعصومین کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا۔ آپؐ نے اپنے مولیٰ کی غیرت کو یوں جوش دلایا کہ ”اے خداوند! میں اپنے ضعف و ناتوانی، مصیبت اور پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں؟ مجھ میں صبر کی طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ میں سب لوگوں میں ذلیل و رسوا ہو گیا ہوں۔ تیرا نام ارحم الراحمین ہے تو رحم فرما! کیا تو مجھے دشمن کے حوالے کر دے گا جو مجھے تباہ و برباد کر دے۔ خیر! جو چاہے کر پر تو مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ بس پھر مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۷)

نبی کریمؐ کی سفر طائف کے ابتلا میں غیر معمولی استقامت کی گواہی مشہور مستشرق سر ولیم میور نے خوب دی ہے: ”محمدؐ کے طائف کے سفر میں عظمت اور شجاعت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ایک تنہا شخص جس کی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور ردّ کر دیا، وہ خدا کی راہ میں دلیری کے ساتھ اپنے شہر سے نکلتا ہے اور جس طرح یونس بن متی نینوا کو گیا اسی طرح وہ ایک بت پرست شہر میں جا کر ان کو توحید کی طرف بلاتا اور توبہ کا وعظ کرتا ہے۔ اس واقعہ سے یقیناً اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ محمدؐ کو اپنے صدق دعویٰ پر کس درجہ ایمان تھا۔

(life of Mahomet by Sir William Muir page: 117 new edition1877)

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد تو رسول اللہؐ کی ایذا دہی کا سلسلہ بہت تیز ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی ذات پر حملے ہونے لگے ایک بدبخت نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی۔ رسول کریمؐ اس حالت میں گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ مٹی بھرا سر دھوتی تھیں اور ساتھ روتی جاتی تھیں اور رسول اللہؐ اسے تسلی دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ بیٹی! رونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے۔ پھر فرمایا: قریش نے میرے ساتھ ابو طالب کی وفات کے بعد بدسلوکی کی حد کر دی ہے۔ (السیرة النبویة لابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۶)

الغرض ابو طالب کی وفات کے بعد قریش رسول اللہؐ کو دکھ پہنچانے کا کوئی حیلہ یا بہانہ ضائع نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ نے ایک دفعہ ابو طالب کی کمی محسوس کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے چچا! آپؐ کی جدائی مجھے کس قدر محسوس ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد للھیثمی جلد ۶ صفحہ ۱۵)

ایک روز تو قریش نے رسول کریمؐ پر مظالم کی حد کر دی۔ آپؐ گھر سے باہر نکلتے تو جو بھی ملا خواہ وہ آزاد تھا یا غلام اس نے آپؐ کی تکذیب اور ایذا رسانی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ رسول اللہؐ مغموم ہو کر واپس لوٹے اور چادر اوڑھ کر لیٹ رہے تب حکم ہوا کہ اے چادر اوڑھے ہوئے! اٹھ اور لوگوں کو انذار کر۔ (السیرة النبویة لابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے شدائد و آلام کا حال اصحاب رسولؐ نے بہت کم بیان کیا کیونکہ ایک طرف یہ مضمون سخت تکلیف دہ اور اذیت ناک تھا تو دوسری طرف ادب رسولؐ کا بھی تقاضا تھا کہ یہ تذکرے عام نہ ہوں۔ خود نبی کریمؐ کمال صبر کا نمونہ دکھاتے ہوئے کبھی بھی از خود ان شدائد و آلام کے قصے نہیں سناتے تھے۔ گھریلو ماحول میں کبھی بات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ کو ایک دفعہ اتنا بتایا: میں (مکہ میں) دو بدترین ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہتا تھا یہ دونوں گوبر اٹھا کے لاتے اور میرے دروازے پر پھینک دیتے، حتّٰی کہ اپنے گھروں کی غلاظت بھی میرے دروازے پر ڈال جاتے۔ آپؐ باہر نکلتے تو صرف اتنا فرماتے اے عبد مناف کی اولاد! یہ کیسا حق ہمسائیگی تم ادا کرتے ہو؟ پھر آپؐ اس گند کو خود راستہ سے ہٹا دیتے۔ (السیرة الحلبیہ جلد ا صفحہ ۲۹۵ بیروت)

قاتلانہ حملہ

رسول اللہؐ کو آزادی ضمیر و مذہب سے محروم کر کے جذباتی تکالیف سے دل آزاری کی جاتی تھی اور آپؐ کی ذات پر قاتلانہ حملے تک کیے گئے۔ رسول اللہؐ کو طواف کعبہ سے بھی روکا جاتا تھا۔ کبھی بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھنا چاہی تو اس سے بھی منع کر دیے گئے۔

عروہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ قریش نے آنحضرتؐ کو جو سب سے بڑا دکھ پہنچایا اور آپؐ نے دیکھا ہو وہ سنائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے سردار جمع تھے اور میں بھی موجود تھا۔ وہ کہنے لگے اس شخص کو جتنا ہم نے برداشت کیا ہے آج تک کسی اور کو نہیں کیا۔ اس نے ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف کہا، ہمارے باپ دادا کو برا بھلا کہا، ہمارے دین کو خراب قرار دیا، ہماری جمعیت میں تفرقہ ڈال دیا اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، ہم نے اس کی باتوں پر حد درجہ صبر کیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے آ کر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ اس دوران سرداروں نے رسول اللہؐ کے کسی دعوے کا ذکر کر کے آپؐ پر اعتراض کے رنگ میں آنکھ سے اشارہ کیا، جس کا اثر مَیں نے آپؐ کے چہرے پر دیکھا۔ پھر جب آپؐ دوسری دفعہ گزرے تو انہوں نے اسی طرح طعن کیا اور میں نے رسول اللہؐ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

طواف کے تیسرے چکر میں بھی سرداران قریش نے یہی حرکت کی۔ آپؐ نے بڑے جلال سے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اے قریش کی جماعت! سن لو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ میں تمہیں ہلاکت کی خبر دیتا ہوں۔'' میں نے دیکھا کہ اس بات کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ یہاں تک کہ ان میں سے سختی کی تحریک کرنے والا بھی نرمی سے کہنے لگا کہ ''اے ابوالقاسم! آپؐ تشریف لے جائیں۔ خدا کی قسم آپ جاہل نہیں ہیں۔'' نبی کریمؐ تشریف لے گئے۔

اگلے دن سردارانِ قریش خانہ کعبہ میں پھر جمع ہوئے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کل جو واقعہ گزرا ہے اس کے جواب میں محمدؐ نے جو کہا اس کے باوجود تم نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ سب آپؐ کی طرف لپکے۔ آپؐ کو گھیر لیا اور کہنے لگے آپؐ ہمیں یہ یہ کہتے ہو۔ ہمارے معبودوں کو اور ہمارے دین کو خراب قرار دیتے ہو۔ رسول اللہؐ ہر بات کا جواب دیتے جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آپؐ کی چادر کو پکڑا اور اس کو بل دے کر آپؐ کا گلا گھونٹنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ آڑے آئے اور اس شخص کو پیچھے ہٹایا اور روتے ہوئے کہا: ''تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔'' یہ واقعہ سنا کر عبد اللہ بن عمروؓ کہنے لگے: یہ ایک سخت ترین اذیت ہے جو میں نے رسول اللہؐ کو قریش سے پہنچتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

ایک روز سردارانِ قریش خانہ کعبہ کے پاس مقام حجر میں جمع ہوئے۔ لات و منات اور عزیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ آج کے بعد اگر ہم نے محمدؐ کو دیکھ لیا تو ایک شخص کی طرح سب مل کر حملہ آور ہوں گے اور دم نہ لیں گے جب تک کہ ان کو قتل نہ کر دیں۔ حضرت فاطمہؓ کو پتا چلا تو آپ روتی ہوئی اپنے بزرگ باپؐ کے پاس تشریف لائیں۔ عرض کیا کہ آپؐ کی قوم کے سرداروں نے ایسی قسمیں کھائی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص آپؐ کے خون کا پیاسا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''اے میری بیٹی مجھے ذرا وضو کا پانی دینا۔'' پھر آپؐ وضو کر کے بیت اللہ تشریف لے گئے، جہاں وہ سب سردار براجمان تھے۔ آپؐ کو دیکھتے ہی وہ سب بیک زبان ہو کر بولے: ''لو وہ آ گیا''۔ مگر کسی کو کھڑا ہو کر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی سب کی آنکھیں جھک گئیں اور کوئی بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکا، حتّٰی کہ آپؐ کی طرف آنکھ تک اٹھانے کی جرأت کسی کو نہ ہو سکی۔

تب رسول کریمؐ خود ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جا کر ان کے پاس کھڑے ہو گئے، عین ان کے سروں کے اوپر۔ آپؐ نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر ان کی طرف پھینکی اور با آواز بلند فرمایا: ''شَاھَتِ الْوُجُوْہُ'' (یعنی رسوا ہو گئے چہرے) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: ''ان سرداران قریش میں سے جس تک بھی وہ خاک پہنچی وہ بدر کے روز قتل ہو کر ہلاک ہوا۔'' (دلائل النبوة للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۷۷، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۶۳)

ایک دفعہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں آنحضرتؐ کو خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو آپؐ کی گردن دبوچ کے رکھ دوں۔ نبی کریمؐ نے عجب جلال کے ساتھ فرمایا: اگر وہ ایسا کرے گا تو فوراً فرشتے آ کر اس پر گرفت کریں گے۔ (بخاری کتاب التفسیر سورة العلق)

نبی کریمؐ کو آزادی سے خدا کی عبادت کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ آپؐ عبادت کرتے ہوئے بھی اذیتوں کا نشانہ بنائے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے تھے۔ ان میں ایک دوسرے سے کہنے لگا تم میں سے کون ہے جو فلاں قبیلے میں ذبح ہونے والی اونٹنی کی بچہ دانی اٹھالائے اور محمدؐ کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدہ کرے۔ تب لوگوں میں سے بدبخت انسان عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لایا اور دیکھتا رہا جب نبی کریمؐ نے سجدہ کیا تو اس نے وہ گند بھری بچہ دانی آپؐ کے کندھوں پر رکھ دی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (جو ایک کمزور قبیلہ کے فرد تھے) کہتے ہیں، میں یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی ان سرداروں کی موجودگی میں رسول اللہؐ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اے کاش! مجھے بھی طاقت حاصل ہوتی اور میں آپؐ کے لیے کچھ کر سکتا۔ ادھر سردارانِ قریش رسول اللہؐ کی یہ حالت زار دیکھ کر ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو کر ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ رسول اللہؐ سجدہ کی حالت میں پڑے ہوئے سر نہ اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے آپؐ کی پشت سے وہ گند ہٹایا تو آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ''اے اللہ! تُو قریش پر گرفت کر''۔ (بخاری کتاب الوضوء)

یہ تو ایک قاتلانہ حملے کا حال ہے روز رسول کریمؐ کی زندگی میں متعدد قاتلانہ حملے دشمن کی طرف سے کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپؐ کو محفوظ و سلامت رکھا۔

انتہائی ایذا رسانی پر صبر

حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ نبی کریمؐ کو قریش سے پہنچنے والی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ قریش نے رسول اللہؐ کو بہت ہی ایذائیں دیں۔ عمروؓ کہتے ہیں کہ وہ تکالیف یاد کر کے حضرت عثمانؓ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ پھر کچھ سنبھل کر اپنا چشم دید واقعہ بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ آپؐ کا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھا اور صحن کعبہ میں قریش کے تین سردار عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ رسول کریمؐ جب طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے رسول اللہؐ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جس کا ناگوار اثر میں نے رسول اللہؐ کے چہرے پر محسوس کیا۔ چنانچہ میں رسول اللہؐ کے قریب ہوگیا۔ رسول اللہؐ میرے اور ابو بکرؓ کے درمیان آگئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں میرے ہاتھ میں ڈال لیں۔ ہم نے اکٹھے طواف کیا۔ جب اگلے چکر میں ہم ان کے پاس سے گزرے۔ ابوجہل کہنے لگا: ''ہماری تم سے مصالحت قطعی ناممکن ہے۔ تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتے ہو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے''۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''ہاں میری یہی تعلیم ہے''۔ طواف کے تیسرے چکر میں جب رسول اللہؐ ان کے پاس سے گزرے تو پھر انہوں نے ایسی ہی نازیبا حرکات کیں۔ چوتھے چکر میں وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوگئے۔ پہلے ابوجہل لپکا وہ رسول اللہؐ کو گلے سے پکڑ کر دبوچنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے سامنے سے روک کر دھکا دیا۔ وہ پشت کے بل پیچھے جاگرا۔ حضرت ابو بکرؓ نے امیہ بن خلف کو پیچھے دھکیلا اور خود رسول اللہؐ نے عقبہ بن ابی معیط کو۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ رسول اللہؐ وہاں کھڑے فرما رہے تھے: ''خدا کی قسم! تم باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ بہت جلد تم پر اللہ کی سزا اور گرفت اترے گی۔''

حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا ان میں سے ہر ایک خوف سے کانپ رہا تھا اور رسول اللہؐ فرما رہے تھے: ''تم اپنے نبی کی کتنی بُری قوم ثابت ہوئے ہو۔'' پھر رسول اللہؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ میں داخل ہونے کے بعد کھڑکی سے ہماری طرف رُخ کر کے فرمایا: ''تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب اور اپنی بات پوری کر کے چھوڑے گا اور اپنے نبی کی مدد کرے گا اور یہ لوگ جن کو تم دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کرے گا۔''

پھر ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ کہتے تھے پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خدا نے ان لوگوں کو ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کیا۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۶۷)

جسمانی تکالیف پر صبر

نبی کریمؐ عملی زندگی میں چھوٹی بڑی تکالیف پر غیر معمولی صبر کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ سخت بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کو تو سخت بخار کی تکلیف ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں مجھے بہت شدید تکلیف ہے ایک عام آدمی کو بخار میں جتنی تکلیف ہوتی ہے اس سے دوگنا تکلیف ہے۔ (مگر رسول اللہؐ نہایت صبر سے اسے برداشت کر رہے تھے) میں نے عرض کیا: آپؐ کو اجر بھی تو دوگنا ملے گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: کسی مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچے حتّٰی کہ کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے درخت کے پتے گر جاتے ہیں۔ (بخاری کتاب المرضیٰ)

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں رسول کریمؐ کی انگلی زخمی ہوگئی آپؐ اسے مخاطب کر کے فرماتے

ہیں: هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ۔
اے انگلی! تو صرف ایک انگلی ہی تو ہے جو زخمی ہوئی ہے تو کیا ہوا کہ خدا کی راہ میں یہ تکلیف تجھے پہنچی ہے۔ (بخاری کتاب الادب)

نبی کریمؐ طبعاً بہت صابر و شاکر طبیعت رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کی آخری بیماری میں آپؐ کی تکلیف سے زیادہ کسی کی تکلیف نہیں دیکھی۔ (بخاری کتاب المرضی)

راہ مولیٰ میں قید و بند کی صعوبت

قریش مکہ کی طرف سے مظالم کے تمام حربے آزما لینے کے باوجود رسول اللہؐ کی استقامت ان کے لیے ایک حیران کن امر تھا۔ چنانچہ انہوں نے اجتماعی طور پر رسول اللہؐ کے قتل کا فیصلہ کیا اور اس سے اختلاف کی صورت میں رسول اللہؐ کا ساتھ دینے والے آپؐ کے سارے خاندان کے ساتھ بائیکاٹ طے کیا گیا کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ، خرید وفروخت اور میل جول سب بند کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہؐ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۰۸، دلائل ابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۳۵۸)

جب قریش نے دیکھا کہ بنو ہاشم کے تمام لوگ مسلمان اور کافر رسول اللہؐ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں تو انہوں نے اپنے بازار اُن پر بند کر دیے۔ ادھر ابو طالب اپنے خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ انہیں غلہ اور کھانے پینے کے سامان کی خرید وفروخت سے کلّی طور پر روک دیا گیا۔ ہر قسم کا سامانِ تجارت وہ ان سے پہلے جا کر خرید لیتے۔ مقصد یہ تھا کہ وہ رسول اللہؐ کو ان کے سپرد کر دیں ورنہ یہ ان کو فاقوں اور بھوک سے ہلاک کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ شعب ابی طالب میں اس تین سالہ محصوری کے زمانہ میں بعض لوگ رقم لے کر غلہ خریدنے بازار جاتے اور کوئی انہیں سودا دینے پر راضی نہ ہوتا اور وہ خالی ہاتھ لوٹ آتے یہاں تک کہ بعض لوگ فاقوں سے وفات پا گئے۔ (دلائل ابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۳۵۹)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں ایک رات میں پیشاب کرنے کے لیے اٹھا۔ پیشاب کے نیچے کسی چیز کی آواز آئی دیکھا تو اونٹ کی خشک کھال کا ایک ٹکڑا تھا۔ جسے اٹھا کر میں نے دھویا، اسے جلایا پھر پتھر پر رکھ کر اسے باریک کیا اور پانی کے ساتھ نگل لیا اور تین روز تک اس کھانے پر گزارہ کیا۔ جب مکہ میں قافلے غلہ لے کر آتے اور کوئی مسلمان غلہ خریدنے جاتا تو ابولہب انہیں کہتا محمدؐ کے ساتھیوں کے لیے قیمت بڑھا دو۔ چنانچہ وہ کئی گنا قیمت بڑھا دیتے اور مسلمان خالی ہاتھ گھروں کو لوٹتے ان کے بچے گھروں میں بھوک سے بلک رہے ہوتے مگر وہ انہیں کوئی کھانے کی چیز مہیا نہ کر پاتے تھے۔ اگلے دن ابولہب ان تاجروں سے مہنگے داموں غلہ اور کپڑے خرید لیتا اور یوں مسلمان اس عرصہ میں بھوک کے ننگے رہ کر نہایت دردناک حالت کو پہنچ گئے۔ (الروض الانف جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شعب ابی طالب کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فاقے سے تھے۔ رات کے اندھیرے میں اُن کے پاؤں کے نیچے کوئی نرم چیز آئی جسے اُٹھا کر وہ کھا گئے اور انہیں پتا تک نہ چلا کہ وہ کیا چیز تھی۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد ۲ صفحہ ۱۷)

جان کا خطرہ

علاوہ ازیں مسلمان اس دور میں سخت خطرے کی حالت میں تھے۔ رسول کریمؐ اور مسلمانوں کی حفاظت اپنی ذات میں ایک اہم مسئلہ تھا۔ مسلسل تین سال تک یہ زمانہ خوف کے سایہ میں بسر ہوا۔ ابو طالب ہر شب رسول اللہؐ کو اپنے سامنے بستر پر سونے کے لیے بلاتے اور سلا دیتے تا کہ اگر کوئی شخص بد ارادہ رکھتا ہے یا رات کو چپکے سے حملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ آپؐ کو اس جگہ سوتے دیکھ لے، جب سب لوگ سو جاتے تو ابو طالب اپنے کسی بھائی، بیٹے یا چچازاد کو رسول اللہؐ کی جگہ سونے کو حکم دیتے اور رسول اللہؐ کی سونے کی جگہ بدل کر کسی اور مخفی جگہ آپؐ کو سلا دیتے۔ حفاظت کا یہ پرحکمت طریق مسلسل جاری رہا۔ (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ للقسطلانی جلد ۱ صفحہ ۴۷۹)

اپنے وطن اور پیاروں سے جدائی

آج کے دور آزادی میں ذرا اس انسان کی مظلومیت کا تصور تو کریں جسے اس کے شہر کے باسی اپنے وطن میں ہی رہنے نہ دیں بلکہ اس کے جان لیوا دشمن بن کر شہر سے نکلنے پر مجبور کریں، بلاشبہ آج ایسے شخص کو دنیا کا مظلوم ترین انسان کہا جائے گا۔ مگر ہمارے پیارے رسولؐ نے تو خدا کی راہ میں یہ ظلم بھی راضی برضا ہو کر برداشت کیا۔ پہلی وحی کے بعد جب نبی کریمؐ کو حضرت خدیجہؓ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر آئیں تو انہوں نے وحی کی ساری کیفیت سن کر کہا تھا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا جب تیری قوم تجھے اس شہر سے نکال دے گی۔ ذرا سوچیں اس وقت رسول کریمؐ کے دل کی کیا حالت ہو گی۔ جب آپؐ کے لیے اپنے دیس اپنے پیارے وطن سے نکالے جانے کا تصور ہی تکلیف دہ تھا جس کا کچھ اندازہ آپؐ کے اس تعجب آمیز جواب سے ملتا ہے جو آپؐ نے فرمایا کہ "اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ" کیا میری قوم مجھے اپنے وطن سے نکال باہر کرے گی۔ (بخاری کتاب بدء الوحی)

اور پھر وہی ہوا کہ وہ شاہِ دو عالم جس کی خاطر یہ ساری کائنات پیدا کی گئی۔ ان کو ایک دن اپنے وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ ذرا سوچیں تو سہی وہ دن شاہ دو جہاںؐ پر کتنا بھاری ہو گا، جب آپؐ اپنے آبائی وطن مکہ کے ان گلی کوچوں سے نکل جانے پر مجبور کر دیے گئے۔ جس روز آپؐ مکہ سے نکلے ہیں اس روز آپؐ کا دل اپنے وطن مکہ کی محبت میں خون کے آنسو رو رہا تھا۔ جب آپؐ شہر سے باہر آئے تو اس موڑ پر جہاں مکہ آپؐ کی نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا آپؐ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور مکہ کی طرف منہ کر کے اسے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے مکہ! تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا۔" (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۰۵)

مکہ سے ہجرت کے وقت آپؐ کو کئی عزیزوں کو چھوڑ کر جانا پڑا۔ جن میں آپؐ کے اہل خانہ، بیٹیاں اور داماد وغیرہ شامل تھے جو بعد میں ہجرت کر کے مدینہ آسکے۔ مگر صاحبزادی حضرت زینبؓ کو بعض مجبوریوں کی وجہ سے مکہ میں اپنے غیر مسلم خاوند کے ساتھ رہنا پڑا۔ حضرت زینبؓ کی مدینہ آمد پر آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے: "میری اس بیٹی نے میری وجہ سے بہت دکھ اٹھائے ہیں اس لحاظ سے یہ فضیلت رکھتی ہے۔" (تاریخ الصغیر از امام بخاری زیر لفظ زینبؓ)

رسول اللہؐ کو اپنے وطن مکہ سے جو گہری محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی خوب ہوتا ہے کہ جب غفار قبیلہ کا ایک شخص ہجرت کے بعد کے زمانہ میں مکہ سے مدینہ آیا تو حضرت عائشہؓ نے اس سے پوچھا کہ مکہ کا کیا حال تھا اس نے کمال فصاحت و بلاغت سے بھرپور یہ جواب دیا کہ "سرزمین مکہ کے دامن سرسبز و شاداب تھے اس کے چٹیل میدان میں سفید اِذخر گھاس خوب جوبن پر تھی اور کیکر کے درخت اپنی بہار دکھا رہے تھے۔" نبی کریمؐ نے یہ سنا تو آپؐ کو مکہ کی یاد آئی اور وطن کی محبت نے جوش مارا۔ فرمایا: "ایسے دیس سے آنے والے! بس بھی کرو اور ہمارے وطن کی یادیں تازہ کر کے اتنا بھی دل کو نہ دکھاؤ۔ دوسری روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: تو نے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا۔" (المقاصد الحسنہ از سخاوی صفحہ ۲۹۸ بیروت)

آخری بار نبی کریمؐ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ پھر وطن کی یادیں عود کر آئیں۔ عبد الرحمان بن حارثؓ کہتے ہیں میں نے آپؐ کو اپنی سواری پر بیٹھے یہ کہتے سنا کہ "اے مکہ! خدا کی قسم تو بہترین وطن اور اللہ کی پیاری زمین ہے۔ اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو ہرگز نہ نکلتا۔" (مستدرک حاکم علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۲۷۸)

پیاروں کی جدائی پر صبر

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے اخلاص و وفا کو آزمانے کے لیے کبھی خوف، بھوک، مصیبت سے اور کبھی جان و مال کی قربانی لے کر ان کا امتحان کرتا ہے۔ جو لوگ اس امتحان میں پورے اتریں اور کسی جزع فزع اور بے صبری کے اظہار کی بجائے کمال صبر و وفا سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ:۱۵۷) (یعنی ہم بھی اللہ کی ہی امانت ہیں اور ہم نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے) کہہ کر اپنے مالک کی مرضی پر راضی ہو جائیں تو اللہ ان پر راضی ہوتا ہے اور اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا اور ان کو ہدایت یافتہ قرار دیتا ہے۔

نبی کریمؐ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ! سب سے زیادہ ابتلا اور مصائب کن لوگوں پر آتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نبیوں پر۔ پھر ان پر جو اُن سے قریب ہوں پھر ان سے قریب تر لوگوں پر۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۶۹)

ذاتی تکالیف تو انسان برداشت کر لیتا ہے مگر پیارے ساتھیوں کی جدائی پر صبر آسان نہیں ہوتا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب کسی مسلمان کو مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق "اِنَّا لِلّٰهِ" پڑھ کر پھر یہ دعا کرتا ہے: اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت کا اجر عطا کر اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا کر تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ جب میں مومن بندے کی دنیا سے کوئی قیمتی اور محبوب چیز لیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کی جزا سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ایک شخص کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس پر مصیبت بھی سخت آتی ہے اور اگر دین میں کچھ کمزوری ہو تو اسکے مطابق آزمایا جاتا ہے اور جب ایک انسان مصیبت پر صبر کے ساتھ اس سے سرخرو ہو کر نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح بخشے جاتے ہیں کہ کوئی بدی بھی باقی نہیں رہتی۔ (ترمذی کتاب الزھد)

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جتنا بڑا مقام تھا اسی مناسبت سے آپؐ پر ابتلا بھی آئے۔ دین کی راہ میں کفار اور مشرکین کے دکھ بھی آپؐ نے سہے۔ عزیزوں، پیاروں کی موت فوت کے صدمے بھی کمال صبر سے برداشت کیے۔ اپنے سچے غلاموں کو بھی اسی صبر جمیل کی تعلیم دی۔

چنانچہ نومسلم خواتین سے عہد بیعت لیتے ہوئے آپؐ یہ الفاظ بھی دہراتے تھے کہ وہ مصیبت یا صدمہ کے وقت اپنا چہرہ نہیں نوچیں گی، نہ ہی ہلاکت کی بددعا اور واویلا کریں گی۔ نہ گریبان پھاڑیں گی اور نہ ہی بال بکھیر کر بین کریں گی۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز)

رسول کریمؐ نے فرمایا: "جب کسی کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں: ہاں۔ اللہ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا ٹکڑا چھین لیا؟ وہ کہتے ہیں ہاں۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تیری حمد کرتا تھا اور اِنَّا لِلّٰهِ کہہ کر تیری رضا پر راضی تھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔" (ترمذی کتاب الجنائز)

نبی کریمؐ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ میری امت کو مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ کہہ کر اللہ کی رضا پر راضی ہونے کے اظہار کا جو سلیقہ دیا گیا ہے یہ مقام اور کسی امت کو اس سے پہلے نہیں دیا گیا۔ (مجمع الزوائد للھیثمی کتاب الجنائز باب الاسترجاع)

نبی کریمؐ نے بڑے مصائب پر صبر کیا، ماں کی وفات پر اپنے پیارے دادا اور چچا کی وفات پر، اپنی عزیز بیوی خدیجہؓ کی جدائی پر، اپنے کئی بیٹے اور بیٹیوں کی وفات پر جن کی تعداد گیارہ تک بیان کی گئی ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کی نرینہ اولاد قاسمؓ، عبداللہؓ، طیبؓ، طاہرؓ، مطہرؓ، مطیبؓ، عبدمنافؓ کم سنی میں اللہ کو پیارے ہو گئے جبکہ بیٹیوں میں سے اُمّ کلثومؓ، رقیہؓ، اور زینبؓ نے آپؐ کی زندگی میں وفات پائی۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۴۳۲، ۴۴۰ و تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۲۷۲)

حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے آخری عمر کی اولاد ابراہیمؓ پیدا ہوئے جو آپؐ کو بہت پیارے تھے ابو سیف کے گھر میں رضاعت کے لیے صاحبزادہ ابراہیمؓ کو رکھا گیا تھا، آپؐ وہاں اپنے اس لخت جگر سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ آپؐ ابراہیمؓ کو اٹھا کر سینے سے لگاتے اور پیار کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے علم پا کر آپؐ نے اس بیٹے کی صلاحیتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر صاحبزادہ ابراہیمؓ زندہ رہتے تو ضرور سچے نبی ہوتے۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

جب ابراہیمؓ کی وفات کا وقت آیا تو رسول کریمؐ نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔ اپنے خدا کی رضا کے آگے، جو آپؐ کو ابراہیمؓ سے کہیں زیادہ پیارا تھا، یہ کہتے ہوئے سر

جھکا دیا کہ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ، وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا، وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے مگر ہم اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کلمہ زبان پر نہیں لائیں گے اور اے ابراھیم! ہم تیری جدائی پر سخت غمگین ہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

حضرت ابو عمامہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ کا جنازہ قبر میں رکھا گیا تو آپؐ نے یہ آیت پڑھی (طٰہٰ:۵۶) کہ اس زمین سے ہی ہم نے تم کو پیدا کیا۔ اس میں دوبارہ داخل کریں گے اور اسی سے دوسری مرتبہ نکالیں گے۔ پھر جب ان کی لحد تیار ہوگئی تو نبی کریمؐ خود مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر دینے لگے اور فرمایا کہ اینٹوں کے درمیان سوراخ ان سے بند کردو۔ پھر فرمایا کہ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت تو نہیں مگر زندوں کا دل اس سے مطمئن ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد للھیشمی کتاب الجنائز باب مایقول اذا دخل القبر)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول کریمؐ کی دو بیٹیوں کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ رسول اللہؐ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی صاحبزادی رقیہؓ فوت ہوئیں تو عورتیں رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کوڑے سے انہیں مارنے لگے تو نبی کریمؐ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیچھے ہٹایا، فرمایا اے عمر! رہنے دو۔ پھر آپؐ نے عورتوں کو نصیحت فرمائی کہ تم شیطانی آوازوں (یعنی چیخ و پکار) سے اجتناب کرو۔ پھر فرمایا کہ بے شک ایسے صدمے میں آنکھ کا اشکبار ہو جانا اور دل کا غمگین ہونا تو اللہ کی طرف سے ہے، جو دل کی نرمی اور طبعی محبت کا نتیجہ ہے۔ ہاتھ اور زبان سے ماتم شیطانی فعل ہے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۳۵)

حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت زینبؓ کے ایک صاحبزادے کی وفات کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحبزادی نے آپؐ کو پیغام بھجوایا کہ میرا بیٹا جان کنی کے عالم میں آخری سانس لیتا نظر آتا ہے۔ آپؐ تشریف لے آئیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ان کو جاکر سلام کہو اور یہ پیغام دو یہ اللہ کا ہی مال تھا، اس نے واپس لے لیا، اسی نے عطا کیا تھا اور ہر شخص کی اللہ کے پاس میعاد مقرر ہے۔ اس لیے میری بیٹی صبر کرے اور اللہ سے اس کے اجر کی امید رکھے۔ اس پر آپؐ کی صاحبزادی نے دوبارہ پیغام بھجوایا اور قسم دے کر کہلا بھیجا کہ آپؐ ضرور تشریف لائیں۔ آپؐ تشریف لے گئے۔ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور کچھ اور اصحاب آپؐ کے ساتھ تھے۔ وہ بچہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کی جان نکل رہی تھی۔ رسول اللہؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حضرت سعدؓ نے تعجب سے کہا یا رسول اللہؐ! یہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ محبت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔ (مسلم کتاب الجنائز)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی ایک کم سن بیٹی آخری دموں پر تھی۔ رسول کریمؐ نے اسے اپنے سینے سے چمٹایا پھر اس پر اپنا ہاتھ رکھا، اس کی روح پرواز کرگئی۔ بچی کی میّت رسول اللہؐ کے سامنے تھی۔ رسول اللہؐ کی رضاعی والدہ اُم ایمن رو پڑیں۔ رسول کریمؐ نے اسے فرمایا: اے ام ایمن! رسول اللہ کی موجودگی میں تم روتی ہو؟ وہ بولیں جب خدا کا رسولؐ بھی رو رہا ہے تو میں کیوں نہ روؤں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا میں روتا نہیں ہوں۔ یہ تو محبت کے آنسو ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مومن کا ہر حال ہی خیر اور بھلا ہوتا ہے۔ اس کے جسم سے جان قبض کی جاتی ہے اور وہ اللہ کی حمد کر رہا ہوتا ہے۔ (نسائی کتاب الجنائز باب فی البکاء علی المیت)

نبی کریمؐ کے بہت پیارے چچا حضرت حمزہؓ جو مکہ میں مصائب کے زمانہ میں آپؐ کی پناہ بنے تھے، احد میں شہید ہوئے۔ ان کی نعش کا مثلہ کرکے کان ناک کاٹے گئے اور کلیجہ چبا کر پھینکا گیا اور بے حرمتی کی گئی۔ نبی کریمؐ اپنے پیارے چچا کی نعش پر تشریف لائے، نعش کی حالت دیکھی اور فرمایا کہ اگر مجھے اپنی پھوپھی صفیہ کے غم کا خیال نہ ہوتا تو حمزہ کی نعش کو اسی حال میں چھوڑ دیتا کہ درندے اسے کھا جاتے اور قیامت کے دن ان کے پیٹوں سے اس کا حشر ہوتا۔ پھر آپؐ نے ایک چادر کا کفن دے کر انہیں دفن کردیا۔

رسول اللہ ﷺ نے دوستوں کی موت کے صدمے بھی دیکھے۔ اُحد میں ستّر صحابہ شہید ہوئے تھے مگر آنحضرتؐ کمال صبر سے راضی برضا رہے۔

غزوہ موتہ میں آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو وحی کے ذریعہ اطلاع فرمائی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریمؐ مجلس میں تشریف فرما تھے اور چہرہ سے حزن و ملال کے آثار صاف ظاہر تھے۔ کسی نے آکر عورتوں کے بین کرنے کا ذکر کیا تو آپؐ نے ان کو سمجھانے کی ہدایت فرمائی۔ (بخاری کتاب الجنائز)

غیروں کے اعتراف

مشہور مؤرخ گبن رسول اللہؐ کے صبر و استقامت کی داد یوں دیتا ہے: ''ان سے پہلے کوئی پیغمبر اتنے سخت امتحان سے نہ گزرا تھا جیسا کہ محمد (ﷺ)۔'' (گبن، زوال سلطنت روما ص ۱۰۸ بحوالہ نقوش رسولؐ نمبر جلد ۱۱ صفحہ ۵۴۸)

مشہور اطالوی مستشرق ڈاکٹر و گلیری نے رسول اللہ ﷺ کے صبرو استقامت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''محمد ﷺ کی مکی زندگی میں اسلام صرف توحید کا داعی تھا۔ لیکن جب آپؐ اور آپؐ کے ساتھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو اسلام ایک زبردست سیاسی طاقت بن گیا۔ محمدؐ نے قریش کے مطاعن اور مظالم کو صبر سے برداشت کیا اور بالآخر آپؐ کو اذنِ الٰہی ملا کہ آپؐ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ پس مجبور ہو کر آپؐ نے تلوار کو بے نیام کیا۔... محمد ﷺ کے الہامات میں یہ تعلیم ہوتی تھی کہ مظالم کو صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔'' (اسلام پر ایک نظر صفحہ ۱۰-۱۲ ترجمہ An interpretation of Islam مطبوعہ ۱۹۵۷ء از مترجم شیخ محمد احمد مظہر)

پرکاش دیو جی رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہ کے مظالم پر صبرو استقامت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرتؐ کے اُوپر جو ظلم ہوتا تھا اُسے جس طرح بَن پڑتا تھا وہ برداشت کرتے تھے۔ مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ کر اُن کا دل ہاتھ سے نکل جاتا تھا اور بیتاب ہو جاتا تھا اُن غریب مومنوں پر ظلم و ستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔'' (سوانح عمری حضرت محمدؐ صاحب صفحہ ۲۵)

☆...☆...☆

اک مردِ خدا کی بات مجھے اس دور میں پھر دہرانے دو

اک مردِ خدا کی بات مجھے اس دور میں پھر دہرانے دو
''یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو''

پھل صبر و رضا کے اہلِ وفا ہر حال میں میٹھے ہوتے ہیں
نفرت کے کڑوے پھل دشمن کھاتا ہے اگر تو کھانے دو

دشنام طرازی سبّ و شتم کی گونج فضا میں پھر سے ہے
یہ ان کی موت کا ماتم ہے تم ان کو دل بہلانے دو

جو صوت فلک سے آئی ہے وہ ہر سو پھیلے گی آخر
دشمن کو لگانے دو پہرے ان کو دیوار بنانے دو

تقدیر خدا منسوخ کرے گی فیصلے ان ایوانوں کے
دیمک سے بھرے تکفیر کے ان فتوؤں کو ذرا گل جانے دو

اس کرب و بلا کے قصّے کا انجام ابھی تک باقی ہے
میداں میں عدو کو سبقت کا تم جھوٹا جشن منانے دو

یہ پیڑ پھلے پھولے گا ظفؔر جو ہم نے لہو سے سینچا ہے
ہر شاخ ثمر آور ہوگی اس خون کو رنگ جمانے دو

(مبارک احمد ظفؔر۔ یوکے)

نبی اکرم ﷺ کے اسفار کے دوران مخالفت اور صبر و استقامت کا شاندار نمونہ

(ف۔ مجوکہ)

صبر مصیبت کے وقت شکایت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ لیکن یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ صبر کے مفہوم میں صرف اتنی بات شامل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس شکوہ نہ کرے (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ کے افضال میں سے ایک فضل انبیاء کا وجود ہے۔ اس لیے کہ وہ ایک ہمہ جہت وجود ہوتے ہیں۔ ایک طرف ان کے اقوال و ارشادات پیروکاروں کی روحانی اور جسمانی زندگی کی نشوونما کا جزو لاینفک ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی اپنی زندگی بھی ماننے والوں کے لیے نمونہ ہوتی ہے۔ آیئے آنحضرت ﷺ کے وجود کو ہی دیکھتے ہیں۔ عام معاشرے میں رہنے والے ہر فرد کے لیے آپؐ کا وجود ایک کامل نمونہ ہے۔ چاہے وہ بادشاہ ہے یا غلام ہے، امیر ہے یا غریب ہے۔ کیونکہ آپؐ پر زندگی میں ایسے تمام واقعات گزرے جو کسی بھی اور انسان پر جب گزرتے ہیں تو اسے لازماً ایک سہارے اور نمونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک تاجر آدمی ہے اور معاشرے میں دیکھتا ہے کہ دھوکا اور جھوٹ کا بازار گرم ہے تو اس کے لیے آنحضرت ﷺ کے ارشادات (کہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے، اور یہ کہ دھوکا اور جھوٹ سے نفع تو کما لیں گے مگر برکت نہ رہے گی) کے ساتھ ساتھ آپؐ کا عملی نمونہ بھی حوصلہ کو بڑھانے والا ہوگا۔ اسی طرح جب کسی کو محض للہ مخالفت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس مشکل وقت میں بھی اگر وہ آپؐ کی ذات کا مطالعہ کرے تو اسے نہ صرف تسکین قلب نصیب ہو بلکہ اسے ان مصائب سے نکلنے کا طریق بھی مل جائے۔

اس موضوع پر آپ ﷺ کی زندگی کو دیکھنے سے قبل ایک اور چیز بھی قابل وضاحت ہے۔ وہ ہے ”صبر“ کا لفظ۔ یہ لفظ کن معنوں پر محیط ہے؟ جب تک ہمیں اس کی پوری شناسائی نہ ہوگی تب تک ہم اس مضمون کو سمجھ نہ سکیں گے۔ اس کی وضاحت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر میں کچھ یوں فرمائی ہے: ”صبر مصیبت کے وقت شکایت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ لیکن یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ صبر کے مفہوم میں صرف اتنی بات شامل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے پاس شکوہ نہ کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شخص اپنی شکایات بیان کرتا ہے تو یہ بات صبر کے خلاف نہیں۔ چنانچہ لغت میں لکھا ہے فَاِذَا دَعَا اللّٰهَ الْعَبْدُ فِيْ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْهُ لَا يُقْدَحُ یعنی جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارے اور اسے کہے کہ اے میرے رب میری فلاں مصیبت کو دُور کر دے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے صبر کے خلاف حرکت کی (اقرب)۔ وَفِي الْكُلِّيَّاتِ: اَلصَّبْرُ فِي الْمُصِيْبَةِ۔ ابوالبقا جو ایک بہت بڑے ادیب گزرے ہیں انہوں نے اپنی کتاب کلیات میں لکھا ہے کہ صبر کا لفظ جو عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور دوسروں سے کہا جاتا ہے کہ صبر کرو، یہ صرف مصیبت کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ جب کسی حادثہ کے وارد ہونے پر دوسرے شخص سے کہا جائے کہ آپ صبر سے کام لیں تو اس کے معنے صرف اتنے ہوتے ہیں کہ آپ جزع فزع نہ کریں یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کریں یا آہ وفغاں سے اپنی آواز بلند نہ کریں۔ وَاَمَّا فِي الْمُحَارَبَةِ فَشَجَاعَةٌ۔ لیکن کبھی لڑائی کے لئے بھی صبر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے معنے شجاعت اور بہادری کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح صبر کا لفظ کبھی اِمْسَاكُ النَّفْس کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی اگر انسان اپنے نفس کو لغو اور فضول کاموں میں مبتلا ہونے سے روکے تو اس وقت بھی صبر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔... صبر کے معنے جرأت اور بہادری کے بھی ہیں۔ صبر کے معنے قناعت کے بھی ہیں۔ صبر کے معنے عفت کے بھی ہیں اور صبر کے معنے رازداری کے بھی ہیں۔“ (تفسیر کبیر جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۱و ۲۴۲)

جبکہ استقامت لفظ کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ ”کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں۔ اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہوجائیں۔ موت پر راضی ہوجائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۰)

جامع ترمذی میں ایک روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء ورسل پر۔ پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں۔ پھر جو ان کے بعد ہیں۔ بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے۔ پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (سنن ترمذی کتاب الزھد، باب مَا جَاءَ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ حدیث ۲۳۹۸) جبکہ اسی مفہوم کی روایت امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں بھی بیان کی ہے۔

آیئے اب تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں اور اس میں آج سے ۱۴۰۰ سال قبل آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کو دیکھتے ہیں کہ آپؐ کے اسفار میں کہاں کہاں ایسے نازک حالات پیش آئے جب چاروں اطراف سے بلائیں آئیں اور ان سب کے باوجود آپ نے نہ قول سے اور نہ فعل سے کوئی شکوہ کیا اور عظیم شجاعت اور حوصلہ کا نمونہ دکھایا۔

۱۔ سفر طائف

۱۰/نبوی میں، جس سال حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کی وفات ہوئی، آپؐ نے طائف کے عمائدین کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے سفر اختیار فرمایا۔ طائف مدینہ سے جنوب مشرق کی جانب ۴۰/ میل کے فاصلہ پر ایک شہر تھا۔ یہ شہر اس حد تک اثر رسوخ والا تھا کہ مکہ کے مقابل کا تھا۔ اسی وجہ سے تو مخالفین نے جب کہا: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف:۳۲) کیوں نہ یہ قرآن دو معروف بستیوں کے کسی بڑے شخص پر اتارا گیا۔ تو اس میں بھی مکہ اور طائف ہی مراد تھا۔ طائف میں متعدد قبائل آباد تھے جن میں خاندان عمیر رئیس القبائل تھا۔ یہ تین بھائی تھے عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپؐ نے ان تینوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ ان تینوں نے درشتی سے انکار کیا۔ ایک نے کہا: ”اگر تجھ کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو وہ (یعنی وہ بھائی مکہ جاکر) کعبہ کا پردہ چاک کر دے گا۔“ دوسرے نے کہا: ”کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملا تھا؟“ اور تیسرے نے کہا: ”میں بہرحال تجھ سے بات نہیں کرسکتا۔ تُو اگر سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے اور جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل نہیں۔“ (سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد ۱ صفحہ ۱۶۹) ان تینوں نے اس گفتگو کو عوام میں اشتعال کا ذریعہ بنایا اور آوارہ لوگوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جو آپؐ پر پتھر برساتے اور گالیاں دیتے رہے۔ بعض کتب میں آتا ہے کہ جب آپؐ کو پتھر لگتے اور تکلیف سے آپ بیٹھ جاتے تو یہ شریر لوگ آپؐ کو بازو سے پکڑ کر پھر کھڑا کر دیتے اور پھر ہنسی کرتے اور آپؐ پر پتھر برساتے۔ (المواھب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۸) یہاں تک کہ آپؐ طائف سے تین میل کے فاصلہ پر عرب سردار عتبہ بن ربیعہ کے انگوروں کے باغ میں پہنچے۔ یہی وہ سفر تھا جس کے بارے میں صحیح بخاری میں روایت ملتی ہے۔ اس روایت میں طائف سے نکلنے کے بعد کا واقعہ ان الفاظ میں ملتا ہے کہ ”پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے ردّ کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد ﷺ! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ تباہ و برباد ہوجائیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔“ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق روایت نمبر ۳۲۳۱) ایک طرف مخالفین کا درشت رویہ تھا دوسری طرف آپؐ کا رحمۃ للعالمین وجود تھا جس نے اس حد تک تکلیف کو بھی برداشت کیا اور زبان پر شکوہ نہ لائے اور اس موقع پر بھی ان کے لیے فلاح کی دعا کی۔

۲۔ ایام حج میں تبلیغ

جب حج کے ایام آتے تو عرب کے قبائل ہر طرف سے آکر مکہ کے آس پاس اترتے تو آپؐ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور تبلیغ اسلام فرماتے۔ عرب کے مختلف مقامات پر میلے لگتے تھے جن میں دُور دُور سے قبائل آتے تھے۔ آپؐ ان میلوں میں جاتے اور تبلیغ اسلام فرماتے۔ ان میلوں میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے نام اکثر مؤرخین نے ذکر کیے ہیں۔ ان مواقع پر جن قبائل کے نام کتب میں ملتے ہیں ان میں بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، علیم، عبس، بنو نضر، کندۃ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ اور حضارمہ ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت ملتی ہے جس میں ان قبائل کے پڑاؤ میں آپؐ کے تبلیغی دورہ کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ حدیث کچھ یوں ہے ”حضرت ربیعہؓ سے مروی ہے کہ میں نے نوجوانی میں اپنے والد کے ساتھ نبی ﷺ کو ذوالمجاز نامی بازار میں لوگوں کے مختلف قبیلوں میں جاجا کر ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ کے پیچھے ایک بھینگا آدمی بھی تھا۔ اس کی رنگت اجلی اور بال لمبے تھے۔ نبی ﷺ ایک قبیلے کے پاس جاکر رکتے اور فرماتے: اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ کا پیغمبر ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، میری تصدیق کرو اور میری حفاظت کرو تا کہ اللہ کا پیغام پہنچا سکوں۔ آپؐ جب اپنی بات سے فارغ ہوتے تو وہ آدمی پیچھے سے کہتا اے بنو فلاں! یہ شخص چاہتا ہے کہ تم سے لات و عزیٰ (دو بتوں کے نام ہیں) اور تمہارے حلیف قبیلوں کو چھڑا دے اور اپنے نئے ایجاد کردہ دین کی طرف تمہیں لے جائے۔ اس لیے تم اس کی بات نہ سننا اور نہ اس کی پیروی کرنا۔ حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ پیچھے والا بھینگا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔“ (مسند احمد بن حنبل حدیث ربیعہ بن عباد) پھر ایک اور روایت ہے کہ ”بنو مالک بن کنانہ کے ایک بزرگ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو ذوالمجاز نامی بازار میں چکر لگاتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ فرما رہے تھے لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ جبکہ ابوجہل مٹی اچھالتے ہوئے کہتا جاتا تھا لوگو! یہ تمہیں تمہارے دین سے بہکا نہ دے، یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے معبودوں کو اور لات و عزیٰ کو چھوڑ دو۔ لیکن نبی ﷺ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔“ (مسند احمد بن حنبل، حدیث شیخ من بنی مالک) ان تبلیغی دوروں میں صرف یہ نہ تھا کہ مکہ کے مخالفین ساتھ ساتھ اپنی

ایذا رسانی کو جاری رکھے ہوئے تھے بلکہ وہ قبائل بھی آپؐ کے ساتھ درشتی کا رویہ برقرار رکھتے تھے۔ بنی حنیفہ جو یمن کا قبیلہ تھا، انہوں نے سخت درشتی سے جواب دیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۴۳) یہ وہی قبیلہ تھا جس کا رئیس بعد میں مسیلمہ کذاب بنا۔ ان سب مخالفتوں کے باوجود آپؐ صبر اور استقامت سے قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ صبر کرنے والے آخر فلاح پائیں گے انہی ملاقاتوں میں آپ کی ایک ملاقات انصار کے قبیلہ بنی خزرج کے چھ افراد سے عقبہ گھاٹی میں ہوئی اور یہ لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۴۹)

۳۔سفر ہجرت / ہجرت مدینہ

آپ ﷺ کی زندگی میں بہت اہم سفر، ہجرت مدینہ کا سفر کا ہے۔ یہ سفر ابتدا سے ہی مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ مخالفت کا یہ عالم تھا کہ دار الندوہ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ ''محمد کو آہنی زنجیروں میں جکڑ کر ایک کمرہ میں بند کر دو تاوہیں پڑا پڑا مر جائے'' اور تمام کفار قریش اس بات پر راضی ہو گئے کہ سب نوجوان مل کر ایک حملہ میں ہی نعوذ باللہ محمدؐ کو قتل کر دیں۔ پھر جب گھر سے نکل کر غار ثور میں پہنچے تو وہاں بھی کفار سر پر تھے۔ اس سخت مشکل میں بھی جب حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ اب تو کفار غار کے سر پر آ گئے ہیں اور اگر وہ جھانکیں تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ اے ابو بکر! ایسے دو بندوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہو۔ (صحیح بخاری کتاب اصحاب النبی ﷺ باب مناقب المہاجرین) غار ثور سے نکلے اور عام راستے سے ہٹ کر سمندر کا راستہ اختیار کیا تو بھی کفار کا خطرہ سر پر تھا۔ اس موقع پر یہ خطرہ سراقہ بن مالک کی شکل میں سامنے آیا جو انعام کے لالچ میں ہر قسم کا نقصان پہنچانے کی نیت سے سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ اس موقع پر بھی یہی واقعہ ملتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے مگر کسی بھی روایت میں یہ نہیں ملتا کہ آپؐ نے سراقہ کو تعاقب میں دیکھ کر گھبراہٹ کا اظہار کیا ہو۔ یہی وہ استقامت تھی جو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین کی وجہ سے آپ نے عملاً دکھائی۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے سراقہ بن مالک خود روایت کرتے ہیں کہ میں جب آپؐ کے تعاقب میں گھوڑے پر سوار آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپؐ قراءت فرما رہے تھے اور آپؐ ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی ﷺ)۔ آپؐ کا نمونہ اس سفر میں صبر اور استقامت کا عملی نمونہ تھا۔ آپؐ نے خدائی وعدوں پر کامل یقین رکھا اور مشکلات کو صبر اور استقامت سے برداشت کیا۔

۴۔ بدر کی طرف سفر

اسلام اور آپؐ کی زندگی میں ایک نہایت اہم سفر بدر کے میدان کی طرف سفر تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنی وحی میں فرما چکا تھا کہ تمہیں ایک چیز ضرور ملے گی۔ آیت قرآنی ہے کہ اور (یاد کرو) جب اللہ تمہیں دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ دے رہا تھا کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ تمہارے حصہ میں وہ آئے جس میں ضرر پہنچانے کی صلاحیت نہ ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تا کہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کا بطلان کر دے۔ (الانفال ۷،۸) آپؐ جانتے تھے کہ کفار کا لشکر آ رہا ہے اس کے باوجود خدائی وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے استقامت دکھائی اور بظاہر بے سروسامانی کی سی کیفیت میں کفار کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ اسی دوران راستے میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل صحیح مسلم کی روایت میں ملتی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف نکلے، جب آپؐ حرۃ الوبرہ مقام پر پہنچے، تو آپ کو ایک آدمی ملا، جس کی جرأت اور شجاعت و دلیری کا چرچا تھا، اسے دیکھ کر صحابہ خوش ہو گئے، جب وہ آپ کو ملا، تو اس نے آپؐ سے کہا میں اس لیے آیا ہوں تا کہ آپ کا ساتھ دوں اور آپ کو جو کچھ ملے، اس سے حصہ لوں۔ رسول اللہؐ نے اس سے پوچھا: ''تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو؟'' اس نے کہا، نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ، میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔'' پھر وہ چلا گیا۔ آپؐ چلتے رہے، حتیٰ کہ شجرہ (نامی مقام) پر پہنچ گئے۔ وہ آدمی دوبارہ آپؐ کو ملا اور اس نے آپ سے وہی بات کہی، جو پہلی دفعہ کہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پہلی جیسی ہی بات فرمائی اور فرمایا: ''لوٹ جاؤ، میں ہرگز مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔'' پھر وہ لوٹ گیا اور آپؐ کو بیداء کے مقام پر ملا۔ آپؐ نے اسے پہلی دفعہ والی بات فرمائی کہ ''تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟'' اس نے کہا، جی ہاں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ''اب بڑی خوشی کے ساتھ ہمارے ساتھ چلو۔'' (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب کراھۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر) یہ واقعہ آپؐ کی کمال استقامت کا عملی نشان ہے۔ آپؐ کو لوگوں کی طاقت اور شجاعت سے بڑھ کر خدا کے وعدوں پر یقین کامل تھا۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں کمی نہ آنے پائی ورنہ کوئی دنیاوی لیڈر ہوتا اور اپنی بے سروسامانی کی حالت سے آگاہ ہوتا تو کبھی بھی ایسے شخص کو انکار نہ کرتا۔ اور پھر اسی استقامت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح عطا فرمائی۔

۵۔سفر احد

شوال ۳؍ ہجری میں کفار قریش تین ہزار کی تعداد میں مکہ سے لشکر لے کر مدینہ آئے اور احد پہاڑ کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ اس کے مقابلہ کے لیے ۱۵؍ شوال کو آپؐ مدینہ سے نکلے۔ اس موقع پر عبد اللہ بن ابی نے غداری کی اور تین سو افراد کے ساتھ واپس مدینہ لوٹ گیا اور یہ کہتا گیا کہ محمد (ﷺ) نے میری بات نہیں مانی اور ناتجربہ کار نوجوانوں کے کہنے پر باہر نکل آئے ہیں۔ پھر جب جنگ ہوئی تو اس میں مسلمانوں کو بھی تکلیف پہنچی اور آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک کو بھی تکلیف پہنچی۔ مگر اس مشکل کے باوجود آپؐ نے صبر اور استقامت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپؐ نے دن وہیں گزارا اور شہید صحابہؓ کی تدفین کے بعد ہی واپس مدینہ تشریف لائے۔ اب دیکھئے کہ ایک طرف تو بدر میں مکہ والوں کا نمونہ تھا کہ اپنے مرنے والوں کو میدان میں ہی چھوڑ کر بھاگ گئے اور جنہیں صحابہؓ نے اٹھا اٹھا کر بدر کے خشک کنویں میں ڈالا، مگر یہاں مسلمانوں کو بظاہر تکلیف بھی پہنچی مگر اس کے باوجود آپ نے شہداء کی تکفین کے بعد ہی واپسی کا سفر شروع کیا۔ پھر جب رات کو مدینہ پہنچے تو کفار کے لشکر کے حملہ کا ڈر تھا جس کے باعث آپؐ نے حمراء الاسد کا سفر اختیار فرمایا۔ یہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپؐ نے مدینہ میں چلنے سے قبل اعلان فرمایا کہ سوائے ان لوگوں کے جو احد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ (سیرت ابن ہشام) ان میں اکثر صحابہؓ زخمی تھے مگر وہ اس جوش سے نکلے کہ قبیلہ خزاعہ کے رئیس کا بیان ہے کہ مسلمان اس رعب سے نکلے تھے کہ وہ لشکر قریش کو دیکھ کر ہی بھسم کر دیں۔ اس بیان کو سن کر کفار مرعوب ہو گئے اور واپس مکہ چلے گئے۔ اب دیکھیں کہ آپؐ کا کمال صبر اور استقامت کا نمونہ تھا اور خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا۔ ورنہ کوئی دنیاوی لیڈر ہوتا تو یقیناً نئے اور تازہ دم سپاہیوں کو لے کر نکلتا نہ کہ زخمی اور تھکے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ میدان میں اترتا۔

۶۔نجد کی طرف سفر

آپؐ کو اطلاع ملی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کی ایک جماعت نجد کے ایک مقام ذوامر میں اکٹھی ہو رہی ہے اور ان کا ارادہ مدینہ کے نواہی علاقوں میں حملہ کرنا ہے۔ ان کے مقابلہ کے لیے آپؐ صحابہؓ کے ساتھ نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ دشمن مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر پہاڑوں پر بھاگ گئے۔ اس سفر میں بھی ایک واقعہ ہوا جو آپؐ کی کمال استقامت کا عملی نمونہ ہے۔ صحیح بخاری میں اس واقعہ کی تفصیل درج ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جنگ کے لیے نکلے۔ جب رسول اللہ ﷺ لوٹے تو وہ بھی آپ کے ساتھ لوٹے۔ آپ کو ایک وادی میں جس میں کثرت سے ببول (جسے کیکر بھی کہا جاتا ہے) کے درخت تھے دوپہر آ گئی۔ رسول اللہؐ اُتر پڑے اور لوگ اِدھر اُدھر بکھر کر درختوں کے سائے میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا اور اپنی تلوار اس سے لٹکا دی اور ہم تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک بدوی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس شخص نے میری تلوار مجھ پر سونت لی، جبکہ میں سو رہا تھا۔ میں جاگ اُٹھا اور وہ تلوار اس کے ہاتھ میں ننگی تھی۔ اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا اللہ۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر) اس نے تلوار نیام میں کر لی، پھر بیٹھ گیا۔ حضرت جابرؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اسے سزا نہ دی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بنی مصطلق) اب دیکھیں کہ ایک طرف مخالفت کی انتہا تھی کہ مخالف جان سے مارنے کا کوئی موقع جانے نہ دیتے تھے اور دوسری طرف آپؐ کی کمال استقامت تھی کہ خدا کی ذات پر ایسا یقین تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔

۷۔عمرہ کے لیے مکہ کی جانب سفر

آپؐ نے ذو القعدہ ۶؍ ہجری میں مدینہ سے مکہ کی جانب سفر کیا۔ جب آپؐ عسفان مقام پر پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ کفار پورے جوش میں ہیں اور انہوں نے اپنے جوش اور وحشت کے اظہار کے لیے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں۔ جس پر آپؐ معروف راستے کو چھوڑ کر کٹھن پہاڑی راستہ سے حدیبیہ پہنچے جو کہ مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں پر کفار اور آپؐ کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدے سے قبل جب ابھی گفت و شنید جاری تھی کفار نے ارادہ کیا کہ چالیس پچاس (اور بعض کتب میں ان کی تعداد ۸۰؍ تھی) افراد کی پارٹی کو بھیجا جائے کہ وہ اسلامی کیمپ کے ارد گرد چکر لگاتے رہیں تا موقع پا کر نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو سکیں۔ ان کا راز کھل گیا اور یہ سب پکڑے گئے۔ ان سب کو آپؐ نے معاف فرمایا اور ان کو رہا کر دیا۔ کفار آپؐ کو اور مسلمانوں کو پوری طرح نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب وہ اس حربہ سے کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے دوسری راہ اختیار کی۔ ہوا کچھ یوں کہ جب آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ بطور ایلچی بنا کر بھیجا تو انہوں نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو روک لیا اور مشہور کر دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے کمال استقامت کا نمونہ دکھایا۔ اور خدائی وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے باوجود دنیاوی سامان حرب کے نہ ہونے کے صحابہ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے موسوم ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا: ''اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے کہ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں'' پھر صحابہؓ سے فرمایا: ''آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔'' قریش کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور وہ بخیریت مسلمانوں کے کیمپ میں واپس آ گئے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ ۷۵۶ تا ۷۶۳)

۸۔سفر تبوک

جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو منافقین کے ایک گروہ نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپؐ کو نعوذ باللہ سفر کے دوران رات کے اندھیرے میں گھاٹی میں سے گزرتے ہوئے سواری سے نیچے پھینک کر قتل کر دیا جائے۔ بعض کتب میں ہے کہ یہ منافقین تعداد میں ۱۲؍ تھے۔ (الرحیق المختوم صفحہ ۵۸۷) آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی جس کی وجہ سے آپؐ نے صحابہ کو وادی کے اندرون کا راستہ اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا جبکہ خود آپؐ نے پہاڑی درے کا راستہ اختیار کیا۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت عمارؓ تھے جو اونٹ کی نکیل تھامے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اونٹنی کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اس دوران ان منافقین نے اپنے چہرے ڈھانپ کر آپؐ کا منتخب کردہ راستہ اختیار کیا۔ جب وہ قریب آنے لگے تو آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو ان کی طرف بھیجا جنہوں نے اپنی ڈھال سے ان منافقین کے اونٹوں کو ڈرا کر واپس بھیج دیا۔ جب ان منافقین نے دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ تو اور افراد بھی ہیں تو وہ لوگ لوٹ گئے۔ جب آپؐ اس پہاڑی درے سے گزر گئے تو وہاں باقی لوگوں کو آپ کے انتظار میں پایا۔ وہاں آپؐ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کہ کیا تمہیں علم ہے وہ رات کو جو سوار آئے تھے وہ کون تھے؟ آپؐ نے نہ صرف ان کے نام بتائے بلکہ یہ بھی بتایا کہ ان کا ارادہ کیا تھا۔ (سیرت النبویہ از ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۴) جبکہ ایک اور کتاب میں درج ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ان کا ارادہ تھا کہ وہ میرے ساتھ پہاڑ کی چوٹی تک سفر کریں اور وہاں سے مجھے نیچے پھینک دیں۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد جلد ۵ صفحہ ۴۶۶)

الغرض آپؐ کی حیات مبارکہ کو دیکھیں تو جہاں بھی ہمیں ایسے حالات نظر آتے ہیں وہیں پر آپؐ کی کمال استقامت اور صبر کا نمونہ ہی ہمیں ملتا ہے۔ چاہے وہ اس وقت کے حالات

ہوں جب آپ تنہا تھے اور آپ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ ”خدا کی قسم! وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں خدا کا حکم اس کی مخلوق کو نہ پہنچاؤں، میں ہرگز اس کے لیے آمادہ نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیل جائے یا کم از کم میں اس جد و جہد میں اپنی جان دے دوں“ اور چاہے حنین میں وہ وقت کہ جب ۱۲؍ہزار مسلمانوں کا لشکر دشمن کی تیر اندازی سے بوکھلا گیا تو آپ بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ ”انا النّبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب“ (میں اللہ کا نبی ہوں اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) یہ تھا خدا کے وعدوں پر کامل یقین۔ جس کے باعث مخالفت اور مشکل کے باوجود ہر موقع پر آپؐ نے صبر و استقامت کے پہلو کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں

مایوس و غمزدہ کوئی اس کے سوا نہیں
قبضے میں جس کے قبضۂ سیفِ خدا نہیں

آپؐ نے عملی نمونہ سے دکھایا کہ چاہے جو بھی حالات ہو جائیں، جس کے ہاتھ میں سیف خدا ہے اسے کیا غم اور کیا خوف۔ پس آج جو مسیح زماں کو ماننے کی وجہ سے احمدیوں پر مصائب اور تنگی کے حالات ہیں ان سب کے لیے آپؐ کا اسوہ اور یہ شعر ایک قطبی ستارہ ہے کہ چاہے جتنی بھی اندھیری رات ہو یہ ستارہ بہرحال پیروی کرنے والے کو منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ (ان شاءاللہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”ایک اور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَ لَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا۔ (حٰم السجدہ:۳۱)۔ اس سے بھی مراد متقی ہیں۔ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا۔ یعنی ان پر زلزلہ آئے، ابتلا آئے، آندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو اس سے کر چکے اس سے نہ پھرے۔ پھر آگے خدا فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا کیا اور صدق اور وفا دکھلایا تو اس کا اجر یہ ملا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ۔ یعنی ان پر فرشتے اترے اور کہا کہ خوف اور حزن مت کرو تمہارا خدا متولّی ہے۔ وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (حٰم السجدہ:۳۲) اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے اور اس جنّت سے یہاں مراد دنیا کی جنت ہے جیسے ہے وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ۔ (الرحمٰن: ۴۷) پھر آگے ہے نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ (حٰم السجدہ:۳۲)۔ دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے ولی اور متکفّل ہیں۔“ (ملفوظات جلدسوم صفحہ ۴۲۱، ایڈیشن ۲۰۲۲ء) پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”خدا پر سچا ایمان لاؤ اس سے سب کچھ حاصل ہو گا استقامت چاہیئے۔ انبیاؤں کو جس قدر درجات ملے ہیں استقامت سے ملے ہیں۔“ (ملفوظات جلدسوم صفحہ ۳۷۹، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

اللہ ہم سب کو مشکلات میں صبر اور استقامت کی توفیق عطا فرمائے آمین

☆...☆...☆

چاہت میں، اعتبار میں مارا گیا ہوں میں

چاہت میں، اعتبار میں مارا گیا ہوں میں
وہ کیا ہے یار، پیار میں مارا گیا ہوں میں

میں دشمنوں سے جنگ میں مارا نہیں گیا
اپنوں کے پہلے وار میں مارا گیا ہوں میں

خوشبو کا شوق تھا مجھے، کانٹے الجھ پڑے
پھولوں کے کاروبار میں مارا گیا ہوں میں

اُس بےوفا نے پیار سے ہر روز کل کہا
اک عشق کے اُدھار میں مارا گیا ہوں میں

دکھ یہ نہیں کہ عمر یہ پردیس میں کٹی
دکھ یہ ہے شہر یار میں مارا گیا ہوں میں

وہ کل ملا تو کہنے لگا آپ کون ہیں؟
وہ جس کے انتظار میں مارا گیا ہوں میں

کُل تین چار لوگ تھے، اچھے لگے مجھے
بس اُن ہی تین چار میں مارا گیا ہوں میں

اُس کے لیے خزاں سے مِری دشمنی رہی
جس موسمِ بہار میں مارا گیا ہوں میں

اُس نے مجھے بلا کے مبارک کہا، تُو جا
تقریب پُروقار میں مارا گیا ہوں میں

(مبارک صدیقی۔ لندن)

اگر ہمارا اپنے محبوب حقیقی سے تعلق مضبوطی کی طرف بڑھتا چلا جائے تو جماعت کی عظیم کامیابیوں کو ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”ان مخالفتوں کے پھل یقیناً جماعت کی کامیابی کی صورت میں لگنے ہیں اور ضرور لگنے ہیں اور لگ رہے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہزار کوششوں کے باوجود بھی جماعت کو پھلنے پھولنے اور بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ اگر ہمارا اپنے محبوب حقیقی سے تعلق مضبوطی کی طرف بڑھتا چلا جائے تو جماعت کی عظیم کامیابیوں کو ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکتے ہیں...پس ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان واقعات میں جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے۔ جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے۔ اس جذبہ کو، اس ایمانی حرارت کو، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوششوں کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں۔ کبھی اپنے بھائیوں کی قربانیوں کو مرنے نہ دیں جو اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے۔

اگر ہم نے اپنی سوچوں اور اپنے عملوں کو اس نہج پر چلایا تو خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے۔ انشاء اللہ۔ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ... کی جان فضا اور پُرشوکت آواز بھی ہم سنیں گے اور اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا... کی خوش خبری اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۱۰ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳۰؍جولائی ۲۰۱۰ء)

دوسری نمائش روزنامہ الفضل انٹرنیشنل

بعنوان

”الفضل تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ... (نمبر ۲)
۱۹۳۴ء تا ۱۹۵۵ء“

برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ”الفضل تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ ہے... جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔“

(پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برائے روزنامہ الفضل صد سالہ جوبلی سوونیئر ۲۰۱۳ء)

حضورِ انور کے اس بابرکت ارشاد کے پیش نظر جب تاریخ کے جھروکوں میں جھانکا گیا تو اس کے حرف حرف میں روشنی اور تابندگی دکھائی دی۔ ان ہی بابرکت کلمات کو سامنے رکھتے ہوئے ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کے اعلان سے ۱۹۵۵ء میں حضرت مصلح موعودؓ پر ہونے والے قاتلانہ حملے اور سفر یورپ کے لیے روانگی تک کے شماروں سے استفادہ کرکے اِن میں محفوظ تاریخِ احمدیت کی ایک جھلک، ایک عاجزانہ سی کاوش پیش کی جائے گی۔

(ادارہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل)

حدیقۃ المہدی میں نمائش کی مارکی میں الفضل کی ٹیم کو آپ کا انتظار رہے گا!

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جماعت احمدیہ کی مخالفت
(ایک تاریخی جائزہ)

('اواب سعد حیات')

اصل حقیقت یوں ہے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے والے افراد کی تعداد ابھی ایک درجن سے بھی کم تھی، اُس وقت سے ہی مخالفت کی آندھیاں چل پڑی تھیں اور آپؑ کے سلسلہ کو ناکام و نابود کرنے کے لیے دشمنانِ حق نے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ اسی ابتدائی زمانہ میں ہی قریباً ایک لاکھ سے زیادہ اشتہارات شائع کیے گئے جن میں احمدیوں کو کافر، دجال اور واجب القتل قرار دے کر عام عوام کے مذہبی جذبات کو ابھارا گیا، غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو اکسایا گیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں، احمدیوں کے مال لُوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتوں کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھ لینا درست ہے۔ ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے

جماعت احمدیہ کی مخالفت اور معصوم احمدیوں پر ہونے والے کثیر جہتی مظالم کا ایک تجزیاتی جائزہ ''انٹرنیشنل ہیومن رائٹس ڈیسک'' کی شائع کردہ سالانہ رپورٹ ۲۰۲۵ء کی صورت میں نظر سے گزرا، جس میں صرف ایک سال یعنی ۲۰۲۴ء کے دوران ہونے والی مخالفت اور مظالم کی کچھ جھلکیاں پیش کی گئیں ان میں احمدیوں کی شہادتوں، قید و بند کی صعوبتوں، تعلیمی و معاشی پابندیوں اور جسمانی، ذہنی و نفسیاتی تشدد جیسے اندوہناک واقعات کا ذکر اور بعض میسر اعداد و شمار شامل تھے۔

ان محدود اعداد و شمار سے ہی ابھرنے والی سنگینی اور مظالم کی چکی میں پسنے والوں کو دیکھ کر اگر کوئی یہ رائے قائم کرے کہ جماعت احمدیہ کو صرف حالیہ دہائیوں میں مخالفت کا سامنا ہے اور اس سے قبل حالات بالکل سازگار تھے تو یہ قیاس ہی تاریخ فہمی میں سراسر غلطی ہو گی۔

اصل حقیقت یوں ہے کہ جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے والے افراد کی تعداد ابھی ایک درجن سے بھی کم تھی، اُس وقت سے ہی مخالفت کی آندھیاں چل پڑی تھیں اور آپؑ کے سلسلہ کو ناکام و نابود کرنے کے لیے دشمنانِ حق نے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دی تھیں۔ اسی ابتدائی زمانہ میں ہی قریباً ایک لاکھ سے زیادہ اشتہارات شائع کیے گئے جن میں احمدیوں کو کافر، دجال اور واجب القتل قرار دے کر عام عوام کے مذہبی جذبات کو ابھارا گیا، غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو اکسایا گیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں، احمدیوں کے مال لُوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینا درست ہے۔ ان کو قتل کر دینا ثواب کا کام ہے وغیرہ وغیرہ۔

پھر مسلمان جن کا حق تھا اور جن کا فخر تھا کہ وہ امام مہدی اور مسیح موعودؑ کو قبول کرتے۔ انہوں نے بھی ہر طرف اسی بات پر زور دیا کہ یہ شخص کافر ہے، دجال ہے، بے ایمان ہے کوئی اس کی طرف رخ نہ کرے اور کوئی اس کی مدد نہ کرے بلکہ کوئی مصافحہ اور السلام علیکم نہ کرے۔

پہلے ان مخالف لوگوں نے معصوم احمدیوں کو بغیر دلیل کے کافر ٹھہرایا اور جماعت کے خلاف فتووں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض مولویوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ کفر میں یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں اور عام طور پر یہ بھی فتوے دیے کہ اِن کے پیچھے نماز درست نہیں کافر جو ہوئے بلکہ چاہیے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پاویں کیونکہ کافر ہیں۔ مسجدیں ان سے پلید ہو جاتی ہیں اور اگر داخل ہو جائیں تو مسجد کو دھو ڈالنا چاہیے اور ان کا مال چرانا درست ہے اور یہ لوگ واجب القتل ہیں وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اس ابتدائی زمانہ میں ہی ایسے سخت ترین اور انتہائی سفاکانہ فتاویٰ دیے گئے، جو بلاشبہ تاریخ کا سیاہ باب ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد ۲۰، صفحہ ۲۵۹؛ قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۲۷؛ حقیقۃالوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۲۲-۱۲۳، وغیرہ)

اس تناظر میں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے (۱۸۸۹ء تا ۱۹۰۸ء) میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کا ایک تاریخی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جو زیادہ تر حضرت بانی جماعت احمدیہ کو براہ راست درپیش مشکلات کے ضمن میں ہے۔ اہل ایمان کے قلب و نظر کی دنیا میں ان کے امام سے بڑھ کر کوئی معزز نہیں ہوتا، اور وہ اپنے آقا و مطاع کو پہنچنے والی ہر چھوٹی بڑی تکلیف اور مخالفت پر سخت دکھ محسوس کرتے ہیں اور دشمن بھی جانتا تھا کہ اکیلے اکیلے احمدی کو ڈھونڈ کر تکلیف پہنچانے سے زیادہ آسان یہ ہے کہ اس کے دل اور مرکز کو نشانہ بنایا جائے۔ اُس ابتدائی دور میں احمدیت میں شامل ہونے والوں کو اِن مخالفتوں کی وجہ سے پہنچنے والی شدید اذیت کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٔ مثیل مسیح کرنے کے ساتھ ہی مخالفت میں کھڑا ہونے والا ایک شخص مولوی محمد حسین بٹالوی تھا۔ اس نے جماعت احمدیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کر کے پہلے اس پر مولویوں کے سردار نذیر حسین دہلوی کے تصدیقی دستخط کروائے اور پھر سارے ملک میں پھر کر اُس فتویٰ پر دو صد علماء کی گواہیاں حاصل کیں اور اسے اخبار میں شائع کیا جس کے نتیجہ میں سارے ملک میں مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی۔

اس مولوی کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں: ''اس ظالم نے بھی وہ فتنہ برپا کیا کہ جس کی اسلامی تاریخ میں گذشتہ علماء کی زندگی میں کوئی نظیر ملنی مشکل ہے...ایسا طوفان فتنہ کا اٹھا کہ گویا ایک زلزلہ آیا...'' (استفتاء، روحانی خزائن جلد ۱۲، صفحہ ۱۲۸)

احمدیوں کے لیے مشکلات پیدا کرنے والے اس انتہائی سرگرم اہل حدیث مولوی نے اگست ۱۸۹۷ء میں عیسائی پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے حضورؑ کے خلاف قتل کے جھوٹے دعویٰ کی تصدیق میں انگریزی عدالت میں بیان بھی دیا۔ یوں دنیا نے دیکھا کہ نوزائیدہ اور کمزور جماعت کی مخالفت میں عیسائیوں کے ساتھ آریہ بھی مل گئے اور مولوی بھی ان کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔ مگر خدا اپنے بھیجے ہوئے مسیح موعودؑ کے ساتھ رہا اور رہے گا۔

الغرض مولوی محمد حسین بٹالوی نے احمدیت کی مخالفت میں قادیان کے قریبی ریلوے سٹیشن بٹالہ آنے والی ہر ریل گاڑی کی آمد کے وقت ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر اُن لوگوں کو بہکانا اپنا وطیرہ بنالیا تھا جو حضورؑ کے دعویٰ کی تحقیق کے لیے قادیان جانا چاہتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مخالفت اور دُشمنی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا، اپنے اخبار اشاعۃ السنہ میں احمدیوں کو غلیظ گالیاں دیں، انگریزی گورنمنٹ میں آپ کے خلاف جھوٹی مخبریاں کیں، حکومتِ وقت کو اشتعال دلایا اور آپ کو درپردہ باغی قرار دیا اور پھر ڈپٹی انسپکٹر محمد بخش کی طرف سے حضورؑ پر بنائے جانے والے مقدمہ نقض امن کے وقت بھی اسی مولوی نے عدالت میں حضورؑ کی سیاق و سباق سے ہٹ کر، اور کچھ قطع و برید کر کے ایسی تحریریں پیش کیں جن سے ثابت ہو کہ حضورؑ کی یہ تحریریں امن عامہ کے لیے خطرہ ہیں۔ حتی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس ابتدائی زمانہ میں اپنی مخالفت کی تمام تر بیرونی کوششوں کی ناکامی دیکھ کر حضورؑ کو قتل کرانے کی بھی متعدد بار سازش کی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں، تاریخ احمدیت، جلد اول صفحہ ۳۸۹)

الغرض اس مولوی اور دیگر علماء ظواہر کے فتویٰ تکفیر نے عامۃ المسلمین میں زبردست ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ دعویٰ مسیحیت کے بعد حضورؑ نے خدا کا پیغام پہنچانے اور بالخصوص مسلمانوں پر اتمام حجت کی غرض سے لدھیانہ، امرتسر، دلی، پٹیالہ، لاہور، سیالکوٹ، جلندھر اور کپورتھلہ کے سفر اختیار فرمائے۔ لیکن ان اسفار میں درپیش خطرات کا اندازہ کرنے کے لیے صرف ایک مثال لکھتے ہیں۔ مارچ ۱۸۹۱ء میں حضورؑ لدھیانہ میں تھے اور لدھیانہ کے علماء مولوی محمد صاحب اور مولوی عبد العزیز صاحب نے مشتعل ہو کر مخالفت کی آگ لگادی۔ کھلم کھلا قتل پر اکساتے۔ بازار میں کھڑے ہو کر واعظ جوش سے کہتے کہ مرزا کافر ہے، مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، جو کوئی اس کو قتل کر ڈالے گا وہ بہت بڑا ثواب حاصل کرے گا اور سیدھا بہشت کو جائے گا۔ ایسے میں ایک گنوار لٹھ لے کر آپؑ پر حملہ کی نیت سے قیام گاہ تک بھی پہنچ گیا۔

حضورؑ کے خلاف ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی کے ہر طبقہ کی طرف سے مخالفت دیکھی گئی، اہل دلی خلافِ انسانیت حرکات میں مشغول تھے، شہر کی جامع مسجد میں خونی پروگرام مرتب کیا گیا جس میں مولویوں نے شہر کے شوریدہ سر، نادان اور جاہل کو مشتعل کر کے حملہ کا ارادہ تھا۔ آشفتہ دماغ اور آتش مزاج اشخاص کو قیام گاہوں سے نکال کر میدان مخالفت میں کھڑا کر دیا گیا۔ مخالف علماء کے جھوٹ، غلط الزاموں اور باطل اتہاموں سے لوگ حضورؑ کے خلاف اتنے متاثر اور مشتعل ہو چکے تھے کہ شہر میں آپؑ کے خلاف ہنگامے برپا کرنے اور اشتعال پھیلانے کا ماحول عام کر دیا گیا تھا۔ تب ایک شخص مرزا حیرت دہلوی جو بہت سی کتابوں کا مصنف و مؤلف تھا اور قرآن کریم اور بخاری شریف کے مترجم ہونے کا بھی دعویدار تھا وہ بھی جوش مخالفت میں بعض ذلیل اور شرمناک حرکتوں سے باز نہ رہ سکا تو عوام کالانعام کا مخالفت اور دشمنی میں کیا حال ہو گا۔

الغرض قادیان میں حضر و قیام ہو یا تبلیغ حق کے لیے اختیار کیے گئے شہروں کے اسفار ہوں، ہر جا ایک سی دشمنی اور مخالفت کا ماحول تھا۔ مثلاً جنوری ۱۸۹۲ء کے تیسرے ہفتے میں حضورؑ لاہور والوں پر اتمام حجت کے لیے اس شہر میں مقیم تھے کہ ایک فاتر العقل شخص نے آپؑ پر حملہ کیا۔ نیز یہاں ایک اور شخص آیا جو مسلمان کہلاتا تھا اور اُس نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار نہایت ناسزاوار الفاظ اور گالیوں کی صورت میں کیا۔ اس کے بعد حضورؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے تو وہاں مساجد میں آپؑ کے خلاف گمراہ کن وعظ کروائے گئے اور عوام کو آپ کے خلاف بھڑکانے کی ہر رنگ میں کوشش کی گئی۔

حضورؑ کی انقلاب انگیز تحقیقات پر بجائے اتفاق کرنے کے مذہبی پروہتوں نے عوام کو اکسایا۔ مثلاً جب نومبر ۱۸۹۵ء میں ''ست بچن'' کی تصنیف و اشاعت ہوئی تو سکھ دانوں کا ردعمل حیران کن تھا کیونکہ بعض ناخوشگوار اور عجیب و غریب حرکات سامنے آئیں۔ تب جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ہندوستان کی تمام بڑی بڑی مذہبی قوتیں متحد ہو چکی تھیں۔ صرف ایک سکھ علیحدہ نظر آتے تھے وہ اس تصنیف اور تحقیق سے بگڑ گئے اور عین اس وقت مقابلہ کے لیے میدان میں آئے جب مخالفین نے ملکی مطلع غبار آلود کر رکھا تھا اور وحشت و جنون کے گھٹا ٹوپ بادل چھا رہے تھے۔ تب ''خبط قادیانی'' کتاب لکھ کر ایک سکھ صاحب نے انتہا کر دی۔

الغرض تب جماعت احمدیہ کو کسی ایک مذہب اور کسی ایک فرقہ کی طرف سے بھی حمایت یا مدد نہ تھی بلکہ ہر کوئی مخالفت اور دشمنی پر اترا ہوا تھا۔ مثلاً شیخ محمد رضا طہرانی نجفی ایک شیعہ مجتہد تھے جنہوں نے سستی شہرت اور اپنے علم و فضیلت کا سکہ جمانے کے لیے حضرت اقدسؑ کے خلاف فروری ۱۸۹۷ء میں اشتہار بازی کا سلسلہ شروع کر دیا اور ایک مضحکہ خیز طریق فیصلہ بھی پیش کر دیا۔ الغرض مسیح موعود اور اس کی جماعت کسی

ایک فرقہ کی طرف سے بھی امن میں نہیں تھی۔

۱۸۹۷ء میں لیکھرام کے قتل کا واقعہ ہوا تو ہندو اخبارات کی زہرافشانی نے جماعت احمدیہ کے خلاف شورش برپا کر دی، عوام اور حکومت دونوں کو مشتعل کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا گیا، الغرض مخالفت کی ایک زبردست آگ تھی۔ آپؑ کو برملا قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور شائع کی گئیں حتیٰ کہ اس درپردہ خونی منصوبہ کی تکمیل کے لیے ایک خفیہ انجمن بھی قائم کی گئی۔ حضورؑ کی خدمت میں پنجاب کے مختلف مقامات سے بکثرت ایسی اطلاعات بھی پہنچیں۔ کوئی اور ہوتا تو قتل کا نام سنتے ہی دہشت زدہ ہو جاتا۔ مگر حضرت اقدسؑ تو خدا کے مامور تھے آپؑ تو ان مخالفتوں اور شورشوں کی آگ ہی میں خدا کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے آریوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے ان کے ہی نمائندہ بن کر اشاعۃ السنۃ میں ”الہامی قاتل“ کے عنوان سے مضمون لکھا۔ اس قدر شورش اور اشتعال کا ماحول تھا کہ انگریزی حکومت کی مشینری حرکت میں آئی اور ۸؍اپریل ۱۸۹۷ء کو پولیس کے دستے قادیان آئے اور مکمل خانہ تلاشی لی، حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کے مردانہ اور زنانہ حصوں کو چھانا گیا، ٹرنکوں کے قفل توڑے گئے۔ ایک معاند مرزا امام الدین بھی شرارتاً پولیس کی جمعیت کے ساتھ ہو گیا۔ حضورؑ کے گھر کے بعد مہمانخانہ، مطبع، حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مکان کی تلاشی ہوئی۔ دیواروں میں بنائی گئی الماریاں بھی کھول کھول کر دیکھی گئیں۔ پتھر کی ایک سل تک لوٹ پوٹ کر کے دیکھی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے ساتھ انگریزی سلطنت کے ”تعاون“ کا تو احوال دیکھ لیا، اب سلطنت عثمانیہ کا سلوک بھی دیکھ لیں۔ سلطان عبدالحمید ثانی کے نمائندہ سفیر حسین کامی کی مئی ۱۸۹۷ء میں قادیان آمد ہوئی اور حسب مطلب مفاد نہ ملنے پر ایسا بگڑا کہ عداوت کی ایک نئی بنیاد ڈالی اور مخالفین کو شوروشغب کرنے اور جماعت احمدیہ کے خلاف نئی اور سخت مہم جوئی کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔

اگست ۱۸۹۷ء تو ہنگامہ خیزی میں نئی حدوں کو چھونے لگا جب مقدمہ ہنری مارٹن کلارک ہوا تب عیسائی پادریوں نے ایک گہری اور نہایت خطرناک سازش سے مذہب اور حکومت کے سہارے جماعت احمدیہ کو گویا ختم کرنے کی چال چلی۔

۱۸۹۷ء میں حضورؑ نے ملتان اور لاہور کا سفر اختیار فرمایا، تب مخالفت کا یہ عالم تھا کہ نت نئے شوشے چھوڑ کر عوامی ذہن میں گویا بارود بھر دی گئی تھی اس لیے حضرت اقدس جہاں جہاں سے گزرتے آپؑ کو گالیاں دی جاتی تھیں اور لوگ آپؑ کا نام لے لے کر غیر شائستہ حرکات کرتے اور آوازے کستے تھے۔

احمدیوں کو دکھ دینے کے لیے مخالفین جماعت تمام بے ہودہ حربے اور ناواجب حرکتوں سے بھی نہ چوکتے تھے۔ مثلاً اپریل ۱۸۹۸ء میں ملا محمد بخش جعفر زٹلی نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کی مفتریانہ خبر ایک اشتہار کی صورت میں شائع کر دی۔

جماعتی ترقی اور احمدیوں کی مالی قربانی سے حسد کرتے ہوئے معاندین نے تب جماعت کے خلاف انکم ٹیکس ادا نہ کرنے اور سرکاری خزانے کو نقصان پہنچانے کا شاخسانہ گھڑ کر حکومت کو مخبریاں کیں اور وسط ۱۸۹۸ء میں حضورؑ پر حکومت پنجاب نے سات ہزار دو سو روپیہ پر ایک سو ستاسٹھ روپیہ آٹھ آنہ کا ٹیکس عائد کیے جانے کا مقدمہ دائر کر دیا۔

۱۸۹۸ء کے اواخر میں مخالفین نے حضورؑ کے گھر کے ایک بار پھر محاصرہ پر خوشیاں منائیں جب انگریز پولیس کپتان اور انسپکٹر پولیس سپاہیوں کا دستہ لے کر آن دھمکے، گھر کا محاصرہ کر کے مسجد کے طور پر استعمال ہونے والے چھت پر چڑھ آئے۔ لیکن خدا نے اپنے مسیح کی یہاں بھی توقیر وعظمت سلامت رکھی۔ مگر مخالفین احمدیت کہاں رکنے والے تھے، ماہ دسمبر میں ایک سنگین مقدمہ نقض امن کا دائر ہوا، تب بٹالہ کے تھانہ میں حضرت اقدسؑ کا ایک شدید مخالف ڈپٹی انسپکٹر محمد بخش نامی متعین تھا۔ اس شخص نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے ساز باز کر کے سخت مقدمہ کی بنیاد رکھی، مخالفین نے مقدمہ جیتنے کے لیے زور و شور سے تیاری شروع کر دی۔ وکیلوں کی فیس کے لیے شہروں میں چندہ کا اہتمام کیا گیا۔ تمام وہ مخالفین جو پہلے فوجداری مقدمہ میں منہ کی کھا چکے تھے اب پھر ان کے ساتھ میدان میں آ گئے، غرضیکہ اس مقدمہ نے بھی ایک انتہائی خطرناک صورت اختیار کر لی۔ جب متعدد سماعتیں ہو چکیں تو ایک مکتوب میں حضورؑ نے اپنے ایک مخلص مرید کو لکھا کہ ”دراصل بات یہ ہے کہ اب تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی نیت بخیر نہیں۔...“ (مکتوبات احمد جلد ۴ صفحہ ۲۱۲) لیکن حضور کو خدا کی طرف سے جو خبر پہلے دی گئی تھی اسی کے مطابق پولیس کا بڑی محنت سے بنایا ہوا مقدمہ خارج ہوا۔ اور پشاور سے بنارس تک جماعت احمدیہ کی مخالفت میں سرگرم مولوی کا ہاتھ روکا گیا۔

۱۹۰۰ء یعنی بیسوی صدی کا آغاز ایک انتہائی درد انگیز اور رنج دہ واقعہ سے ہوا جس نے قریباً پونے دو سال تک حضورؑ اور آپؑ کی جماعت کو نہایت درجہ پریشانی اور بھاری مصیبت میں مبتلا کیے رکھا وہ مقدمہ دیوار تھا۔ اس بابت مدیر الحکم رپورٹ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کے ابتدائی ایّام میں ہماری یہ حالت تھی کہ قادیان کی زمین باوجود فراخی کے ہم پر تنگ تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ قادیان کے مالکوں میں سے تھے۔ لیکن باوجود اس کے بھی آپ کی غریب اور قلیل جماعت کو سخت تکلیف دی جاتی تھی۔ بعض اوقات باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کے دامن میں قادیان کے شریر اور خبیث مخالفوں نے پاخانہ ڈلوا دیا اور ایک ٹوکری مٹی کی بھی غریب مہاجرین کو اُٹھانی مشکل ہو جاتی تھی اور کوئی دن ہم پر ایسا نہ گزرتا تھا کہ ہماری کہیاں اور ٹوکریاں قادیان کے ظالم طبع دُشمن نہیں لے جاتے۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ چونکہ خود حضرت اقدسؑ کے اقارب اور عمّ زاد بھائی (جن کا سردار مرزا امام الدین تھا) دُشمن تھے۔ اس لیے ان کی حمایت اور شہ سے ایسا ہوتا تھا۔ سید احمد نور مہاجر جب اپنے ملک سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تو انہوں نے ڈھاب میں ایک موقع پر حضرت اقدسؑ کی اجازت سے اپنا مکان بنانا چاہا۔ چنانچہ جب انہوں نے تعمیر مکان شروع کی تو قادیان کے سکھّوں اور بعض برہمنوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو اور اس کے بھائی کو مارا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے چچا زاد بھائیوں میں سے مرزا امام الدین کو حضرت صاحب اور سلسلہ کے ساتھ عداوت اور عناد تھا اور وہ کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اُٹھا نہ رکھتے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس راستہ کو جو بازار اور مسجد مبارک کا تھا ایک دیوار کے ذریعہ بند کر دیا۔

وہ ایّام عجیب تھے۔ ابتلاؤں پر ابتلا آتے تھے اور جماعت ان ابتلاؤں کے اندر ایک لذیذ ایمان کے ساتھ اپنی ترقی کی منزلیں طے کرتی تھی۔ غرض وہ دیوار چن دی گئی اور اس طرح ہم سب کے سب پانچ وقت کی نمازوں کے لیے مسجد مبارک میں جانے سے روک دیے گئے اور مسجد مبارک کے لیے حضرت صاحب کے مکانات کا چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔ یعنی اس کوچہ میں سے گزرنا پڑتا تھا جو حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اوّلؓ کے مکان کے آگے سے جاتا ہے اور پھر منور بلڈنگ کے پاس سے بازار کی طرف کو حضرت مرزا بشیر احمدؓ کے مکان کی طرف چلا جاتا ہے۔ جماعت میں بعض کمزور اور ضعیف العمر انسان بھی تھے۔ بعض نابینا تھے اور بارشوں کے دن تھے۔ راستہ میں کیچڑ ہوتا تھا اور بعض بھائی اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور نماز کے لیے جاتے ہوئے گر پڑتے تھے اور ان کے کپڑے گارے کیچڑ میں لت پت ہو جاتے تھے۔ اُن تکلیفوں کا تصور بھی آج مشکل ہے۔ (الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۱ء)

جب ۱۹۰۲ء میں مولوی کرم دین جہلمی نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ بنایا تو دو آریہ مجسٹریٹوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے بغض و کینہ کا ہر طرح سے اظہار کیا۔ ان میں سے پہلا ضلع گورداسپور کا مجسٹریٹ لالہ چندولال تھا۔ بعد میں اس کی جگہ آنے والے آریہ مجسٹریٹ مہتہ آتمارام نے بھی آتے ہی اوچھے ہتھیار استعمال کرنے شروع کر دیے۔ پہلے اُس نے حضورؑ کو کرسی دینے سے انکار کیا بلکہ بعض اوقات شدید پیاس کے باوجود بھی آپؑ کو پانی پینے کی اجازت نہ دی۔

کیا تب اس بالکل ابتدائی زمانہ احمدیت قبول کرنے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اذیت اور تکلیف ہو سکتی تھی؟ کیونکہ آج ایک صدی گزرنے کے بعد بھی اس روایت کو پڑھ کر افراد جماعت کا دل خون کے آنسو روتا ہے اور روح اذیت سے بھر جاتی ہے۔

اس نام نہاد مولوی کرم دین نے جھوٹ اور مکروہ حرکتیں کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں قریباً چار سال تک جماعت کے لیے گویا ایک زلزلہ برپا کیے رکھا۔ اس مقدمہ اور مخالفت کی منظم مہم کا پس منظر اور تفصیل لکھنے کی تو گنجائش نہیں، اوپر درج تفصیل پر اکتفا کرتے ہوئے اتنا بتانا ضروری ہے کہ اس مخالفت اور ایذادہی میں قریباً تمام مخالفوں نے اکٹھ کر لیا تھا جن میں نامی گرامی پیروں فقیروں سے لے کر چھوٹے بڑے چوروں اور نوسربازوں تک سب شامل تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس تکلیف دہ مقدمہ میں جو چیز ماتحت عدالت کے دونوں آریہ ججوں کو دو سالوں میں معلوم نہ ہو سکی، وہ عدالت عالیہ کے انگریز جج کو مقدمہ کی فائل دیکھتے ہی معلوم ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مقدمہ کی سماعت کے آخر پر ماتحت عدالت کو اس سلسلہ میں نااہلی اور وقت کے ضیاع کا مرتکب قرار دیتے ہوئے فاضل جج نے لکھا: ”بہت ہی افسوس ہے کہ ایسے مقدمہ میں جو کارروائی کے ابتدائی مراحل میں ہی خارج کیا جانا چاہئے تھا، اس قدر وقت ضائع کیا گیا ہے۔...“ (بحوالہ ماہنامہ ”احمدیہ گزٹ“ کینیڈا۔ جنوری تا مارچ ۲۰۱۱ء۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بعض مخالفین کا عبرتناک انجام۔ از مولانا فضل الٰہی انوری صاحب)

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سب دشمنان اور مخالفین تو ہندوستان کے طول و عرض میں بستے تھے اور کبھی کبھار کوئی دل آزار بات اہل قادیان تک پہنچ بھی جاتی ہو گی، مگر لوگ نہیں جانتے کہ عین قادیان کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے اصحاب کے سامنے عملی تقاریر کے دوران بھی مقامی سکھ آ کر گالیاں دینا شروع کر دیتے تھے۔ اسی طرح قادیان میں ایک شخص نہال چند (نہالا) بہار وراج ایک برہمن تھا۔ اپنی جوانی کے ایّام میں وہ ایک مشہور مقدمہ باز تھا۔ آخر عمر تک قریباً اُس کی ایسی حالت رہی۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو حضرت اقدسؑ کے خاندان کے ساتھ عموماً مقابلہ اور شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ پھر سلسلہ کے دُشمنوں کے ساتھ بھی رہتا اور مخالفین کی دریدہ دہنی کا یہ عالم تھا کہ ہندوستانی مولوی قادیان آ کر آپؑ کے الفاظ کے تلفّظ پر بھی تمسخر کیا کرتے تھے۔

اسی طرح جب ۱۹۰۰ء میں منارۃ المسیح بننے کی تیاری ہوئی تو قادیان کے لوگوں نے افسران گورنمنٹ کے پاس شکایتیں کیں کہ اِس مینارہ کے بننے سے ہمارے مکانوں کی پَردہ دری ہو گی۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے حکام آئے اور لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ اسی موقع پر حضرت صاحبؑ نے انگریزی حکومت کے افسر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”یہ بڈھا مل بیٹھا ہے آپ اس سے پوچھ لیں کہ بچپن سے لے کر آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اسے فائدہ پہنچانے کا مجھے موقع ملا ہو اور مَیں نے فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی کی ہو اور پھر اس سے پوچھ لیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف دینے کا اسے کوئی موقع ملا ہو تو اس نے مجھے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔“ (سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹) یہ ایک مثال قادیان میں ہمسایوں کے ہاتھوں پہنچنے والی تکالیف، مشکلات اور مخالفت کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے۔

ہندوؤں میں سے مسلمان ہونے والے سکول ٹیچر سعد اللہ لدھیانوی نے یاوہ گوئی اور دشنام طرازی سے کام لیتے ہوئے آپؑ کو کذّاب اور مفتری قرار دیا، گالیاں دیتا، کبھی چوری کا الزام لگاتا اور کبھی بغاوت کا۔ نیز دعویٰ کیا کہ یہ یعنی حضرت اقدسؑ ذلّت کی مَوت مرے گا اور اِس کی جماعت متفرق اور منتشر ہو جائے گی، وغیرہ۔ لدھیانہ میں اسی انگیخت کا نتیجہ تھا کہ ایک روز مخالفین کے بہکانے پر پانچ آدمی حضورؑ کے مکان پر حملہ کرنے پہنچ گئے، مگر خدا نے اپنے مسیح کی حفاظت فرمائی۔ آپؑ ”حقیقۃ الوحی“ میں فرماتے ہیں: ”مَیں باور نہیں کر سکتا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی نے ایسی گندی گالیاں کسی نبی اور مُرسل کو دی ہوں جیسا کہ اس نے مجھے دیں۔ چنانچہ جس شخص نے اس کی مخالفانہ نظمیں اور نثریں اور اشتہار دیکھے ہوں گے اس کو معلوم ہو گا کہ وہ میری ہلاکت اور نابود ہونے کے لیے اور نیز میری ذلّت اور نامرادی دیکھنے کے لیے کس قدر حریص تھا۔“ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۳۶)

اسی طرح کے دیگر بدنصیب اور بدزبان لوگوں میں عبدالقادر نام ساکن طالب پور پنڈوری ضلع گورداسپور اور پنج گرائیں، تحصیل پسرور، ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا محمد جان المعروف مولوی محمد ابوالحسن نامی وغیرہ تھے۔ ان لوگوں کو افراد جماعت سے سخت عناد اور بغض تھا اور ہمیشہ گندی گالیاں دیتے تھے۔ شوخی اور بے حیائی کا یہ حال تھا کہ حضرت اقدسؑ کی نسبت بہت ہی گندے اور طعن و تشنیع سے بھرے ہوئے اشعار لکھے۔ اور سب سے بڑی شرارت یہ تھی مؤخر الذکر مولوی نے ایک بیہودہ نظم کی صورت میں حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں آپؑ کی فرضی مَوت کا سیاپا لکھا۔

پھر اکتوبر ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے کہ میرٹھ سے احمد حسین شوکت نامی ایک شخص نے ایک اخبار شحنہ ہند جاری کیا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو مجدد السنہ مشرقیہ کہا کرتا تھا۔حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں اس نے اپنے اخبار کا ایک ضمیمہ جاری کیا۔جس میں ہر قسم کے گندے مضامین مخالفت میں شائع کرتا اور اس طرح جماعت کی دِلآزاری کرتا۔ میرٹھ کی جماعت کو اس سے خصوصیت سے تکلیف ہوتی۔

یہ داستان الم تو طویل ہوتی جاتی ہے، بات کو سمیٹتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جب مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی لاہور میں وفات ہوئی تو بعض شرفاء نے ہمدردی کا اظہار کیا مگر مخالفین کا افسوس ناک مظاہرہ بھی سامنے آیا۔بعض مخالفین اس موقع پر احمدیہ بلڈنگ لاہور کے گرد جمع ہوگئے، مولویوں کے اشتعال دلانے پر احمدیوں کے زخم رسیدہ دلوں کی نمک پاشی کے لیے شہر کے آوارہ مزاج بھی بڑی تعداد میں وہاں آگئے اور انہوں نے نہایت بے شرمی کے ساتھ سامنے کھڑے ہوکر خوشی کے گیت گائے، مسرت کے ناچ ناچے اور شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔

یہ تو اوباشوں کی حرکات تھیں جو عین نعش کے سامنے کی گئیں لیکن اس کے بعد بعض کم ظرف اخبار نویسوں نے بھی اپنے اخبارات میں اپنے کم ظرف ہونے کا ثبوت دیا اور عوام کو یقین دلایا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد یہ سلسلہ تباہ ہوجائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہؓ نے ان مخالفتوں کے مقابلہ کی ایک تاریخ چھوڑی ہے، ان میں سے جان قربان کرنے والوں کی بات کریں تو ۱۹۰۱ء میں حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ کی اور پھر جولائی ۱۹۰۳ء میں کابل میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ جیسے بزرگ اور متدین انسان بھی محض احمدی ہونے کے جرم میں دردناک طور پر شہید کردیے گئے اور ان کے اہل وعیال نے قبول احمدیت کی پاداش میں برسہابرس سخت اذیت ناک حکومتی مظالم کا مردانہ وار اور مومنانہ شان سے مقابلہ کیا۔

حضورؑ کے غلاموں پر حملوں کے ضمن میں مولوی برہان الدین جہلمی صاحبؓ پر ہونے والے اوباشوں کے حملہ کی مثال ہی کافی ہے۔ ان کا ایک بہت ہی مشہور واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے سفر سیالکوٹ کے وقت پیش آیا جب حضورؑ واپس جانے لگے تو الوداع کہنے کے لیے حضرت مولوی صاحبؓ بھی ساتھ گئے، تب مخالفین نے احمدیوں کو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں اور دِق کیا۔مولوی برہان الدین صاحبؓ کو تو کچھ غنڈوں نے گھیر لیا اور زبردستی پکڑ کر ان کے منہ میں گوبر اور گند ڈالنے لگے جس پر حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ نے فرطِ جذبات سے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ”او برہانیہ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعود نے روز روز آناں وے؟؟“ اسی طرح ایک اور راوی بتاتے ہیں کہ ۱۹۰۴ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے تو حضورؑ اپنے خدّام کے ہمراہ جارہے تھے کہ کھڑکی سے کسی عورت نے حضورؑ پر راکھ ڈالی۔ حضور تو (بحفاظت) گزر گئے مگر راکھ مولوی برہان الدین صاحب کے سر پہ پڑی۔ آپ پر محویّت طاری ہوگئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے۔ ”پا، اے مائے پا“ یعنی اے بوڑھی ماں اور راکھ ڈال۔

حضرت مولانا محمد ابرہیم بقا پوریؓ نے مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور سے اپنی دینی تعلیم مکمل کی اور ۱۹۰۵ء میں قادیان جاکر حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پہ بیعت کا شرف حاصل کیا اور واپس آئے اور نماز پڑھانے کے بعد اپنی بیعت کا اعلان کردیا تو لوگوں نے شدید مخالفت کی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ایک تھانیدار (جو نماز پڑھنے آیا تھا) کہنے لگا کہ بس خبردار اب جو تو ہمارے مصلّٰی پہ کھڑا ہوا۔ میرے خلاف قصبہ میں شور پڑ گیا اور میری مخالفت شروع ہوگئی۔...مولویوں نے میرا بائیکاٹ کروادیا عوام کالانعام مجھے اعلانیہ گالی گلوچ دینے پر اتر آئے۔ میرا ماموں جو میرا خسر بھی تھا میرے خلاف ہوگیا اور کہنے لگا میرے گھر سے نکل جاؤ۔...اپنے خسر (آپؓ کے ماموں بھی تھے) کے گھر سے نکال دینے کے بعد آپؓ اپنے گاؤں موضع بقاپور آگئے تو گھر والوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا سب گھر والے بھی مخالف ہوگئے۔ اور برا بھلا کہتے رہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”بقاپور میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک تین سال ہر طرح کی مالی اور بدنی ابتلاؤں کے گزرے۔ کئی کئی دن فاقہ کشی بھی کرنی پڑی۔...“ (حیات بقاپوری صفحہ ۱۹)

حضرت مولوی حسن علی بھاگلپوریؓ نے جنوری ۱۸۹۴ء میں بیعت کی۔ آپؓ انگریزی، عربی، فارسی، اردو، ہندی اور بنگلہ زبانوں کے ماہر اور ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ بیعت کے بعد جب واپس مدراس پہنچے تو وہی کچھ ہوا جو عاشقان صدق و وفا کے ساتھ ہوتا ہے۔ مسجد میں وعظ کرنے سے روکا گیا۔ ہر مسجد میں اشتہار کیا گیا کہ حسن علی سنّت الجماعت سے خارج ہے۔ کوئی اس کا وعظ نہ سنے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی کہ فساد پھیلانے والا ہے، غرضیکہ پہلے واعظوں میں ایک ولی سمجھے جاتے تھے اور پھر شیطان سے بھی بڑھ کر۔ جدھر جاتے انگلیاں اُٹھتیں۔ سلام کرتے جواب نہ ملتا۔

حضرت مولوی عبداللہ بوتالویؓ نے فروری ۱۹۰۱ء کو بیعت کی۔ اس کے ساتھ ہی گاؤں میں آپ کی مخالفت کا شور پڑ گیا۔ آپؓ کی مخالفت میں تیزی لانے کے لیے ایک مخالف مولوی کو بلایا گیا۔ پانی بھرنے والے ماشکیوں کو پانی بھرنے سے روک دیا گیا اور ہر طرح کا بائیکاٹ کرکے تکلیف دینا چاہی۔ مخالفت میں شدّت آجانے اور نت نئے مسائل کے پیدا ہونے پہ آپؓ کو اپنا گاؤں بوتالہ چھوڑنا پڑا۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ نے حفظِ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے بعد کنگ ایڈورڈ کالج میں داخلہ لیا۔ ایام طالبعلمی میں ہی قبولِ احمدیت کی سعادت پائی۔ مگر قبول احمدیت کی پاداش میں آپؓ کو نہایت قیمتی اپنی آبائی جائیداد سے محروم ہونا پڑا۔

اختتامیہ

یہ تاریخی جائزہ محض چند نمایاں مثالوں اور جھلکیوں پر مشتمل ہے، ورنہ روزِ اوّل سے لے کر آج تک جماعت احمدیہ پر جو مظالم ڈھائے گئے، ان کی مکمل تصویر کشی انسانی بساط سے باہر ہے۔ جس طرح آج کے دور میں جدید ذرائع اور میڈیا کے باوجود تمام واقعات مکمل طور پر رپورٹ نہیں ہو پاتے، ویسے ہی ابتدائی زمانے میں تو ایسی کوئی سہولت موجود ہی نہ تھی۔ نہ ریکارڈنگ کا کوئی نظام تھا، نہ خبر رسانی کا کوئی منظم ذریعہ، نہ ہی ایسی تنظیمی سطح پر رپورٹنگ ممکن تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے عہدِ مبارک میں اور اس کے بعد خلفائے احمدیت کے ادوار میں جس انداز سے مخالفت کی آندھیاں چلیں اور جس شدّت سے احمدیوں کو ان کے عقائد، شناخت اور دعوتِ حق کے جرم میں ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، وہ ایک ایسی مسلسل داستان ہے جس کے ورق صداقت، صبر، قربانی اور الٰہی تائید سے لبریز ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ ”ہم خود دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا کای ہے کوئی دُکھ اور تکلیف جو وہ پہنچا سکتے تھے اُنہوں نے پہنچایا ہے۔“ (ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۶۶، ایڈیشن ۲۰۲۲ء) اس کے باوجود ایک اور موقع پر حضورؑ نے اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ہمارے مخالف تو محض دل دُکھانے اور توہین کی نیت سے ... میری نسبت مال خور اور ٹھگ اور کاذب اور نمک حرام کے لفظ کو استعمال میں لاتے ہیں اور مجھے لوگوں کا دغابازی سے مال کھانے والا قرار دیتے ہیں اور خود مجھے اور میری جماعت کی نسبت سؤر اور کتّے اور مُردار خور اور گدھے اور بندر وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ملیچھ ان کا نام رکھتے ہیں۔ (ماخوذ از نسیمِ دعوت، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۶۴) لیکن اپنے ماننے والوں کو فرمایا کہ ”اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵)

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان سب تُرش تجربات کے باوجود جماعت احمدیہ کی ترقی، فتوحات اور عالمی وسعت، اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ یہ سلسلہ کسی انسانی سہارے کی مرہونِ منت نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے۔ وہی خدا جو فرماتا ہے: وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ، وہی آج بھی اس جماعت کی حفاظت اور نصرت فرما رہا ہے۔

یا امیر المومنیں پیارے خلیفۃ المسیح

آپ ہیں کہ ہر زمانے میں وفا کی شان ہیں
آپ ہیں کہ دین کی عظمت کی حسیں پہچان ہیں
آپ ہیں دِلبر ہمارے اور ہماری جان ہیں
آپ پر ہم آفریں، صد آفریں، صد آفریں

خِلعتِ حق کے امیں پیارے خلیفۃ المسیح
یا امیرالمومنیں پیارے خلیفۃ المسیح

پیار کی ساری مہکتی رہگزاریں آپ سے
سب محبت کی دمکتی آبشاریں آپ سے
پیارے آقا عشق کی ساری بہاریں آپ سے
آپ دِل کش، دِل نشیں، صد دلنشیں، صد دلنشیں

خِلعتِ حق کے امیں پیارے خلیفۃ المسیح
یا امیرالمومنیں پیارے خلیفۃ المسیح

جو خلافت کی اطاعت ہے وہ ہم پہ فرض ہے
جو خلافت کی محبت ہے وہ ہم پہ فرض ہے
یہ جو بیعت کی حقیقت ہے وہ ہم پہ فرض ہے
آپ پر رکھ کر یقیں، صد بایقیں، صد بایقیں

خِلعتِ حق کے امیں پیارے خلیفۃ المسیح
یا امیرالمومنیں پیارے خلیفۃ المسیح

(غنی ہاشمی)

''میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں''

(قمر احمد ظفر۔ جرمنی)

یہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا پر چھا جانے والی ہے۔ پس جو کچھ تم سے ہو رہا ہے، اس کا بدلہ تاریخ لے گی اور آج جو لوگ تمہارے حقوق تلف کر رہے ہیں، ان کی نسلیں انہیں گالیاں دیں گی، کیونکہ کون ہے جو اپنے آباء کی شرارتوں کا ذکر تاریخوں میں پڑھ کر شرمندہ نہیں ہوتا۔ بے شک! آج لوگ ہم پر ظلم کر کے ہنستے ہیں، جس طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اونٹوں کی اوجھڑی ڈالنے والے ہنستے تھے، ان لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ ان کی اس حرکت کو ہزارہا سال تک یاد رکھا جائے گا اور یہ ہمیشہ کے لیے ان کی ناک کاٹنے کا موجب ہو جائے گی۔ (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

تاریخِ انسانی کے اوراق اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ جب بھی ربِّ کائنات نے اپنی مخلوق کی راہنمائی اور فلاح کے لیے کسی برگزیدہ ہستی، نبی، رسول یا مصلح کو مبعوث فرمایا، تو وہ صرف ایک فرد نہیں ہوتا، بلکہ ایک عہد ساز پیغام کا حامل ہوتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ایک نیا نور لے کر آتا ہے، جو دلوں کو منوّر کرتا ہے، ایک تازہ روحانیت لے کر آتا ہے، جو انسانیت کو نئی زندگی عطا کرتی ہے اور ایک ہمہ گیر انقلابی پیغام لے کر آتا ہے، جو معاشروں کی کایا پلٹ دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

مگر افسوس! انتشارِ روحانیت کے ایسے ہر دَور میں انسانی معاشرہ اپنے تعصّبات، خود غرضی اور جمود کے زیرِ اثر اس الٰہی نور سے نظریں چرا لیتا ہے۔ وہ آسمانی پیغام کو جھٹلانے میں دیر نہیں کرتا، اور اس پیغامبر کو جو کہ محض اور محض خیر و بھلائی کا منادی ہوتا ہے، طنز و تمسخر، تحقیر و تذلیل اور ظلم و ستم کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔

یہ ایک المیہ ہے جو بار بار تاریخ نے دُہرایا ہے، مگر ساتھ ہی یہ ایک ایسی سنّتِ الٰہی کی شہادت بھی ہے، جس میں ابتلا کے بعد فتح، انکار کے بعد قبولیت اور ظلم کے بعد نصرت کا وعدہ شامل ہے۔

مگر الٰہی جماعتوں کی فطرت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ مخالفتوں کی تُند و تیز آندھیوں، طعن و تشنیع کے تیر و نشتر اور اذیتوں کے خارزاروں سے گزرتے ہوئے بھی صبر و استقلال اور دعا اور رجوعِ الٰہی کا دامن کبھی نہیں چھوڑتیں۔ بظاہر ان کے پاس دنیاوی وسائل، طاقت اور ظاہری اسباب کا فقدان ہوتا ہے، مگر اُن کے ساتھ وہ قوت ہوتی ہے کہ جو ہر طاقت پر غالب آجاتی ہے اور وہ خدائے لم یزل کی تائید و نصرت ہوتی ہے۔ یہی وہ ابدی سچائی ہے، جس کا اعلان خدائے ذوالجلال نے اپنے پاک کلام میں یوں فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النّحل:۱۲۹) یعنی یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

یہی الٰہی وعدہ ان جماعتوں کا حقیقی سرمایہ اور اصل قوت ہوتا ہے، جو انہیں ہر ابتلا میں ثابت قدم رکھتا ہے، اور بالآخر فتح و نصرت کی بشارت بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔

پس ہر سچے الٰہی سلسلے کی تاریخ میں ایک باب ایسا ضرور آتا ہے جو مخالفتوں، انکاروں اور اذیتوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ مگر یہ داستان یہیں ختم نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے بعد کا باب نصرتِ الٰہی کا ہوتا ہے، جو ہر ظلمت کے بعد ایک نئی روشنی لے کر آتا ہے۔ وقت کا پہیہ یوں گھومتا ہے کہ یہی درد آخر کار دوا بن جاتا ہے اور یہی طعن و تشنیع، جو ابتدا میں نفرت کی آگ بھڑکاتے ہیں، بعد ازاں ہدایت کے چراغ بن کر قوموں کی راہنمائی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

بلاشبہ ہمارے آقا و مطاع حضرتِ اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وجود تاریخِ انسانی کی سب سے درخشاں، جامع اور عظیم المرتبت شخصیت ہے۔ آپؐ نے جب مکّہ کی شرک آلودہ فضاؤں میں توحید کا پرچم بلند کیا، تو وہی قوم جن کی مجلسیں آپؐ کی صداقت، امانت اور دیانت کی مثالیں دیا کرتی تھیں، یکا یک آپؐ کی جان کی دشمن بن بیٹھی۔ طائف کی سنگ باری سے لے کر شعبِ ابی طالب کی سختیوں تک، بدر و اُحد کی خونچکاں وادیاں ہوں یا دیگر غزوات و سرایا کی آزمائشیں، ہر ایک منظر آپؐ کے صبر و استقامت اور خدا پر کامل توکّل کا زندہ گواہ ہے۔

لیکن تاریخ نے یہ بھی دیکھا کہ وہی مکّہ، جو آپؐ کے خون کا پیاسا تھا، ایک دن عاجزی سے آپؐ کے قدموں میں جھکا دیا گیا اور بدترین دشمنانِ اسلام آپؐ کی زبانِ رحمت سے معافی پا گئے۔ ربِّ کریم نے آپؐ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور آپؐ کی ذاتِ اقدس اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا کی مجسم تصویر بن کر اُبھری۔

خدا تعالیٰ کے پیار کا یہ سلوک محض آنحضرتؐ کی ذاتِ مبارکہ تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ ذرا تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیگر انبیاء و مرسلین کی حیاتِ مقدسہ پر بھی نظر دوڑائیں، تو یہی حقیقتِ حال نمایاں ہوتی ہے کہ مخالفتوں کی آندھیاں ان پر بھی ٹوٹ کر چلیں، ظلم و ستم کے پہاڑ ان پر بھی توڑے گئے، مگر ان اولوالعزم ربّانی فرستادوں نے کبھی نہ ہمت ہاری، نہ پیچھے ہٹے اور نہ ہی ان کے سچے پیروکاروں نے وقت کے فرعونوں، نمرودوں اور جابروں کے سامنے حق و صداقت کا عَلَم سرنگوں ہونے دیا۔

یہ انبیاءؑ اور ان کے ماننے والے مسلسل صبر، دعا اور عزم کی چٹان بن کر کھڑے رہے، بالآخر وہ بھی وقت آیا کہ ظلم کی تمام قوتیں خس و خاشاک کی مانند ہوا میں بکھر گئیں اور حق کی صدا فلک شگاف بن کر گونجی۔ یہی سنّتِ الٰہی ہے اور یہی تاریخ کا زندہ و جاوید سبق ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی مثال کون بھلا سکتا ہے؟ وہ صابر و مستقل مزاج نبی، جن کی قوم نے انہیں طعن و تمسخر کا نشانہ بنایا، ان پر طغیانی کی حدّ تک انکار و استہزا کی مہر ثبت کی۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصّہ آج بھی تاریخِ انسانی میں ظلم و جبر کے مقابل پر نصرتِ الٰہی کی سب سے بڑی اور عبرت انگیز مثال کے طور پر زندہ و تابندہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ، جنہیں بنی اسرائیل نے موعود مسیح ماننے سے انکار کر دیا، بلکہ انہیں صلیب پر چڑھانے تک کا منصوبہ بنا ڈالا۔

مگر ان تمام واقعات میں ایک قدرِ مشترک اور غالب نظر آتی ہے کہ جب مخالفت اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو خدا کی مدد اور نصرت بھی اُسی شدت سے قریب آتی ہے، یہ تاریخ کا بیّن اصول ہے اور سنّتِ الٰہی کا اٹل وعدہ۔

اب ذرا تاریخ کی روشنی میں قریب کے زمانے کی طرف آئیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ فیجِ اعوج کے زمانے کے بعد جب الٰہی نوشتوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر کھڑے ہوئے، تو قیامت خیز مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپؑ کے خلاف فتوے صادر کیے، انگریز حکومت کے دربار میں شکایات کا انبار لگا دیا گیا، اور عامّۃ النّاس کو آپؑ سے بدظن کرنے کے لیے بے بنیاد الزامات، افترا پردازی اور گمراہ کن پروپیگنڈا کا سہارا لیا گیا۔ نعوذ باللہ! آپؑ کو کذّاب، دجّال، کافر اور مفتری جیسے دل آزار القابات سے پکارا گیا اور مخالفین کا شر آپؑ کی جان، مال اور عزت تک دراز ہوا۔

مگر ان تمام آزمائشوں کے باوجود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا داروں کے ان تمام ہتھکنڈوں اور ایذا رسانیوں کا سامنا صبر، استقلال اور سب سے بڑھ کر دعا کے روحانی ہتھیار سے کیا۔ آپؑ نے قلم سے سیف کا کام لیا اور علم و معرفت کے ایسے روحانی خزائن پیش کیے جو نہ صرف علمی سطح پر مخالفین کے اعتراضات کا مسکت جواب تھے بلکہ ان میں نورِ الٰہی کی تجلّی اور روحانی تاثیر بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ایسی کھلی کھلی تائیدِ الٰہی جو کہ صرف ایک صادق مامور کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ پس آپؑ کا جہاد، قلم اور دعا کا جہاد تھا، جو آج بھی اہل دانش کے لیے ایمان، عزم اور ہدایت کا منارۂ نور ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں، خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے، جو کچھ ہو گا دعا کے ذریعے ہی ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں ہے، جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں، خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔ گزشتہ انبیاء کے زمانے میں بعض مخالفین کو نبیوں کے ذریعہ سے بھی سزا دی جاتی تھی، مگر خدا جانتا ہے کہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں، اس واسطے اس نے ہمارا سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اسلام کے واسطے اب یہی ایک راہ ہے جس کو خشک مُلّا اور خشک فلسفی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر ہمارے واسطے لڑائی کی راہ کھلی ہوتی تو اس کے لیے تمام سامان بھی مہیا ہو جاتے۔ جب ہماری دعائیں ایک نقطہ پر پہنچ جائیں گی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے۔ نادان دشمن جو سیاہ دل ہے وہ کہتا ہے کہ اُن کو سوائے سونے اور کھانے کے اور کچھ کام ہی نہیں ہے۔ مگر ہمارے نزدیک دعا سے بڑھ کر اور کوئی تیز ہتھیار ہی نہیں۔ سعید وہ ہے جو اس بات کو سمجھے کہ خدا تعالیٰ اب دین کو کس راہ سے ترقی دینا چاہتا ہے۔ (ملفوظات، جلد نہم، صفحہ ۲۷تا۲۸، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

اور آپؑ نے عملاً یہی کر کے دکھایا۔ صبر، دعا اور خدا پر کامل توکّل کے ساتھ آپؑ نے ہر مخالفت کا سامنا کیا اور پھر دنیا نے وہ حیرت انگیز نظارے دیکھے کہ خدا نے اپنی تائید و نصرت کی زبردست ہوائیں چلائیں اور آپؑ کی سچائی کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا۔ آپؑ کی ایک ایک پیشگوئی وقت کی عدالت میں کما حقہ پوری ہوئی۔

زلزلے، وبائیں، آسمانی نشان اور مخالفین کے عبرتناک انجام، یہ سب خدا کی تائید و نصرت کے وہ زندہ و جاوید مظاہر بن گئے، جنہیں دنیا نظر انداز نہ کر سکی اور ان شاء اللہ نہ کبھی کر سکے گی۔ لیکھرام کی پیشگوئی ہو یا ڈوئی کا المناک انجام، پادری عبداللہ آتھم کا معاملہ ہو یا مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبرتناک موت، یہ سب واقعات اس ایک ہی حقیقت کے ابدی گواہ بنے کہ خدا اپنے سچے مامور کو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

ایک موقع پر کچھ لوگ جو بغرضِ بیعت قادیان دارالامان آئے ہوئے تھے، ان کو مختلف نصائح فرماتے ہوئے، آپؑ نے اس بات پر زور دیا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کے واسطے مامور کیے گئے ہیں۔ (ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ ۳۰۳، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

پس سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جس کام کے لیے مامور کیے گئے ہیں، وہ صبر ہے، اور یقیناً اور یقیناً ہماری بھی کامیابی اسی میں پنہاں ہے کہ ہم آپؑ کے نقشِ قدم پر چلیں۔

پھر آپؑ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق قدرتِ ثانیہ کا دائمی بابرکت دَور شروع ہوا، اور خلافتِ اُولیٰ سے لے کر خلافتِ خامسہ تک خلفائے عظّام عزم و استقامت کی ایسی چٹان بن کر اُبھرے کہ اُن کی روحانی قیادت میں جماعتِ احمدیہ ہر طوفان، ہر ابتلا اور ہر مخالفت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنی رہی اور بنی ہوئی ہے۔ الغرض خلافت کی پُرشفقت چھاؤں میں جماعت کا ہر فرد مصائب، تکالیف اور آزمائشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ثابت قدمی کی درخشاں مثال بنا ہوا ہے۔ پس امر واقعہ یہ ہے کہ خلفائے احمدیت نے عملی طور پر مجسم ثابت قدم رہتے ہوئے اپنی پیاری جماعت کے حوصلے کبھی پست نہیں ہونے دیے اور ہر مشکل کی گھڑی میں یہی عملی درس دیا ہے کہ مشکلات اور آزمائشوں میں صبر، استقامت اور خدا سے مدد طلب کرنا ہی

کامیابی اور ترقی کا واحد اور حقیقی راستہ ہے۔

اگر یوں کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ جماعتِ احمدیہ کو ہمیشہ قرآنی تعلیم کے عین مطابق، بارگاہِ ایزدی میں اپنے عملی نمونے پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ توفیق روز افزوں بڑھتی چلی جارہی ہے۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ جماعت نے ہر ابتلا، ہر چیلنج اور ہر نازک مرحلے پر جس صبر، استقلال اور غیر معمولی روحانی وابستگی کا مظاہرہ کیا، وہ اس عظیم الشّان قرآنی ارشاد کی روشن اور جیتی جاگتی عملی تصویر ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:۱۵۴) یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! (اللہ سے) صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اسی مقصدِ عظیم کے تحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے قرآنِ کریم کی پاکیزہ تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہدایت اور راہنمائی کا کامل اور ابدی سامان مہیا فرما دیا۔ آج بھی جب ہماری الٰہی جماعت مخالفین کی سازشوں، تکالیف اور مسلسل آزمائشوں کی لپیٹ میں ہے، تو ایسے پُرآزمائش حالات میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ اس بارے میں بھی آپؑ نے نہایت بصیرت افروز، حکمت سے بھرپور اور ایمان افروز راہنمائی عطا فرمائی، جو ہمارے لیے ہر دَور میں مشعلِ راہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ ”ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدّنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے، جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو۔ اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوقِ الٰہی کے متعلق ہو، خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو۔“ (ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ ۳۰۳، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تلقین فرماتے ہیں کہ ”پس یہ وہ نصائح ہیں جو ہماری کامیابی اور ترقی کی بنیاد ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اگر ہم صحیح رنگ میں استغفار، توبہ، دینی علوم سے آگاہی اور پانچ وقت کی نمازوں کی طرف توجہ دیتے رہیں گے، تو ہماری کامیابی ہے۔ دشمن جتنا شور و فغاں میں بڑھ رہا ہے، اتنا ہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ جھکنا ہو گا، یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔ اسی کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار تلقین فرمائی ہے، نہ کہ کسی قسم کے ردّعمل دکھانے کی، ہماری کامیابی بہرحال مقدر ہے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا۔ ان شاءاللہ!

ہاں! یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حکمت سے ہم نے اپنے کام کو بھی جاری رکھنا ہے، بہت سے کام حکمت سے ہو سکتے ہیں، اس لیے حکمت اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہر احمدی اپنی اس ذمہ داری کو سمجھ لے تو بہت سے مسائل کا حل ہمارے رویّوں اور دعاؤں سے نکل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر عطا فرمائے اور دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کے حصول کے لیے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ ۲۸؍ اپریل ۲۰۲۳ء)

ان تمام تاریخی حقائق اور روحانی پسِ منظر کی روشنی میں ہم پر بطور احمدی مسلمان نہایت عظیم اور بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ سب سے پہلی اور بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنے اُس روحانی ورثے کی حفاظت کریں، جس کی بنیاد صبر، قربانی اور دعا جیسے سنہری اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر آج بھی ہمارے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کیے جاتے ہیں، معصوم احمدیوں کو شہید کیا جاتا ہے، ہمیں ہماری مساجد میں جانے سے روکا جاتا ہے، ہمارے خلاف سوشل میڈیا پر تضحیک آمیز اور نفرت انگیز مہمات چلائی جاتی ہیں یا ہمارے بچوں کو تعلیمی اداروں میں ذہنی اذیتوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے، تو یہ سب تکالیف وقتی اور ناپائیدار ہیں۔

یہ آزمائشیں ہمیں جھکا نہیں سکتیں، بلکہ یہ ہمارے ایمان کو اَور نکھارتی ہیں، ہمیں دعا کی طرف جھکاتی ہیں اور ہمیں خلافت سے وابستگی میں مزید مضبوط کرتی ہیں۔ ایسے کٹھن وقتوں میں بھی ہمارا ردّعمل صبر و استقامت کا نمونہ ہونا چاہیے، کیونکہ صبر ہی وہ چابی ہے جو مشکلات اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھولتی ہے۔ بایں ہمہ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ بھی انہی کی مدد کرتا ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے ہماری ہر عبادت، ہر قربانی اور ہر سجدہ مکمل صدق اور اخلاصِ نیّت کے ساتھ محض اور محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہی وقف ہونا چاہیے۔ یہی تقویٰ اور خلوصِ نیّت ہی ہمیں نصرتِ الٰہی کے قریب لے جاتا ہے اور ہماری جماعت کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔

ہماری نظریں تو دنیاداروں کی طرح دنیاوی طاقتوں کی طرف تو نہیں، ہمارے ردّعمل تو دنیاوی ردّعمل نہیں، کیونکہ ہم تو آسمانی بادشاہت کے موسیقار ہیں۔ ہم تو بادشاہوں کے بادشاہ کے دربار میں جاتے ہیں اور اپنی عاجزانہ آہیں بلند کرتے ہیں۔ ہماری نظریں تو ہمیشہ سے ایک ہی ذات پر مرکوز ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی واحد لاشریک ذات ہے۔ ہماری تعلیم میں تو سختی کے بالمقابل نرمی، بدی کے بالمقابل اخلاقِ حسنہ دکھانے اور گالیاں سن کر دعا دینا شامل ہے۔ حلم اور فراست ہمارا اشعار ہیں۔ مخالفتیں تو ہمارے لیے کھاد کا کام کرتی ہیں۔ ہاں! ہماری گریہ وزاری، مناجات، حزن اور اشک اپنے مولیٰ کے حضور پیش کرنے کے لیے ہیں کہ جو سب طاقتوں اور قوتوں کا واحد مالک ہے اور وہی اس دنیا اور آخرت میں ہمارا والی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ نے دشمنانِ احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ ”جماعت احمدیہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک والی رکھتی ہے، جماعت احمدیہ کا ایک مولا ہے اور زمین و آسمان کا خدا ہمارا مولا ہے، لیکن مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولا نہیں۔ خدا کی قسم! جب ہمارا مولا ہماری مدد کو آئے گا، تو کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا، خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکرے ٹکرے کرے گی تو تمہارے نام و نشاں مٹا دیے جائیں گے اور ہمیشہ دنیا تمہیں ذلّت اور رسوائی کے ساتھ یاد کرے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، عاشقِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، کا نام ہمیشہ روز بروز زیادہ سے زیادہ عزت اور محبّت اور عشق کے ساتھ یاد کیا جایا کرے گا۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ ۱۴؍ دسمبر ۱۹۸۴ء بمقام مسجد مبارک، ہیگ، ہالینڈ)

ہم تو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس امام الزّمان کے متبعین ہیں کہ جو اس مقصدِ عظیم کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے کہ آپس میں ہمدردی اور محبّت کا ایسا نمونہ دکھایا جائے کہ جو غیروں کے لیے ایک کرامت ہو۔ ہم تو دلوں کو جوڑنے والے ہیں۔ ہم تو روحانی بیماروں کے لیے قسم ہا قسم کی جہنموں سے نجات کا ایک ذریعہ ہیں۔ دنیا کی قیادت تو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کی بنا پر ان شاء اللہ ہم مسیحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاجز غلاموں نے کرنی ہے۔ ہم نے تو مختلف قوموں اور ملل کو خدا کی توحید کا پرستار بناتے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ کے جھنڈے کے نیچے لانا ہے اور ایک پُل کا کام کرنا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمیں دلوں کی عمارتیں بنانے کے لیے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے، ہمیں اینٹ پتھر کی عمارتوں سے کیا غرض؟ آئندہ لوگ آئیں گے جو سنگِ مرمر کی عمارتیں بنائیں گے، ان میں سونے کا کام کریں گے، یہ کام ان کے لیے رہنے دو۔ آؤ ہم دلوں کی عمارتیں بنائیں۔“ (رپورٹ مجلسِ مشاورت ۱۹۲۷ء، صفحہ ۱۸۶)

پھر آج ہماری اور ہماری جماعت کی بقا، ترقی اور سلامتی کا راز صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ کی اطاعت میں ہی مضمر ہے۔ یہی اطاعت ہماری روحانی طاقت اور وحدت کا منبع ہے۔ خلافت سے وابستگی ہی ہماری اصل روحانی شناخت ہے، جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور نصرتوں سے روشناس کراتی ہے، یہی وہ رشتہ ہے جو ہمیں ہر آزمائش اور مصیبت میں مضبوطی بخشتا ہے اور جماعت کو دنیا بھر میں ایک منظم، متحد اور کامیاب اکائی کی صورت میں قائم رکھتا ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہر ایک ارشاد کو اپنا حرزِ جان بنائیں اور آپ کی نصائح کی روشنی میں ہمیں معاشرے میں نہایت حسنِ سلوک، نرمی اور حکمت کے ساتھ تبلیغ کا فریضہ انجام دینا ہے۔ اپنے عمل کی پاکیزگی، کردار کی بلندی اور حسنِ اخلاق سے ہمیں دوسروں کے دلوں کو جیت کر جماعت کی سچائی کی طرف راغب کرنا ہے۔ اور حقیقتاً یہی وہ روشنی ہے جو ان شاء اللہ تاریکیوں کو مٹا دے گی اور دلوں میں ایمان کی جڑیں مضبوط کر دے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حالیہ دنوں میں ہی سوشل میڈیا پر جماعتِ احمدیہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی بیہودہ گوئی اور جھوٹ پر مبنی منافرت آمیز مہم کے ردّعمل سے متعلق نہایت بصیرت افروز اور اصولی راہنمائی عطا فرمائی ہے کہ ”ہمارا کام یہ نہیں کہ غلط زبان استعمال کریں یا اس رنگ میں جواب دیں کہ جس سے نادانستگی میں ہمارے منہ سے ایسے الفاظ نکل جائیں جو کسی بھی رنگ میں کسی کی بھی ہتک کا موجب بنیں اور اس سے فائدہ اُٹھا کر مخالفین یہ کہتے رہیں کہ ہم نعوذ باللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا صحابہ رضوان اللہ علیہم کی توہین کرنے والے ہیں۔“ اسی طرح حضور انور نے ایسے افراد کو بھی توجہ دلائی کہ جو خود ساختہ عالم بن کر سوشل میڈیا پر نام نہاد مخالف ملّاؤں کے اعتراضات کا ازخود جواب دینے لگتے ہیں، ان کو اس چیز سے بچنا چاہیے۔ نیز تاکید فرمائی کہ اور اگر جواب تلاش کرنے ہیں تو جماعت کے علماء سے، گہرا علم رکھنے والے جماعتی لٹریچر سے، ان سے پوچھا جائے اور ان کے جواب ایسے دیے جائیں جو واقعی ٹھوس ہوں اور ان کی دلیلوں اور ان کے الزاموں کو ردّ کرنے والے ہوں۔ نیز آخر پر ہدایت فرمائی کہ اگر ہم سوشل میڈیا پر ان جوابوں کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں۔ اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کریں۔ اپنے سجدوں میں وہ درد پیدا کریں کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی غیرت جلد جوش میں آئے، تو ہم بہت جلد اس سے بہت بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں، جو نتائج یہ لوگ اپنے جواب دینے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ ۶؍ جون ۲۰۲۵ء)

پس وہ لوگ جو آج معاند بن کر خدا کے قائم کردہ نظامِ خلافت اور سچائی کے پیغام کو دبانے کے درپے ہیں، وہ یاد رکھیں کہ خدا کی تقدیر کا قلم حرکت میں آ چکا ہے، اب نہ کوئی سازش اس کاروانِ حق کو روک سکتی ہے، نہ کوئی ظلم اس کے قدموں کو متزلزل کر سکتا ہے۔ وقت گواہی دے گا، تاریخ فیصلہ کرے گی کہ کون تھا، جو حق کے ساتھ کھڑا تھا اور کون باطل کے ہم رکاب نکلا۔ فیصلہ ہو کر رہے گا کہ کون لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کا سچا علمبردار تھا اور کون اس کے انکار میں اندھی مخالفت پر اُترا ہوا تھا۔ بالآخر سچائی ہی کو غالب آنا ہے اور باطل کے مقدر میں تو اَزل ہی سے مٹ جانا لکھ دیا گیا ہے، تاریخ تمہیں ہمیشہ ذلّت اور رسوائی کے الفاظ میں یاد رکھے گی۔

اسی تناظر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قادیان دارالامان میں مورخہ ۱۲؍ جولائی ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں نہایت پُرشوکت الفاظ میں جماعت کے حوصلوں کو بڑھاتے ہوئے یہ خوشخبری عطا فرمائی تھی کہ ”ہماری جماعت تاریخی جماعت ہے، آئندہ کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی، جب تک وہ جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کا ذکر نہ کرے۔ یہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا پر چھا جانے والی ہے۔ پس جو کچھ تم سے ہو رہا ہے، اس کا بدلہ تاریخ لے گی اور آج جو لوگ تمہارے حقوق تلف کر رہے ہیں، ان کی نسلیں انہیں گالیاں دیں گی، کیونکہ کون ہے جو اپنے آباء کی شرارتوں کا ذکر تاریخوں میں پڑھ کر شرمندہ نہیں ہوتا۔ بے شک! آج لوگ ہم پر ظلم کر کے ہنستے ہیں، جس طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اونٹوں کی اوجھڑی ڈالنے والے ہنستے تھے، ان لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ ان کی اس حرکت کو ہزار ہا سال تک یاد رکھا جائے گا اور یہ ہمیشہ کے لیے ان کی ناک کاٹنے کا موجب ہو جائے گی۔ آج بھی ہمارے دشمن اور بعض حکام خوش ہوتے ہیں اور اسے ایک کھیل سمجھتے ہیں، مگر انہیں کیا معلوم ہے کہ یہ باتیں تاریخوں میں آئیں گی۔ بڑے سے بڑے مؤرّخ کے لیے یہ ناممکن ہو گا کہ ان واقعات کو نظر انداز کر دے کیونکہ ان کے بغیر اس کی تاریخ نامکمل سمجھی جائے گی۔ پڑھنے والے ان باتوں کو پڑھیں گے اور حیران ہوں گے، ان لوگوں کی انسانیت پر، جنہوں نے یہ افعال کیے اور حیران ہوں گے، ان حکام کے روّیہ پر، جنہوں نے علم کے باوجود کوئی انتظام نہ کیا اور آنے والی نسلوں کی رائے ان کے خلاف ہو گی۔ ان کی وہ چیز جس کے لیے انسان جان کی قربانی بھی کر سکتا ہے یعنی نیک نامی برباد ہو جائے گی۔“ (خطباتِ محمود جلد ۱۶، صفحہ ۴۰۸ بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان۔ مطبوعہ ۲۰؍ جولائی ۱۹۳۵ء)

یہ وہ پختہ ایمان، الٰہی تائید اور سچائی کا حقیقی یقین و عرفان ہے، جس نے جماعت کو ہر طوفان میں ثابت قدم رکھا، اور ہر مخالف کو ناکامی و نامرادی کی دھول میں گم کر کے قصۂ پارینہ بنا دیا۔ الغرض! الٰہی سلسلے کبھی دبائے نہیں جا سکتے، ان کے دشمن جتنے بھی ہوں، آخر کار نیک انجام ہمیشہ خدا کے خاص بندوں کا ہی مقدر ہوتا ہے۔ الحمدللہ ثمّ الحمدللہ! ہم ہی وہ خوش نصیب ہیں کہ جو ایک سچے مسیح و مہدی کے ماننے والے ہیں اور خلافتِ احمدیہ کے سائے تلے پروان چڑھ رہے ہیں۔

آئیں! ہم ہر مخالفت کو دعوتِ فکر سمجھیں، ہر طعن و تشنیع کو نصرتِ الٰہی کا ایک زینہ جانیں، اور ہر ظلم کے جواب میں صرف

اور صرف صبر و دعا کو اپنا ہتھیار بنائیں۔ یہی صبر و استقامت ہماری کامیابی کا راز ہے اور یہی دعا ہماری طاقت کا سرچشمہ ہے۔ کامیابی تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور وعدوں کے مطابق اسلام احمدیت کے نام لکھ دی گئی ہے، یہ وہ اٹل سچائی ہے، جسے نہ کوئی طوفان مٹا سکتا ہے اور نہ کوئی ظلم دبا سکتا ہے۔ یقیناً فتح و نصرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام احمدیت کے لیے مقدر کر رکھا ہے، اور یہی وہ حتمی انجام ہے، جس کی طرف تاریخ بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

اسی حوالے سے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہو گا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں، تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے، اگر مَیں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں، تب بھی مَیں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا، مگر وہ جو میرے ساتھ ہے، مَیں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا، دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اَے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا، جو مَیں ضائع ہو جاؤں گا، کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا، جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں، مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے، جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ مَیں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا، مَیں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا، کبھی نہیں چھوڑے گا، کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا، کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ مَیں اس کے ساتھ، وہ میرے ساتھ ہے، کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندرمیان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا، تو مجھ سے الگ ہو جائے، مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں، جن کو مَیں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں، وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں، وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے، نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سب وشتم سے، نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں، وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں، کیونکہ وہ عنقریب الگ کیے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال، ان کے پہلے سے بدّتر ہو گا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں، کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے، کیا ہم اپنے اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں، جدا ہو جائیں، ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدّظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہو گی، جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں، کیونکہ بدّظنی اور غدّاری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔ (انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد ۹، صفحہ ۲۳ تا۲۴)

پس آج بھی اگر اللہ تعالیٰ کے فضل کے نظارے کرنے ہیں اور جلد تر مصائب و آلام کے زمانے سے فتح و ظفر کی کلید پانی ہے تو ہمیں اس کے لیے اپنے جائزے بھی لینے ہوں گے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنی جماعت سے کیا توقعات رکھتے ہیں؟ اس کی بابت آپؑ نے توجہ دلائی کہ ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہیے کہ نری لفّاظی پر نہ رہے، بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو، اندرونی تبدیلی کرنی چاہیے۔ صرف مسائل سے تم خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔ اگر اندرونی تبدیلی نہیں تو تم میں اور تمہارے غیر میں کچھ فرق نہیں۔ اگر تم میں مکر، فریب، کسل اور سستی پائی جائے تو تم دوسروں سے پہلے ہلاک کیے جاؤ گے۔ اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو۔ نماز میں دعائیں مانگو۔ صدقات، خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلے سے وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا (العنکبوت:۷۰) میں شامل ہو جاؤ۔ (ملفوظات۔ جلد ہشتم، صفحہ ۱۸۸، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

پس امر واقعہ یہی ہے کہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ یہ محض کوئی زبانی دعویٰ نہیں، بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہم اس جماعت کے متبعین ہیں کہ جس کی بنیاد خالصتاً تقویٰ، طہارت اور خدائی تائید پر رکھی گئی۔ ہم وہ خوش نصیب ہیں کہ جن کی راہوں کو ایک عاشقِ صادق کی مقبول دعاؤں کا نور روشن کرتا ہے اور ہمارے سروں پر وہ سایہ ہے، جسے قدرتِ ثانیہ کی چادر نے ڈھانپ رکھا ہے، ہمارا ہر زخم ایک نئی کامیابی کی بشارت ہے اور راستے کی ہر رکاوٹ ہمارے عزم کو جِلا بخشتی ہے۔ ہم گرتے نہیں، بلکہ ہر آزمائش کے بعد پہلے سے زیادہ بلند ہو کر اُٹھتے ہیں، کیونکہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر رکھا ہی نہیں گیا۔ ہم حق کے وارث ہیں اور حق بھی کبھی کیا باطل کے ساتھ خلط ملط ہوا؟ ہرگز اور ہرگز نہیں! لہٰذا مخالفت کی گرد تو ان شاءاللہ جلد ہی چھٹ جائے گی، مگر خدا کے وعدوں کا امین ہمارا یہ قافلہ خلافتِ احمدیہ کی قیادت میں ان شاءاللہ پوری آب و تاب کے ساتھ تاقیامت رواں دواں رہے گا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنی بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے، ان تمام توقعات کو کماحقہ پورا کرنے والے ہوں، جو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پیاری جماعت سے وابستہ فرمائی ہیں۔ اور ہم کبھی اس سلسلے کی بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ ہم خدا کے اور خدا ہمارا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں صبر، استقامت اور ثابت قدمی کی جیتی جاگتی مثال بنا دے۔ ہر قسم کی مخالفتوں اور آزمائشوں کے بالمقابل ہمارے ردّعمل ایسے ہوں کہ جن سے اخلاقِ فاضلہ کا عملی مظاہرہ ہو اور ہمارا ہر ایک عمل خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے والا بن جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پیارے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کی سکینت بننے والے ہوں۔ آمین ثمّ آمین!

☆...☆...☆

ہمیں یقیں ہے کہ فتح ہو گی

رہِ طَلَب میں بچھائے پلکیں
میں سانس روکے کھڑا ہوا ہوں
کبھی تو دِیدارِ یار ہو گا
بہار ہو گی نکھار ہو گا

ہے جُستجُوئے وِصال ناہی
کبھی جو لَوٹے تو دِید ہووے
مہِ مبیں کے ہیں منتظر سب
کہ شہرِ یاراں میں عِید ہووے

یہ کون دستِ دُعا اُٹھائے
نصیب میرے جگا رہا ہے
ہوں میں مُسافر رہِ وَفا کا
مجھے وہ رَستہ دِکھا رہا ہے

تِری مَحبت میں درد جھیلے
زمانے بھر سے ہیں سَنگ کھائے
جَبِیں پہ اپنی دِیے سَجا کر
کھڑے ہوئے ہیں عَلَم اُٹھائے

ہمیں یقیں ہے کہ فتح ہو گی
کِھلیں گے چہرے مسرّتوں سے
یہ بام و دَر پھر فروزاں ہوں گے
چَھٹیں گے بادل کُدورتوں کے

(ابو عثمان)

”آپ کا مکان اگر خدا کے لئے گیا ہے تو جانے دیں“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ وزیر آبادی کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ... مَیں قادیان پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اپنے مقدمات کا ذکر کیا کہ مخالفین نے جھوٹے مقدمات کر کے اور جھوٹیاں قسمیں کھا کھا کر میرا مکان چھین لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حافظ صاحب! لوگ لڑکوں کی شادی اور ختنہ پر مکان برباد کر دیتے ہیں۔ آپ کا مکان اگر خدا کے لئے گیا ہے تو جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس سے بہتر دے دے گا۔ کہتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ پاک الفاظ سنتے ہی میرے دل سے وہ خیال ہی جاتا رہا بلکہ میرے دل میں وہ زلیخا کا شعر یاد آیا:

جما دے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

یہ مشہور ہے کہ زلیخا نے مصر کے خزانے دے کر یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا۔ اُس وقت کہا تھا کہ چند پتھر دیئے ہیں اور جان خرید لی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بہت ہی سستا سودا خریدا ہے۔ کہتے ہیں میں بھی اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس مقدس بستی قادیان میں جگہ دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہیں آ گئے اور مکان اس سے کئی درجہ بہتر دیا۔ بیوی بھی دی اور اولاد بھی دی۔“

(خطبہ جمعہ ۱۳؍اپریل ۲۰۱۲ء)

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنص

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَکُنْ

تقریب پرچم کشائی جلسہ سالانہ یو کے ۲۰۲۴ء

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے روزمرّہ امور کا احاطہ ممکن نہیں۔ ذیل میں یکم جولائی ۲۰۲۴ء سے ۳۰؍ جون ۲۰۲۵ء کے دوران حضورِ انور کی بعض مصروفیات کی ایک جھلک پیش ہے۔

☆... **۲؍ جولائی:** امریکہ میں خدمت بجالانے والے مربیان کی آن لائن ملاقات

☆...جماعت احمدیہ کی فارسی ویب سائٹ کا افتتاح

☆... **۲۵؍ جولائی:** معائنہ انتظامات جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۴ء اور کارکنان سے خطاب

☆... **۲۶؍ جولائی تا ۲۸؍ جولائی:** جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۴ء پر خطبہ جمعہ کے علاوہ چار خطابات

معائنہ جلسہ سالانہ یو کے ۲۰۲۴ء

☆... **۲۸؍ جولائی:** جلسہ سالانہ برطانیہ پر ’عالمی بیعت‘ کا انعقاد

☆... **۲۴؍ اگست:** جلسہ سالانہ جرمنی کے دوسرے دن مستورات سے خطاب (ایوان مسرور، اسلام آباد)

☆... **۲۵؍ اگست:** اختتامی خطاب برموقع جلسہ سالانہ جرمنی (ایوان مسرور، اسلام آباد)

☆... **۲۲؍ ستمبر:** اختتامی خطاب برموقع اجتماع خدام الاحمدیہ یو کے (اولڈ پارک فارم، کنگزلے)

☆... **۲۸؍ ستمبر:** خطاب برموقع اجتماع لجنہ اماء اللہ یو کے (اولڈ پارک فارم، کنگزلے)

جماعت احمدیہ کی فارسی ویب سائٹ کا افتتاح

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۴ء کے دوسرے دن بعد دوپہر کا خطاب

☆... **۲۹؍ ستمبر:** اختتامی خطاب برموقع اجتماع انصاراللہ یو کے (اولڈ پارک فارم، کنگزلے)

☆... **۵؍ اکتوبر:** خدام الاحمدیہ ریجن ساؤتھ ایسٹ ہیسن، جرمنی کی عاملہ و قائدین مجالس کی ملاقات

☆... **۶؍ اکتوبر:** ملاقات اطفال الاحمدیہ ناروے

☆... **۱۲؍ اکتوبر:** ملاقات نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ فرانس

☆... **۱۳؍ اکتوبر:** (آن لائن) ملاقات نیشنل عاملہ و لوکل صدران جماعت فرانس

☆... **۱۹؍ اکتوبر:** مسجد فضل لندن کی صد سالہ خصوصی تقریب سے (آن لائن) خطاب

☆... **۲۰؍ اکتوبر:** ملاقات نیشنل عاملہ و زعماء مجالس مجلس انصار اللہ بیلجیم

☆... **۲۷؍ اکتوبر:** خطاب برموقع اجلاس احمدیہ مسلم میڈیکل ایسوسی ایشن

☆... **۱۷؍ نومبر:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے گلف ریجن کے پہلے وفد کی ملاقات

☆... **۲۳؍ نومبر:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے گلف ریجن کے دوسرے وفد کی ملاقات

امریکہ میں خدمت بجالانے والے مربیان سلسلہ کی حضور انور کے ساتھ آن لائن ملاقات

☆... **۲۴؍ نومبر:** کینیڈا کے بریمپٹن ویسٹ ریجن کے صدران اور عاملہ کی ملاقات

☆... **۳۰؍ نومبر:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے Virginia ریجن کے ایک وفد کی ملاقات

☆... **یکم دسمبر:** خدام و اطفال یو کے کے گروپ کی ملاقات جسے گھانا جانے کا موقع ملا تھا

☆... **۶؍ دسمبر:** افتتاح ’سرائے مسرور‘ (گیسٹ ہاؤس خدام الاحمدیہ یو کے)

☆... **۸؍ دسمبر:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے گلف ریجن کے تیسرے وفد کی ملاقات

☆... **۹؍ دسمبر:** جماعت کی تاجک ویب سائٹ کا افتتاح

☆... **۹؍ دسمبر:** جرمنی میں تعینات آفس مربیان سلسلہ اور واقفین زندگی کی ملاقات

☆... **۱۵؍ دسمبر:** ملاقات نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ یو کے

☆... **۲۲؍ دسمبر:** لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ ہالینڈ کے ایک گروپ کی ملاقات

☆... **۲۹؍ دسمبر:** اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۲۴ء (ایوان مسرور، اسلام آباد)

☆... **۳۰؍ دسمبر:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے Virginia ریجن کے ایک اور وفد کی ملاقات

☆... **۵؍ جنوری:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے ساؤتھ ایسٹ ریجن کے وفد کی ملاقات

☆... **۱۲؍ جنوری:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے ساؤتھ ویسٹ ریجن کے وفد کی ملاقات

☆... **۱۸؍ جنوری:** ناروے کے علاقہ Nordre Follo کی لجنہ اماء اللہ کی ملاقات

☆... **۲۰؍ جنوری:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے Maryland ریجن کے وفد کی ملاقات

☆... **۲۵؍ جنوری:** Munich، جرمنی سے آئے ہوئے خدام کی ملاقات

مستورات سے خطاب۔ جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۲۴ء (ایوان مسرور، اسلام آباد)

جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۲۴ء کا اختتامی اجلاس (ایوان مسرور، اسلام آباد)

☆... **۲۶؍ جنوری:** ملاقات نیشنل عاملہ و صدران لجنہ اماء اللہ سوئٹزرلینڈ

☆... **یکم فروری:** مختلف ممالک سے حاضر ہوئے احمدی ڈاکٹرز اور طبّی ماہرین کی ملاقات

☆... **۲؍ فروری:** ملاقات نیشنل عاملہ جماعت احمدیہ کینیڈا

☆... **۹؍ فروری:** ملاقات نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی

☆... **۱۰؍ فروری:** جرمنی میں تعینات (فیلڈ) مربیان کی ملاقات

☆... **۱۵؍ فروری:** جماعت کی مرکزی ویب سائٹ الاسلام کی ٹیم کی ملاقات

☆... **۱۶؍ فروری:** خدام یو کے کے شعبہ عمومی اور حفاظت مرکز کی ٹیموں کی گروپ تصاویر

☆... **۱۶؍ فروری:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے نارتھ ویسٹ ریجن کے وفد کی ملاقات

☆... **۱۷؍ فروری:** جماعت سینٹ کیتھریز (کینیڈا) کے ایک وفد کی ملاقات

☆... **۲۲؍ فروری:** شعبہ حفاظت خاص خدام الاحمدیہ جرمنی کی ٹیم کی ملاقات

☆... **۲۳؍ فروری:** ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے شعبہ شیڈولنگ کی لجنہ ممبرات کی ملاقات

☆... **۲۹؍ مارچ:** نماز کسوف و خطبہ کسوف

☆... **۳۰؍ مارچ:** ملاقات معتکفین و معتکفات

☆... **۳۱؍ مارچ:** نماز و خطبہ عید الفطر

☆... **۵؍ اپریل:** گروپ فوٹو عاملہ ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے

☆... **۶؍ اپریل:** خدام الاحمدیہ امریکہ کے ساؤتھ ویسٹ ریجن کے وفد کی ملاقات

☆... **۱۲؍ اپریل:** جرمنی اور بیلجیم سے آئے ہوئے خدام کے وفود کی گروپ تصاویر

...ـرہ العزیز کی مصروفیات کی ایک جھلک

(یکم جولائی ۲۰۲۴ء تا ۳۰؍جون ۲۰۲۵ء)

...مَعَهٗ حَيْثُ مَا كَانَ وَانْصُرْهُ نَصْرًا عَزِيْزًا

☆...۱۳؍اپریل: کوسووسے آئے دومہمانوں کی ملاقات

☆...۱۴؍اپریل: خدام الاحمدیہ امریکہ کے نیو یارک ریجن کے وفد کی ملاقات

☆...۱۹؍اپریل: ملاقات ناصرات الاحمدیہ جرمنی

☆...۱۹؍اپریل: ملاقات خدام الاحمدیہ ڈنمارک

☆...۲۰؍اپریل: اطفال الاحمدیہ جرمنی اور خدام الاحمدیہ ناروے کے وفود کی گروپ تصاویر

☆...۲۰؍اپریل: احمدیہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی ممبرات کی ملاقات

☆...۲۰؍اپریل: تبلیغ کی غرض سے سپین جانے والے مقامی ریجن یوکے کے نوخدام کی ملاقات

☆...۲۶؍اپریل: (آن لائن) خطاب برموقع اجتماع واقفات نو یوکے

☆...۲۷؍اپریل: (آن لائن) خطاب برموقع اجتماع واقفین نو یوکے

☆...۲؍مئی: سپین کے لیے روانہ ہونے والے انصار اللہ یوکے کے سائیکلنگ گروپ کی ملاقات

☆...۲؍مئی: افتتاح ''حدیقۃ النساء'' اسلام آباد

☆...۳؍مئی: ملاقات Mr Jan Figel (موصوف European Institute of Innovation and Technology سے تعلق رکھتے ہیں)

☆...۴؍مئی: خطاب برموقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ یوکے، کینیڈا و جرمنی

☆...۱۰؍مئی: خدام الاحمدیہ جرمنی کے شعبہ اشاعت و آئی ٹی کی ٹیموں کی ملاقات

نیشنل اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے ۲۰۲۴ء

نیشنل اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ یوکے ۲۰۲۴ء

افتتاح 'سرائے مسرور' (گیسٹ ہاؤس مجلس خدام الاحمدیہ یوکے)

☆...۱۱؍مئی: ملاقات ناصرات الاحمدیہ بیلجیم و اراکین نیشنل عاملہ ناصرات الاحمدیہ بیلجیم

☆...۱۷؍مئی: خدام الاحمدیہ امریکہ کے ساؤتھ ایسٹ ریجن کے وفد کی ملاقات

☆...۱۸؍مئی: ملاقات مجلس انصار اللہ فن لینڈ

☆...۲۴؍مئی: (آن لائن) خطاب برموقع مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ برطانیہ، کینیڈا اور بیلجیم

☆...۲۵؍مئی: خدام الاحمدیہ امریکہ کے Great Lakes ریجن کے وفد کی ملاقات

☆...۳۱؍مئی: ملاقات نیشنل عاملہ جماعت احمدیہ جرمنی

☆... یکم جون: ملاقات مجلس عاملہ جماعت Sector78، فرانس

☆...۶؍جون: نماز و خطبہ عید الاضحیٰ

☆...۱۰؍جون: جرمن صحافی اور امن کے داعی جناب Reiner Braun کی ملاقات

☆...۱۴؍جون: سینیگال کے صوبہ تھیئس کے گورنر جناب سیا انڈاؤ کی ملاقات

☆...۱۴؍جون: ڈنمارک سے آئے ہوئے خدام، اطفال اور انصار کے وفد کی ملاقات

☆...۱۵؍جون: ملاقات نیشنل عاملہ و زعماء مجالس انصار اللہ ہالینڈ

☆...۲۲؍جون: ملاقات مجلس انصار اللہ ناروے بشمول نیشنل عاملہ

☆...۲۴؍جون: سویڈن سے وقف عارضی کے لیے آئے خدام کی ملاقات

☆...۲۹؍جون: ایم ٹی اے کینیڈا کے ٹیم ممبران کی ملاقات

اعلاناتِ نکاح

☆...الفضل انٹرنیشنل کو موصولہ رپورٹس کے مطابق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ

خطاب برموقع سو سالہ تقریب مسجد فضل لندن

اختتامی دعا برموقع جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۲۴ء

بنصرہ العزیز نے اس سال مسجد مبارک، اسلام آباد میں ۲۱؍مواقع پر کل ۱۱۶؍اعلاناتِ نکاح فرمائے اور ان کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کی۔

رخصتی

☆... حضورِ انور نے دورانِ سال بعض مواقع پر اسلام آباد سے دعا کے ساتھ شادی کے بندھن میں بندھنے والے جوڑوں کی رخصتی فرمائی۔

نماز ہائے جنازہ

☆...الفضل انٹرنیشنل کو موصولہ رپورٹس کے مطابق حضورِ انور نے دورانِ سال اسلام آباد میں ۶۰؍مواقع پر ۷۸؍افراد کی نماز ہائے جنازہ حاضر اور ۳۰۹؍افراد کی نماز ہائے جنازہ غائب پڑھائی۔

دفتری ملاقاتیں

☆... حضورِ انور نے قریباً ہر ہفتے کے دوران دفتری ملاقاتیں فرمائیں جن میں افسرانِ صیغہ جات، مربیانِ سلسلہ اور دیگر احباب نے حضورِ انور سے ہدایات اور راہنمائی حاصل کی۔

ذاتی ملاقاتیں

☆...دورانِ سال بہت سے خوش نصیبوں نے اپنے پیارے امام سے ذاتی ملاقات کی سعادت بھی حاصل کی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

☆...☆...☆

خطبہ عید الفطر ۲۰۲۵ء

ملاقات مربیان جماعت احمدیہ جرمنی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ میں صبر کے عظیم نمونے

(غلام مصباح بلوچ۔ کینیڈا)

”اگر تمہارے نفسانی جوش اور بد زبانیاں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟“ (حضرت مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں الٰہی سلسلوں کا احوال بیان کر کے یہ بات واضح فرما دی ہے کہ جب بھی دنیا کی ہدایت کے لیے انبیاء کی بعثت ہوئی ہے ہمیشہ دنیا ان کی مخالفت میں کھڑی ہوئی ہے اور انبیاء اور ان کے ماننے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہیں اور ایذا رسانی کو انتہا تک پہنچایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ الٰہی جماعتوں کو صبر اور استقامت دکھانے کی ہی تلقین فرمائی ہے۔صبر و استقامت کے اس میدان میں سب سے آگے خود انبیاء ہی ہوتے ہیں، اسی لیے روایات میں آیا ہے کہ أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ (بخاری کتاب المرضیٰ) یعنی لوگوں میں سے سب سے زیادہ شدید ابتلا انبیاء پر وارد ہوتے ہیں۔ انبیاء میں بھی حضرت رسول کریم ﷺ کو سب سے زیادہ ابتلاؤں اور مشکلات کے طوفانوں سے گزرنا پڑا۔ بہرحال ہر نبی نے ان ابتلاؤں کے دور میں خود بھی صبر و استقامت کا عظیم نمونہ پیش کیا اور اپنی جماعت کو بھی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کا الٰہی پیغام پہنچاتے ہوئے انہیں بھی اسی راہ پر قدم مارنے کی تلقین فرمائی۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اپنے کلام و الہام سے مشرف فرمایا اور خلعت ماموریت سے سرفرازی بخشی۔ آپ کے اعلان کے ساتھ ہی مخالفت کا بازار گرم ہوا اور صحیح بخاری میں درج یہ قول لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ، یعنی جب کبھی بھی کوئی شخص ایسا پیغام لے کر آیا تو ضرور ہی اس سے دشمنی کی گئی۔ (بخاری کتاب بدء الوحی) آپ کے حق میں بھی یہ قول سچا ثابت ہونے لگا۔ ابھی آپؑ نے دعویٰ ماموریت نہیں کیا تھا اور صرف اپنے الہامات شائع کیے تھے کہ آپ پر ضالّ، کافر، جہنمی وغیرہ جیسے فتوے لگنا شروع ہو گئے اور بعد ازاں وفات مسیحؑ کے اعلان اور اپنے مسیح موعود و مہدی معہود کے دعوے سے تو مخالفت اور عناد کی آگ ہر طرف بھڑکائی جانے لگی اور آپؑ کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ زہر اُگلا جانے لگا اور اعلانیہ آپؑ کی اور آپ کی جماعت کی تکفیر کی گئی چنانچہ اس معاندانہ برتاؤ کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ اپنی ایک عربی نظم میں تحریر فرماتے ہیں:

تَنَکَّرَ وَجْهُ الْجَاهِلِیْنَ تَغَیُّظًا
اِذَا اُعْثِرُوْا مِنْ مَوْتِ عِیْسٰی وَ اُخْبِرُوْا
وَ قَالُوْا کَذُوْبٌ کَافِرٌ یَتَّبِعُ الْهَوٰی
وَ حَثُّوْا عَلٰی قَتْلِیْ عَوَامًا وَ عَیَّرُوْا
فَضَاقَتْ عَلَیْنَا الْاَرْضُ مِنْ شَرِّ حِزْبِهِمْ
وَ لَوْ لَا یَدُ الْمَوْلٰی لَکُنَّا نُتَبَّرُ

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۳۲۱)

ترجمہ: جاہلوں کا منہ بگڑ گیا مارے غصہ کے جب ان کو حضرت عیسیٰؑ کے مرنے کی خبر دی گئی۔ اور انہوں نے کہا کہ جھوٹا ہے، ہوائے نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور میرے قتل کے لیے عوام کو اٹھایا اور سرزنش کی۔ پس ان کے گروہ کی شرارت سے زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے۔

آپؑ نے ہمیشہ سنت انبیاء کے مطابق صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور جماعت کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔ اپنی کتاب ”ازالہ اوہام“ میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں: ”اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں اُن باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے، اسی سُنّت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر یک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلا بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سُن رکھو کہ تمہارے فتح مند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی.....خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۶ تا ۵۴۹)

پس ابتدائے دعویٰ سے ہی آپؑ کے خلاف بدزبانی، ایذا رسانی، فتویٰ تکفیر، فتویٰ قتل، اقدام قتل وغیرہ کا پُر خطر ماحول بنایا گیا اور مسلمانوں کو اس کام کے لیے مشتعل کیا گیا۔ آریوں اور عیسائیوں کی بدزبانیاں اور ایذا رسانیاں اس کے علاوہ تھیں۔ بہرحال آپؑ نے کسی بھی موقع پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور سنت انبیاء کے مطابق ان کے حق میں دعا ہی کی۔ راہِ مولیٰ میں پہنچنے والی تکلیف کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں: ”جس قدر انسان عالی ہمت اور صابر ہوتا ہے اُسی قدر تکالیف سے آزمایا جاتا ہے۔ بیگانہ جس میں زہر کا تخم ہے، اس لائق ہرگز نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ اُس کو ایسے ابتلا میں ڈالے جس میں صادقوں کو ڈالتا ہے۔ سو مبارک وہی ہیں جن کو خدا درجات عطا کرنے کے لئے دنیا کی تلخیوں کا کچھ مزہ چکھاتا ہے۔ دنیا کی حالت یکساں نہیں رہتی جس طرح دن گزر جاتا ہے، آخر رات بھی اسی طرح گزر جاتی ہے۔ سو جو شخص خدا تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے وہ مصیبت کی رات کو ایسی کاٹتا ہے جیسے کوئی سونے کی حالت میں رات کو کاٹتا ہے۔ اگر پروردگار ایمان کو بچائے رکھے تو مصیبت کچھ چیز نہیں لیکن اگر مصیبت کچھ لمبی ہو اور مدد ایمانی منقطع ہو جائے تو نعوذ باللہ من ذالک۔“ (مکتوبات احمد جلد اول صفحہ ۶۱۲۔ مکتوب بنام میر عباس علی لدھیانوی۔ ایڈیشن جولائی ۲۰۰۸ء)

دعویٰ مسیحیت کے بعد جولائی ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کا مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ایک مباحثہ ہوا جو جماعتی تاریخ میں ”الحق“ مباحثہ لدھیانہ کے نام سے معروف ہے۔ اس مباحثہ میں مولوی صاحب اصل موضوع سے ہٹ کر غیر ضروری بحث میں الجھنے لگے اور حضرت صاحبؑ کے خلاف دل آزار کلمات استعمال کرتے رہے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے اس مباحثہ کی مختصر روداد پیسہ اخبار لاہور میں شائع کرائی جس میں لکھا: ”... بٹالوی مولوی صاحب بمقام لودھیانہ جناب مرزا صاحب سے مباحثہ کیا بلکہ مجادلہ کیا۔ اصل امر زیر بحث کو چھوڑ کر تمہیدات و فروعات کے ذریعہ لیاقت نمائی پر سارا زور دے دیا۔ ... مولوی صاحب ایسے غصہ میں آگئے کہ مجسم غصہ بن کر نہایت مکروہ الفاظ جناب مرزا کے بلکہ اپنے حق میں نکالنے لگے بلکہ ”زن طلاق“ کی گالی یا قسم کا ایسے مولوی صاحب کے منہ سے نکلنا، یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے سنا ہے۔ ... سبحان اللہ! مرزا صاحب کا حوصلہ و تحمل! کوئی بیجا لفظ زبان سے نہیں بولا بلکہ اپنے ساتھیوں کو ہر وقت غصہ اور فساد سے منع فرماتے رہے۔ ...“ (پیسہ اخبار لاہور ۲۲؍فروری ۱۸۹۲ء صفحہ ۶ کالم ۲، ۳)

حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف استہزا، فحش کلامی اور ایذا کا کیا ماحول تھا اس کا ایک نظارہ ہمیں سفر دہلی ۱۸۹۱ء میں دیکھنے کو ملتا ہے جس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت پیر سراج الحق نعمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”... انہوں نے یہ التزام کیا کہ ”مرزا کو مسجد میں ہی مار ڈالو۔ بلوہ عام میں کون پوچھتا ہے۔“ ... اس روز صبح سے لوگ حضرت اقدس علیہ السلام کے پاس یہ پیغام وقتاً فوقتاً لانے لگے کہ حضرت آپ جامع مسجد میں ہرگز نہ جاویں، فساد ہو جاوے گا... لوگ دہلی کے آپ کے قتل کے درپے ہیں، کسی کے ہاتھ میں چھریاں چاقو اور کسی کے ہاتھ اور دامن اور جیب میں نوکدار پتھر ہیں۔ پتھر ایک دم برسیں گے اور پھر چھریاں چلیں گی... مگر حضرت اقدس علیہ السلام بار بار فرماتے تھے کہ کوئی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے...

... جب ہم جامع مسجد کے دروازہ پر جنوب کی جانب پہنچے تو دیکھا کہ مسجد اور مسجد کی سیڑھیاں ڈٹا ڈٹ لوگوں سے بھری ہوئی ہیں... لوگوں کے تیور بدلے ہوئے، آنکھیں سرخ و زرد جوشیلی، چہروں پر خون گویا چھڑکا ہوا۔ ... میں نے بعض لوگوں کے دامنوں میں پتھر دیکھے اور یقین کامل ہو گیا کہ آج مسیح ناصری والا دن ہے اور مولوی بڑے بڑے جبے اور عمامے باندھے اور لباس فاخرہ پہنے فریسیوں فقیہوں کی طرح اکڑ اکڑ کے چلتے پھرتے تھے ....“ (تذکرۃ المہدی مؤلفہ حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۲)

حضرت میاں چراغ الدین صاحب لاہوری رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے وسعت حوصلہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ”ایک شخص لاہور میں تھا جو کہ مہدی بنا پھرتا تھا۔ لوگوں نے جو شریر الطبع تھے، اُسے اُکسایا۔ حضرت صاحب لاہور تشریف لے گئے تھے اُس نے پیچھے سے آکر حضرت صاحب کو جپھی ڈال کر گرانا چاہا۔ ہم مارنا چاہتے تھے۔ حضور نے روک دیا اور فرمایا۔ اس کو مت مارو، اس کا کیا قصور ہے، اس کو بصیرت ہی نہیں۔

ایک دفعہ حضور لاہور میں تھے۔ ایک شخص سراج الدین نامی بازار میں سامنے آیا اور گالیاں دینی شروع کیں اور گالیاں بھی فحش گالیاں۔ حضورؑ کے ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا، اُسے سونگھتے رہے۔ وہ گالیاں نکالتا رہا حتیٰ کہ آپ قیام گاہ پر آگئے۔ وہ بھی وہاں آ گیا اور تقریباً آدھ گھنٹہ وہاں روبرو کھڑا ہو کر سخت فحش بکتا رہا۔ آپ خاموش بیٹھے رہے۔ جب چُپ ہو گیا آپ نے فرمایا بس! اور کچھ فرمائیے۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

جس سال میلا رام کے منڈوہ میں حضور کا لیکچر لاہور میں ہوا تھا۔ اس سال حضرت صاحب میرے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سامنے آکر ہزاروں مخالف لوگ کھڑے ہوتے، بعض بدمعاش برا بھلا کہتے۔ حضور سنتے مگر کچھ نہ کہتے۔ ایک بدمعاش مولوی جس کا نام ہم نہیں جانتے تھے، جب حضرت کوٹھے پر ہوتے سامنے سڑک پر ایک درخت ٹالی کا تھا، وہ اس پر چڑھ کر سخت گالیاں دیتا تھا (لوگ اس کو مولوی ٹالی کہنے لگے) مگر حضرت کچھ نہ کہتے بلکہ کسی دوست کو بھی کچھ نہ کہنے دیتے۔ ورنہ اگر حضور اشارہ فرماتے تو نہ معلوم کیا سے کیا ہوتا کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں حضور کے غلام موجود ہوتے تھے۔“ (سیرت احمدؑ از حضرت قدرت اللہ سنوری صاحبؓ صفحہ ۱۵)

ایک مرتبہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب حضرت صاحبؑ کے مکان کی تلاشی کے لیے قادیان آئے۔ اُن کے آنے سے پہلے ہی صبح حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو کسی طرح اس کی اطلاع مل گئی، وہ گھبرائے ہوئے حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؑ نے مسکرا کر فرمایا: ”میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں، ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لیے۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۷۹، ایڈیشن ۲۰۲۲ء) گو کہ آپؑ کے گھر کی تلاشی تو ہوئی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی کارروائی نہ ہوئی۔

مقدمہ جہلم پر بعض خلاف واقعہ باتیں اخبارات نے لکھی تھیں۔ ان پر فرمایا کہ اس شور و غوغا کا جواب بجز خاموشی کے اَور کیا ہے ۔ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۶، ایڈیشن ۱۹۸۴ء)

حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف پیدا کردہ مشکل حالات میں سے ایک مقدمہ مارٹن کلارک بھی ہے جس میں حضورؑ کے خلاف اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ کر کے آپؑ کو سزا دلوانے کی کوشش کی گئی اور اس کوشش میں عیسائیوں کے ساتھ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کٹھن اور مشکل وقت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صبر و استقامت کا عظیم نمونہ دکھایا، آپؑ ”کتاب البریہ“ میں اس کے مقدمہ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں: ”یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ ڈاکٹر کلارک صاحب نے محض ظلم اور جھوٹ کی راہ سے اپنے بیان میں کئی جگہ میرے چال چلن پر نہایت شرمناک حملہ کیا تھا.... اگرچہ ڈاکٹر صاحب کے اکثر کلمات جو نہایت دل آزار اور سراسر جھوٹ اور افترا اور کم سے کم ازالہ حیثیت عُرفی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ مجھے یہ حق دیتے تھے کہ ان بے جا اور باطل الزاموں کا عدالت کے ذریعہ سے تدارک کروں۔ مگر میں باوجود مظلوم ہونے کے کسی کو آزار دینا نہیں چاہتا اور ان تمام باتوں کو حوالہ بخدا کرتا ہوں۔“ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳)

دشمن کو تُرکی بہ تُرکی جواب دینے کی بجائے اپنے ایمان میں مضبوطی اور یقین محکم پیدا کر کے دشمن کو اس کی چالوں میں ناکامی کا احساس دلانا چاہیے۔ دشمن کے مقابل پر یہ نسخہ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کا بیان فرمودہ ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”مومن مومن کبھی نہیں ہوسکتا جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہوجاوے۔ فتح مسیح کو ایک بار ہم نے رسالہ بھیجا، اس پر اُس نے لکیریں کھینچ کر واپس بھیج دیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپ نے دُکھایا ہے کسی اور نے نہیں دُکھایا۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کرلیا کہ ہمارا دل دُکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو کہ کفر مایوس ہو جاوے کہ میرا قابو نہیں چلتا۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ کے یہ معنی بھی ہیں۔“ (الحکم جلد ۸ نمبر ۱۹ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد ۷ صفحہ ۲۴۳)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ سابق سردار جگت سنگھ بیان کرتے ہیں: ”ایک دفعہ حضرت صاحب امرتسر گئے، وہاں لیکچر کی تجویز ہوئی۔ جب حضور لیکچر دینے کے لئے گئے وہاں باوجود پولیس کے انتظام کے لوگ نہ ہٹے بلکہ پتھر مارنے شروع کئے۔ آخر پولیس نے کہا ہمارے قابو سے بات باہر ہوگئی ہے، آپ تشریف لے چلیں چنانچہ حضور کو بند گاڑی میں بٹھایا گیا اور لوگ زور زور سے پتھر پھینکتے تھے۔ اس قدر زور سے لوگ ادھر ادھر سے پتھر مارتے تھے کہ گاڑی کی طاقی کو زور سے ہم کھینچ کر اوپر لے جاتے مگر لگائی نہ جاتی، پتھروں کے مارے نیچے گر جاتی۔ مگر یہ عجیب خدا کا فضل تھا کہ بارش کی طرح پتھر برسے مگر احمدی جماعت کے کسی فرد کو کوئی پتھر نہ لگا بلکہ جب بھی کسی مخالف نے مارا یا زمین پر گرا یا گاڑی پر یا کسی دوسرے مخالف کے ہی لگا۔ جس وقت پتھر پڑ رہے تھے، ایک آدمی نے زور سے السلام علیکم کہا۔ آپ نے فرمایا وعلیکم السلام۔ اس نے کہا میں نے وہ سلام پہنچایا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسیح مہدی آوے اس کو میرا السلام علیکم پہنچانا۔ آپ نے تبسم لب ہو کر فرمایا الحمد للہ یہ پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، پوری ہوگئی۔ پتھر بھی قوم نے برسائے، السلام علیکم بھی پہنچ گیا۔ آپ اس وقت ذرہ بھی نہیں گھبرائے۔“ (سیرت احمد از حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ۔ صفحہ ۱۸، ۱۹)

حضرت مولوی قطب الدین بدوملہوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”کلانور سے ایک مضمون خلاف واقعہ شائع کیا گیا اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ذمہ خواہ مخواہ بہت سے گناہ منسوب کیے گئے اور وہ تحریر ایک نہایت گندی تحریر تھی جس کو مومن پڑھ بھی نہیں سکتا تھا۔ کسی احمدی نے حضور سے عرض کیا اگر حکم ہو اس پر دعویٰ کیا جائے، اس خبیث نے خواہ مخواہ خلاف واقعہ حضور کی ہتک کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں! یہ انبیاء کی سنت ہے کہ ان کے ساتھ دنیا اسی طرح کا سلوک کرتی رہی ہے۔ مگر دعویٰ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔“ (سیرت احمد از حضرت مولوی قدرت اللہ سنوریؓ صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵)

اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو آپ کے عظیم الشان صبر اور بے مثال تحمل کو ظاہر کرتے ہیں کہ دشمن کی بدزبانی اور استہزا پر اختیار ملنے کے باوجود آپ نے ان سے درگزر کیا اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ پس نہ صرف قول سے بلکہ عمل سے بھی آپؑ نے ہمیشہ نرمی اور برداشت کی تعلیم دی۔ ایک جگہ آپؑ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ بھی یاد رکھو ہمارا طریق نرمی ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر نرمی سے کام لیا کرے۔ تمہاری آواز تمہارے مقابل کی آواز سے بلند نہ ہو، اپنی آواز اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دل کو تمہاری آواز سے صدمہ نہ ہووے۔ ہم قتل اور جہاد کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم تو مقتولوں اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے اور اُن میں زندگی کی روح پھونکنے کو آئے ہیں۔ تلوار سے ہمارا کاروبار نہیں، نہ یہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہے۔ ہمارا مقصد نرمی سے ہے اور نرمی سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے، غلام کو وہی کرنا چاہیے جو اُس کا آقا اس کو حکم کرے۔ جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے تو ہم کیوں سختی کریں۔ ثواب تو فرماں برداری میں ہوتا ہے اور دین تو سچی اطاعت کا نام ہے نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کی تابعداری سے جوش دکھاویں۔“ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے پیاروں کا امتحان لیتا ہے اور انہیں آزمائشوں میں ڈالتا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ (العنکبوت: ۳) یعنی کیا لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہیں جائیں گے؟ اس امتحان میں سب سے آگے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ پس اس زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان امتحانوں سے گزرے تو آپؑ نے بھی سنت انبیاء کے مطابق ان امتحانوں میں سرخروئی دکھائی۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو ماہ تک لیا اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا اور پھر اس طریق کو علی الدوام بجالانا چھوڑ دیا اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا یہ تو سب کچھ ہوا لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ اِن دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلاء کے دشنام اور دل آزاری سے مل گیا۔ اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے طیّار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی۔ سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا۔“ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۲ حاشیہ)

انبیاء کو اللہ تعالیٰ اس لیے امتحان میں ڈالتا ہے تا ان کے صبر اور برداشت اور راضی برضائے الٰہی کو دیکھ کر ان کے متبعین کو ایک اسوہ حسنہ ہاتھ آوے اور وہ اپنے تئیں ویسا ہی بنائیں جیسا کہ اُن کے متبوع نے اپنے آپ کو بنایا۔ اسی لیے حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا: ”غلام کو وہی کرنا چاہیے جو اُس کا آقا اس کو حکم کرے“۔ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۳۔ ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

جب حضرت اقدس علیہ السلام نے بار بار جماعت کو صبر کرنے اور حلم دکھانے کی تعلیم دی اور اپنا نمونہ بھی ان کے سامنے رکھا تو بفضلہٖ تعالیٰ احباب جماعت نے بھی اپنے آقا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صبر و برداشت کے حسین نمونے پیش کیے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍ ستمبر ۱۹۴۵ء میں حضرت مولوی برہان الدین جہلمی رضی اللہ عنہ (وفات: دسمبر ۱۹۰۵ء) کے متعلق بیان فرماتے ہیں: ”جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سیالکوٹ سے واپس آرہے تھے تو لوگوں نے آپؑ پر پتھر پھینکے۔ جب آپؑ گاڑی میں سوار ہوگئے لوگوں نے وہاں بھی پتھر پھینکے لیکن گاڑی میں تو وہ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے اور نہ ہی ایسا کر سکتے تھے لیکن جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں اور دق کیا۔ مولوی برہان الدین صاحب انہی میں سے ایک تھے۔ جب وہ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈے ان کے پیچھے ہوگئے اور اُن پر گند وغیرہ پھینکا۔ آخر بازار میں اُن کو گرالیا اور ان کے منہ میں گوبر ڈالا۔ دیکھنے والوں نے بعد میں بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحب کو جبرًا پکڑ کر ان کے منہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا الحمد للہ، ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعودؑ نے روز روز آناوے؟ یعنی الحمد للہ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقع ملے۔“ (الفضل ۱۰؍اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۲)

حضرت میر قاسم علی دہلوی رضی اللہ عنہ (وفات: ۲۱؍اپریل ۱۹۴۲ء) دہلی میں یتیم خانہ انجمن مؤید الاسلام کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے آپ کو ممبرانِ انجمن کی طرف سے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا۔ آپؓ نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے بیعت تو نہ چھوڑی ہاں ملازمت چھوڑ دی اور لکھا: ”یہ بالکل درست ہے کہ میں حضرت تقدس مآب مرزا صاحب ممدوح کا نہایت ہی ادنیٰ خادم ہوں جو فی نفسہٖ کوئی جرم نہیں مگر اس کی بناء پر مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں خود اپنا استعفاء داخل کر دوں۔ لہٰذا باکراہ تعمیل حکم کے لیے استعفاء پیش کرتا ہوں۔“ (بدر ۸؍دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

حضرت مرزا اکبیر الدین احمدی رضی اللہ عنہ بھی نہایت مخلص صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے بھی حضرت اقدس علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے معاندین کے دلوں کو مفتوح کرلیا۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دارالیمن ربوہ میں ایک لیکچر کے دوران آپ کا ایک دلچسپ اور مفید ایمان واقعہ سناتے ہوئے فرمایا: ”مجھے ایک دفعہ لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی مرزا اکبیر الدینؓ صاحب بھی تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ ایک دن بازار میں سے گذر رہے تھے کہ کسی شخص نے انہیں آواز دے کر بلایا اور کہا کہ مجھے ذرا مرزا صاحب کے متعلق ضروری بات تو سمجھادو، مرزا اکبیر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں اس دکاندار کے ساتھ ابھی اس سلسلہ میں مصروف گفتگو ہی تھا کہ اتنے میں کسی شخص نے میری پیٹھ اور سرین پر زور زور سے ڈنڈے مارنے شروع کیے، میں نے دیکھا کہ اس علاقہ کے ایک مشہور مولوی صاحب سخت غضبناک حالت میں یہ حرکت کر رہے ہیں، ساتھ ساتھ گالیاں بھی دے رہے ہیں انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ میری کمر اور سرین زخمی ہوگئے جب وہ ذرا مدھم ہوئے تو مَیں نے ان سے دست بدست عرض کیا کہ مولوی صاحب! آپ نے مجھے آپ کے بھائی کی خدمت کا یہ صلہ دیا ہے مجھے تو آپ کے ایک بھائی نے ایک خدمت کے لیے بلایا تھا مَیں ان کو بتا کر ان کی ایک خدمت بجالا رہا تھا اگر اس خدمت کا صلہ یہی ہے تو اس میں بھی مَیں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اگر آپ حقیقۃً اس خدمت کا میرے لیے یہی صلہ سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس صلہ کی اور توفیق دے اور اگر میں آپ کی خدمت اس طرح کرسکتا ہوں کہ آپ سیر ہو کر مجھے زدوکوب کرلیں تو مَیں حاضر ہوں، اس پر مولوی نے اور گالیاں دیں اور کہا تم یہاں مرزا صاحب کا نام ہی کیوں لیتے ہو؟ بہر حال مرزا صاحبؓ گھر آگئے اور آکر خیال کیا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مصرعہ ”گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو“ کے ایک حصہ پر تو عمل کرلیا ہے دوسرے حصہ پر عمل کرنا باقی ہے جب میں نے دکھ پایا ہے تو حضور علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق آرام پہنچانا بھی ضروری ہے چنانچہ مرزا اکبیر الدین صاحب نے پھلوں کی ایک ٹوکری لی اور مولوی صاحب کے دروازہ پر دستک دے دی، اندر سے مولوی صاحب نے گرج کر کہا کہ کون ہے؟ اور دروازہ کھولنے کے لیے باہر آگئے جب انہوں نے دروازہ کھولا تو میں نے عرض کیا خادم کبیر الدین جناب کی خدمت میں یہ نذرانہ لے کر حاضر ہوا ہے۔ مرزا صاحب نے بیان فرمایا کہ مولوی صاحب نے وہ پھل تو ہاتھ میں لے لیے لیکن ان کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا اور فوراً رو پڑے اور کہا کہ مرزا صاحب مَیں بہت گنہگار ہوں، مَیں بہت بددیانت ہوں، مَیں بہت شیطان اور بدکار ہوں (بہت سی گالیاں اپنے آپ کو دیں) مَیں نے آپ پر بہت ظلم کیا ہے آپ مجھے معاف کردیں مَیں توبہ کرتا ہوں مجھ سے بہت غلطی ہوئی، یہ کہہ رہے تھے اور

بے تحاشا رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ جس شخص نے ایسے پاکباز لوگ تیار کیے ہوں وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا مرزا کبیر الدین! تم واقعی سچے ہو، مرزا صاحب واقعی سچے ہیں، تمہارا نمونہ واقعی اسلام کا نمونہ ہے میں ہی کافر ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد مولوی صاحب نے مخالفت بند کر دی اور مدّاح ہو گئے، شہر کے علماء کو بھی یہ علم ہوگیا کہ مولوی صاحب کی طبیعت نصیبِ دشمناں کچھ خراب ہے انہوں نے ایک اجلاس عام کیا جس میں سرفہرست مولوی صاحب کا نام لکھا اور مولوی صاحب سے یہ درخواست کی کہ وہ اس اجلاس میں مرزا صاحب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں، مولوی صاحب نے کہا کہ بے شک تم لوگوں نے میرا نام رکھا ہے سو دفعہ رکھو لیکن میں مرزا صاحب کے متعلق کچھ نہ کہوں گا وہ میرے نزدیک سچے ہیں اُنہوں نے جو جماعت قائم کی ہے اس نے نہایت اعلیٰ نمونہ قائم کیا ہے۔“ (ماہنامہ مصباح فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۳۰، ۳۱)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ سے صبر و تحمل کے انہی عظیم الشان نمونوں کو آج بھی اپنانے کی ضرورت ہے، یہی وہ قدم ہے جس کے نقش پر چلنے کی حضور علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندرمیان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب وشتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔“

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳، ۲۴)

ایک اور مقام پر آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”آخر کار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سُن کر چُپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے، گالی دینے والے کے اخلاق کا پتا لگتا ہے۔ مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زدوکوب بھی کرے تب صبر سے کام لو۔ یہ یاد رکھو اگر خدا کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے؟ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جُو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو بات بات پر لڑائی ہوتی اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر برداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا؟

ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے مگر مَیں نے کہا کہ میں اظہار نہیں دوں گا۔ کیا اس وقت مَیں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا اُن کی؟ اور اُن کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی مَیں نے اُن کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو مَیں نے کبھی سلوک اور دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں تم اُن کی بدسلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ مَیں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور خدا سے دُعا کرو۔...مَیں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہو گا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا کے حوالہ کرو۔ قیامت نزدیک ہے تمہیں اُن تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو اُن سے بہت دکھ اُٹھانا پڑے گا کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں اُن کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پُل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پُھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہیے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔ ...لوگ مجھے کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہمیں مارا اور مسجد سے نکال دیا۔ مَیں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر تم جواب دو تو میری جماعت میں سے نہیں۔ تم کیا چیز ہو۔ صحابہؓ کی حالت کہ اُن کے کس قدر خون گرائے گئے۔ پس تمہارے لیے اُسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۶۵ تا ۶۸، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں: ”ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو اِن صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲-۱۵)

کوئی دیں۔ دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں۔ دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

مَوردِ قہر ہوئے آنکھ میں اَغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زُعم میں اُن کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
اِفترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و مُلحِد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں اِن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۴-۲۲۶)

سب کارکنان جلسہ سالانہ کو ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کام سرانجام دینے چاہئیں

حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ ۱۸؍جولائی ۲۰۲۵ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۲۵ء کے کامیاب انعقاد کے لیے دعا کی تحریک فرمائی اور کارکنان جلسہ سالانہ کو نصائح فرمائیں۔حضور انور نے فرمایا کہ اگلے جمعے سے انشاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ اس کے لیے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے جلسے کو بابرکت فرمائے اور ہر پروگرام کو اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شریر اور کسی بھی نقصان پہنچانے کی نیت رکھنے والے کے شر سے بچائے۔ جو مہمان اندرون ملک سے آرہے ہیں یا بیرون ملک سے آرہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خیریت سے لائے اور یہاں انہیں ہر طرح سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

لوگوں کے جو ذاتی مہمان جلسے کے لیے آرہے ہیں یا جماعتی انتظام کے تحت مہمان نوازی کے شعبے کے تحت ان کا انتظام ہو گا اللہ تعالیٰ ہر میزبان کو ان کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کارکنان جو بڑے شوق اور جذبے سے اپنے آپ کو جلسے کی ڈیوٹیوں کے لیے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بے لوث ہو کر اپنے اپنے شعبہ میں خدمت کی توفیق دے اور نہایت عزت و احترام اور نرمی اور خوش مزاجی سے وہ مہمانوں کی خدمت کریں۔

بعض دفعہ کام کی زیادتی اور نیند کی کمی کی وجہ سے بعض کارکنوں کی خوش مزاجی متاثر ہو جاتی ہے لیکن ہر کارکن کو جس کی کسی بھی شعبے میں ڈیوٹی ہے یہ سوچ کر یہ دن گزارنے چاہئیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کی توفیق دی ہے، اس کا موقع دیا ہے۔ اس لیے اس کے لیے ہم ہر قربانی کرتے ہوئے اپنے خدمت کے جذبے کو قائم رکھیں گے اور کسی قسم کی بدمزاجی نہیں دکھائیں گے اور ہمیشہ ہمارے چہروں پر مسکراہٹ رہے گی۔ نوجوان بچیاں ہیں یا عورتیں ہیں یا نوجوان لڑکے ہیں یا بڑی عمر کے مرد ہیں، افسر ہیں یا معاون ہیں، کھانا پکانے اور لنگر کا انتظام چلانے والے کارکن ہیں یا کھانا کھلانے والے ہیں، سیکیورٹی والے ہیں یا پارکنگ والے ہیں، صفائی اور ہائیجین کے کارکن ہیں یا اندرونی اور بیرونی ڈسپلن قائم کرنے والے ہیں یا انٹری گیٹ کے اوپر جو لوگ متعین ہیں، بچوں کی مارکی میں ڈیوٹی دینے والی بچیاں ہیں یا مین جلسہ گاہ میں ڈیوٹی دینے والی لڑکیاں اور لڑکے اور مرد ہیں، عورتیں ہیں، سب کو ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کام سرانجام دینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

لیکن ساتھ ہی گہری نظر بھی ہر ایک پر رکھنی چاہیے تا کہ کسی کو کبھی کوئی شر پھیلانے کی جرأت پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کارکنوں کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنیں۔

احبابِ جماعت احمدیہ عالمگیر کے لیے

ایک ضروری یاددہانی!

اپنے پیارے امام امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت ارشاد کے زیرِ تابع اپنے آپ کو روحانی آہنی قلعے میں محفوظ کرنے کے لیے

کیا آج ہم نے درج ذیل دعاؤں کا وِرد کرلیا ہے؟

200 دفعہ دُرود شریف

(بڑی عمر کے افراد 200 دفعہ - 15 سے 25 سال کے افراد، (کم از کم) 100 دفعہ - بچے 33 دفعہ - چھوٹے بچے، 3 سے 4 دفعہ۔ والدین کے ساتھ)

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

(ترجمہ: پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظمت والا ہے۔ اے اللہ! رحمتیں بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمدؐ کی آل پر)

*(Holy is Allah and worthy of all praise. Holy is Allah, the Great.
O Allah! bestow Your blessings on Muhammad[sa] and on the people of Muhammad[sa].)*

100 دفعہ اِستغفار

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

(ترجمہ: میں اللہ سے ہر گناہ کی بخشش مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور میں اُسی کی طرف جھکتا ہوں)

(I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.)

100 دفعہ درج ذیل دعا

رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ

(ترجمہ: اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے ربّ! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما)

(O my Lord! Everything serves You. So, O my Lord, protect me and help me and have mercy on me.)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو انفرادی اور اجتماعی ہر لحاظ سے اس روحانی آہنی قلعے میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بحوالہ خطبہ جمعہ ۲۳؍اگست ۲۰۲۴ء)

ربوہ کا موسم (۱۱تا۱۷؍جولائی ۲۰۲۵ء)

۱۱؍جولائی جمعۃ المبارک کو نماز فجر کے وقت ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان جزوی طور پر ابر آلود تھا، نماز جمعہ تک آسمان صاف ہوگیا اور دھوپ بھی نکل آئی، جس سے موسم کچھ گرم ہوگیا۔ ٹمپریچر زیادہ سے زیادہ ۳۵؍اور کم سے کم ۲۷ درجہ سینٹی گریڈ تھا۔ نماز مغرب کے بعد بادل آگئے اور کچھ دیر کے لیے بارش بھی ہوئی اور تیز ہوا چلتی رہی، بارش اور ہوا کی وجہ سے موسم خوشگوار ہوگیا۔ ہفتہ کو مطلع کسی حد تک ابر آلود تھا۔ ہوا چل رہی تھی، جو شام کے وقت ٹھنڈی ہوگئی۔ اتوار کو صبح کے وقت حبس تھا لیکن خنکی کی وجہ سے موسم ٹھیک لگ رہا تھا۔ آہستہ ہوا چلنا شروع ہوئی اور دس بجے تک اس میں تیزی آگئی۔ دوپہر کو شمال مشرق کی طرف سے کالے اور گھنے بادل آگئے اور پھر تیز ہوا کے ساتھ موسلا دھار بارش نے اپنا رنگ جمایا۔ آجکل فیصل آباد، لاہور اور سیالکوٹ میں تیز بارشیں ہو رہی ہیں۔ یہ سیاہ بادل انہی شہروں میں بارش برسا کر ربوہ آئے تھے۔ سوموار کو دوپہر تک آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا اور ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، بعد دوپہر بادلوں کی تہ کچھ ہلکی ہوگئی۔ منگل کو صبح کے وقت آسمان پر مکمل بادل تھے اور ہوا بند تھی تاہم خنکی کی وجہ سے حبس نہیں تھا۔ صبح سے دوپہر تک درمیانی رفتار سے مسلسل بارش ہوتی رہی۔ بعد دوپہر بارش تو بند ہوگئی لیکن بادل موجود رہے۔ رات دو بجے بارش پھر شروع ہوگئی اور رات بھر جاری رہی۔ جس سے جل تھل ایک ہوگیا۔ ان بارشوں کی وجہ سے گرمی کا زور ٹوٹ گیا ہے، اور ٹمپریچر گر گیا ہے۔ ٹمپریچر زیادہ سے زیادہ ۲۹؍ اور کم سے کم ۲۶؍ درجہ سینٹی گریڈ تھا۔

بدھ کو گذشتہ رات سے ہونے والی بارش جاری تھی جو ظہر کی نماز کے وقت کچھ ہلکی ہوئی۔ عصر کے وقت بادل پھر آسمان پر چھا گئے اور ہلکی بارش شروع ہوگئی۔ یہ ہفتہ بارشوں کا ہفتہ تھا۔ آجکل ملک بارشوں کی لپیٹ میں ہے۔ لاہور میں تو اتوار تا جمعرات لگاتار موسلا دھار بارشیں ہوئی ہیں۔ محکمہ موسمیات کے مطابق یہ بارشیں ۲۰۰ ملی میٹر ریکارڈ کی گئی ہیں۔ جمعرات کو آسمان ابر آلود تھا، تیز ٹھنڈی ہوا چلتی رہی، اور موسم خوشگوار بنا رہا۔

(ابو سدید)

حضرت مصلح موعودؓ کی مہتمّ بالشّان قیادت اور فتنۂ احرار

(ظہیر احمد طاہر۔جرمنی)

”آپ بھی دعا کرتے رہیں۔ مَیں بھی دعا کرتا ہوں۔ ان شاءاللہ فتح ہماری ہے کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا ہو؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ ان شاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لیے دوڑا آرہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں۔ مگر اُس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔“ (المصلح الموعودؓ)

انبیاء کی تاریخ گواہ ہے کہ اُنہیں اور اُن کی جماعتوں کو بہت سے ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ الٰہی جماعتوں کے مخالفین آپس کے اختلافات بھلا کر اُن پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اُن کے مشن کو ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ آج سے تقریباً ایک سو سال پہلے احرار اور اُن کے ظاہر و پوشیدہ مددگاروں نے جماعت کو مٹانے کے لیے جس قدر منصوبے بنائے اور لوگوں کو احمدیت سے دُور رکھنے کے لیے جو شرم ناک اور اخلاق سوز کوششیں کیں وہ تاریخ کا سیاہ باب ہیں۔ خلافت ثانیہ کے دَور میں جماعت احمدیہ کو ایک خطرناک بیرونی فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ جو فتنہ احرار کے نام سے جماعت کی تاریخ کا اہم حصہ ہے۔ اس مضمون میں اس فتنہ کے اہم محرکات کا جائزہ لیا جائے گا کہ کس طرح مختلف دشمنوں کے ذریعہ اسے پروان چڑھایا گیا۔ نیز یہ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی تائید و نصرت سے جماعت نے اپنے اولوالعزم امام حضرت خلیفۃ المسیح کی مہتم بالشان قیادت میں اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور نمایاں فتح حاصل کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

پیشگوئی مصلح موعود میں ایک علامت ’وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا‘ بیان ہوئی ہے۔ حضورؓ خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ اسی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے قبل از وقت جماعت کو متنبہ کر رہے تھے کہ وہ زمانہ قریب ہے جس میں رحمانی اور شیطانی طاقتوں کی آخری جنگ مقدر ہے۔ اس لیے جماعت کو بہت ہوشیار اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے تا کہ بروقت دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے۔ چنانچہ حضورؓ نے ۱۹۲۷ء کی مجلس شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”آج سے دس سال کے اندر اندر ہندوستان میں اس بات کا فیصلہ ہو جانے والا ہے کہ کون سی قوم زندہ رہے اور کس کا نام و نشان مٹ جائے۔ حالات اس سرعت اور تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں کہ جو قوم یہ سمجھے کہ آج سے ۲۰۔ ۲۵ سال بعد کام کرنے کے لئے تیار ہو گی وہ زندہ نہیں رہ سکے گی اور جو قوم یہ خیال رکھتی ہے وہ اپنی قبر آپ کھودتی ہے۔ اگر دس سال کے اندر اندر ہماری جماعت نے فتح نہ پائی اور وہ تمام راہیں جو ارتداد کی ہیں بند کر کے وہ دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں کھول نہ دیئے تو ہماری زندگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یاد رکھو کبھی کسی قوم کی مدت خواہ وہ کتنے بڑے نبی سے وابستہ ہو غیر منتہی زمانہ تک نہیں چلتی۔“ (تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ ۳۱۶۔ ایڈیشن ۲۰۰۷ء مطبوعہ قادیان) چنانچہ حضورؓ کے اس کھلے انتباہ کے چند سال بعد جماعت کے خلاف مخالفت کا ایک ایسا زبردست طوفان اٹھنا شروع ہوا جس کا دائرہ صوبہ پنجاب سے ہوتے ہوئے پورے ملک میں پھیل گیا۔ اس فتنہ سے پہلے زیادہ تر مذہبی حلقوں کی طرف سے انفرادی طور پر جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش ہوا کرتی تھی لیکن اب احرار کی ملی بھگت سے کانگریس اور حکومت کے کچھ اہلکاروں نے مل کر جماعت کو کچل دینے کی منصوبہ بندی کی اور ہر جگہ فتنہ کی آگ لگا دی۔

کشمیری مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت اور احرار: اب ہم کشمیر تحریک کی بات کرتے ہیں کہ کس طرح دل کے حلیم مصلح موعود نے کشمیریوں کی ناگفتہ بہ اور نازک حالت کو محسوس کرتے ہوئے ڈوگرہ حکومت کے خلاف عملی جدوجہد کا آغاز فرمایا تو کانگرس کی لے پالک اور ہمنوا جماعت احرار کو کشمیری مسلمانوں کے حقوق کی کوششیں بالکل پسند نہ آئیں اور انہوں نے کشمیریوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا۔ یہ بتانا بھی لازم ہے ریاست کشمیر میں مسلمان بہت بڑی اکثریت میں موجود ہیں۔ اگر خالص کشمیر کی بات کی جائے تو نوے فیصد کے قریب مسلمان ہیں جبکہ جموں اور دوسرے علاقوں کو ملا کر بھی مسلمانوں کی آبادی کم و بیش ستر فیصدی ہے۔ یہ ریاست ایک عرصے سے ہندو فرمانرواؤں کے قبضہ میں چلی آرہی تھی۔ استبدادی حکومت کے غلبہ کی وجہ سے اس کی مسلمان آبادی بہت دبی ہوئی حالت میں تھی۔ زمینوں پر انہیں مالکانہ حقوق حاصل نہ تھے۔ زمین کی فصلوں پر بھی ریاست کا قبضہ تھا وہ اپنی مرضی کے مطابق جو قیمت چاہتی وہ ادا کرتی۔ تعلیم میں مسلمان بہت پیچھے تھے۔ ملازمتوں میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ لمبے عرصہ سے ڈوگرہ راج کے ظلم و استبداد کی چکی میں پسنے کی وجہ سے مسلمانوں کی اخلاقی حالت بھی بالکل پست ہو چکی تھی اور وہ غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو تحریک کشمیر میں عدیم المثال اور معجز نما کامیابیاں عطا فرمائیں۔

کشمیر میں احرار کی فتنہ انگیزیاں: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کشمیر کمیٹی کی خدمات اور اُس کے کارناموں کا تذکرہ بہت طویل اور ایمان افروز ہے جس کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہندو مظالم کے خلاف حقوق کے حصول کی یہ جدوجہد بڑی کامیابی سے آگے بڑھ رہی تھی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو رہے تھے اور آزادی کی منزل اُنہیں قریب سے قریب تر دکھائی دینے لگی۔ مگر ہندوؤں کو یہ بات کسی بھی طرح پسند نہ آئی اور اُنہوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے خلاف اپنے پروپیگنڈہ کا محاذ کھول دیا۔ ہندوؤں کی طرف سے ایسا پراپیگنڈا اگرچہ غیر متوقع بات نہ تھی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی اسلامی بہبود اور ترقی کی اس تحریک کے خلاف محاذ کھول دیا اور احمدیوں کی تبلیغ کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو سبوتاژ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کشمیر میں نہایت عمدگی سے کام ہو رہا تھا احرار نے جونہی دیکھا کہ ہمیں کامیابی ہو رہی ہے فوراً درمیان میں آ کُودے اور اعلان کر دیا کہ کشمیر میں جتھے لے کر چلو۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں انہوں نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور یقیناً اگر میری طرف سے سارے ہندوستان میں تنظیم نہ ہوئی ہوتی تو وہ کبھی اتنے آدمی اکٹھے نہ کر سکتے۔“ (خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۸۷۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍ نومبر ۱۹۳۴ء)

سیرۃ النبیؐ جلسوں میں فتنہ انگیزی: جماعت احمدیہ کے خلاف احرار کی فتنہ انگیزیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ وہ ہر بات میں مخالفت اور شرارت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ حتّٰی کہ اُن کی طرف سے جماعت کی طرف سے منعقد کیے جانے والے سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کو روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا۔ الفضل قادیان دارالامان میں لکھا ہے: ”اس سال سیرت النبیؐ کے جلسوں کے لیے ۸؍ نومبر ۱۹۳۱ء کا دن مقرر تھا۔ اگرچہ ”زمیندار“ پارٹی کے مسلمان کہلانے والوں نے کئی جگہ ان جلسوں کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ اور ایسی حالت میں کی جبکہ غیر مسلم اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ صفات بیان کر رہے اور آپؐ کی بے نظیر شان کے اعتراف میں مصروف تھے۔ لیکن امرتسر میں ان لوگوں نے جلسہ بالکل ہی نہ ہونے دیا۔ اس مقام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ۲۲؍ نومبر کو پھر جلسہ مقرر کیا گیا۔ اس دفعہ بھی ان لوگوں نے شرارت اور فتنہ پردازی کو انتہا تک پہونچا دیا۔ احمدیوں کو بڑی دھمکیاں دیں اور حکام کے آگے جلسہ بند کرنے کے لئے ناک رگڑے۔ لیکن مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت پر خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت شاندار جلسہ ہوا۔ اور فتنہ پردازوں کو اپنے تمام منصوبوں سے ناکام و نامراد رہنا پڑا۔“ (اخبار الفضل قادیان دارالامان ۲۹؍ نومبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۴ کالم ۳)

قادیان میں احرار کی فتنہ انگیزی کا آغاز: ۱۹۳۴ء جماعت احمدیہ کے لیے بہت مصائب اور مشکلات کا سال تھا۔ جب مجلس احرار نے جماعت کے خلاف ایک نیا محاذ کھول کر فتنہ واَفساد، سَبّ وشَتْم، ھَزْل وابْتِذال اُن کی زندگی کا لُبِّ لباب اور لائحہ عمل تھا جس کے ساتھ انہوں نے احمدیت کو مٹانے کا خواب دیکھا۔ یہ دن احمدیوں کے لیے بہت پُرخطر اور نہایت سخت تھے جب دشمن قادیان میں آ داخل ہوا۔ احرار کی دروغ گوئی اور فتنہ انگیز داستانوں سے اُس زمانے کے اخبارات و رسائل بھرے پڑے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے ہر انصاف پسند اور صداقت کے دلدادہ انسان پر احرار کی حقیقت عریاں ہو جاتی ہے۔ قادیان میں احرار کی فتنہ انگیزی کے متعدد واقعات الفضل کے متعدد پرچوں میں بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اخبار الفضل ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۸ پر رقمطراز ہے: قادیان میں احرار کی آمد محض فساد انگیزی کے لیے ہے۔ اور ان کی سرگرمیوں کا سابقہ ریکارڈ اس امر پر شاہد ہے کہ ہر جگہ ان کا مقصد فتنہ انگیزی اور فساد آرائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان میں جب سے تین چار احراری وارد ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے کئی طرح فساد برپا کرنے کی کوشش کی جاچکی ہے۔ جماعت احمدیہ کے پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ۔ ناقل) کے خلاف بدزبانی کرنا۔ طرح طرح کے اتہام لگانا۔ احمدیوں کی پرائیویٹ املاک نیز صدر انجمن احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جائداد پر ناجائز تصرف کرنے کی کوشش کرنا۔ ایسی حرکات ہیں۔ جن سے ذمہ دار حکام ناواقف نہیں ہو سکتے۔ پولیس کے رپورٹروں کی موجودگی میں احراریوں کی طرف سے جس قدر بدزبانی کی جاتی ہے وہ اگر رپورٹروں کی دیانت داری کی نذر نہیں ہو گئی تو آج بھی ریکارڈ پر موجود ہو گی۔ مگر حیرت ہے کہ ذمہ دار حکام نے ان سب حرکات اور اشتعال انگیزیوں کو اس طرح نظرانداز کر رکھا ہے۔ گویا سب کچھ ان کی ایما سے ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ امن و قانون کے احترام کے لیے ان سب باتوں کو انتہائی تحمل اور بردباری سے برداشت کر رہی ہے۔ اور آج تک فسادات کے بیسیوں مواقع کو جو خواہ مخواہ احراریوں نے پیدا کیے ٹالتی چلی آرہی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تکالیف میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

اینٹی قادیان ڈے: تحریک کشمیر پر کاری ضرب لگانے کے بعد احرار دوبارہ کانگریس کی سول نافرمانی کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے سول نافرمانی کی سب سے بڑی مخالف مذہبی طاقت یعنی جماعت احمدیہ کے خلاف مورچہ بندی کا فیصلہ کر کے ”اینٹی قادیان ڈے“ منانے کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان احرار نے اپنے نئے جاری شدہ اخبار ”احرار“ کے ذریعہ سے کیا اور اس کی تائید میں صدر مجلس احرار لاہور اور صدر مجلس احرار ہند دونوں نے مضامین شائع کئے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۳۶۷۔ ایڈیشن ۲۰۰۷ء مطبوعہ قادیان) ”اینٹی قادیان ڈے“ سے جماعت احمدیہ کے خلاف جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ احراری

لیڈروں نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ قادیانیت کے خلاف ہماری جنگ مذہبی نہیں خالص سیاسی نوعیت کی ہے۔ چنانچہ مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے ''اہلحدیث'' میں لکھا :''احرار اب کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ قادیانی گروہ کے ساتھ مسائل کا فیصلہ علماء کی طرف سے ہو چکا ہمارا مقابلہ ان کے ساتھ سیاسی رنگ میں ہے چنانچہ مولوی محمد داؤد غزنوی سیکرٹری مجلس احرار نے جلسہ اہلحدیث کانفرنس کی تقریر میں صاف کہہ دیا تھا کہ مرزائیوں کے ساتھ ہمارا مقابلہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔'' (اہلحدیث ۲۹؍نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۳ کالم ۱۔۲ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۳۶۹)

احرار کی اشتعال انگیزی اور خلیفۃ المسیح کے قتل کی منصوبہ بندی: احراری خطیبوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کو خاص طور پر اپنی مخالفت کا مرکز بنالیا اور آپؓ کے قتل کے لیے اکساتے رہے۔ چنانچہ غزنوی خاندان کے ایک امرتسری مولوی نے ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو ویرووال میں تقریر کرتے ہوئے کہا: عنقریب چند یوم میں خلیفہ قادیان قتل کیا جائے گا اور منارہ گرا دیا جائے گا۔ مولوی صاحب نے جوش میں یہاں تک کہہ دیا کہ پولیس اور گورنمنٹ سن لے کہ ہم جلدی خلیفہ قادیان کو قتل کر دیں گے جو سنتا ہے وہ جاکر کہہ دے۔ (روزنامہ الفضل قادیان دارالامان ۹؍مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۶) قتل و غارت کی یہ دھمکیاں رنگ لائے بغیر نہ رہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو قتل کرنے یا زہر دینے کی متعدد بار کوششیں کی گئیں۔ (تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۳۷۔۳ ایڈیشن ۲۰۰۷ء)

اللہ تعالیٰ نے احرار کی اس دریدہ دہنی، ہنگامہ آرائی اور دھمکیوں کے جواب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قلبِ مطہر پر تحریک جدید کا خیال نازل فرمایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے جماعت احمدیہ ترقیات کے ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔ قادیان کی اینٹ سے اینٹ تو خیر کوئی کیا بجاتا، خدا تعالیٰ کی توحید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات قادیان کی مبارک بستی سے پھیلتے ہوئے زمین کے کناروں تک پہنچنے لگیں۔ دنیا کے مختلف براعظموں میں احمدیہ مشن قائم ہوئے، مساجد تعمیر ہونے لگیں اور مبلغین کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا دائرہ دنیا بھر میں پھیل گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بصیرت افروز آسمانی قیادت

پیشگوئی مصلح موعود میں ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ ''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو خداداد بصیرت اور قائدانہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھی وہ اس الہام کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جماعت احمدیہ کے خلاف ۱۹۳۴ء میں مختلف طبقوں کی طرف سے ایک منظم مخالفت کا آغاز کر دیا گیا۔ اس مخالفت کے کئی اسباب تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ان اسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس وقت ہمارے خلاف جو فتنہ ہے یہ صرف مذہبی نہیں۔ نہ صرف سیاسی اور نہ صرف اقتصادی ہے بلکہ یہ مذہبی بھی ہے اور اقتصادی بھی اور سیاسی فتنہ بھی۔'' (خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۳۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶نومبر ۱۹۳۴ء)

سیاسی مخالفت کا سبب: حضور رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں جماعت کی سیاسی مخالفت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''سیاسی مخالفت کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ہم ''پین اسلام ازم'' کے مخالف ہیں حالانکہ جب میں یورپ گیا تو راستہ میں عربی ممالک میں اتحادِ اُمَمِ اسلامیہ کی سکیم مَیں نے بنائی۔ جسے بعد میں شیخ یعقوب علی صاحب نے دوسرے سفر کے موقع پر اَور پھیلایا اور پھر ان کے لڑکے شیخ محمود احمد صاحب نے بلادِ اسلامیہ کے سفر میں لوگوں میں اس کی اشاعت کی جس کے نتیجہ میں موتمر اسلامی کا اجلاس ہوا۔ پس عالم اسلامی کے اتحاد کا میں بڑے زور سے قائل ہوں مگر میں اس اتحاد کا قائل نہیں جو لڑائیوں اور فتنہ وفساد کیلئے ہو، ہم اخلاق کو درست کرکے اتحاد رکھنے کے قائل ہیں۔ اس امر کے قائل نہیں کہ انگریزوں یا کسی دوسری قوم سے خواہ مخواہ لڑا جائے۔'' (خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۵۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶نومبر ۱۹۳۴ء)

مولویوں کی دشمنی کا سبب: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مولویوں کو جماعت سے جو خدا واسطے کی بیر اور دشمنی ہے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''علاوہ سیاسی مخالفت کے موجودہ فتنہ کے تحت میں مذہبی مخالفت بھی کام کر رہی ہے۔ علماء میدان دلائل میں شکست کھا چکے ہیں، وفات مسیح کے مسئلہ کو پیش کیا جائے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں، اسلام کا اس سے کیا تعلق کہ مسیح ناصری زندہ ہیں یا مر چکے حالانکہ اگر اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو یہ لوگ اسی وجہ سے ہم پر کفر کے فتوے کیوں لگاتے رہے ہیں۔ اسی طرح نبوت کا مسئلہ ہے سوائے شور مچانے کے اَور کوئی بات نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے پہلے بزرگ خود لکھ چکے ہیں کہ امت محمدیہ میں غیر تشریعی نبوت کا سلسلہ جاری ہے اب وہ ردّ کس طرح کریں گالیاں دیں تو اپنے بزرگوں کو بھی پڑتی ہیں۔ غرض میدانِ دلائل میں علماء ہمارے سامنے مات کھا چکے ہیں۔'' (خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۷۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶نومبر ۱۹۳۴ء) حضورؓ فرماتے ہیں: ''غرض علماء پر ایک عجیب مصیبت نازل ہے۔ ہم ان سے لڑیں یا نہ لڑیں لوگ جب سنتے ہیں کہ فلاں ملک میں احمدیوں کے ذریعہ اتنے مسلمان ہوگئے، افریقہ میں اتنے اور امریکہ میں اتنے لوگ داخلِ اسلام ہوئے تو وہ مولویوں سے پوچھتے ہیں کہ تم سوائے کافر بنانے کے اور کیا کام کرتے ہو۔ مولوی جب یہ باتیں سنتے ہیں تو بجز اس کے انہیں کچھ نہیں سوجھتا کہ وہ کہتے ہیں ہم لٹھ تیار کرلیں کہیں احمدی نظر آیا تو اس کا سر پھوڑ دیں گے پھر نہ یہ کمبخت دنیا میں رہیں گے اور نہ لوگ ہمیں ستایا کریں گے۔''

(خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۷۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶نومبر ۱۹۳۴ء)

آریوں کی دشمنی کی وجہ: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب ملکانا میں ارتداد شروع ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں یعنی قریباً دو مہینہ کے اندر اندر انہوں نے بیس ہزار آدمی مسلمانوں میں سے مرتد کر لیے تو اس وقت لاہور میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ کیا کوئی مسلمان ملکانوں کی خبر گیری کرنے والا نہیں۔ پھر اشتہار دیئے گئے جن میں لکھا گیا تھا کہ احمدی لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے محافظ ہیں بتائیں کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ وہ بیدار ہوں اور اسلام کی حفاظت کریں۔ اس پر میں نے اپنی جماعت میں اعلان کیا تو خدا تعالیٰ کے فضل سے تین سو آدمیوں نے اپنی جانیں پیش کر دیں اور ایک ایک وقت میں سو سو مبلغ ہمارا ملکانا میں کام کرتا رہا، ایک لاکھ کے قریب ہمارا روپیہ خرچ ہوا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے نتیجہ یہ نکلا کہ آریوں کو ہر میدان میں شکست دے دی اور یہ جو اُن کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں میں ایک عام رَو ارتداد کی چلادیں گے غلط ثابت ہوئی۔ گاندھی جی کو جو اس وقت جیل میں تھے، جب یہ حالت معلوم ہوئی تو انہوں نے اس پر اظہارِ ناراضگی کرنا شروع کیا اور سیاسی لیڈروں نے کہنا شروع کیا کہ آپس میں صلح کرلو اور اپنے اپنے مبلغ واپس منگوالو۔'' (خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۸، ۳۹۹۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍نومبر ۱۹۳۴ء)

احمدیت کو مٹانے کی ناکام تدبیر: احرار جماعت احمدیہ کی دشمنی میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ الفضل قادیان نے یہ خبر شائع کی کہ: نہایت موثق ذریعہ سے اطلاع پہونچی ہے کہ ایک سرکردہ احراری نے ایک موقعہ پر کہا: ''ہم نے ایسا انتظام سوچا ہے۔ اور اسے جلد جاری کرنے والے ہیں کہ ہم احمدیوں کو سیاسی طور پر اس قدر تنگ کر دیں گے کہ وہ پانچ سال کے اندر یا تو احمدیت کو چھوڑ دیں گے۔ یا مٹ جائیں گے۔ بڑے بڑے آدمی اس کام میں ہمارے ساتھ ہیں۔'' (اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۷فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۳)

روزہ رکھنے اور دعاؤں کی تحریک: حضور رضی اللہ عنہ نے ۸؍مارچ ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں جہاں جماعت کو مالی جہاد کے ذریعہ شر پسند احرار کے مقابلہ کی دعوت دی، وہیں احباب جماعت کو ہر جمعرات کو روزہ رکھنے اور دعاؤں کی خصوصی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: ''میرا دیر سے ارادہ تھا کہ مَیں جماعت کے لیے ایک اعلان کروں مگر آج ایک الٰہی بشارت کے ماتحت میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر اس کے متعلق اعلان کر دیا جائے۔ اس فتنہ کے متعلق جو آج کل ہماری جماعت کے خلاف برپا ہے۔... آج الٰہی بشارت کے ماتحت میں اپنی جماعت کے مخلصین سے کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرنے اور اپنی تکالیف کے متعلق اپیل پیش کرنے کے لیے۔... ہر جمعرات کو روزہ رکھیں۔...سات ہفتوں تک جماعت کے افراد کو چاہئے کہ وہ ہر جمعرات کے دن روزہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں کہ وہ ہمیں سچا تقویٰ اور طہارت نصیب کرے اور ان لوگوں کو جو آج کل ہمارے خلاف کھڑے ہیں ہدایت دے یا ان کے ہاتھ بند کر دے۔ میں تمہیں دعا بھی بتا دیتا ہوں۔ یہ دعا ان ایام میں خصوصیت سے پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ یعنی اے خدا! ہم اپنے دشمنوں کی شرارتوں اور ان کی ایذاء رسانیوں کے بد نتائج سے تیری پناہ چاہتے ہیں تو ہی ہمیں ان کے حملوں سے بچا۔ وَنَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ اور اے خدا! جب وہ ہم پر حملہ کریں تو تُو ہمارے اور اس حملہ کے درمیان حائل ہو جا اور ہمیں خود اپنی نصرت اور تائید سے اس حملہ سے محفوظ رکھ۔'' (خطبات محمود جلد ۱۶ صفحہ ۱۹۰۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۸؍مارچ ۱۹۳۵ء)

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

جب زمین پر کہرام مچ جاتا ہے تو آسمان پر بھی شور پڑ جاتا ہے: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۲۲؍مارچ ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا: ''میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ دعاؤں میں لگ جاؤ اور دعاؤں میں وہ رنگ پیدا کرو جس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے۔...پس سب دعاؤں میں لگ جاؤ اور خصوصاً ہر جمعرات کی رات کو جس دن روزہ رکھنا ہے، سب اُٹھیں خواہ انہوں نے روزہ نہ رکھنا ہو، عورتیں اور بچے بھی دعائیں کریں، جو حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھ سکتی ہوں وہ بھی اُٹھ کر دعائیں کریں، گریہ کریں اور کہیں کہ اے خدا! ہم ذلیل ہو گئے، ہمیں کچل دیا گیا اس لیے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرتے ہیں ہماری عزت پر حملہ کیا گیا ہماری سچائی کی قدر نہیں کی گئی اب ہم تجھ ہی سے التجاء کرتے ہیں کہ ہماری مدد کے لیے اُتر۔ راتوں کو بھی اُٹھو جس طرح قیامت خیز زلزلہ کے وقت لوگ اُٹھ بیٹھتے ہیں اور خوب دعائیں کرو۔ جب زمین پر کہرام مچ جاتا ہے تو آسمان پر بھی شور پڑ جاتا ہے اور جب ملاءِ اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ تحریک کرتا ہے تو زمین اُس کی تابع ہو جاتی ہے۔'' (خطبات محمود جلد ۱۶ صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍مارچ ۱۹۳۵ء)

تحریک جدید کا اجرا: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے عین اس وقت جبکہ احراری فتنہ اپنے نقطۂ عروج پر تھا اور احرار معاذاللہ اپنے زعم میں قادیان اور احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ خدا تعالیٰ کی مشیّتِ خاص اور اُس کے القاء سے تحریک جدید کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کی دینی و اشاعتی سرگرمیاں جو پہلے صرف چند ممالک تک محدود تھیں، عالمگیر صورت اختیار کر گئیں اور اس ذریعہ سے تبلیغ اسلام کا ایک زبردست نظام معرضِ وجود میں آ گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست شر کے زمانہ میں اپنے موعود بندے کے ذریعہ ایک عظیم الشان تحریک کا آغاز کروا کر اپنا پیارا چہرہ جماعتِ مومنین پر ہُویدا کر دیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''عام طور پر دوست یہ خیال کرتے ہیں کہ احراری فتنہ کو دیکھ کر اس کے استیصال کے لیے چند وقتی باتیں میں نے بیان کر دی ہیں۔ حالانکہ اس کا موجب احراری فتنہ نہیں۔ بلکہ حقیقت یہی ہے کہ احرار تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہانہ بنا دیا ہے کیونکہ ہر تحریک کے جاری کرنے کے لیے ایک موقع کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اور جب تک وہ موقع میسر نہ ہو جاری کردہ تحریک مفید نتائج نہیں پیدا کر سکتی۔'' (روزنامہ الفضل قادیان دارالامان ۸؍فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۲، ۳)

کشتیٔ احمدیت کے کپتان کی عظیم الشان پیشگوئی: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍نومبر ۱۹۳۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف احراریوں کے فتنے کے تناظر میں بعض سرکاری افسروں کے غیر منصفانہ رویے کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ اسی خطبہ کے دوران آپؓ نے تحریک جدید کے کامیاب ہونے کی عظیم الشان پیشگوئی فرمائی۔ حضور فرماتے ہیں: ''ہم قانون شکنی بھی نہ کریں گے اور اپنے گزشتہ اصولوں کو بھی نہیں چھوڑیں گے، پھر بھی اپنی ہتک کا ازالہ کرا کے چھوڑیں گے۔ لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مقام پر کھڑا کیا جو دنیا کی اصلاح کا مقام ہے اللہ تعالیٰ اسے مسٹر گاندھی اور ان کے ساتھیوں سے زیادہ عقل دیتا اور اس کی تدابیر کو دنیا میں خود کامیاب کرتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو آخر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اس کی غلطی تھی اور ہم حق پر تھے۔ باوجودیکہ ہم نہ تشدد کریں گے اور نہ سول نافرمانی، باوجودیکہ ہم گورنمنٹ کے قانون کا احترام کریں گے، باوجود اس کے کہ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کریں گے جو احمدیت نے ہم پر عاید کی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ہم ان تمام فرائض کو پورا

کریں گے جو خدا اور اس کے رسول نے ہمارے لئے مقرر کئے پھر بھی ہماری سکیم کامیاب ہو کر رہے گی۔ کشتیٔ احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پُرخطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچادے گا۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ سے نور پاتے ہیں۔ اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی رحمانی صفات سے وہ مؤیّد ہوتے ہیں اور گو وہ دنیا سے اُٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر ان کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مفلح اور منصور بناتا ہے۔" (خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۳۱۹۔ فرمودہ ۲؍ نومبر ۱۹۳۴ء)

تحریک جدید کا اجرا زندگی کی بہترین گھڑی: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید جیسی عظیم الشان تحریک کے اجراء کو اپنی زندگی کی بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی قرار دیتے ہوئے فرمایا: "بے شک مخلص لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب بھی ان کے سامنے بات پیش کی جائے۔ وہ اُس پر توجہ کرتے ہیں مگر عام جماعت میں بیداری پیدا کرنے اور کمزوروں کو بھی متوجہ کرنے کے لیے کسی خاص موقع کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مجھے بھی سالہاسال سے یہ انتظار تھا کہ کوئی ایسی آگ لگے جب ہماری جماعت کا ہر چھوٹا بڑا بیدار ہو جائے اور اس موقعہ پر میں وہ تحریک پیش کروں جو جماعت کو بہ حیثیت جماعت تیرہ سو سال پیچھے لے جائے۔... چنانچہ فتنہ احرار سے فائدہ اُٹھا کر میں نے جماعت کے سامنے تحریک جدید پیش کر دی اور میں سمجھتا ہوں۔ تحریک جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ انتخاب تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہوسکتا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں ایک اہم کامیابی تحریک کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی۔ اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی۔ وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا۔ اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔" (روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۸؍ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰، ۱۱)

انتہائی تکلیف دہ دَور میں تحریک جدید کا اجرا: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ ۱۹۴۳ء کے موقع پر تحریک جدید کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "یہ تحریک ایسی تکلیف کے وقت شروع کی گئی تھی کہ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتیں جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لیے جمع ہوگئی ہیں۔ ایک طرف احرار نے اعلان کر دیا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مٹا دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اور وہ اُس وقت تک سانس نہ لیں گے جب تک مٹا نہ لیں۔ دوسری طرف جو لوگ ہم سے ملنے جلنے والے تھے اور بظاہر ہم سے محبت کا اظہار کرتے تھے اُنہوں نے پوشیدہ بغض نکالنے کے لیے اِس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں روپوں سے اُن کی امداد کرنی شروع کر دی۔ اور تیسری طرف سارے ہندوستان نے ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ یہاں تک کہ ایک ہمارا وفد گورنر پنجاب سے ملنے کے لیے گیا تو اُسے کہا گیا کہ تم لوگوں نے احرار کی اِس تحریک کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا۔ ہم نے محکمہ ڈاک سے پتہ لگایا ہے پندرہ سو روپیہ روزانہ اُن کی آمدنی ہے۔ تو اُس وقت گورنمنٹ انگریزی نے بھی احرار کی فتنہ انگیزی سے متاثر ہو کر ہمارے خلاف ہتھیار اُٹھالیے اور یہاں کئی بڑے بڑے افسر بھیج کر اور احمدیوں کو رستے چلنے سے روک کر احرار کا جلسہ کرایا گیا۔...غرض کیا احرار اور کیا دوسرے مسلمان، کیا گورنمنٹ اور کیا دوسری اقوام سب لوگ ہمارے خلاف کھڑے ہوگئے۔ دوسری اقوام کے اخبارات بھی احرار کی تائید اور حمایت کرتے تھے۔ ایسے وقت میں تحریک جدید کو جاری کیا گیا۔" (بعض اہم اور ضروری باتیں، انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۳۳۳تا۳۳۵۔ تقریر فرمودہ ۲۷؍ دسمبر ۱۹۴۳ء)

امانت فنڈ کے ذریعہ احرار کا مقابلہ: تحریک جدید کے ضمن میں ایک اہم سکیم امانت فنڈ کا قیام ہے۔ امانت فنڈ کی تحریک بھی جماعت میں بہت مقبول ہوئی اور مخلصین نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ امانت فنڈ کی تحریک نے احرار اور اس کے بعد آنے والے دوسرے فتنوں کا سر کچلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "امانت فنڈ کے ذریعہ احرار کو خطرناک شکست ہوئی۔ اتنی خطرناک شکست کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کی شکست میں ۲۵ فیصدی حصہ امانت فنڈ کا ہے لیکن باوجود اس قدر فائدہ حاصل ہونے کے دوستوں کا تمام روپیہ محفوظ ہے۔" (روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۸؍ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲)

تحریک جدید کے لیے دعائیں اور کامیابی: تحریک جدید کی کامیابی کا تمام تر سہرا اُن دعاؤں کے سر ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے نے اس کی کامیابی کے لیے مانگیں اور اُن دعاؤں کے نتیجہ میں جماعت میں غیر معمولی اخلاص پیدا ہوا اور وہ تمام مالی مطالبات میں حصہ لینے کے لیے سرگرم ہوگئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے جب تحریک جدید جاری کی تو مَیں نے جماعت کے دوستوں سے ۲۷ ہزار کا مطالبہ کیا تھا اور میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا نفس اس وقت مجھے یہ کہتا تھا کہ ۲۷ ہزار روپیہ بہت زیادہ ہے یہ جمع نہیں ہوگا مگر میرا دل کہتا تھا کہ اس قدر روپیہ کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ چنانچہ گو میں یہی سمجھتا تھا کہ اتنا روپیہ جمع نہیں ہوسکتا، دینی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے میں نے تحریک کر دی اور ساتھ ہی دعائیں شروع کر دیں کہ خدایا! ضرورت تو اتنی ہے مگر جن سے میں مانگ رہا ہوں ان کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے میں امید نہیں کرتا کہ وہ اس قدر روپیہ جمع کرسکیں تُو خود ہی اپنے فضل سے ان کے دلوں میں تحریک پیدا کر کہ وہ تیرے دین کی اس ضرورت کو پورا کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت نے بجائے ستائیس ہزار کے ایک لاکھ دس ہزار کے وعدے کر دیئے۔... اور پھر وصولی بھی ہوگئی۔" (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ ۳۶)

نہایت معاملہ فہم، دُور اندیش اور ہمدرد بزرگ: اب تحریک جدید کی برکات کا کچھ تذکرہ غیروں کی زبان سے سنتے ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اپنے فضلوں کی موسلادھار بارش نازل کی کہ اُس نے غیروں کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ اخبار "رنگین" امرتسر کے سکھ ایڈیٹر جناب ارجن سنگھ عاجز نے حضور کی اس تحریک پر ایک طویل تبصرہ کیا جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے: "احمدیوں کا خلیفہ اُن کی گھریلو زندگی پر بھی نگاہ رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً ایسے احکام صادر کرتا رہتا ہے جن پر عمل کرنے سے خوشی کی زندگی بسر ہو سکے۔...یُوں تو ہر ایک ریفارمر اور عقلمند اپنے پیروؤں کو اس قسم کا حکم دے سکتا ہے لیکن کونسا ریفارمر ہے جو دعویٰ سے کہہ سکے کہ اس کے سو فیصدی مرید اس کے ایسے حکم کی پوری پوری تعمیل کرنے کے لیے حاضر ہوں گے۔ صرف خلیفہ قادیان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ایسے مریدوں نے جن کے دستر خوانوں پر درجنوں کھانے ہوتے تھے اپنے خلیفہ کے حکم کے ماتحت اپنے رویہ میں فوری تبدیلی کر لی ہے۔... ترکِ خواہشات کی سپرٹ ان کے خلیفہ نے جس تدبّر اور دانائی سے اُن کے اندر پھونک دی ہے وہ قابل صد ہزار تحسین و آفرین ہے اور ہندوستان میں آج صرف ایک خلیفہ قادیان ہی ہے جو سر بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس کے لاکھوں مرید ایسے موجود ہیں جو اس کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ اور احمدی نہایت فخر سے کہتے ہیں کہ اُن کا خلیفہ ایک نہایت معاملہ فہم، دُور اندیش اور ہمدرد بزرگ ہے جس نے کم از کم اُن کی دنیاوی زندگی کو بہشتی بنا دیا ہے اور اس کے عالیشان مشوروں پر عمل کرنے سے دنیا کی زندگی کی عزت و آبرو سے کٹ سکتی ہے۔" (سیر قادیان صفحہ ۱۷تا۲۰ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ ۴۱تا۴۲)

صدر مجلس احرار کا اقرار: اخبار ملاپ لاہور نے نام نہاد مسلمان لیڈروں کو احمدیت کے مقابل پر خدمت اسلام کے لیے جس مقابلہ و مسابقہ کی تجویز پیش کی تھی۔ اُس مقابلہ و مسابقہ کا جو حال ہوا وہ احراری لیڈروں ہی کی زبانی سُن لیجئے۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار نے ۲۳؍ اپریل ۱۹۳۵ء کو مسجد خیر دین (امرتسر) میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "جب تک قادیان میں ہماری مسجد سکول اور جلسہ گاہ نہ ہوگی۔ اس وقت تک میاں محمود پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اگر تین سال تک مسلمان مجلس احرار کی مدد کریں۔ تو مرزائی تختۂ دنیا سے نیست و نابود ہو جائیں گے۔... ہمارے پاس ایک ایک کوڑی کا حساب ہے۔ اور اگر ہم حساب نہیں دکھلاتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے پاس حساب نہیں ہے۔ ہم نے جو گھر کو اجاڑا۔ بال بچوں کو چھوڑا۔ دنیا برباد کرلی تو کیا ہم اب عاقبت کو بھی برباد کرلیں۔...جہاں ہم میاں محمود کے دشمن ہیں وہاں ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ دیکھو اس نے اپنی اُس جماعت کو جو کہ ہندوستان میں ایک تنکے کی مانند ہے کہا کہ مجھے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ چاہیئے جماعت نے ایک لاکھ دے دیا ہے۔ اس کے بعد گیارہ ہزار کا مطالبہ کیا تو اُسے دُگنا تگنا دے دیا۔... قادیان میں جائیداد خریدو۔ اور مرزائیوں کو وہاں سے نکال دو۔ ہمیں قادیان میں کانفرنس کرنے کے لیے ۵۰ کنال زمین چاہیئے۔ ہماری اسلام کی جنگ نہیں ہے بلکہ روپے کی جنگ ہے۔" (روزنامہ الفضل قادیان ۲۶؍ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۴)

اللہ تعالیٰ نے احرار کو ہر میدان میں نمایاں شکست دی: احراری لیڈروں کی مکروفریب اور دجل سے عوام الناس خوب آگاہ تھی یہی وجہ ہے کہ وہ اُن کے کاسہ گدائی میں کچھ ڈالنے کو تیار نہ تھے۔ جبکہ فتنہ و ابتلاء کے اس دَور میں جہاں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت خلافت احمدیہ کے ساتھ تھی وہیں احباب جماعت اُن تائیدات الٰہی کو آسمان سے نازل ہوتا دیکھ رہے تھے جس کی وجہ سے اُن کے ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خداداد فہم و فراست اور بروقت فیصلہ جات کی وجہ سے احرار کو ہر میدان میں نمایاں شکست ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ ۱۸؍ نومبر ۱۹۳۸ء میں سیاسی میدان میں احرار کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "قادیان کے متعلق دشمن نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہم نے اسے فتح کرلیا ہے اور احمدیوں کو بالکل کچل کر رکھ دیا گیا ہے۔...اور لوگ خیال کرنے لگے تھے کہ شاید یہ لوگ سچ ہی کہہ رہے ہیں اور اب جماعت احمدیہ ختم ہو رہی ہے اور اس اثر کا دور کرنا نہایت ضروری تھا۔ پس میں نے چاہا کہ اس علاقہ میں احرار کا ممبری کے لیے کھڑا ہونا ایک خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ موقع ہے جسے ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس موقع پر دنیا کو بتادیں کہ اس علاقہ میں ہماری طاقت باوجود اقلیت ہونے ان سے زیادہ ہے اور اس خیال سے میں نے احمدی امیدوار، باوجود ہمارے بعض دوستوں کے شدید اصرار کے کہ ایسا نہ کیا جائے کھڑا کیا اور یہی جواب دیا کہ اس وقت ہمارے لیے یہ ایک اصولی سوال ہے اور ہم اس ذریعہ سے احرار کے جھوٹے پروپیگنڈہ کو باطل ثابت کرنا چاہتے ہیں اس لیے باوجود آپ لوگوں کے اصرار کے ہم اپنے آدمی کو نہیں بٹھا سکتے۔ چنانچہ جب الیکشن کا نتیجہ نکلا تو بیشک سنت والجماعت کا ایک نمائندہ کامیاب ہوگیا مگر دوسرے نمبر پر احمدی نمائندہ تھا۔ تیسرے نمبر پر احراری اور چوتھے نمبر پر دوسرا سٹی اب اس نتیجہ کو احرار کہاں چھپا سکتے تھے۔ یہ پبلک کی آواز تھی جو ووٹوں کے ذریعہ ظاہر ہوئی اور اس نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ یہ کہنا کہ احمدیوں کو قادیان کے علاقہ میں کچل دیا گیا ہے بالکل بے معنیٰ دعویٰ ہے۔ حقیقت اس میں کچھ نہیں۔ پس اس نتیجہ نے احرار کی آواز کو بالکل مدھم کر دیا اور اس کے بعد قادیان کی فتح کا نقارہ بجتے کم از کم میں نے نہیں سنا۔ اس لیے کہ یہ نتیجہ سرکاری افسروں کے سامنے نکلا اور انہوں نے بھی دیکھ لیا کہ احرار کی نسبت جماعت احمدیہ کے نمائندہ کو ووٹ زیادہ ملے ہیں۔ ایسے بیّن اور کھلے نتیجہ کو کوئی کہاں چھپا سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے دَور میں زمین صاف کرنے کا موقع دیا اور ادھر تو حکام پر حقیقت کھل گئی اور اُدھر پبلک پر حقیقت کھل گئی ہمیں جو خدشہ تھا کہ جماعت کی سبکی اور بدنامی نہ ہو وہ جاتا رہا۔" (خطبات محمود جلد ۱۹ صفحہ ۷۹۶، ۷۹۷۔ سال ۱۹۳۸ء)

احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی: اللہ تعالیٰ کے کام بڑے پُرحکمت اور بہت نرالے ہوتے ہیں کوئی انسان اُن کو کنہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب کُن کا محسور کن نقارہ بجتا ہے تو فیکون کی صدائیں خود بخود بلند ہونے لگتی ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے زعم میں جماعت کو مٹانے کے کھوکھلے نعرے لگا رہے تھے اور اُن کا لیڈر ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا تھا کہ "جس نے رسول اللہ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا وہ کبھی نہیں پھولا پھلا۔ یہی انجام مرزائیوں کا ہوگا۔" (حیات بخاری صفحہ ۱۰۴ مصنف خان غازی کابلی۔ ناشر احرار فاؤنڈیشن پاکستان طبع سوم ۲۰۰۳ء) ہاں یہ وہی عطاءاللہ شاہ بخاری ہے جس نے ایک جلسہ عام میں یہ جھوٹی پیشگوئی کی تھی کہ "مرزائیت کے مقابلہ کے لیے بہت سے لوگ اُٹھے۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ میرے ہاتھوں تباہ ہو۔" (حیات بخاری صفحہ ۱۲۷ مصنف خان غازی کابلی۔ ناشر احرار فاؤنڈیشن پاکستان طبع سوم ۲۰۰۳ء) زمین و آسمان کے مالک نے

عطاء اللہ شاہ بخاری اور اُس کی جماعت کی تمام رعونت خاک میں ملا کر اُن کا دجل طشت از بام کر دیا۔ وہ حکومت اور کانگریس کی پشت پناہی کے باوجود ہر میدان میں ناکام و نامراد رہے۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے سامنے اُن کے مکر کچھ کام نہ آئے۔ ”مسجد شہید گنج“ کے معاملہ میں احرار ایسے پھنسے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے سیدنا مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ کو سو فیصد پورا کر دیا۔ احرار کے پاؤں تلے سے زمین ایسی نکلی کہ اُن کے قدم باوجود انتہائی کوشش اور ہزار جدوجہد کے دوبارہ زمین پر نہ جم پائے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بلند و بانگ نعروں اور اُن کی پیشگوئی کا جو حشر ہوا۔ اُس کا کافی و شافی جواب اُنہیں کے ایک مشہور احراری لیڈر جناب شورش کاشمیری مدیر چٹان کی تحریر کردہ ایک ڈیڑھ سطر میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”حقیقۃً احراری اپنی تمام تر صلاحیتوں اور عظیم قربانیوں کے باوجود بد قسمت تھے ان کی مثال بد قسمت جرمن قوم کی سی ہے کہ جان نثاری کے باوجود ہر معرکہ میں ہار اُن کا نوشتہ تقدیر رہی ہے۔“ (سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۶۲ مؤلفہ شورش کاشمیری طبع اوّل ستمبر ۱۹۵۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۵۳۰)

یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ دنیا ہمارے ہاتھ پر فتح ہو گی: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۱۷/جنوری ۱۹۳۶ء کے خطبہ جمعہ میں افراد جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”دوست احراریوں کے پروپیگنڈہ سے ہوشیار رہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ بلاوجہ جماعت کو مایوس کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں۔...حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے پتہ لگتا ہے کہ فتح ہماری ہے اور جس طرح ہائی کورٹ سے ڈگری حاصل ہو جانے کے بعد کوئی نہیں گھبراتا اسی طرح تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ شہید گنج ایجی ٹیشن شروع ہوئی تو حکومت نے کہہ دیا کہ ہائیکورٹ نے سکھوں کے حق میں فیصلہ کیا ہوا ہے تم اس فیصلہ بدلوا لو ہم تمہیں دلا دیں گے۔ پس کیا تمہیں خدا کے فیصلہ پر اتنا بھی اعتماد نہیں جتنا ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہوتا ہے اور یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ دنیا ہمارے ہاتھ پر فتح ہو گی۔ پس کوئی چیں کرے یا پِیں، دنیا اسلام کے نام پر ہمارے ہاتھوں فتح ہو گی اور جو لوگ آج مخالف ہیں کَل اسلام اور احمدیت کی صداقت کے قائل ہو کر اسلام اور احمدیت کی شان کے بڑھانے والے ہوں گے۔“ (خطبات محمود جلد ۱۷ صفحہ ۵۶۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷/جنوری ۱۹۳۶ء)

احرار نے اپنی شکست کو تسلیم کرلیا: روزنامہ اخبار ”ہندو“ جو بھائی پرمانند جی ایم۔ اے کی زیر سرپرستی لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ اُس کے ۲۰/فروری ۱۹۳۶ء کے پرچہ میں جماعت احمدیہ سے احرار کے بغض و کینہ کے متعلق لکھا ہے: ”مجاہد“ احرار پارٹی کا آرگن ہے۔ اس کے بس کی بات ہو تو مرزائیوں کو ایک دن کے لیے زمین پر زندہ رہنے کی اجازت نہ دے۔ احمدیوں کے مٹانے کیلئے احرار نے بہتیری کوششیں کیں۔ مولانا مظہر علی اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے ”مجاہد“ کے ایک پرچہ میں لکھ چکے ہیں۔ ”کافی انتظار کے بعد میں نے ضروری سمجھا ہے کہ اپنے کارکنوں اور ہمدردوں سے آج (یکم فروری مجاہد) کچھ گزارش کروں۔ تاکہ وہ عین خطرہ کے وقت میں محض اس لئے خواب خرگوش میں مبتلا نہ ہو رہیں کہ ان کو یہ گمان ہو کہ ہم کامیاب ہو چکے ہیں۔ مخالف جماعت کے پاس زر اور زور سب کچھ موجود ہے۔ اس کو ایسے حلیف ملے ہیں۔ جو ہر حال میں اس کا ساتھ دیں گے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں اس کی پشت پر ہیں۔“ احرار نے اپنی شکست کو تسلیم کرلیا ہے۔ اس پر ”الفضل“ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے ”خدا تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق اور اس کے عطا کئے ہوئے اخلاص سے جماعت احمدیہ نے اس جوانمردی اور ایسے استقلال و اخلاص سے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے کہ ان کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ معاندین اپنی کثرت پر اپنی دنیوی طاقت پر اپنی چالبازیوں اور فریب کاریوں پر اپنی خفیہ سازشوں اور منصوبہ بازیوں پر نازاں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی مجموعی مخالفت اور معاندت کے سیلاب عظیم میں جماعت احمدیہ تنکے کی طرح بہہ جائے گی۔ اور کہیں اس کا نام و نشان نہ رہے گا۔ مگر اب وہ اپنے آپ کو خطرہ میں سمجھتے ہیں۔ اور اپنی ناکامی پر سینہ کوبی کر رہے ہیں۔ (روزانہ اخبار ”ہندو“ ۲۰/فروری ۱۹۳۶ء بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۲۲/فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۲)

احرار نے اپنی ناکامی اور نامرادی کی جو وجہ گھڑی ہے وہ اور انہی کی قماش کے لوگوں کا وطیرہ ہے کیونکہ زمینی کیڑے روحانی اُمور اور آسمانی اسرار کو کیوں کر جان سکتے ہیں۔ اُنہیں کیا معلوم کہ جماعت احمدیہ کی پشت پناہی میں نہ تو دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں کھڑی ہیں اور نہ ہی بڑے بڑے سرمایہ دار بلکہ ہماری طاقت کا راز اس نظام میں پنہاں ہے جو زمین و آسمان کے مالک کی مرضی اور اُسی کی منشا سے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی صورت میں جاری ہوا ہے۔

حضورؓ کا وجود مجسم تحریک جدید بن گیا: گزشتہ سطور پر تحریک جدید کی بنا پر ملنے والی جن کامیابیوں کا ذکر کیا گیا ہے اُن کا تعلق صرف مالی قربانیوں سے ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تحریک جدید کے متعدد مطالبات اس کے علاوہ تھے جن پر بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ کام ہو رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے مطالبات پر پوری شان سے عمل کر کے دکھایا اور آپ کی پوری زندگی تحریک جدید کو کامیاب بنانے میں صَرف ہوئی حتّٰی کہ آپ کا مقدس وجود مجسّم تحریک جدید بن گیا تھا۔ تحریک جدید کے ابتدائی ایام میں حضورؓ کی مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ کبھی ایک بجے رات سے پہلے سو نہیں سکے اور بعض اوقات صبح تین چار بجے تک کام میں منہمک رہتے۔ حضورؓ کی بے پناہ مصروفیات کی کسی قدر تفصیل آپؓ کے اپنے الفاظ میں درج ذیل کی جا رہی ہے: ”۱۷، ۱۸/اکتوبر ۱۹۳۴ء سے لے کر آج تک سوائے چار پانچ راتوں کے میں کبھی ایک بجے سے پہلے نہیں سو سکا اور بعض اوقات دو تین چار بجے سوتا ہوں۔ بسا اوقات کام کرتے کرتے دماغ معطّل ہو جاتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب اسلام کا باطل سے مقابلہ ہے تو میرا فرض ہے کہ اسی راہ میں جان دے دوں اور جس دن ہمارے دوستوں میں یہ بات پیدا ہو جائے وہی دن ہماری کامیابی کا ہو گا۔ کام جلدی جلدی کرنے کی عادت پیدا کرو۔ اُٹھو تو جلدی سے اُٹھو۔ چلو تو چُستی سے چلو کوئی کام کرنا ہو تو جلدی جلدی کرو اور اس طرح جو وقت بچے اسے خدا کی راہ میں صَرف کرو۔“ (خطبات محمود جلد ۱۶ صفحہ ۹۲۔ خطبہ جمعہ فرمودہ یکم فروری ۱۹۳۵ء)

پس حکومتیں آئیں اور چلی گئیں۔ اندرونی و بیرونی فتنے اُٹھے اور جھاگ کی طرح بیٹھ گئے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کا قافلہ اپنے قافلہ سالاروں کی قیادت اور نگرانی میں ایک بعد دوسری اور بے شمار کامیابیاں سمیٹتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رَواں دَواں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت ہمارے ساتھ ہے کہ جب جب جماعت کے خلاف کوئی فتنہ اُٹھا وہ اپنی لگائی آگ میں بھسم ہو گیا اور آگ لگانے والے حسرت و ناکامی کی تصویر بنا دیئے گئے۔ احرار نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر خود غرض سرمایہ داروں اور کینہ پرور حکام کی مدد سے عوام الناس کو اپنا آلہ کار بنا کر جماعت احمدیہ پر جو جو حملے کیے اُن کی شدت سے کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا۔ اُن کے تمام حملے گویا مخالف قوتوں کے اجتماعی حملوں کے مترادف تھے جن میں جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا جاتا رہا۔ ان حملوں کے دوران ہر ناروا سلوک اور تمام معیوب طریق اختیار کیے گئے۔ جماعت کو جانی اور مالی نقصانات پہنچائے گئے۔ یہاں تک کہ بانی جماعت احمدیہ، امام جماعت احمدیہ اور بزرگانِ جماعت کی عزت و آبرو پر شرمناک حملے کئے گئے اور اُن کے خلاف انتہا درجہ بدزبانی سے کام لیا گیا۔ احرار کے بڑے بڑے لیڈروں نے بارہا یہ اعلان کیا کہ احمدیت جسے وہ مرزائیت کہتے ہیں۔ دم توڑ چکی ہے۔ اس کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ پچاس فیصدی احمدی علیحدگی اختیار کر چکے ہیں اور باقی اپنے مرکز سے بدظن ہو چکے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں مجلس احرار کے صدر افضل حق صاحب نے فخریہ انداز میں احمدیت کے بارے میں یہ اعلان کیا تھا کہ: ”احرار کا وسیع نظام باوجود مالی مشکلات کے دس برس کے اندر اندر اس فتنہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ جانباز احرار نے کس طرح مرزائیت کو نیم جان کر دیا ہے۔ موجودہ وزارت کے بدلنے کے ساتھ حالات بھی بدلیں گے۔ ملک میں انگریزی اثر و رسوخ جوں جوں کم ہو گا توں توں سرکار کا یہ خود کاشتہ پودا مرجھاتا چلا جائے گا۔“ (خطبات احرار جلد اوّل صفحہ ۷۳۔ مرتبہ شورش کاشمیری۔ شائع کردہ مکتبہ احرار مارچ ۱۹۴۴ء)

پس مکار دشمن نے مختلف حیلوں بہانوں اور مکروہ ہتھکنڈوں کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے خلاف ہر شیطانی حربہ استعمال کیا اور تمام شاطرانہ چالیں چلیں لیکن وہ خدا جو ہمیشہ سے اپنے بندوں کی تائید و نصرت فرماتا آرہا ہے اُس نے قدم قدم پر جماعت کو سہارا دیا اور اُس کی تائید و نصرت کا ہاتھ اُس پر سایہ فگن رہا۔ دشمن ناکام و نامراد ہو گئے، حاسد اپنے حسد کی آگ میں جلتے رہے اور احمدیت کا قافلہ اپنی حقیقی منزل کی طرف رواں دَواں رہا اور اکناف عالم میں پھیل گیا۔ حق اور سچ بات یہی ہے کہ تمام فیصلے اللہ ربّ العالمین کے دربار میں ہوتے ہیں اور وہی سب سے بہتر فیصلہ ساز ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (التکویر:۳۰) اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہ جو اللہ چاہے، تمام جہانوں کا ربّ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول کریم ﷺ کی صداقت کی ایک دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ؕ اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء:۴۵) پس کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں؟ تو کیا وہ پھر بھی غالب آسکتے ہیں؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ دلیل بیان فرمائی ہے کہ دیکھو! ہم مخالفوں کی شرارتوں اور فتنہ و فساد کی آندھیوں کے باوجود سعید روحوں کو نکال نکال کر اپنے مرسل سے وابستہ کر رہے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا جب ہمارے رسول مقبول ﷺ کو قبول کرنے والوں میں زیادتی نہیں ہو رہی اور اسلام کے مخالف دن بدن گھٹتے جا رہے ہیں اور مٹے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ یہی دلیل آنحضرت ﷺ کے ظلّ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر چسپاں کر کے دیکھیں تو کس صفائی کے ساتھ آپ کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ خدا تعالیٰ روز بروز آپ پر ایمان لانے والوں میں اضافہ کر رہا ہے اور آپ کے مخالفین کو گھٹا رہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

پڑھ چکے اَحرار بس اپنی کتابِ زندگی
ہو گیا پھَٹ کر ہوا اُن کا حُبابِ زندگی
لُوٹنے نکلے تھے وہ اَمن و سکونِ بیکساں
خود اُنہی کے لُٹ گئے حُسن و شبابِ زندگی
غفلتِ خوابِ حیاتِ عارضی کو دُور کر
ہے تجھے گر خواہشِ تعبیرِ خوابِ زندگی

(کلام محمود مع فرہنگ صفحہ ۲۱۹)

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہو

(منظوم کلام سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی اِبتلا ہو
راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہو
مِٹ جاؤں مَیں تو اس کی پروا نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو
سینہ میں جوشِ غیرت اور آنکھ میں حَیا ہو
لب پر ہو ذکر تیرا دل میں تری وفا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰؐ ہو
محمودؔ عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو

(از رسالہ فرقان۔ ماہ اپریل ۱۹۴۴ء۔ بحوالہ کلام محمود صفحہ ۲۷۳)

”اب میرا خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔“ المصلح الموعودؓ

۱۹۵۳ء کے اینٹی احمدیہ فسادات اور اُن کا انجام

(شہود آصف۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

ہماری جماعت پر یہ مصائب مختلف رنگ اور مختلف زمانوں میں آئے ہیں۔ ہم پر وہ وقت بھی آیا کہ جب ہماری مخالفت اتنی شدید ہوگئی کہ اس کا مقابلہ ہماری طاقت سے بالا تھا۔ ایسے موقع پر ہم نے ہمیشہ خدا تعالیٰ سے رجوع کیا اور اسی سے مدد مانگی۔ جب ہماری دعائیں اور گریہ وزاری اس مقام تک پہنچ گئی جب عرش بھی ہل جایا کرتا ہے تو وہ سنی گئی اور مخالفت ھباء منبثاء ہو کر رہ گئی (المصلح الموعودؓ)

مخالفت، الٰہی سلسلوں کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔ ربّانی جماعتوں کی طرح سلسلہ احمدیہ کی ۱۳۶سالہ تاریخ آزمائشوں اور ابتلاؤں سے مرصّع ہے۔ ہر نازک وقت میں دشمن نے یہی سمجھا کہ اب اس جماعت کا خاتمہ ہوا مگر خدا کے قادر اور توانا ہاتھ نے جماعت احمدیہ کو ہر مشکل گھڑی سے نکال کر مزید بلندیوں تک پہنچا دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔...وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے“۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلدنمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۹)

احرار کی اٹھان اور مذہبی وسیاسی میدان میں شکست

۱۹۳۰ء کی دہائی کے اوائل میں حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانان ہند اور خصوصاً کشمیریوں کے حقوق کے لیے بصیرت افروز سیاسی خدمات انجام دیں جن کو ہندوستان کے مسلم اور غیر مسلم حلقوں میں شاندار پذیرائی ملی۔ کشمیر کے میدان میں جماعت احمدیہ کی بے مثال کامیابی اور آپؓ کی حکمت عملی کو دیکھتے ہوئے طاقتور غیر مسلم حلقوں کا ماتھا ٹھنکا اور انہوں نے جماعت کو اپنے مستقبل کے لیے خطرہ سمجھا۔ چنانچہ کانگریس اور بعض انگریز افسروں نے غیر احمدی مولویوں کو سیاسی لیڈری کے خوشنما خواب دکھاکر سیاست میں دخیل کیا۔ غیر احمدی مولویوں نے، جو کہ پہلے ہی جماعت احمدیہ سے خار کھائے بیٹھے تھے، اس موقع کو غنیمت جانا اور مخالفت کا طوفان اٹھا کر میدانِ سیاست میں کود گئے۔ پنجاب کے سرکردہ علماء نے مجلسِ احرار الاسلام کے نام سے تنظیم بنائی اور آپؓ کی کوششوں کو سبوتاژ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو جڑ سے اکھاڑنے کا اعلان کیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا بال بھی بیکا نہ کر سکے اور بُری طرح شکست کھائی۔

سیاسی میدان میں بھی مولویوں کو ناکامی ہوئی۔ احرار نے تحریک پاکستان میں کانگرس کا ساتھ دیتے ہوئے مسلم لیگ اور قائد اعظم کی سخت مخالفت کی۔ قائد اعظم کو کافر اعظم قرار دیا۔ پاکستان کو پلیدستان کہا۔ مسلمانانِ ہند احراریوں سے سخت بدظن ہو گئے اور سیاسی میدان میں بھی ان کو بری طرح دھتکار دیا گیا۔

تقسیم ہند کے بعد مسلمان پاکستان کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ مجلس احرار کا زور پنجاب میں تھا۔ جب ہجرت کے سوا کوئی راہ نہ بچی تو یہ بھی خاموشی سے اپنا بوریا بستر سمیٹ کر پاکستان چلے آئے جہاں انہیں غدار کے طعنے سننے کو ملے۔ الغرض ۱۹۴۷ء کی تقسیم اور پاکستان کا قیام احرار کے لیے بہت مایوسی کا پیغام تھا۔ پاکستان میں ہر قسم کا اقتدار اور سیاست مسلم لیگ کی طرف منتقل ہو گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی دانشمندانہ قیادت میں جماعت احمدیہ نے قیام پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ سب سے قابل ذکر کردار حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ کا تھا۔ قائداعظم نے آپ کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا۔ آپؓ نے عالمی سطح پر پاکستان کا نام روشن کیا اور اقوام متحدہ میں مسلمان ممالک کے لیے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ جماعت احمدیہ کی یہ خدمات جہاں تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کر رہی تھیں وہیں مخالفین اور خصوصاً غیر احمدی مولوی حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔

پاکستان میں احراریوں کے بدلتے رنگ

مذہبی اور سیاسی تنہائی کو ختم کرنے کے لیے مولویوں نے پھر اپنے آزمودہ نسخے یعنی جماعت احمدیہ کو تختۂ مشق بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ مئی ۱۹۴۸ء میں فیصل آباد میں کانفرنس کرتے ہوئے احراریوں نے پاکستان سے اظہارِ وفاداری کرتے ہوئے کہا کہ دراصل جماعت احمدیہ پاکستان کی مخالف ہے جبکہ ماضی میں ان کا اپنا سیاسی کردار پاکستان مخالف تھا۔ ۱۹۴۹ء میں کینچلی بدلتے ہوئے عطاءاللہ شاہ بخاری نے کہا کہ ہم پاکستان کے مخالف نہیں تھے۔ چنانچہ کہا ”مسلم لیگ سے ہمارا اختلاف صرف یہ تھا کہ ملک کا نقشہ کس طرح بنے۔ یہ نہیں کہ ملک نہ بنے بلکہ اس کا نقشہ کیوں کر ہو۔ یہ کوئی بنیادی اختلاف نہیں تھا۔“ نیز اعلان کیا کہ مجلس احرار اب مذہبی اور سماجی کاموں میں سرگرم رہے گی۔ مسئلہ ختم نبوت اس کا بنیادی مسئلہ ہے۔ سیاسیات اب ہماری منزل نہیں۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۲) یہ بیانات محض جھوٹ کا پلندہ تھے۔

جماعت مخالف تحریک کی ابتدا

۱۹۵۰ء سے احرار نے سیاست میں اپنے قدم جمانے شروع کر دیے۔ مختلف شہروں میں جلسے ہونے لگے۔ اخبارات میں جماعت مخالف جھوٹی خبریں اور مضامین شائع ہونا شروع ہوئے۔ جماعت کی طرف جھوٹے عقائد منسوب کیے جاتے اور لوگوں کے جذبات کو انگیخت کیا جاتا۔ کہا جانے لگا کہ ”احمدی ابتدا سے ہی پاکستان کے مخالف ہیں، احمدی

دھڑادھڑ زمینوں کی الاٹمنٹ اپنے نام کروا رہے ہیں۔“ کشمیر کے محاذ پر احمدیوں کی کامیابی پر کہا گیا کہ ”فرقان فورس دراصل اپنے آپ کو مسلح کرنے کا ایک بہانہ ہے۔ احمدی فوجی افسروں کی لسٹیں شائع کی جاتی ہیں کہ یہ لوگ ایک دن بغاوت کریں گے۔“ بزرگان سلسلہ کے بارے میں بدزبانی کی جاتی۔ چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ مخالفین کی دلآزاریوں اور الزامات کا سب سے زیادہ نشانہ بنے۔ (سلسلہ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۷، ۳۷۸)

جلسوں میں شبیر عثمانی کا فتویٰ تقسیم کیا جاتا کہ احمدی مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے۔ اعلان ہوتے کہ جو حضرت مصلح موعودؓ یا چودھری صاحبؓ کو قتل کرنے کے لیے تیار ہے وہ اپنے ہاتھ کھڑے کریں۔ لوگوں نے اپنے آپ کو پیش کرنا شروع کر دیا کہ ہم احمدیوں کو قتل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت: ۱۸۔۲۲) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کے کئی مقامات پر معصوم احمدی شہید ہونا شروع ہو گئے۔

مخالفین نے پروپیگنڈا کے لیے اخبارات و رسائل کا خوب سہارا لیا۔ ان اخبارات میں احراری اخبار ”آزاد، زمیندار، احسان، مغربی پاکستان، تسنیم اور آفاق“ شامل تھے۔ اخبارات اور مخالف علماء کو پنجاب حکومت کی طرف سے معاوضہ بھی دیا گیا۔ علماء سے کالجوں اور سکولوں میں لیکچر دلوائے گئے۔ دولتانہ صاحب نے اس مقصد کے لیے حکومتی سطح پر ایک محکمہ اسلامیات قائم کیا۔ (سلسلہ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰)

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے دعاؤں اور استقامت کی تحریک

پاکستان کے حالات کو بدلتے دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ نے قربانیوں اور دعاؤں کی تحریک کی۔ ۲۳/جون ۱۹۵۰ء کے خطبہ میں فرمایا: ”ہمارا یہ خیال کہ ہم صاحبزادوں کی طرح اپنی زندگیاں گزار دیں گے اور گزشتہ نبیوں کی جماعتوں کے سے حالات میں سے نہیں گزریں گے محض ایک دھوکا ہے۔ مگر یہ نہایت ہی حیرت انگیز اور قابل افسوس بات ہے کہ میں اب دیکھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ ہم میں اب یہ احساس پیدا ہو جاتا کہ ہمیں بھی آگ اور خون کی ندیوں میں سے گزرنا پڑے گا۔ ہم اس واقعہ کو بھول گئے ہیں اور ہماری جماعت نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔“ (الفضل ۵/جولائی ۱۹۵۰ء)

پھر دعاؤں اور عبادات کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

”ہماری جماعت پر یہ مصائب مختلف رنگ اور مختلف زمانوں میں آئے ہیں۔ ہم پر وہ وقت بھی آیا کہ جب ہماری مخالفت اتنی شدید ہوگئی کہ اس کا مقابلہ ہماری طاقت سے بالا تھا۔ ایسے موقع پر ہم نے ہمیشہ خدا تعالیٰ سے رجوع کیا اور اسی سے مدد مانگی۔ جب ہماری دعائیں اور گریہ وزاری اس مقام تک پہنچ گئی جب عرش بھی ہل جایا کرتا ہے تو وہ سنی گئی اور مخالفت ھباء منبثاء ہو کر رہ گئی۔“ اس کے بعد حضورؓ نے ۴۰/روز دعاؤں اور نوافل اور تہجد کی تحریک فرمائی۔ ہر احمدی کو سات روزے رکھنے کا حکم دیا۔ (الفضل ۱۱/جنوری ۱۹۵۱ء)

اخبارات کے مخالف پراپیگنڈا کو دیکھتے ہوئے ۱۹۴۹ء کی ایک میٹنگ میں فرمایا کہ اخبار زمیندار میں شائع ہونے والے جھوٹے مضامین کی مکمل تحقیق کی جائے اور ایک اخبار کراچی سے جاری کیا جائے جس میں ہم اپنے سیاسی نظریات پیش کریں۔

پنجاب حکومت اور ممتاز دولتانہ صاحب کے عزائم

قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ کے کلیدی کردار کے باوجود کچھ مسلم لیگی سیاستدان اینٹی احمدیہ فسادات میں مولویوں کے شانہ بشانہ تھے۔ سر فہرست ممتاز دولتانہ صاحب تھے جو مارچ ۱۹۵۱ء میں وزیر اعلیٰ پنجاب منتخب ہوئے۔ لیاقت علی خان کے بعد اکتوبر ۱۹۵۱ء میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم مقرر

ہوئے۔ دولتانہ صاحب کے سیاسی عزائم بلند تھے۔وہ پنجاب کی بجائے مرکز یعنی وزیر اعظم کے عہدے پر براجمان ہونا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے احرار کی تحریک کو بطور سیڑھی استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔

’’زمیندار‘‘ کے چیف ایڈیٹر نے عدالت میں یہ بیان دیا کہ ان کی موجودگی میں دونوں (احرار اور مسٹر دولتانہ) کے درمیان ’’سمجھوتہ یہ ہوا تھا کہ احرار احمدیوں کے خلاف تحریک جاری رکھیں گے اور مسٹر دولتانہ صوبے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔اس کے بدلے میں احرار کو انتخابات اور دوسرے معاملات میں مسٹر دولتانہ کی حمایت کرنی تھی۔‘‘(تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۳)

جماعتی پروگراموں پر حملوں کی ابتدا

۱۹۵۱ء میں ملک بھر میں ختم نبوت کانفرنسز میں تیزی آ گئی۔ جماعت کے خلاف بدزبانی کے ساتھ تشدّد پر اکسایا جانے لگا۔مولویوں کی شرانگیزیوں سے پنجاب کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔مئی ۱۹۵۱ء میں سمندری میں احمدیہ مسجد جلا دی گئی۔فروری ۱۹۵۲ء میں سیالکوٹ جماعت کی طرف سے جلسہ کے انعقاد پر مخالفین جلسہ پر حملہ آور ہو گئے اور پتھراؤ کیا۔متعدد لوگ زخمی ہو گئے۔ ۱۹۵۲ء میں کراچی جماعت کے جلسہ میں چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے تقریر کرنی تھی۔مخالفین نے پریس اور عوام میں طوفان اٹھا دیا۔جلسہ گاہ کے باہر فتنہ وفساد برپا کیا۔شاملین کو گندی گالیاں دیں اور جلسہ گاہ میں داخل ہو کر فساد کرنے کی کوشش کی۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۳۹ اور ۷۷)جماعت کی طرف سے متعدد بار کوشش کی گئی کہ متعلقہ سرکاری حکام سے مل کر احراریوں کو روکیں مگر کسی نے مولویوں کو لگام نہ ڈالی۔

مسلمان فرقوں کا اتحاد، مجلس عمل کی تشکیل

۲؍جون ۱۹۵۲ء کو کراچی میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے نام سے مختلف مکاتب فکر کے علماء کا اجلاس ہوا اور جماعت کے خلاف اتفاق رائے سے مہم چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۵۲ء کو احرار نے لاہور میں مختلف مذہبی جماعتوں کے لیڈروں، پیروں،سجادہ نشینوں اور علماء کو مدعو کیا۔لاہور میں جلسوں کی ممانعت تھی مگر حکام نے عمداً کانفرنس کو نہ روکا۔ کانفرنس میں شامل مذہبی جماعتوں اور قائدین نے مل کر ’’مجلس عمل‘‘ قائم کی۔جنوری ۱۹۵۳ء میں کراچی میں شیعہ،سنی، بریلوی،اہل حدیث کی ۱۴ جماعتوں نے آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد کی۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۷۹۔ ۸۳) جولائی ۱۹۵۲ء میں جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ میں قرارداد منظور ہوئی کہ احمدیوں کو ذمی اقلیت قرار دیا جائے اور مطالبہ کیا کہ اسلامی دستور کو نافذ کیا جائے اور اس میں مسلمان اور ذمی کی تعریف کی جائے۔ اسی طرح قادیانیوں کی جداگانہ حیثیت کو واضح کیا جائے۔

مولویوں کے تین بنیادی مطالبات تھے۔

(۱)احمدی غیرمسلم اقلیت قرار دیے جائیں۔

(۲)چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ کو وزیر خارجہ کے عہدے سے ہٹایا جائے۔

(۳)احمدیوں کو تمام کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔

لاہور میں خلاف قانون جلسہ کرنے پر گرفتاریاں ہوئیں

Smoke billows forth from two burning Omnibuses set alight by demonstrators near the Mayo Hospital, Lahore, on Thursday.

تو مولویوں نے دوبارہ قانون شکنی نہ کرنے کے وعدے پر رہائی کی درخواست کی۔ دولتانہ صاحب نے فوراً مقدمات واپس لے لیے۔جس روز مقدمات واپس ہوئے، اسی دن ملتان میں جلوس کو منتشر کرنے والے ایک سب انسپکٹر کے خلاف بلوائی جمع ہوئے۔سب انسپکٹر پر توہین اور گستاخی کا الزام لگایا اور تھانے پر پتھراؤ کیا۔ عمارت کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ پولیس نے اپنے دفاع میں گولی چلائی جس سے کچھ لوگ ہلاک بھی ہوئے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۹۰،۱۳۱) مخالفین نے کہنا شروع کیا کہ اگر ہمارے مطالبات کے سامنے سرتسلیم خم نہ کیا گیا تو سرکار کو حکومت چھوڑنی پڑے گی۔

پنجاب حکومت اور ممتاز دولتانہ فسادیوں کے پس پشت

ممتاز دولتانہ جو ابھی تک پس پردہ فسادیوں کی حمایت میں تھے اب کھل کر سامنے آ گئے۔لاہور میں انہوں نے کہا: ’’ختم نبوت کے مسئلے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو ایک مسلمان کا ہونا چاہیے میرے نزدیک وہ تمام لوگ خارجِ اسلام ہیں جو حضرت رسول کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔…مرزائیوں کے خلاف جو نفرت پیدا کی گئی ہے اس کی ذمہ داری خود انہی لوگوں پر ہے کیونکہ ان کے رجحانات علیحدگی پسندانہ ہیں۔‘‘(تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۵۔ ۲۶) مسلم لیگ پنجاب کی مختلف شاخوں مثلاً سرگودھا، گجرانوالہ، گجرات، جھنگ،ملتان نے مطالبات کے حق میں قراردادیں منظور کیں۔

ان مشکل حالات میں ۴ جولائی ۱۹۵۲ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے پھر احمدیوں کو دعاؤں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ’’ابتلاء صبر وصلوٰۃ کے ساتھ دور ہو سکتے ہیں اور خوفِ خدا رکھنے والوں پر یہ بہت مشکل نہیں۔…پس ہماری جماعت کو بھی اس وقت صبر، دعا اور نماز کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔… اگر خدا ہے تو سیدھی بات ہے اس سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں۔اس لیے چاہے جتنی مخالفتیں ہوں، جلسے جلوس ہوں، قتل وغارت ہو، لعنت ملامت ہو، جیتے گا وہی جس کے ساتھ خدا ہوگا۔‘‘ (الفضل ۱۳؍جولائی ۱۹۵۲ء)

مولویوں کے وفد کی وزیر اعظم سے ملاقات اور دھمکی

جولائی اور اگست میں مخالفین اختر علی خان کی قیادت میں خواجہ ناظم الدین سے ملے اور مطالبات پیش کیے۔ مخالفین کو اُمید تھی کہ ۱۴؍اگست کو وزیر اعظم ان کے مطالبات مان لیں گے۔مگر وزیر اعظم نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔مجلس عمل نے دوبارہ ملاقات کی مگر وزیر اعظم نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اب مولویوں نے وزیر اعظم کو بھی اپنے نشانہ پر رکھ لیا۔

بہاولپور کے جلسے میں ایک مقرّر نے کہا ’’تم ظفراللہ کو کہتے ہو مگر ناظم الدین کو نہیں کہتے جس نے ظفراللہ کو اپنی گود میں جگہ دے رکھی ہے۔…جب تک ناظم الدین ہے مرزائیت کا استیصال ناممکن ہے‘‘(سلسلہ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۲) اس دوران چوھری صاحبؓ نے وزیر اعظم کو ایک سے زائد مرتبہ اپنے استعفیٰ کی پیشکش کی مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔

احمدیوں پر مظالم

مجلس عمل کا وفد ۲۲؍جنوری ۱۹۵۳ء کو پھر وزیر اعظم سے ملا اور اپنے مطالبات پیش کرتے ہوئے ایک مہینے کا نوٹس دیا۔وزیر اعظم کے انکار پر مولویوں نے حکومت کو ’’ڈائریکٹ ایکشن‘‘ کی دھمکی دی۔

اپنے خلاف کارروائی نہ دیکھ کر فسادیوں کی جرأت بڑھ چکی تھی۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں احمدیوں کا بائیکاٹ، گھروں پر پتھراؤ، احمدیہ مساجد پر حملے شروع ہو گئے۔ قبرستان میں احمدیوں کی تدفین روکتے، جلسے جلوس نکلتے اور لوگوں کو اُکساتے کہ احمدیوں کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیا جائے۔احمدی دکان داروں کا بائیکاٹ کیا گیا۔ان کی دکانوں کے سامنے ڈیوٹی لگائی جاتی کہ کوئی ان سے سودا سلف نہ خریدے۔غیر از جماعت دکان داروں کو کہتے کہ احمدیوں کو سامان نہ بیچو۔ بازاروں میں جماعت مخالف بینرز لگائے جاتے۔ پنجاب کے کئی شہروں میں احمدیوں کو شدید مالی نقصان پہنچایا گیا۔حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے زبردستی ہڑتالیں کروائی جاتیں۔

لوگ احمدی گھروں کے باہر نعرے بازی اور بےہودہ ڈانس کرتے۔سکولوں میں اساتذہ اور دیگر بچے احمدی لڑکوں اور لڑکیوں کو مارتے۔ ہر طرف سے احمدیوں کو ارتداد کی پیشکش کی جاتی اور نہ ماننے کی صورت میں دھمکیاں، مارپیٹ اور نقصان پہنچایا جاتا۔ احمدی گھروں کا گھیراؤ ہوتا، تو موقع سے پولیس بھاگ جاتی۔اگر احمدی رپورٹ لکھوانے پولیس کے پاس جاتے تو پولیس ان کا مذاق اڑاتی۔ ان واقعات کی تفصیل الگ کتاب کی متقاضی ہے۔تاریخ احمدیت جلد ۱۶ میں دوسو صفحات پر احمدیوں کے ساتھ پیش آنے والے دردناک واقعات مذکور ہیں۔

الفضل اور دیگر اخبارات پر پابندی

حالات بدتر ہونے پر وزیراعظم نے ۲۶؍فروری

SITUATION TAKES
IN LAHORE
GHULAM MOHD DINES WITH KING IBNE SAUD
SECTION 144-A
CURFEW DEFIE
POLICE FIRES SEVE
TIMES: HEAVY CASUAL
8 omnibuses and t
post offices burn
(By a Staff Reporter)

PAKISTAN
MARTIAL LAW DECLAR
LAHORE
DUSK-TO-DAWN CURFEW
Essential services to function
Punjab Govt. Press Note
Communal trouble in Bhopal
LAHORE WEATH

۱۹۵۳ء کو کابینہ اجلاس میں سرحد اور پنجاب کے نمائندوں کو بھی بلایا۔ پنجاب کے گورنر اور وزیر اعلیٰ شامل نہ ہوئے۔ اجلاس میں یہ تجاویز منظور کی گئیں کہ شورش کے لیڈروں کو گرفتار کیا جائے۔ اخبار آزاد، ذمہ دار اور الفضل کی اشاعت کو روکا جائے۔حضرت مصلح موعودؓ کو تنبیہ کی جائے کہ ربوہ سے باہر نہ جائیں۔(رپورٹ تحقیقاتی عدالت،صفحہ ۱۴۷)

الفضل پر پابندی لگائی گئی تو حضورؓ نے جماعت کے نام پیغام ارسال فرمایا: ’’الفضل کو ایک سال کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی۔ اس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اس میں سب طاقت ہے۔ ہم مختلف اخباروں اور خطوں کے ذریعے سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاءاللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ … انشاءاللہ فتح ہماری ہے۔‘‘(تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۲۰۷)

فسادات کے دوران جماعتوں سے رابطہ کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کی بصیرت افروز کوششیں

پُرفتن دور میں الفضل کی بندش کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جماعت کو صحیح حالات سے آگاہ کرنے کے لیے مرکز میں دفتر اطلاعات قائم کیا گیا۔ دفتر اطلاعات کو ہدایت تھی کہ جماعت کے حالات سے احمدیوں کو باخبر رکھے، حوصلے بڑھائے اور گھبراہٹ پھیلنے والی خبریں نہ دے۔ الفضل کے بعد خطوط کے ذریعہ مختلف جماعتوں سے رابطہ کرنا شروع کیا گیا۔ ۳۰؍مارچ کو کراچی سے ’’المصلح‘‘ جاری ہوا تو دفتر اطلاعات ختم کر دیا گیا۔ لاہور میں الفضل کے متبادل کے طور پر ہفت روزہ ’’فاروق‘‘ سے کام لینا شروع ہوا۔ اس کا ایک ہی شمارہ نکل سکا جس میں حضور کا پُرشوکت پیغام شائع ہوا۔

بیماری کے باوجود حضرت مصلح موعودؓ مسلسل چھ ماہ رات دو تین بجے تک کام کرتے،جماعتوں کو ہدایات بھجواتے۔ جماعتوں کو ہدایت تھی کہ حضورؓ کے پیغامات آگے پھیلاتے جائیں۔ جماعتوں کے صدور اور ذمہ داران کو ہدایت تھی کہ

اپنے اپنے علاقے کی خبریں فوری مرکز بھیجیں۔احمدیوں کو ہدایت تھی کہ ہر قسم کے فساد سے بچیں، محفوظ مقامات پر رہیں، ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں اور عندالضرورت مدد کریں۔ ۸؍مارچ کو حضورؓ نے جماعت کے نام اپنے پیغام میں ارشاد فرمایا: ''ریلوے اور لاریوں میں احمدیوں پر حملے کیے جا رہے ہیں۔لیکن اصل خطرناک بات یہ ہے کہ اب یہ لوگ اپنے اصل مقصد کی طرف آرہے ہیں سرکاری عمارتوں پر اور سرکاری مال پر حملہ کیا جا رہا ہے...اس سے ملک دشمنی اور غداری کی روح کا صاف پتہ چلتا ہے...خدائی جماعتوں پر یہ دن آیا کرتے ہیں۔پس گھبرانے کی بات نہیں اپنے لیے اور اپنے ملک کیلئے، حکومت کے لیے دعا کرتے رہو۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۲۱۳)

لاہور اور دیگر شہروں میں بڑے پیمانے پر فسادات

فروری ۱۹۵۳ء میں پنجاب سے فسادی جتھے کراچی بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا جو وزیر اعظم اور گورنر جنرل کے گھروں کے سامنے دھرنا دیں۔پولیس کارروائی کرے گی تو دارالحکومت میں فساد برپا ہو جائے گا۔حسب فیصلہ شورش کے لیڈروں کی گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔لاہور سے کراچی جانے والے فسادیوں کو بھی گرفتار کیا گیا اور کراچی میں بڑے پیمانے پر فساد کا منصوبہ ناکام ہوگیا۔

مفسدوں کا سارا زور اب پنجاب پر تھا جہاں صوبائی حکومت ان کے پس پشت تھی۔چنانچہ لاہور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، منٹگمری (ساہیوال) وغیرہ میں لاقانونیت کا ایک طوفان برپا ہوگیا۔ ۲۸؍فروری کو لاہور میں پانچ چھ ہزار کا جلوس نکلا۔کچھ لوگ گرفتار ہوئے۔ جلسوں پر پابندی کے خلاف کئی شہروں میں ہڑتالیں کی گئیں۔ یکم مارچ کو لاہور میں تین بڑے بڑے جلوس نکلے۔پولیس نے روکنے کی کوشش کی تو ہجوم نے اینٹوں، ڈبوں اور بوتلوں کے ساتھ پولیس پر حملہ کر دیا۔اندرون شہر میں بلوائیوں نے ٹریفک روک کر فساد کیا۔پولیس نے فائرنگ کرکے ہجوم کو منتشر کیا۔

اسی دوران اخبارات کے ذریعہ خوب جھوٹ پھیلایا جارہا تھا۔لاہور میں خبر پھیلائی گئی کہ ''پولیس نے توہین قرآن کی ہے۔''، ''سرگودھا اور جھنگ میں ایک ہزار لوگوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔''، ''احمدی موٹر کاروں میں سوار ہو کر گولیاں چلا رہے ہیں۔'' اسی اثناء میں بلوائیوں نے دو پولیس افسروں کو اغوا کرلیا اور ان کو چھریاں مار کر ہلاک کر دیا۔مسجد وزیر خان سے اعلان کیا گیا کہ سرکاری ملازموں نے ہڑتال کر دی ہے۔یہ صورتحال دیکھتے ہوئے لاہور میں کرفیو لگا دیا گیا۔بلوائیوں نے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کی۔پولیس نے جوابی فائرنگ کی تو جلوس کے چند شرکاء ہلاک ہو گئے۔'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۵۹۔۱۶۰) ایسے میں احمدی اپنے گھروں تک محصور ہو کر رہ گئے۔بلوائی خاص طور پر احمدی گھروں، دکانوں، مسجدوں، سکولوں اور کاروباروں کو نشانہ بنا رہے تھے۔

۵ اور ۶؍مارچ کو فسادات عروج پر پہنچ گئے۔لاہور شہر میں کرفیو کے باوجود بلوائی ہر طرف نکلے ہوئے تھے۔حکومت کی مشینری بے بس تھی۔فسادیوں نے حکومتی عمارتوں، ڈاک خانوں کو لوٹ لیا۔گاڑیوں کو جلا دیا۔کاروباری مراکز کو لوٹ لیا۔بلوائیوں کی سہولت کے لیے یہ حکم جاری کیا گیا کہ پولیس کی طرف سے ان پر ہرگز گولی نہ چلائی جائے۔ ۶؍مارچ کو بلوائیوں نے مختلف علاقوں کا محاصرہ کر لیا اور اعلان کیا جن پولیس افسران نے گولی چلائی تھی انہیں ان کے حوالے کیا جائے۔گورنر ہاؤس کی بجلی کاٹ دی گئی۔ریلوے روک دی گئی۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۶۲۔۱۶۸)

لاہور میں مارشل لاء اور فسادات کا خاتمہ

وزیر اعلیٰ پنجاب اور گورنر نے حالات سنبھالنے کی بجائے وزیر اعظم کو فون کال کی کہ حالات بے قابو ہو گئے ہیں۔لاہور کو بچانے کا واحد راستہ یہی ہے کہ فسادیوں کے مطالبات مان لیے جائیں۔ممتاز دولتانہ چاہتے تھے کہ تحریک ختم نبوت کے مطالبات منوا کر بطور ہیرو سامنے آئیں، تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کے دباؤ پر حکومت نے گھٹنے ٹیک دیے۔پھر وہ وزیر اعظم بن سکیں گے۔

فون کال کے وقت کابینہ کی میٹنگ جاری تھی۔وزیر اعظم نے لاہور میں جنرل اعظم صاحب سے رابطہ کر کے حالات معلوم کیے۔انہوں نے کہا کہ اگرچہ حالات خراب ہیں لیکن اگر حکومت ہدایت دے تو فوج ایک گھنٹے میں مارشل لاء لگا کر حالات قابو میں کرسکتی ہے۔چنانچہ مرکزی حکومت کی ہدایت پر لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔فوج کے سامنے آتے ہی حالات تیزی سے بہتر ہوگئے، بلوائیوں کے حوصلے پست ہو گئے، متعدد گرفتاریاں ہوئیں۔ ۸؍مارچ تک لاہور میں امن وسکون بحال ہوگیا۔جب دولتانہ صاحب کی رپورٹ ریڈیو پر نشر ہوئی تو پنجاب میں تاثر لیا گیا کہ حکومت نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ چنانچہ سیالکوٹ، گجرانوالہ، فیصل آباد، راولپنڈی، اوکاڑہ وغیرہ میں مزید چند روز فسادات جاری رہے۔تاہم چند ہفتوں میں فوج نے ہر طرف کنٹرول کر لیا۔دیگر صوبوں اور خاص طور پر سرحد میں حالات پرسکون رہے۔سندھ میں چند ایک واقعات ہوئے مگر عمومی طور پر امن رہا۔

سرکردہ لیڈروں کی گرفتاری

جب شورش کے قائدین کی گرفتاریاں ہونے لگیں تو بڑے بڑے دعوے کرنے والے لیڈر بھاگنے لگے۔اختر علی خان ایڈیٹر اخبار زمیندار نے وارنٹ گرفتاری دیکھا تو لکھ کر دیا ''میرا شورش سے کوئی تعلق نہیں، مجھے گرفتار نہ کریں اور اپنے گاؤں چلے گئے۔'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۵۳) بعد ازاں لوگوں نے لعنت ملامت کی اور ان کے گھر کا گھیراؤ کیا تو واپس لاہور آکر گرفتاری دی۔مولانا عبدالستار نیازی وارنٹ گرفتاری کی خبر سن کر چھپ گئے۔پھر اپنی داڑھی سے نجات حاصل کی اور باہر نکلے تو گرفتار ہو گئے۔ایک اخبار نے داڑھی کے ساتھ اور بغیر کی تصاویر after اور before کے عنوان سے شائع کر دیں۔

حکومت کی طرف سے امام جماعت پر قدغن اور سلسلہ کے بزرگان کی گرفتاری، ربوہ میں تلاشیاں

۷؍مارچ کو گورنر پنجاب کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ احرار اور احمدیوں کے اختلافات اور مخالف تحریک سے متعلق کوئی بیان نہ دیں۔ایک طرف حکومت مفسدوں کی مدد کرتے ہوئے خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ دوسری طرف امام جماعت پر پابندی لگادی کہ آپ نے کچھ نہیں کہنا۔جب گورنر کا پیغامبر آپؓ کے پاس آیا تو آپؓ نے بڑے جلالی الفاظ میں اس کو فرمایا: ''بے شک میری گردن آپ کے ہاتھ میں ہے لیکن آپ کے گورنر کی گردن میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔آپ کے گورنر نے میرے ساتھ جو کرنا تھا کرلیا۔اب میرا خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۲۴۲) چند روز بعد گورنر کو برطرف کر دیا گیا۔آنے والے گورنر نے حضرت مصلح موعودؓ پر پابندی کا حکم واپس لے لیا۔

یکم اپریل کو فوج نے لاہور رتن باغ میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے گھروں کی تلاشی لی اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو خاندانی مرصع خنجر رکھنے اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کو فوج کی طرف سے آرڈر پر بندوقیں بنانے کے لیے ''بندوق کا سیمپل'' رکھنے کے مضحکہ خیز الزامات لگا کر گرفتار کرلیا۔فوجی عدالت نے دونوں بزرگان کو قید بامشقت اور جرمانہ کی سزا سنائی۔تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو ماہ کے بعد دونوں بزرگان اور دیگر احمدیوں کو بھی رہا کر دیا گیا۔یکم اپریل کو ہی ڈی ایس پی ضلع جھنگ پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ ربوہ آئے۔قصر خلافت اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی تلاشی بھی ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۲۔۲۵۴)

سیاسی مخالفین کا انجام، مولویوں کی رسوائی

حضرت مصلح موعودؓ نے فسادات کے دوران ہی مخالفین کے بُرے انجام کی پیشگوئی فرمادی تھی۔فرمایا: ''یاد رکھو اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر ماناہے تو تمہیں یقین رکھنا چاہیے کہ احمدیت خدا تعالیٰ کی قائم کی ہوئی ہے۔مودودی، احراری اور ان کے ساتھی اگر احمدیت سے ٹکرائیں گے تو ان کا حال بھی اس شخص کا سا ہو گا جو پہاڑ سے ٹکراتا ہے۔اگر یہ لوگ جیت گئے تو ہم جھوٹے ہیں۔اگر ہم سچے ہیں تو یہی لوگ ہاریں گے۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۷)

جماعت کی مخالفت کو سیاسی سیڑھی کے طور پر استعمال کرنے کا ممتاز دولتانہ کا خواب کبھی پورا نہ ہوا۔ ۲۴؍مارچ ۱۹۵۳ء کو وزیراعظم نے دولتانہ صاحب کو برطرف کر دیا۔بعد ازاں انہوں نے سیاسی جماعت بھی بنائی مگر انتخابات میں عبرتناک شکست ملی۔زندگی کے آخری ایام میں ان کی سیاسی حیثیت بالکل ختم ہوگئی۔ ۱۷؍اپریل کو گورنر جنرل پاکستان نے گورنر پنجاب چندریگر صاحب کو بھی برطرف کر دیا۔بعد ازاں وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو بھی برطرف کر دیا گیا۔

احراری مولویوں کا حال اِس سے زیادہ برا ہوا۔ مجلس احرار کا شیرازہ بکھر گیا۔ ۱۹۵۴ء میں اُس پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔عطاء اللہ شاہ بخاری کے رفقاء اُن کو چھوڑ کر دوسری سیاسی جماعتوں میں شامل ہو گئے۔آخری عمر اور بیماری میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی ناگفتہ بہ حالت قابل عبرت تھی۔تمام ساتھی چھوڑ چھاڑ گئے اور بڑی حسرت میں ان کا انتقال ہوا۔اختر علی خان فرزند مولوی ظفر علی خان بھی بڑی کس مپرسی کی حالت میں دارفانی سے کوچ کر گئے۔ختم نبوت کے نام پر اختر علی خان نے بہت سارا چندہ جمع کیا تھا۔بعد ازاں اُن پر ساتھیوں نے خرد برد کے الزامات لگائے۔آخری عمر میں سب جائیداد برباد ہوگئی۔بیس تیس سے زائد لوگ بھی جنازہ پڑھنے نہ آئے۔بہت سے مولوی گرفتار ہوئے مولانا مودودی اور عبدالستار نیازی کو مقدمہ کے بعد سزائے موت سنائی گئی۔تاہم بعد ازاں چھوڑ دیا گیا۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

منیر انکوائری رپورٹ

حکومت کی طرف سے فسادات کی وجوہات اور ذمہ داران کی نشاندہی کے لیے جسٹس محمد منیر کی سربراہی میں ایک تحقیقاتی عدالت قائم کی گئی۔کمیشن نے ۸؍ماہ بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔متعلقہ فریقین اور جماعت احمدیہ کو بھی مدعو کیا گیا۔جماعت کی طرف سے بزرگان اور وکلاء پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی زیر نگرانی بڑی محنت سے کام کیا۔حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنا بیان ریکارڈ کروایا۔جماعت کے موقف اور حضورؓ کے بیان کی ملکی سطح پر بہت تعریف کی گئی۔عدالت نے جماعت اور غیر احمدیوں سے مسئلہ کفر و اسلام، نبوت مسیح موعودؑ، مسئلہ جنازہ، جہاد، اسلامی حکومت کے متعلق بھی سوالات کیے۔

مولویوں کے بیانات بھی ریکارڈ ہوئے جس پر بعد ازاں نام نہاد علماء کی بہت سبکی ہوئی۔نمونہ کے طور پر ایک بات بیان کرنا ہی کافی ہے کہ تمام مسلمان مولوی اور فرقے عدالت کے سامنے ''مسلمان'' کی متفقہ تعریف ہی پیش نہ کر سکے۔یہ رپورٹ بعد ازاں ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' کے نام سے شائع ہوئی۔رپورٹ کے مطابق (۱) مجلس احرار (۲) صوبائی مسلم لیگ (۳) جماعت اسلامی (۴) صوبائی حکومت (۵) مجلس عمل (۶) اخبارات (۷) مرکزی حکومت وغیرہ ان فسادات کی ذمہ دار تھی۔جماعت احمدیہ کو مکمل طور پر بری الذمہ قرار دیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد ہونے والے ان اولین فسادات اور شورش کا پاکستان پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ریاست اور حکومت کی بنیادیں ہل گئیں اور کئی پہلوؤں سے شدید نقصان پہنچا۔سیاست میں مذہب کو داخل کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، آج تک جاری ہے۔مساجد کا تقدس پامال ہوا۔اولین مارشل لاء کے بعد فوج کا سیاست میں عمل دخل شروع ہوگیا۔معاشرے میں شدت پسندی اور سڑکوں پر فیصلے کرنے کی روش جاری ہوگئی جو کہ اب ایسا جنّ بن چکی ہے جس کو بوتل میں بند کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل

فسادات میں جماعت احمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بے پناہ نشانات نظر آئے۔احمدیوں کی غیر معمولی قربانیوں، صبر و استقامت کے واقعات نے ایمان کو چٹانوں کی طرح مضبوط کر دیا۔جان کے خوف کے باوجود معدودے چند واقعات کے سوا کوئی ارتداد کی طرف نہیں گیا۔اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر بہت سے احمدیوں کو محفوظ رکھا۔تاریخ احمدیت کے مطابق بہت تھوڑے احمدی شہید ہوئے۔البتہ مالی نقصانات بہت زیادہ ہوا۔لیکن اسی سال جماعت مالی قربانی میں پہلے سے بڑھ گئی۔عدالت کے سامنے اللہ تعالیٰ نے مخالف نام نہاد مولویوں کی علمیت کا پردہ چاک کر دیا، ان کے مابین ایسی پھوٹ پڑی کہ بین الاقوامی طور پر بھی ان کو ملامت کی گئی۔خدا کے نبی اور اس کی جماعت کی توہین کا ارادہ کرنے والوں کو خدائے قادر نے ذلیل و رسوا کر دیا۔

☆...☆...☆

۱۹۷۴ء جماعت احمدیہ کی مخالفت کا ایک نیا منظّم باب

('ابو نائل')

مختصر تجزیہ ہے کہ کس طرح ہمیشہ جماعت احمدیہ کے خلاف ہر شورش منظم انداز میں شروع کی جاتی ہے۔ اسے پروان چڑھایا جاتا ہے اور جب فسادات کے بعد ان کے مطالبات تسلیم کر لیے جاتے ہیں تو یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے بلکہ اس کی آڑ میں نئے مطالبات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے

جماعت احمدیہ کی مخالفت کا سرسری مطالعہ اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں اٹھنے والی شورشوں اور برپا کیے جانے والے فسادات کا آغاز اتفاقی نہیں ہوتا۔ ان کو ایک منظم سازش کے تحت شروع کیا جاتا اور پروان چڑھایا جاتا ہے۔ خواہ ۱۹۵۳ء کے فسادات ہوں یا ۱۹۷۴ء کے فسادات اور ان کے بعد آئین میں کی جانے والی دوسری ترمیم یا ۱۹۸۴ء جنرل ضیاء صاحب کا جاری کیا جانے والا آرڈیننس۔ ان سب اقدامات کے پیچھے ایک منظم سازش واضح طور پر نظر آتی ہے۔

اس مضمون میں ہم صرف ۱۹۷۴ء اور اس کے بعد کی دہائی کے تاریخی واقعات کا تجزیہ کریں گے۔ اور یہ تجزیہ کریں گے کہ کس طرح دوسری آئینی ترمیم کی راہ ہموار کی گئی اور اس کی کوکھ سے جنرل ضیاء صاحب کے آرڈیننس نے جنم لیا۔ کیا یہ سب کچھ اتفاقی طور پر ہوا تھا؟ بہت سے مؤرخین اور مصنفین جب ان واقعات کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ اس روز سے آغاز کرتے ہیں جب ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر ربوہ کے نوجوانوں اور نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کا جھگڑا ہوا اور چند روز میں پورے ملک میں احمدیوں کے خلاف فسادات شروع ہو گئے۔ حکومت پر دباؤ پڑا اور پارلیمنٹ نے آئین میں دوسری ترمیم کے ذریعہ احمدیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا۔

۱۹۷۴ء کے فسادات کا پس منظر

پہلے ہم ۱۹۷۴ء سے قبل رونما ہونے والے واقعات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ ۱۰؍اگست ۱۹۷۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ربوہ میں احمدی ڈاکٹروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت اسلامی کی مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مغربی افریقہ میں جماعت بہت مضبوط ہوگئی ہے۔ ہم وہاں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے انہیں پاکستان میں کچل دو تا کہ وہاں پر بھی ان کی سرگرمیوں پر اثر پڑے۔ (احمدی ڈاکٹروں سے خطاب از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ صفحہ ۲۱ شائع کردہ محمد اسمٰعیل منیر سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ پاکستان ۳۰؍مئی ۱۹۷۲ء)

۲۔ دسمبر ۱۹۷۱ء میں جنگ کے بعد پاکستان دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ اتنے بڑے سانحہ کے بعد جب پہلی مرتبہ باقی ماندہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے کام شروع کیا تو دوسرے ہی دن یعنی ۱۵؍اپریل ۱۹۷۲ء کو جب عبوری آئین کو منظوری کے لیے پیش کیا گیا تو جمعیت العلماء پاکستان کے صدر شاہ احمد نورانی صاحب نے اپنی تقریر میں احمدیوں کو آئین میں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کر دیا لیکن اس وقت حکمران جماعت یعنی پیپلز پارٹی نے یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔

۳۔ اس کے ایک سال بعد ۱۰؍اپریل ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے نئے آئین کی منظوری دی تو اس میں صدر اور وزیر اعظم کے حلف ناموں میں ختم نبوت کا حلف نامہ بھی شامل کیا گیا۔

۴۔ ۲۹؍اپریل ۱۹۷۳ء کو آزاد کشمیر اسمبلی نے ایک سفارشی قرارداد منظور کی کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ریاست کشمیر میں احمدیت کی تبلیغ پر پابندی لگائی جائے۔ اور پاکستان کے بعض سیاستدانوں کے علاوہ رابطہ عالم اسلامی کی سیکرٹری جنرل نے بھی اس کا خیر مقدم کیا۔

۱۹۷۳ء کی ہنگامی مجلس شوریٰ

۵۔ ۲۷؍مئی ۱۹۷۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ربوہ میں ایک ہنگامی مجلس شوریٰ طلب فرمائی۔ اس سے خطاب میں حضور نے جماعت احمدیہ کے نمائندگان کو مطلع فرمایا کہ اس وقت جماعت احمدیہ کے مخالفین تین قسم کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک منصوبہ دو مخالف سیاسی جماعتوں نے بنایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جماعت کے خلاف پورے پاکستان میں فسادات کرائے جائیں اور ان میں احمدیوں کی قتل و غارت کے علاوہ امام جماعت احمدیہ کی جان پر بھی حملہ کیا جائے۔ اور یہ خبر مل چکی تھی کہ اس کے ذریعہ ملک میں فسادات کرائے جائیں گے تا کہ ملک کو تباہ کیا جائے اور جماعت کی طرف سے حکومت کو اس سازش کی اطلاع دے دی گئی تھی کہ احمدیت کی مخالفت کی آڑ میں یہ سب کچھ شروع کیا جائے گا اور اصل مقصد ملک کو ختم کرنا ہوگا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں دکھایا ہے کہ یہ لوگ ناکام ہوں گے۔ اور دوسرا منصوبہ یہ بنایا جا رہا ہے کہ احمدیوں کو پاکستان میں اتنا تنگ کیا جائے کہ وہ ان کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ منصوبہ بنانے والے بیوقوف ہیں۔ انہوں نے احمدیوں کو پہچانا ہی نہیں ہے۔ اور تیسرا منصوبہ یہ بنایا ہے کہ کچھ منافقوں کو کھڑا کر کے اور انہیں کچھ عمارتیں دلا کر ایک متوازی جماعت قائم کی جائے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ یہ ان مخالفین کی بھول ہے کہ وہ اس طرح کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ منصوبے بیان کرنے کے بعد حضور نے جماعت کو نصائح فرمائیں کہ ان کے تدارک کے لیے جماعت کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے۔ اس مجلس شوریٰ کی کارروائی میں ممبران کے علاوہ اور کوئی نہیں شامل ہوا تھا اور اس خطاب کو اس وقت شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اس کی اشاعت بعد میں ہوئی تھی۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اگر اس وقت سے اب تک جماعت احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس خطاب میں مستقبل میں جماعت کے خلاف بننے والے مختلف منصوبوں کا خلاصہ بیان کر دیا تھا۔

ہنگامی مجلس شوریٰ میں حضور انورؒ نے بیان فرمایا کہ ان منصوبوں کی اطلاع میڈیا کے اداروں کو بھی ہو چکی ہے اور لندن میں بی بی سی کے افسران یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ امام جماعت احمدیہ کے گھر کا اور سڑک کا فاصلہ کتنا ہے اور ربوہ کے فلاں محلہ کے نام کا تلفظ کیا ہے؟ جیسے وہ کسی خبر کی توقع کر رہے ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد

۶۔ جب ۱۹۷۴ء کا آغاز ہوا تو یہ واضح ہونا شروع ہوگیا کہ اس سازش کا تانا بانا ملک سے باہر تیار کر کے پاکستان میں درآمد کیا جا رہا ہے۔ اس سال کے آغاز میں لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس سے قبل یہ اطلاعات مل چکی تھیں اور بعد میں اس کی تصدیق بھی ہوگئی کہ اس موقع پر مندوبین میں جماعت احمدیہ کے خلاف لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ یہ تو بند دروازوں کے پیچھے کیا گیا لیکن اس کانفرنس کے محض ڈیڑھ ماہ کے بعد مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کا ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس میں ایک سب کمیٹی نے جماعت احمدیہ کے خلاف خوب زہر فشانی کر کے یہ تجاویز منظور کیں۔

۱۔ تمام اسلامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ اپنی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں۔

۲۔ ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لیے اس گروہ کے کفر کا اعلان کیا جائے۔

۳۔ قادیانیوں سے مکمل عدم تعاون اور مکمل اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی بائیکاٹ کیا جائے۔ ان سے شادی سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔

۴۔ کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ ان کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور ان کی املاک کو مسلمان تنظیموں کے حوالے کیا جائے۔ اور قادیانیوں کو سرکاری ملازمتوں میں نہ لیا جائے۔

۵۔ قادیانیوں کے شائع کیے گئے تحریف شدہ تراجم قرآن مجید کی نقول شائع کی جائیں اور ان تراجم کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔

پاکستان کے سیکرٹری اوقاف ٹی ایچ ہاشمی صاحب اس اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اس قرارداد پر دستخط کیے اور صرف سرکاری ملازمتوں میں احمدیوں کو نہ رکھنے والے حصہ سے اختلاف کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک وفاقی سیکرٹری حکومت کی مرضی کے بغیر ایسی قرارداد پر دستخط نہیں کر سکتا۔ اس قرارداد کا سرسری مطالعہ ہی اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت کا ایسا منصوبہ بنایا جا رہا تھا جس کے ذریعہ تمام دنیا میں احمدیت کی مخالفت کی آگ بھڑکائی جائے۔ نہ صرف احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے بلکہ ان کی تمام سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے۔ اور ان کی جائیدادیں ضبط کر کے دوسری تنظیموں کے حوالے کی جائیں اور خاص طور پر جماعت کی طرف سے شائع کردہ قرآن کریم کے تراجم پر پابندی لگائی جائے۔

فسادات کا آغاز

کیا یہ محض اتفاق تھا کہ ۶ تا ۱۰؍اپریل ۱۹۷۴ء کو اس قرارداد کے منظور ہونے کے صرف چند ہفتے بعد یعنی ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو پاکستان بھر میں احمدیوں کے خلاف خون ریز فسادات شروع ہو جاتے ہیں؟ یا یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ شروع کرا دیے جاتے ہیں۔ یہ تمام واقعات اور ان کا تسلسل اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ ۱۹۷۴ء میں ایک منظم بین الاقوامی سازش کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کا ایک نیا باب شروع کیا جا رہا تھا جس کی جھلکیاں اس وقت سے لے کر اب تک ہمیں مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کے خلاف برپا کیے جانے والی شورشوں میں نظر آتی ہیں۔ جس طرح عیدی امین صاحب کے دور صدارت میں یوگنڈا میں جماعتی اداروں کی املاک کو مسلم سپریم کونسل کے حوالے کر دیا گیا، اور جس طرح آج بھی خاص طور پر پاکستان میں جماعت کی طرف سے شائع کردہ تراجم قرآن کو نشانہ بنا کر ان پر پابندی لگائی جاتی ہے۔

۱۹۷۴ء میں سپیشل کمیٹی کی کارروائی

بہر حال جب رابطہ عالم اسلامی میں تیار ہونے والی اس سازش کے ڈھائی ماہ بعد جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے اس وقت پاکستان کی اپوزیشن نے ایک مشترکہ قرارداد پیش کی تو اس میں لکھا: "نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس جو مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ تا ۱۰؍اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے مختلف حصوں سے ۱۴۰؍مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔"

(کارروائی سپیشل کمیٹی قومی اسمبلی ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۸۸۳)

سپیشل کمیٹی کی کارروائی میں مزید مظالم کا مطالبہ

بہر حال آئین میں دوسری ترمیم کر کے یہ دعویٰ کیا گیا کہ ہم نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر ہمیشہ کے لیے یہ نوے سالہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔ کیا اسمبلی میں یہ فیصلہ کرنے والوں کے نزدیک یہ کافی تھا؟ یا یہ فیصلہ مزید مظالم کرنے کے لیے محض تمہید تھا اور مزید مظالم کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اس فیصلہ کے دس سال بعد جنرل ضیاء الحق صاحب نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ پاکستان میں احمدیوں پر مزید ظالمانہ پابندیاں لگائیں۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ

سکتے، تبلیغ نہیں کر سکتے، اذان نہیں دے سکتے، مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے اور اپنے بزرگان کے لیے رضی اللہ عنہ، اہل بیت، صحابی وغیرہ کی اصطلاحات نہیں استعمال کر سکتے۔ اگر ایسا کریں گے تو انہیں تین سال قید کی سزا ہو گی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۷۴ء میں ابھی یہ ترمیم منظور نہیں ہوئی تھی اور اس سپیشل کمیٹی کی اختتامی کارروائی ہو رہی تھی کہ کئی ممبران اسمبلی نے مزید مطالبات شروع کر دیے۔ ان کی نوعیت سمجھنے کے لیے ان مخالف ممبران اسمبلی کے اصل الفاظ درج کیے جاتے ہیں۔

ایک ممبر میاں عطاء اللہ صاحب نے کہا کہ ”میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ صورت میں اس فتنے کو روکنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس جماعت کو سیاسی جماعت declare کیا جائے، اس کو بین کیا جائے اس کا لٹریچر confiscate کیا جائے، کیونکہ ایک سیاسی جماعت جو اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے دین کو استعمال کر رہی ہے اور دین میں رخنہ ڈالنے کی کوششیں کر رہی ہے، ان کو خالی کافر قرار دینے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔“

اس عقلمند ممبر اسمبلی کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ جس آئین کو اسی اسمبلی نے بنایا تھا اس میں کسی سیاسی جماعت کو بنانے پر پابندی نہیں تھی۔ کوئی عقیدہ رکھنے کی پابندی نہیں تھی۔ اور جہاں تک سیاسی مقاصد کے لیے مذہب کو استعمال کرنے کا تعلق ہے تو اس کاروبار میں جماعت احمدیہ کے مخالفین ہمیشہ سے پیش پیش رہے تھے۔ اور اس وقت یہی اسمبلی اپنی واہ واہ کرانے کے لیے سیاسی مقاصد کے لیے مذہب کا استعمال کر رہی تھی۔ اس کے بعد ان صاحب نے اپنی تقریر کا اختتام ان الفاظ پر کیا: ”انہوں نے جو جائیدادیں یہاں بنائی ہیں ان کو اوقاف کا محکمہ لے اور وہ حکومت کی تحویل میں جانی چاہئیں۔“ (کارروائی سپیشل کمیٹی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۷۴۶ و ۲۷۴۷)

ایک اور ممبر مولوی عبدالحق صاحب نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ ”اس لیے میں یہ گذارش کروں گا کہ ان کو کلیدی آسامیوں پر سے ضرور ہٹایا جائے ورنہ صرف غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔“ (کارروائی سپیشل کمیٹی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۹۱۹)

ملک محمد سلیمان صاحب نے پہلے یہ مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو پاکستان میں تبلیغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ پاکستان کا سٹیٹ مذہب اسلام ہے۔ پھر چھلانگ مار کر اس نتیجہ پر پہنچے: ”اس لئے ان کو ایک خلاف آئین جماعت قرار دیا جائے۔“ (کارروائی سپیشل کمیٹی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۶۳۹)

اس وقت ممبران اسمبلی میں سے نہ کسی کو یہ یاد آ رہا تھا اور نہ ہی کسی میں یاد کرانے کی ہمت تھی کہ ایک سال قبل ہی انہوں نے جو متفقہ آئین منظور کیا تھا اس کی شق میں یہ بنیادی حق درج تھا کہ قانون کے تابع ہر شخص کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق حاصل ہو گا۔ ابھی ملک محمد سلیمان صاحب کی دل کی بھڑاس نہیں نکلی تھی انہوں نے اپنی باغ و بہار تقریر جاری رکھتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ جماعت احمدیہ کا لٹریچر Glory of Islam کے خلاف ہے اس لیے آئین کی رو سے اس کو ضبط کرنا چاہیے۔ اور جماعت کی تمام جائیداد ضبط کر کے اوقاف کے حوالے کرنی چاہیے۔ اتنا کچھ کہنے کے بعد بھی وہ کچھ تشنگی محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ عجیب الخلقت مطالبہ پیش کیا: ”جہاں تک بیعت کا تعلق ہے تو بیعت جو ہے یہ نہیں ہوسکتی۔ یہ خلاف شرع اور آئین ہے۔ تو یہ بیعت منسوخ فرما دی جائے۔“ (کارروائی سپیشل کمیٹی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۰۴۲)

ملاحظہ فرمائیں کہ بیعت احمدی کر رہے ہیں اور بیعت کو قبول ان کا امام کر رہا ہے۔ اور اس کو منسوخ پاکستان کی قومی اسمبلی کر رہی ہے۔ پھر ملک جعفر صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ احمدی جب صحابہ اور ام المومنین جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں تو ہماری دل آزاری ہوتی ہے۔ اس کا سدباب ہونا چاہیے۔ (کارروائی سپیشل کمیٹی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۶۶۵)

جب یہ سب مطالبات پیش ہو چکے تو اس کے بعد تقریر کرنے والے ممبران ان سے زائد کیا مطالبہ کرتے؟ اس کا حل بھی ایک ممبر مولوی نعمت اللہ شنواری صاحب نے نکال لیا۔ انہوں نے سب کے نہلوں پر اپنا دہلا مارتے ہوئے کہا: ”قبائلی جب مرزا غلام احمد کی تحریروں میں انگریز دوستی اور جہاد دشمنی کی تحریریں پڑھتے ہیں تو ان کا یہ مطالبہ بجا ہے کہ انہیں قادیانیوں سے جہاد کرنے کی اجازت دی جائے۔...اب بھی ہمارے عوام کا یہ مطالبہ ہے کہ انہیں قادیانیوں کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دی جائے۔“ (کارروائی سپیشل کمیٹی ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۹۸۶)

گویا جب سارے حقوق سلب کرنے کے بعد بھی جی نہ بھرے تو پھر پاکستان کی قومی اسمبلی میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہمیں احمدیوں کی قتل و غارت کرنے کی کھلی چھٹی دی جائے۔ جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے تھا کہ صرف تین سال قبل پاکستان کو جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ملک دولخت ہو گیا تھا۔ اگر ان کے ہمنوا اس وقت جہاد کا شوق پورا فرماتے تو دنیا تسلیم کرتی کہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور شائع ہونے والی ساری کارروائی گواہ ہے کہ کسی ممبر یا کسی وزیر نے یا سپیکر نے انہیں روکنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ہی یعنی ۱۹۷۴ء میں یہ سازش تیار ہو چکی تھی کہ رفتہ رفتہ احمدیوں کے سارے حقوق سلب کر کے مخالفین کو ان کی قتل و غارت کی کھلی چھٹی بھی دی جائے گی۔ جنرل ضیاء صاحب کے دور میں جو مزید قانونی پابندیاں لگائی گئیں اور جو حالات اس وقت نظر آ رہے ہیں ان سب کا اظہار اس وقت خود پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں کر دیا گیا تھا۔ یہ سب مظالم اتفاق نہیں بلکہ ایک سوچی سمجھی طویل المیعاد منظم سازش کا نتیجہ ہیں۔

اپوزیشن نے جو قرارداد پیش کی اور دوسری آئینی ترمیم کے بعد جو بلند بانگ وعدے کیے گئے ان میں یہی دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس فیصلہ کے ذریعے مسلمانوں کے باقی فرقوں کا دیرینہ مطالبہ تو پورا کیا جا رہا ہے لیکن اس کے ساتھ احمدیوں کے حقوق بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن قومی اسمبلی میں داغے جانے والے جن بیانات کا حوالہ دیا گیا ہے، ان سے اصل عزائم واضح ہو جاتے ہیں۔

۱۹۷۴ء کے بعد مزید مطالبات کا سلسلہ

یہ روش صرف ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کی اس سپیشل کمیٹی تک محدود نہیں تھی بلکہ اس آئینی ترمیم کے بعد جماعت احمدیہ کے مخالفین ایک منظم انداز میں نت نئے مطالبات پیش کر رہے تھے۔ ان مطالبات کا لب لباب یہ تھا کہ گو ہم نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے لیکن اوّل تو احمدیوں نے اس فیصلہ کو قبول ہی نہیں کیا اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ یعنی فرمائش یہ ہے کہ چونکہ ہم نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے اس لیے احمدی بھی اپنے عقائد اور ضمیر کے خلاف اپنے آپ کو غیر مسلم سمجھنے لگیں۔

ہم ایک رسالہ یعنی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان ’لولاک‘ کے ۱۹۷۶ء کے صرف ایک ماہ کے شماروں سے کچھ حوالے پیش کرتے ہیں۔ اب وہ یہ مطالبات پیش کر رہے تھے کہ احمدیوں کے لٹریچر پر پابندی لگائی جائے۔ (لولاک ۱۰؍جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۶) جلسوں میں وفاقی وزیر کی موجودگی میں یہ مطالبات کیے گئے کہ صرف غیر مسلم قرار دینا کافی نہیں احمدیوں پر مزید پابندیاں لگانے کے لیے مزید قوانین بنائے جائیں۔ اور چونکہ احمدیوں نے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کیا اس لیے وہ ملک کے باغی ہیں۔ ان سے باغیوں جیسا سلوک کیا جائے، اور وفاقی وزیر اعلان کر رہے تھے کہ میں احمدیوں کو کہتا ہوں کہ وہ اس فیصلہ کو قبول کر لیں ورنہ جو کچھ ہو گا ان نتائج کی ذمہ داری ان پر ہو گی۔ ظاہر ہے کہ یہ کھلی کھلی دھمکی تھی۔ (لولاک ۱۰؍جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۷)

چونکہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی شق ۶ میں آئین کو ختم کرنے کو سنگین غداری قرار دیا گیا تھا۔ اس لیے اب احمدیوں کے تمام بنیادی حقوق سے محروم کرنے کے لیے جلسوں میں یہ راگ الاپنے کا سلسلہ شروع ہوا کہ چونکہ احمدی اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کر رہے ہیں اس لیے وہ اجتماعی طور پر بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اصل میں وہ پاکستان کے دستور کو منسوخ کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ہزاروں احمدی مغربی جرمنی جا کر گوریلا جنگ کی ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں۔ (لولاک ۱۸؍جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۱) اس واویلا کا یہی مقصد تھا کہ کسی طرح احمدیوں کو آئین میں درج بنیادی حقوق سے محروم کرنے کا جواز ڈھونڈا جائے خواہ وہ کتنا ہی بودا جواز کیوں نہ ہو۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگلے سال ہی مارشل لا لگا کر پاکستان کا دستور معطل کر دیا گیا اور یہ جرم کسی احمدی نے نہیں بلکہ جماعت کے شدید دشمن جنرل ضیاء صاحب نے کیا تھا، اور اکثر جماعت مخالف علماء اس وقت جنرل ضیاء صاحب کے درباری علماء کی خدمات سرانجام دے رہے تھے بلکہ ان کی غیر منتخب کابینہ میں ان کے عطا کردہ عہدے بھی قبول کر رہے تھے، اور جن گروہوں نے ملک میں خانہ جنگی شروع کرنے کی کوشش کی وہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لیے مشہور تھے۔

اس کے علاوہ جلسے منعقد کر کے یہ مطالبات کیے جا رہے تھے کہ احمدی ابھی اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہے ہیں اس کے لیے مناسب قوانین بنائے جائیں۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے حصول کے لئے ختم نبوت کا حلف نامہ رکھا جائے۔ اور قوانین بنا کر اس بات پر پابندی لگائی جائے کہ وہ اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ ان مخالفین کا اصرار تھا کہ ان باتوں سے ہم مشتعل ہو جاتے ہیں۔ (لولاک ۱۸؍جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۳)

جنرل ضیاء کا آرڈیننس

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۷۴ء میں کی جانے والی آئین پاکستان میں دوسری ترمیم کے دس سال بعد جنرل ضیاء نے آرڈیننس ۲۰ کے ذریعہ احمدیوں پر مختلف قسم کی ظالمانہ پابندیاں عائد کر دیں اور اس کے بعد خلیفہ وقت کو پاکستان سے لندن منتقل ہونا پڑا۔ لیکن یہ سب کچھ کسی مختصر شورش کے بعد نہیں کیا گیا تھا بلکہ برسوں سے یہ ارادے ظاہر کیے جا رہے تھے۔ گو اس وقت ہر ذی ہوش یہی گمان کر رہا تھا کہ کون سا ملک اس قسم کی اوٹ پٹانگ پابندیاں عائد کر سکتا ہے لیکن وقت نے ثابت کیا کہ یہ سب اقدامات ایک منظم سازش کے نتیجہ میں اور دہائیوں کے پراپیگنڈا کے بعد اٹھائے گئے۔

جماعت احمدیہ کے مخالفین کا عمومی طریقہ یہ ہوتا ہے کہ برسوں زہرفشانی کر کے مخالفت کی آگ بھڑکائی جاتی ہے اور پھر ایک سازش کے تحت ایسا واقعہ کرایا جاتا ہے یا اس طرز اور غلط رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس سے ملک میں فسادات شروع ہو جائیں۔ جیسا کہ ۱۹۷۴ء کے فسادات ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر ہونے والے واقعہ کی آڑ لے کر شروع کرائے گئے تھے۔ اسی طرح ۱۹۸۴ء کے آرڈیننس سے قبل ایک مخالف مولوی اسلم قریشی کے اغوا کا ڈرامہ شروع ہوا۔ ان صاحب نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور رہائی کے بعد داڑھی رکھ کر مولانا بن گئے اور دن رات جماعت احمدیہ کے خلاف زہرفشانی کر کے اہمیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ۱۷؍فروری ۱۹۸۳ء کو وہ بھارت کی سرحد کے قریب ایک گاؤں معراجکے جانے کے لیے نکلے اور غائب ہو گئے۔ اس کے بعد بغیر کسی ثبوت کے پورے ملک میں شور مچا دیا گیا کہ احمدیوں نے اور خاص طور پر امام جماعت احمدیہ نے اسلم قریشی صاحب کو اغوا کر لیا ہے۔ صدر مملکت سے اپیلیں کی گئیں کہ اس مولوی کو بازیاب کرایا جائے۔ (نوائے وقت ۲۷؍فروری ۱۹۸۳ء) ابتدائی تفتیش کے بعد پولیس نے انکشاف کیا کہ مولوی صاحب اتنے دُور اندیش تھے کہ اغوا ہونے سے دو تین ہفتہ قبل پاسپورٹ بنوایا اور گھر سے پاسپورٹ اور کثیر رقم لے کر نکلے تھے، اور گھر سے ایسے خط بھی برآمد ہوئے جس میں جماعت احمدیہ کے مخالفین نے انہیں بیرون ملک بھجوانے کی پیشکش کی تھی۔ لیکن مولوی حضرات یہی شور مچاتے رہے کہ اسلم قریشی صاحب کو احمدیوں نے اغوا بلکہ قتل کر دیا ہے۔ (امروز ۱۴؍مارچ ۱۹۸۳ء) (چٹان ۲۱تا۲۸؍مارچ ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۴تا ۱۶)

پورے ملک میں شور مچایا جا رہا تھا بلکہ جنرل ضیاء صاحب پر بھی یہ الزام لگایا گیا کہ وہ بھی احمدی ہیں تبھی تو مولوی صاحب بازیاب نہیں ہو رہے۔ سعودی علماء بھی مطالبہ کر رہے تھے کہ اسلم قریشی کو بازیاب کرایا جائے۔ یہاں تک کہ مخالفین نے یہ اشتہار شائع کیا کہ امام جماعت احمدیہ کو گرفتار کر کے تفتیش کرواؤ اگر اسلم قریشی نہ بازیاب ہو تو ہمیں پھانسی دے دینا۔ (ختم نبوت کراچی ۱۲تا۱۸؍نومبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۴ و ۵) (ختم نبوت کراچی ۱۲تا ۱۸؍نومبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۰)

بہرحال ان حالات کی آڑ لے کر ضیاء الحق صاحب نے احمدیوں کے خلاف آرڈیننس کے ذریعہ مزید ظالمانہ پابندیاں عائد کر دیں۔ آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ چند سال بعد اسلم قریشی جنہیں شہید کا درجہ دیا جا چکا تھا ایران سے پاکستان میں داخل ہوتے ہوئے پکڑے گئے۔ پھر انکشاف ہوا کہ یہ صاحب اپنے بیوی بچوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ایران چلے گئے تھے اور وہاں جا کر انہوں نے دوسری شادی بھی کر لی تھی اور اس شادی سے ان کی ایک بیٹی بھی تھی۔

یہ مختصر تجزیہ ہے کہ کس طرح ہمیشہ جماعت احمدیہ کے خلاف ہر شورش منظم انداز میں شروع کی جاتی ہے۔ اسے پروان چڑھایا جاتا ہے اور جب فسادات کے بعد ان کے مطالبات تسلیم کر لیے جاتے ہیں تو یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے بلکہ اس کی آڑ میں نئے مطالبات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔

۱۹۷۴ء کے فسادات کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بے مثل قیادت

(’م۔ ا۔شہزاد‘)

کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے ہیں۔تم کوئی ایک پیغمبر بتاؤ جس کے زمانہ میں اس کے ماننے والوں نے قربانی نہ دی ہو۔ گالیاں نہ کھائی ہوں مصیبتیں نہ جھیلی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کو نہ بھیجا ہو اور اُن کو کامیاب نہ کیا ہو۔ ہر ایک نبی کے ماننے والوں نے اپنے حالات کے مطابق اپنے کام کے مطابق اور اپنے کام کی وسعت کے مطابق قربانی دی ہے۔ جو نبی ایک چھوٹے سے شہر میں آیا اس کے لئے چند آدمیوں نے قربانی دی۔ جو نبی ایک خاص علاقے کے لئے آیا اس علاقے نے اس کے لئے قربانیاں دیں۔ جو نبی ایک خاص قوم کی اصلاح کے لیے آیا۔ اُس قوم نے اس کے لیے قُربانیاں دیں بغیر قربانیاں دیئے اُن کو خدا تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں نہیں ملیں مگر وہ رحمۃ للعالمین ہو کر نوع انسانی کی طرف آیا، نوع انسانی اس کے لیے اس وقت تک سے قُربانیاں دیتی چلی آرہی ہے اس لئے تمہیں بھی قربانیاں دینی پڑیں گی اور مجھے بھی قُربانیاں دینی پڑیں گی اور بشاشت کے ساتھ ہنستے کھیلتے ہوئے قربانیاں دینی پڑیں گی۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

دور خلافت ثالثہ میں الٰہی سنت کے موافق جماعت احمدیہ کو ایک بار پھر مصائب و ابتلا کے امتحان سے گزرنا پڑا اور اُس دور کے فرعون نے یہ کہا کہ میں جماعت کے ہاتھ میں کشکول پکڑا دوں گا مگر خدا تعالیٰ کی قہری تجلیوں نے اسے تختہ دار پر لٹکا کر ہمیشہ کے لیے ذلت و رسوائی اور عبرت کا نشان بنا ڈالا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی قیادت کے جھنڈے کے سائے تلے جماعت احمدیہ کا قافلہ آپ کی دعاؤں، راہنمائی اور Love for all Hatred for none کے عظیم ماٹو کا پرچار کرتے ہوئے اکناف عالم میں پھیل گیا۔ یوں جماعت آپ کی ہمیشہ مسکراتے رہنے کی نصیحت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور ہر قسم کی قربانی راہ خدا میں پیش کرتے ہوئے مصائب و ابتلا کے اس امتحان سے کامیاب ہو کر نکلی۔

مخالفین کی خام خیالیاں

حضرت مصلح موعودؓ کے بابرکت دور خلافت میں اکثر مخالفین اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے بعد کوئی شخص اس کامیابی کے ساتھ جماعت کی ولولہ انگیز قیادت نہیں کر سکے گا اور یوں جماعت کا شیرازہ جلد بکھر جائے گا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جماعت کے خلاف منتظم شورش برپا کی گئی، حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ کروایا گیا اور اندرونی فتنہ پیدا کر کے جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن جب حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری میں اضافہ ہوا تو پھر یہ سلسلہ کچھ سالوں کے لیے رک گیا۔ اب مخالفین یہ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ جماعت کے موجودہ امام کے بعد بغیر کسی کوشش کے ان کے مقاصد خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ لیکن جب خلافت ثالثہ کا مبارک آغاز ہوا تو وقت کے ساتھ ان کی خام خیالیوں کا تانابانا ٹوٹنے لگا۔ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے ترقی کر رہی تھی۔

جماعت احمدیہ افریقہ کے دُور دراز ممالک میں

۱۹۷۰ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مغربی افریقہ کا دورہ فرمایا تو وہاں کی جماعتوں کا اخلاص، ان کی تنظیم، ان کا جوش روح پرور مناظر پیش کر رہے تھے۔ نہ صرف وہاں کے احمدیوں نے اپنے امام کا والہانہ استقبال کیا بلکہ ان ممالک کے سربراہان نے، ان کے وزراء نے اور غیر از جماعت شرفاء نے بھی اپنے اپنے رنگ میں اپنی محبت کا اظہار کیا۔ وہاں کا پریس، وہاں کے ریڈیو اور ٹی وی نے بھی جماعتی تقریبات کی خبروں کو ایک خاص اہمیت کے ساتھ شائع اور نشر کیا۔ یہ مناظر دیکھ کر جہاں احمدی اپنے رب کا شکر ادا کر رہے تھے، وہاں پر یہ خبریں جماعت کے مخالف گروہوں پر بجلی بن کر برس رہی تھیں۔ وہ اب تک یہ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ یہ ایک حقیر معمولی گروہ ہے جسے ہم برصغیر کی حدود میں ہی کچل کر رکھ دیں گے۔ لیکن اب خدا تعالیٰ کی تقدیر انہیں یہ مناظر دکھا رہی تھی کہ یہ جماعت افریقہ کے دور دراز ممالک میں بھی تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ اب یہ لازمی بات تھی کہ جماعت احمدیہ کے معاندین اب کوئی نیا زہریلا وار کریں گے تا کہ بزعم خود وہ جماعت کی ترقی کو روک سکیں۔

مخالفین کا غیظ وغضب

حضورؒ کا دورہ افریقہ اور پھر مجلس نصرت جہاں کے آغاز نے ان مخالفین کے غیظ وغضب میں اضافہ کر دیا اور اب وہ پہلے سے بھی زیادہ زہریلے وار کی تیاری کر رہے تھے۔ اس دورہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ جماعت اسلامی پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک سازش تیار کر رہی ہے۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ نے ۱۰؍اگست ۱۹۷۰ء کو ربوہ میں احمدی ڈاکٹروں سے خطاب فرماتے ہوئے احباب جماعت کو اس سازش سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا: ''ہماری اس سکیم کا اس وقت تک جو مخالفانہ ردعمل ہوا ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور آپ سن کر خوش ہوں گے اس وقت میری ایک Source سے یہ رپورٹ ہے۔ البتہ کئی طرف سے رپورٹ آئے تو میں اسے پختہ سمجھتا ہوں بہر حال ایک Source کی رپورٹ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی مجلس عاملہ نے یہ ریزولیشن پاس کیا ہے کہ ویسٹ افریقہ میں احمدیت اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ وہاں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس واسطے پاکستان میں ان کو کچل دو تا کہ وہاں کی سرگرمیوں پر اس کا اثر پڑے اور جماعت کمزور ہو جائے۔ بالفاظ دیگر جو ہمارا حملہ وہاں عیسائیت اور شرک کے خلاف ہے اسے کمزور کرنے کے لیے لوگ یہاں سکیم سوچ رہے ہیں۔ ویسے وہ تلوار اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کسی مخالف کو نہیں دی جو جماعت کی گردن کو کاٹ سکے۔'' (احمدی ڈاکٹروں سے خطاب از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث صفحہ ۲۱ شائع کردہ محمد اسمٰعیل منیر سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ پاکستان ۳۰؍مئی ۱۹۷۲ء)

ان اطلاعات سے یہ ظاہر تھا کہ مغربی افریقہ میں جماعت کی غیر معمولی ترقی بہت سے حلقوں کے لیے پریشانی کا باعث بنی ہے۔ اور وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر پاکستان میں جماعت کو کچل دیا جائے یا خاطر خواہ نقصان پہنچایا جائے تو پھر جماعت کے لیے یہ بہت مشکل ہو گا کہ وہ افریقہ میں اپنی تبلیغ اور دیگر سرگرمیوں کو پہلے کی طرح جاری رکھ سکے۔

استحکام پاکستان کے لیے بامقصد اور باثمر کوشش

پاکستان کی نام نہاد مذہبی جماعتیں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک شورش برپا کرنے کے لیے پر تول رہی تھیں۔ اسی سال ۱۹۷۰ء میں پورے ملک میں انتخابات کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ ہمیشہ کی طرح مذہبی جماعتیں کہلانے والی سیاسی پارٹیوں کو یہ توقع تھی کہ ان کو اس الیکشن میں بہت بڑی کامیابی ملے گی جس کے بعد ان کے اقتدار کا سورج طلوع ہو گا اور وہ سمجھ رہے تھے کہ اس کے بعد جماعت کی ترقی کو روک دینا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔ ایک محب وطن شہری کی حیثیت سے احمدیوں کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آئندہ الیکشن میں کس جماعت کو ووٹ دینے ہیں۔ یہ فیصلہ کس طرح اور کن بنیادوں پر کیا گیا اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس وقت جبکہ پاکستان کے افق سیاست پر کئی چھوٹی بڑی پارٹیاں نمودار ہو رہی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے مجھ پر اپنا یہ منشاء ظاہر فرمایا کہ اگر مغربی پاکستان میں کوئی ایک سیاسی جماعت مضبوط اور طاقتور بن کر نہ ابھری تو استحکام پاکستان کو بڑا شدید صدمہ پہنچے کا خطرہ ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا ہی عاجز بندہ ہوں اللہ تعالیٰ کے مجھ پر ان گنت احسانات ہیں۔ میں ان کا کماحقہ شکریہ ادا نہیں کرسکتا یہ بھی اس کا فضل اور احسان تھا کہ اس نے اپنا منشاء مجھ عاجز پر ظاہر فرمایا اور ہماری روح اور دل اور دماغ کو یہ توفیق بخشی کہ ہم اس کے اس منشاء کے مطابق اپنے محبوب وطن کے استحکام کے لیے بامقصد اور باثمر آور کوشش کریں۔'' (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع ہنگامی مجلس مشاورت منعقدہ ۲۷؍مئی ۱۹۷۳ء بمقام ایوان محمود۔ ربوہ، صفحہ:۶-۷)

حضور رحمہ اللہ نے انتخابات میں حصہ لینے والی تمام سیاسی پارٹیوں کا باری باری تجزیہ کرنے کے بعد فرمایا: ''ہمیں تو سیاسی پارٹیوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہمیں تو اس قسم کی باتوں میں پڑنے سے اپنے وقت کے ضائع ہونے کا خیال تھا لیکن چونکہ ہمیں خدا تعالیٰ کا یہ منشاء معلوم تھا کہ کسی ایک پارٹی کو مستحکم بنایا جائے۔ چنانچہ جب ہم نے اپنی عقل خداداد سے پاکستان کی سیاست کا جائزہ لیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی ہی ایک ایسی پارٹی ہے جسے کثرت کے ساتھ ووٹ دینا ملکی مفاد کے عین مطابق ہے۔'' (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع ہنگامی مجلس مشاورت منعقدہ ۲۷؍مئی ۱۹۷۳ء بمقام ایوان محمود۔ ربوہ، صفحہ ۱۷-۱۸)

جب جماعت احمدیہ نے ملک کے مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ انتخابات میں ووٹ اور حمایت کے لیے مندرجہ

بالا فیصلہ کیا تو جماعت اسلامی اور دوسری نام نہاد مذہبی جماعتوں کی پریشانی میں خاطرخواہ اضافہ ہوگیا۔ وہ اس امر کو اپنی فرضی کامیابی کے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھ رہے تھے۔ انہیں یہ بات کسی طرح نہیں بھا رہی تھی کہ احمدی کسی رنگ میں بھی آئندہ انتخابات میں حصہ لیں۔ ان کے لیڈر یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ اقتدار میں آ کر جداگانہ انتخابات کا نظام لائیں گے یعنی مذہبی اقلیتوں کو انتخابات میں عام نشستوں سے بھی کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہوگی تا کہ وہ ملکی سیاست کے دھارے سے علیحدہ ہی رہیں۔ (نوائے وقت ۱۷؍نومبر ۱۹۷۰ء)

دستورِ پاکستان اور دعا کی تحریک

پیپلز پارٹی کے راہنما مسٹر بھٹو نے اقتدار سنبھالتے ہی آئین کی تشکیل کی طرف خصوصی توجہ شروع کر دی اور بالآخر ایک طویل، دشوار گذار اور صبر آزما سفر طے کرنے کے بعد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ۱۰؍ اپریل ۱۹۷۳ء کو بھاری اکثریت سے ملک کے لیے تیسرا آئین منظور کرلیا۔ ۱۲؍اپریل کو مسٹر بھٹو نے صدر پاکستان کی حیثیت سے اس کی توثیق کر دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ۱۳؍ اپریل ۱۹۷۳ء کو خاص اس موضوع پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں ایک طرف تو اظہارِ مسرت کیا کہ قوم کو دستور مل گیا ہے دوسری طرف دعا کی خصوصی تحریک فرمائی کہ قبل اس کے کہ اس کی بہت سی غلطیوں اور خامیوں کے نتیجہ میں قوم میں کوئی خرابی رونما ہو اور نقصان پہنچے، اللہ تعالیٰ قوم کو ان کی غلطیوں اور خامیوں کی اصلاح کی توفیق بخشے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۲۹ صفحہ ۶۶-۶۷)

بدقسمتی سے اس دستور میں بعض ایسی شقیں رکھ دی گئیں جو بعد میں ایک مستقل فتنہ کی بنیاد بنیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: ”۱۹۷۴ء کے واقعات کی بنیاد دراصل پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں رکھ دی گئی تھی۔ چنانچہ آئین میں بعض فقرات یا دفعات شامل کر دی گئی تھیں تا کہ اس کے نتیجہ میں ذہن اس طرف متوجہ رہیں اور جماعت احمدیہ کو باقی پاکستانی شہریوں سے ایک الگ اور نسبتاً ادنیٰ حیثیت دی جائے۔“ (خطبات طاہر جلد ۴ صفحہ ۵۴)

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر راہنمائی

بھٹو حکومت سے آئین میں مسلم کی من مانی تعریف داخل کروانے کے معاً بعد احمدیت کے مخالف علماء نے آزاد کشمیر اسمبلی کی طرف رخ کیا۔ ۳۰؍اپریل ۱۹۷۳ء کی صبح کو پاکستان کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے ۲۹؍ اپریل کو ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی ہے جس کے تحت احمدیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اور آزاد کشمیر میں احمدی عقائد کی تبلیغ پر پابندی لگادی گئی ہے۔ یہ خبر پاکستانی صحافت نے شائع کی تو احمدیت کے دشمن عناصر نے جن میں جماعت اسلامی اور مجلس تحفظ ختم نبوت وغیرہ پیش پیش تھے عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر کو مبارک باد دی اور حکومت پاکستان پر بھی دباؤ ڈالا کہ اسے بھی اس جرأت مندانہ اقدام کی تقلید کرتے ہوئے احمدیوں کو فی الفور غیرمسلم اقلیت قرار دے دینا چاہیے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۲۹ صفحہ ۱۰۲)

مخالفین احمدیت کی دھمکیوں کا جواب

جماعت اسلامی اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ اس موقع پر دھمکیاں دے رہے تھے کہ ایک بار پھر ۱۹۵۳ء جیسے حالات پیدا کر دیے جائیں گے۔ حضورؒ نے ۱۹۵۳ء کے فسادات کا حوالہ دے کر جماعت کو مرعوب کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”دراصل ۵۳ء کا نام لے کر وہ اپنے نفسوں کو اور اپنے ساتھیوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ۵۳ء کے فسادات کی حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو اُس وقت اتنی ذلت اٹھانی پڑی تھی کہ اگر وہ ذرا بھی سوجھ بوجھ سے کام لیتے تو ۱۹۵۳ء کا کبھی نام تک نہ لیتے مگر جماعت احمدیہ نے اُس فساد فی الملک میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے عظیم نشان دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جماعت کو بڑی ترقی عطا فرمائی اس لئے ہمارے حق میں ۱۹۵۳ء بڑا مبارک زمانہ ہے جس میں جماعت نے بڑی تیزی سے ترقی کی اور رفعتوں میں کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ تربیت کے لحاظ سے بھی اور وسعت تبلیغ کے لحاظ سے بھی اور تعداد کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو بہت ترقی نصیب ہوئی اس وقت میرے سامنے کئی دوست بیٹھے ہیں جن کا اُن بہت ساری جماعتوں کے ساتھ تعلق ہے جو سرگودھا اور جھنگ کے بارڈر پر واقع ہیں اور ۵۳ء کے بعد قائم ہوئی تھیں۔ چنانچہ ہزارہا بلکہ لاکھوں احمدی ہوئے، یا دل سے احمدی ہوئے، میں نے پہلے بھی بتایا تھا لاہور میں میں نے بات کی تو چند آدمی جو ایک گاؤں سے ملنے آئے ہوئے تھے باتوں باتوں میں کہنے لگے ۱۹۵۳ء میں ہم احمدیوں کے گھروں کو آگ لگانے کے لئے نکلا کرتے تھے۔ پھر خدا نے ہمیں احمدیت قبول کرنے کی سعادت بخشی، ہمیں احمدیت کا فدائی اور جاں نثار بنا دیا۔ پس ۱۹۵۳ء نے اُن لوگوں پر ذلت کا داغ لگایا جو آج ۱۹۵۳ء کا نام لے رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۳ء کو احمدیت کی ترقی کا ذریعہ بنا دیا۔ وہ زمانہ احمدیت کی تاریخ میں ایک Land Mark اور ترقی کا ایک نشان ہے اس لئے جب کوئی ۱۹۵۳ء کا نام لیتا ہے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے کیونکہ جماعت احمدیہ نے اُس وقت بڑی قربانیاں دیں اور اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی مہم کو اور بھی تیز کر دیا۔“ (خطبہ جمعہ ۴؍مئی ۱۹۷۳ء۔ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

احباب جماعت کو حسین ردعمل کی تلقین

حضورؒ نے فرمایا: ”دوست مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم کیا کریں؟ میں آپ سے کہوں گا پہلے سے زیادہ دعائیں کریں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم کیا کریں میں کہوں گا کہ جس خدا پر تم نے بھروسہ کیا ہے وہ قادر توانا خدا ہے۔ اس نے تمہاری اسّی سالہ زندگی میں کبھی بے وفائی نہیں کی۔ اب بھی بے وفائی نہیں کرے گا کیونکہ وہ سچے وعدوں والا ہے۔ تم اس کے وفادار بندے بنے رہو اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ یہ ثابت کرتے رہو کہ تم اس کے وفادار بندے ہو پھر تم دیکھو گے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سایہ میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ گے۔ دنیا کی کوئی طاقت خدا تعالیٰ کے منشاء کو ناکام نہیں کرسکتی خدا نے احمدیت کے ذریعہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ آسمانوں پر خدا کا یہ فیصلہ ہے اور زمین پر جاری ہو چکا ہے۔ جماعت احمدیہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار ساری دنیا پر غالب آئے گا خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے جس طرح ہم دیکھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے تمام ممالک اور اقوام بھی دیکھیں گی۔ خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے یہ تو ضرور پورا ہوگا البتہ جماعت احمدیہ کو قربانیاں دینی پڑیں گی بعض افراد کو شاید جان کی قربانی دینی پڑے بعض کو مال کی قربانی دینی پڑے یہ تو ضرور ہوگا لیکن جس مقصد کے لئے جماعت کو پیدا کیا گیا ہے اس مقصد میں انشاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی۔ پس گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان نعروں کو، ان فتووں کو، ان جھوٹی تحریروں کو جو اخباروں میں چھپتی ہیں ان سے ہنستے کھیلتے گزر جاؤ۔ ان کو درخورِ اعتنانہ سمجھو اور دل کے اندر غصہ نہ پیدا کرو بلکہ ایسے لوگوں کے لئے رحم کے جذبات پیدا کرو۔“ (خطبہ جمعہ ۴؍مئی ۱۹۷۳ء۔ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۱۳۸)

مخالفین کے تین خطرناک منصوبوں سے آگاہی

اس بات کے آثار واضح نظر آ رہے تھے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف ایک گہرا منصوبہ تیار کیا جارہا ہے لیکن ابھی تک جماعتی عہدیداران میں سے ایک بڑی تعداد کو بھی اس کی تفصیلات کا علم نہیں تھا۔ لیکن اب یہ ضروری تھا کہ کم از کم جماعت احمدیہ کے ذمہ دار افراد کو اس منصوبے کی تفصیلات سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ حضورؒ نے ہنگامی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۲۷؍مئی ۱۹۷۳ء میں نمائندگان مجلس مشاورت کو آگاہ فرمایا کہ اب جماعت احمدیہ کے خلاف تین خطرناک منصوبے تیار کئے جارہے ہیں اور ان منصوبوں سے محفوظ رہنے کی حکیمانہ نصائح سے نوازا۔

پہلا منصوبہ: حضورؒ نے فرمایا: عرصہ ہوا خدا تعالیٰ نے دو بڑے واضح اور مبارک رؤیا میں بتایا کہ ہمارے مخالفین کی دو سیاسی جماعتوں نے مل کر ہمارے خلاف بہت بڑا منصوبہ بنایا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں امام جماعت احمدیہ اور افراد جماعت کو ہلاک کر دیں۔...

اس منصوبے کا ایک حصہ تو گویا کثرت سے قتل و غارت کرانا ہے۔ اس میں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح رؤیا میں دکھادیا ہے یہ لوگ ناکام ہوں گے اور ذلت کا مزہ چکھیں گے لیکن جہاں تک انفرادی قربانی کا تعلق ہے وہ تو ہم لوگ دیتے چلے آئے ہیں۔ اب بھی ہم دیں گے میں بھی دوں گا اور آپ میں سے بھی دیں گے۔ یہ ہمارے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح احمدیوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا ہوگا تو یہ ان کی غلط فہمی ہے جن کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے ان کو وہ کسی اور دنیا میں تلاش کریں۔ ہمارے دلوں میں کبھی خوف پیدا نہیں ہوتا۔...

غرض ایک تو یہ منصوبہ ہے جو ہمارے خلاف بنایا گیا ہے۔ اس سے بچنے کی تدبیر کی ایک صورت یہ ہے کہ دوست دعائیں کریں، دوسرے یہ کہ چوکس اور بیدار رہیں اور تیسرے یہ کہ نڈر ہو کر اور گردنیں اونچی کر کے چلیں اور کسی سے گھبرائیں نہیں۔...

باقی جہاں تک خود حفاظتی کے سامان کرنے کا تعلق ہے اس سے تو ہم نے کبھی غافل نہیں ہونا۔ یہ بزدلی نہیں ہے بلکہ عقل و فراست کا تقاضا اور خدا کا حکم ہے۔ خدا نے ہمیں بزدل نہیں بنایا۔ خدا نے ہمیں صاحب عقل و فراست اور پیکرِ عزم و ہمت بنایا ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ پس جماعت احمدیہ کے خلاف منصوبے بنانا کوئی مذاق نہیں ہے۔ احمدیت کو مٹانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔“ (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع ہنگامی مجلس مشاورت مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۹۳ تا ۹۸)

دوسرا منصوبہ: حضور رحمہ اللہ نے فرمایا: ”دوسرا منصوبہ بھی نہایت ہی خبیثانہ منصوبہ ہے۔ اس کے متعلق بھی دیر سے خبریں مل رہی تھیں۔ جن لوگوں نے اس قسم کا منصوبہ بنایا ہے انہوں نے دراصل احباب جماعت کو پہچانا نہیں کہ وہ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ اس منصوبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک (۱) یہ ہے کہ دنیوی عزت و وجاہت یا شان و شوکت یا مال و زر کے بل بوتے پر وہ احباب جماعت کے سروں کو اپنے سامنے جھکا دیں۔ (۲) وہ بزعم خود جماعت کو اتنا تنگ کریں کہ دوست ان کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں۔

ایسے لوگ جو اس قسم کے منصوبے بناتے ہیں کتنے نالائق اور بیوقوف ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں کہ ہم تو صرف ایک آستانہ پر جھکتے ہیں۔ وہ دیکھتے نہیں کہ ایک ہی در ہے جس پر ہمارا سر جھکتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کا در ہے۔ ہم تو خدا کے عاجز بندے ہیں۔ خدا اپنے پیار سے ہمیں اوپر اٹھاتا اور اپنے سینے سے لگالیتا ہے۔ وہ روحانی سرور اور لذت جو خدا کے سامنے جھک کر اور اس کے پیار اور رضا کو حاصل کرنے سے ملتی ہے۔ یہ لوگ سارے مل کر اس لذت کا کروڑواں حصہ بھی نہیں دے سکتے۔ یہ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اور اس کے افراد انہیں کیا وقعت دیتے ہیں۔ سیاسی پارٹیوں کے نام پر باہر سے پیسے کھا کر وہ ہم پر رعب جماتے ہیں کہ وہ یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ تم کیسے کر دو گے جب کہ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سچی پیروی میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ کی رُو سے ہمیں بھی خدا تعالیٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ ہمیں کسی مقام پر پہنچنے میں مہینہ لگتا ہو گا مگر ہمارا رعب وہاں پہلے ہی پہنچ جائے گا۔ اس رعب کا مقابلہ تم اپنے رعب کے ساتھ بھلا کیسے کر سکتے ہو۔ اس لئے کوئی احمدی دوست تمہارے سامنے تمہارے رعب کے نتیجہ میں یا تمہاری دنیوی شان و شوکت کی وجہ سے کبھی نہیں جھکے گا۔ ہمارے سر انسان کے سامنے جھکنے کے لئے پیدا ہی نہیں کیے گئے اور نہ ہی انشاء اللہ وہ کسی کے سامنے کبھی جھکیں گے۔“ (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع ہنگامی مجلس مشاورت مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۹۸-۹۹)

تیسرا منصوبہ: فرمایا: ”تیسرا منصوبہ ربوہ میں منافقین کے ذریعہ ایک متوازی جماعت قائم کرنے سے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا تصرف فرمایا کہ مجھ تک ان کی یہ بات پہنچ گئی۔ ہمارے مخالفین کچھ منافقوں کو ساتھ ملا کر ربوہ میں ہی ان کا مرکز بنا کر ایک متوازی جماعت قائم کر کے جماعت احمدیہ کو دو حصوں میں بانٹ دینا چاہتے ہیں تا کہ اس طرح جماعت احمدیہ کی طاقت ٹوٹ جائے۔

مگر وہ اس بات کو سمجھتے نہیں کہ منافق کا سر تو اس لئے بچا ہوا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ نہیں! میں اس کو سزا دوں گا۔ تمہاری سزا سے زیادہ سخت سزا دوں گا۔ تم خدا کے مقابلہ میں منافق کی بھلا کیا حفاظت کرسکو گے۔ منافقت آج کا روگ نہیں یہ تو بہت پرانا روگ ہے۔ جماعت احمدیہ بڑے بڑے مشکل مراحل سے گذری ہے اور ہر مرحلے پر بڑے بڑے منافقوں سے اس کا پالا پڑا ہے۔...

پس میں مخالفین احمدیت سے کہتا ہوں کہ ہم دنیا کی دولت سے پیار کرتے ہیں نہ اس کو کوئی وقعت دیتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ تم کوئی اس قسم کا فتنہ کھڑا کرو گے تو سو ڈیڑھ سو مخلص احمدیوں

کو دولت کا لالچ دے کر یا منافقوں کے ساتھ مل کر متوازی جماعت قائم کر لو گے۔ کیا تمہیں ان لوگوں کا علم نہیں جنہوں نے پہلے ایک متوازی جماعت قائم کی تھی اور بڑے طمطراق سے کی تھی۔ اور بڑے دعوی سے کی تھی کہ جماعت کا ۹۵ فیصد حصہ ان کے ساتھ ہے انہوں نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں تم ان سے زیادہ کامیابیاں تو حاصل نہیں کرسکو گے۔ آخر لے دے کر ان کی ساری کوششوں کا نچوڑ اور تجربوں کا ماحصل یہ ہے کہ جماعت مبائعین کو گالیاں دو اور بس۔ گویا گالیاں دینا ان کے نزدیک نیکی ہے اور اس طرح ان کو خدا مل جائے گا۔

پس اگر ہمارا مخالف اور معاند یہ سمجھتا ہے کہ منافقوں کو پیسے دے کر اور ان کی پیٹھ ٹھونک کر وہ مومنین مخلصین کی جماعت کے مقابلہ میں ایک متوازی جماعت بنالے گا تو یہ لوریاں تمہیں جو دیا کرتا ہے وہی دیا کرتا ہے تم ایسی لوریاں لے کر آرام کرتے اور سوتے ہو تو سوتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے مخلص بندوں پر ایسی لوریوں کا کوئی اثر نہیں ہوا کرتا۔...ہم مخالفین احمدیت سے کہتے ہیں تم جو تدبیر بھی کرنا چاہو کر کے دیکھ لو۔ ہمیں دکھ پہنچانا چاہو پہنچا لو۔ ہمیں گالیاں دینا چاہو دے لو۔ ہم پر رعب جمانا چاہو جما کر دیکھ لو منافقوں کو اکٹھا کر کے کوئی متوازی جماعت بنا کر ربوہ میں اس کا مرکز بنانے کی کوشش کرنا چاہو کر کے دیکھ لو۔ جو تمہاری مرضی میں آئے کر لو۔ ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ تم اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے کامیاب نہیں ہو سکتے کہ یہ جماعت خدا کی قائم کردہ جماعت ہے۔... یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم کردہ ایک سلسلہ ہے جسے کوئی ناکام نہیں کرسکتا۔“ (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع ہنگامی مجلس مشاورت مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۹۹ تا ۱۰۳)

مخالفت ایک بین الاقوامی اتحاد کی شکل میں

دوسری مسلم سربراہی کانفرنس ۲۲تا۲۴؍فروری ۱۹۷۴ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ یوگنڈا کے ڈکٹیٹر عیدی امین نے اس کانفرنس میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل کو عالم اسلام کا خلیفہ تسلیم کرلیا جائے۔ (ایک مرد خدا، صفحہ:۱۵۹) لاہور میں منعقدہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے اختتام کے صرف ڈیڑھ ماہ کے بعد اس کا ایک اجلاس مکہ مکرمہ میں منعقد کیا گیا۔ اس میں یہ تجاویز پیش کی گئیں:

۱۔ تمام اسلامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ اپنی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں۔

۲۔ ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لیے اس گروہ کے کفر کا اعلان کیا جائے۔

۳۔ قادیانیوں سے مکمل عدم تعاون اور مکمل اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی بائیکاٹ کیا جائے۔ ان سے شادی سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔

۴۔ کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ ان کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور ان کی املاک کو مسلمان تنظیموں کے حوالے کیا جائے۔ اور قادیانیوں کو سرکاری ملازمتوں میں نہ لیا جائے۔

۵۔ قادیانیوں کے شائع کیے گئے تحریف شدہ تراجمِ قرآن مجید کی نقول شائع کی جائیں۔ اور ان تراجم کی اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔ (سلسلہ احمدیہ جلد سوم صفحہ:۲۵۶)

جماعت احمدیہ کے خلاف استعماری طاقتیں زور و شور کے ساتھ سازشیں کر رہی تھیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس بین الاقوامی سازش پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے انکشاف فرمایا کہ ”اب ہماری مخالفت ایک بین الاقوامی اتحاد کی شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے اور افق اسلام پر جو حالات جنگ احزاب کے موقع پر ابھرے تھے کہ اہل کتاب اور مشرکین نے گٹھ جوڑ کر کے مدینہ پر حملہ کیا تھا اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کی تھی اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ میں پھر وہی حالات پیدا ہو گئے ہیں چنانچہ ظاہری علوم رکھنے والے اہل قرآن اور اسلام کے دشمن اہل کتاب اور انسانیت اور مذہب کے دشمن اہل الحاد یہ تینوں طاقتیں اکٹھی ہو کر نشأۃ ثانیہ کو مغلوب کرنے کے لیے افق اسلام پر ابھری ہیں۔ جو وعدہ اس وقت مسلمانوں کو دیا گیا تھا میں سمجھتا ہوں انہی آیتوں میں ہمارے لئے بھی وعدہ ہے کہ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر:۴۶) تم جمع تو ہو گئے ہو تم مختلف متضاد طاقتیں ہو جو اسلام کو مغلوب کرنے کے لیے اکٹھی ہو کر سامنے آ گئی ہو لیکن سَیُھزم الجمع تمہارا اتحاد تمہیں کامیابی کی طرف نہیں لے جائے گا بلکہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤ گے اور ناکام ہو گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لئے کہ زمین کے سینے سے پٹرول کی شکل میں جو دولت باہر نکلی ہے اور ہمارے خلاف استعمال ہو رہی ہے۔ وہ اس دولت کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو ایک مسلمان مخلص دل کی قربانی اور ایثار کے سرچشمہ سے نکلتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب کرتی ہے۔ کیا تیل کے چشموں سے حاصل کی ہوئی دولت ایک مومن ایثار پیشہ کے دل کے چشمہ سے نکلی ہوئی دولت کا کبھی بھی مقابلہ کرسکتی ہے؟ جب سے آدم پیدا ہوئے اس وقت سے لے کر قیامت تک کبھی ایسا نہیں ہو گا یہ کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہر مذہب کے ماننے والوں کے سامنے رکھا گیا تھا جب وہ مذہب دنیا میں آئے اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔“ (رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ ۱۹۷۴ء، صفحہ ۴۰-۴۱ مرتبہ ملک محمد یوسف سلیم صاحب ایم اے انچارج صیغہ زود نویسی شائع کردہ پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ)

احباب جماعت کو غصہ سے بچنے کی تلقین

ان حالات میں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہمارا کام غُصّہ کرنا نہیں۔ ہمارا کام غُصّہ پینا ہے ہمارا کام انتقام اور بدلہ لینا نہیں ہمارا کام معاف کرنا ہے ہمارا کام دعائیں کرنا ہے اُن کے لئے جو ہمارے اشدّ ترین مخالف ہیں کیونکہ وہ پہچانتے نہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں اور اُس کے پیار کی راہوں سے وہ بھٹک گئے ہیں۔... مجھے جو فکر رہتی ہے وہ یہ ہے کہ احباب جماعت میں نئے آئے ہوئے بھی ہیں۔ ان کو کہیں اپنے مخالف کے خلاف اس قسم کا غُصّہ نہ آئے کہ جس کی اجازت ہمیں ہمارے رب نے نہیں دی۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے میری خاطر تم ظلم سہو میں آسمانی فرشتوں کو بھیجوں گا تا کہ تمہاری حفاظت کریں۔ اب ظاہر ہے اور موٹی عقل کا آدمی بھی یہ جانتا ہے کہ اگر کسی فرد پر کوئی دوسرا فرد حملہ آور ہو اور جس پر حملہ کیا گیا ہے اس کو اپنے دفاع کے لئے ان دو چار ہتھیاروں میں سے جو میسّر ہیں کسی ایک ہتھیار کے منتخب کرنے کا موقع ہو تو عقل کہتی ہے کہ اُس کے نزدیک جو سب سے زیادہ مضبوط اور موثر ہتھیار ہو گا وہ اسے منتخب کرے گا تو اگر ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ ایک مومن کی عقل کو یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اگر دُنیا کے سارے دلائل بھی ہمارے پاس ہوں اور ان کے ساتھ ہم اپنے مخالف کا مقابلہ کریں تو ہماری اس تدبیر میں وہ قوت اور طاقت نہیں جو ان فرشتوں کی تدبیر میں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ آسمان سے بھیجے اور کہے کہ میرے بندوں کی حفاظت کرو اور اُس کی خاطر مخالفین سے لڑو۔ پس جب یہ بات ہے تو ہماری عقل کہتی ہے کہ ہمیں کمزور ہتھیار سے اپنے مخالف کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ جب ہمیں ایک مضبوط ہتھیار بھی میسّر آ سکتا ہے اور آ رہا ہے تو ہمارے خدا نے ہمیں یہ کہا کہ تمہارا کام ہے دعائیں کرنا اور میرا کام ہے (۱) تم سے قربانیاں لینا تا کہ تم میرے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بن جاؤ اور (۲) تمہاری اجتماعی زندگی کی حفاظت کرنا۔“ (خطبہ جمعہ ۲۴؍مئی ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۵۲۸-۵۲۹)

جب خلیفہ وقت کسی بھی معاملہ میں کوئی ہدایت فرمائیں تو بیعت کرنے والوں کا کام ہے کہ اس ارشاد کو غور سے سن کر اس پر بڑی احتیاط سے عمل کریں۔ اگر پوری جماعت میں سے ایک گروہ بھی خواہ وہ گروہ چھوٹا سا گروہ ہی کیوں نہ ہو اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے پر کوتاہی کا مظاہرہ کرے تو اس کے سنگین نتائج نکلتے ہیں۔

ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ہنگامہ

۱۹۷۴ء کے آغاز میں جماعت مخالف رسائل میں یہ اشتہار چھپنے لگے کہ قادیانیت کی مخالفت کے لیے قادیانی محاسبہ کمیٹی قائم کی گئی ہے اور اس کے لیے چندہ جمع کرنے کی اپیل کی گئی۔ (ہفت روزہ چٹان ۲۸ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۵) اس کو تو شاید معمول کی بات سمجھا جاتا لیکن اس کے ساتھ یہ اعلانات چھپنے لگے کہ مرکزی قادیانی کمیٹی کو ایک ہزار نوجوانوں کی ضرورت ہے اور کالج کے طلبہ خاص طور پر اس طرف توجہ کریں۔ (ہفت روزہ چٹان ۲۷ مئی ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۷)

یہ بات واضح تھی کہ اب جماعت کے خلاف شورش کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور اس مرتبہ تعلیمی اداروں کے طلبہ کو بھی اس فساد میں ملوث کیا جائے گا۔ اب چونکہ جماعت احمدیہ کے خلاف عالمی سطح پر ایک موثر تیاری ہو چکی تھی اور سازش کی ساری مضبوط کڑیاں مجتمع ہو گئی تھیں اس لیے معاندین سلسلہ نے ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء بروز بدھ سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ ۲۲؍مئی ۱۹۷۴ء بروز بدھ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کا ایک گروپ بذریعہ چناب ایکسپریس ٹرپ پر جاتے ہوئے شام سات بجے کے قریب ربوہ سے گزرا۔ ان طلبہ نے ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر اتر کے جماعت احمدیہ کے خلاف نعرے لگائے اور جماعتی بزرگان کے بارے نازیبا جملے کہے، پھر ریلوے لائن سے پتھر اٹھا کر قریب میدان میں کھیلنے والے لڑکوں پر پھینکے اور بعض اخلاق سوز حرکات بھی کیں۔ لیکن موقع پر موجود کسی احمدی نے اپنی روایات کے مطابق کوئی مداخلت یا مزاحمت نہ کی۔ ان طلبہ نے جاتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم ۲۹؍مئی کو واپس آئیں گے۔

چنانچہ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو کچھ احمدی نوجوان بھی ان طلبہ کی دھمکی کے پیش نظر ربوہ ریلوے اسٹیشن پر اکٹھے ہو گئے۔ ٹرین صبح دس بج کر پانچ منٹ پر ربوہ ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو میڈیکل کالج کے ان طلبہ نے جماعت احمدیہ کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیے اور کچھ پتھر بھی پھینکے۔ اس کارروائی کے نتیجہ میں وہاں پر موجود احمدی نوجوانوں سے نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کی تلخ کلامی ہوگئی اور پھر نوبت ہاتھا پائی اور لڑائی تک جا پہنچی۔ لیکن جلد ہی دوسرے احباب نے فریقین کی لڑائی ختم کروا دی۔ اس لڑائی میں نشتر میڈیکل کالج کے چند طلبہ معمولی زخمی ہو گئے۔ اس پر ان طلبہ کی فوراً مرہم پٹی کروائی گئی اور ان کو شربت وغیرہ پلایا گیا۔ بعد کی تمام رپورٹس کے مطابق اس واقعہ میں جو طلبہ زخمی ہوئے تھے، انہیں بھی کوئی گہرا زخم نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد یہ طلبہ دس بج کر پینتیس منٹ پر ٹرین میں بیٹھ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ماخوذ از (i) روزنامہ مساوات لاہور ۳۰؍مئی ۱۹۷۴ء (ii) نقل ٹیلی گرام مرسلہ ۲۲، ۲۹مئی ۱۹۷۴ء منجانب ریلوے اسٹیشن ماسٹر ربوہ)

پاکستان بھر میں خونریز فسادات

اس معمولی واقعہ کو بنیاد بنا کر جماعت احمدیہ کے خلاف پاکستان بھر میں خونریز فسادات برپا کر دیے گئے۔ وحشت و بربریت کا بازار گرم کیا گیا۔ سماجی بائیکاٹ کے ظالمانہ فعل سے اشیائے خورونوش اور پانی تک کی فراہمی ناممکن بنا دی گئی تا کسی طرح احمدیوں کو ان کے دین و ایمان سے ہٹایا جاسکے۔ احمدی اپنے اپنے گھروں میں محصور و مقید ہو کر رہ گئے۔ مریض اور چھوٹے چھوٹے بچے طبی امداد اور دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے رہے۔ الغرض احمدیوں پر آلام و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کرب و بلا کے اس روح فرسا دور میں مسیح محمدی کے فدائیوں نے صبر و استقلال اور رضا بالقضاء اور قربانیوں کے وہ نمونے دکھلائے جن کی نظیر قرون اولیٰ کے سوا کہیں نظر نہیں آتی۔ اس دورِ ابتلا میں لوٹ مار اور آتشزدگی کی بکثرت وارداتیں ہوئیں۔ احمدیوں کی لاکھوں کروڑوں روپوں کی املاک اور جائیداد لوٹ لی گئی یا نذر آتش کر دی گئی، بیسیوں خانۂ خدا تباہ و برباد کر دیے گئے اور بہت سوں پر غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا۔ بے شمار احمدیوں کو بے سروسامانی میں اپنی بستیاں اور مکانات چھوڑنے پڑے۔ قتل و غارت گری کا ایسا بازار گرم کیے رکھا جس میں اڑھائی صد کے قریب احمدی گھائل ہوئے اور سینکڑوں احمدی راہ مولیٰ میں اسیر ہوئے، اور ۲۷؍خوش نصیبوں کو جامِ شہادت نوش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان سب انسانیت سوز مظالم میں سب سے نمایاں کردار علمائے ظاہر اور طالب علم لیڈروں نے ادا کیا جن کی اشتعال انگیز تقاریر اور دلآزار کارروائیوں کی بنا پر شر پسند اور غنڈہ عناصر کو ہر قسم کی من مانی کرنے کی کھلی آزادی مل گئی۔ جبکہ انتظامیہ باوجود ان کارروائیوں کا علم ہونے کے خاموش تماشائی بنی رہی۔ پاکستان کے بے کس، نہتے اور مظلوم احمدی ۳۰؍مئی ۱۹۷۴ء سے نومبر ۱۹۷۴ء کے دوران مسلسل چھ ماہ تک جس بے دردی اور ظالمانہ طریق پر جبر و استبداد کی چکی میں پیسے گئے اس کا تصور کر کے آج بھی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کسی مؤرخ کے قلم میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ان قیامت خیز گھڑیوں کی کیفیت و کمیت کو بیان کرسکے اور ان حشر آفرین لمحوں کو احاطۂ تحریر میں لاسکے۔ یہ تمام ظلم و بربریت احمدیوں کے پائے ثبات میں لغزش نہ لاسکے

اور اگر کہیں شاذ کے طور پر جبر و اکراہ کے نتیجہ میں بعض کمزوروں کے پائے استقامت میں لغزش آئی بھی تو ان کی اکثریت بعد ازاں اسی حصار عافیت میں واپس آ گئی۔

واقعہ ربوہ پر حضور رحمہ اللہ کا ارشاد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا: ''پچھلے جمعہ کے موقع پر بھی مَیں نے ایک رنگ میں جماعت کو خصوصاً جماعت کے نوجوانوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ یہ تمہارا مقام ہے اسے سمجھو اور کسی کے لئے دکھ کا باعث نہ بنو اور دنگا فساد میں شامل نہ ہو اور جو کچھ خدا نے تمہیں دیا ہے وہ تمہارے لیے تسکین کا بھی باعث ہے، ترقیات کا بھی باعث ہے۔ وہ ہے صبر اور دعا کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارنا۔ صبر اور دعا کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارو مگر اہل ربوہ میں سے چند ایک نے اس نصیحت کو غور سے سنا نہیں اور اس پر عمل نہیں کیا اور جو فساد کے حالات جان بوجھ کر اور جیسا کہ قرائن بتاتے ہیں بڑی سوچی سمجھی سکیم اور منصوبہ کے ماتحت بنائے گئے تھے اس کو سمجھے بغیر جوش میں آ کر وہ فساد کی کیفیت جس کے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی مخالفت کی اس تدبیر کو کامیاب بنانے میں حصہ دار بن گئے اور فساد کا موجب ہوئے...۔ مَیں سمجھتا ہوں اور مَیں انہیں یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کم از کم دس ہزار مرتبہ استغفار کریں اور توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔ جو بھی اس معاملہ میں شامل ہوئے ہیں۔ مجھے ان کا علم نہیں لیکن جو بھی شامل ہوئے ہیں وہ کم از کم دس ہزار مرتبہ استغفار کریں اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ جھکیں اور اپنی بھلائی کے لئے اور خود کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچانے کے لئے دس ہزار مرتبہ اس سے معافی مانگیں اور اس کے حضور عاجزانہ جھکے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہ کر دے۔

دوسری بات میں جماعت کے مخلص، سمجھدار، فدائی حصہ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آگ تو بڑی شدت سے بھڑکائی گئی ہے لیکن یہ آگ ناکام ہوگی۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔ ناکامی اس معنیٰ میں نہیں کہ کسی احمدی کو بھی مختلف قسم کی قربانیاں نہیں دینی پڑیں گی۔ وہ تو دینی پڑیں گی جب تک جماعتِ احمدیہ کے احباب وہ اور اس قسم کی تمام قربانیاں خدا کے حضور پیش نہیں کرتے جو قربانیاں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے خدا کے حضور پیش کی تھیں اس وقت تک وہ ان انعامات کو بھی حاصل نہیں کر سکتے جو صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم سے حاصل کئے تھے۔ لیکن دنیا کے کسی دماغ میں اگر یہ بات آئے کہ ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی غلبۂ اسلام کی اس تدبیر اور اللہ تعالیٰ کے غلبۂ اسلام کے اس منصوبہ کو ناکام بنا سکتی ہیں جس غرض کے لئے کہ جماعت احمدیہ قائم کی گئی تھی تو ہمارے نزدیک وہ روحانیت سے دور ہونے کی وجہ سے ناسمجھی کے خیالات رکھنے والا ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ منصوبہ ناکام ہو جائے۔'' (خطبہ جمعہ ۳۱؍ مئی ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۵۳۴ تا ۵۳۶)

صمدانی ٹریبیونل
اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان

واقعہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کے لیے ۳۰؍ مئی ۱۹۷۴ء کو لاہور ہائیکورٹ کے جج جسٹس خواجہ محمود احمد صمدانی پر مشتمل ایک رُکنی تحقیقاتی ٹریبیونل قائم کر دیا گیا۔ اس ٹریبیونل کی ذمہ داری میں بنیادی طور پر دو اُمور شامل تھے:

۱۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رونما ہونے والے واقعہ کی انفرادی واجتماعی ذمہ داری کا تعین کرنا۔

۲۔ سانحہ میں ملوث عناصر کے خلاف ضروری کارروائی کے بارے حکومت کو سفارشات پیش کرنا۔

ٹریبیونل نے یکم جون سے کارروائی کا آغاز کیا اور ایک ماہ پچیس دن میں کل ۷۰؍ شہادتیں مکمل کرنے کے بعد ۳۰؍ جولائی ۱۹۷۴ء کو اپنی تحقیقات مکمل کر لیں۔ جسٹس صمدانی نے مورخہ ۲۰؍ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ حنیف رامے کو اپنی تحقیقاتی رپورٹ جمع کروائی تھی جو آج تک منظر عام پر نہیں آسکی۔ یہ رپورٹ ایک سو بارہ ٹائپ شدہ فل سکیپ صفحات اور چھ جلدوں پر مشتمل تھی۔

۱۸؍ جولائی ۱۹۷۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تحقیقاتی ٹریبیونل میں اپنا بیان قلمبند کروانے کے لیے لاہور تشریف لے گئے اور ایک مفصل بیان دیا جو کہ ایک اخباری اطلاع کے مطابق سات گھنٹے تک جاری رہا۔ کارروائی صبح ۸ بج کر ۵۴ منٹ پر شروع ہوئی اور ۴ بج کر ۴۵ منٹ تک جاری رہی۔ اس دوران ۵۴ منٹ کا وقفہ بھی ہوا۔ (اخبار ''نوائے وقت'' لوکل ایڈیشن ۳۱؍ جولائی و یکم اگست ۱۹۷۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا نہایت اہم پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان ایام کرب و بلا میں ۶؍ جون ۱۹۷۴ء کو جماعت احمدیہ کے نام حسب ذیل اپنا پہلا دعائیہ پیغام دیا: ''حبّی فی اللہ۔ جان سے پیارے دوستو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں سلامتیاں آپ پر ہر آن نازل ہوں۔ وہ ہر آن آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے ایمان و اخلاص میں برکتیں نازل فرمائے۔ ہر حال میں آپ کو استقامت بخشے اور روح القدس سے آپ کی مدد فرمائے۔ آمین

جماعت احمدیہ اس وقت جن حالات سے گذر رہی ہے ان سے دنیا کے ہر خطہ کے احمدی دوستوں کو تشویش ہے۔ وہ بے حد کرب و اضطراب کی گھڑیاں گذار رہے ہیں۔ مگر ان سب کا دکھ، ان سب کی بے چینی اور بے قراری میرے دل کی ہر دھڑکن میں پنہاں ہے اور میری ہر آن یہ کیفیت ہے کہ اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ۔ دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو کہ اِسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو اور اپنی سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر رکھو۔ ہر لمحہ دعاؤں میں صرف کرو۔ یہی تمہاری امتیازی شان ہے اور اسی سے تمہاری دین اور دنیا کی نجات وابستہ ہے۔ گریہ و زاری کے ساتھ خدا کو تم نے کب پکارا اور وہ تمہاری مدد کو نہ آیا؟ وہ سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار ہے اور ہر درگذر کرنے والے سے زیادہ درگذر کرنے والا ہے اور ہر پیار کرنے والے سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے۔ کسی ماں کو اس کے بچے کی کربناک چیخ اس قوت سے اپنی طرف کھینچ نہیں سکتی جس قوت سے اپنے عاجز بندوں کی عاجزانہ آہ و زاری اسے اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ پس راتوں کو اٹھ اٹھ کر گریہ و زاری کرو اور اپنے دن دعاؤں اور نوافل میں گذارو۔ مجسم دعا بن جاؤ اور ہر آن نصرتِ الٰہی کے منتظر رہو۔

خدا تعالیٰ واحد و یگانہ پر ہمارا سارا اور کامل بھروسہ ہے اور اس کی رحمت کا سایہ ہمارے سروں پر ہے۔ وہ ہمیں بے سہارا نہیں چھوڑے گا۔ تمہیں سب سے زیادہ پیار کرنے والا تمہارے لئے دن رات بے چین اور تمہارے لئے محبت بھری دعائیں کرنے والا۔'' (روزنامہ الفضل ۸؍ جون ۱۹۷۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دوسرا پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دوسرا پیغام اگلے ہی روز ۷؍ جون ۱۹۷۴ء کو دیا جس میں فرمایا: ''احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل کے الفضل میں دوست میرا پیغام پڑھ چکے ہوں گے اور دعاؤں میں مصروف ہوں گے۔ انفرادی دعاؤں کے علاوہ ان مقامات پر جہاں نماز باجماعت کا اہتمام ہے احباب کثرت کے ساتھ روزانہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد ربِّ کریم، البَرُّ الرَّحِیم کے حضور الحاح کے ساتھ عاجزانہ اور پُرسوز اجتماعی دعائیں بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین (روزنامہ الفضل ۹؍ جون ۱۹۷۴ء)

احباب جماعت سے مسلسل رابطہ اور خبر گیری

اس دورِ ابتلا میں ان حکایاتِ خونچکاں کو رقم کرنے اور ملک بھر کے احمدیوں سے رابطہ کے ضروری انتظام و انصرام کے لیے حضورؒ نے چند احباب کو پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں طلب فرمایا اور حضورؒ کی نگرانی میں ایک سیل نے مرکز میں کام شروع کر دیا۔ ہر طرف سے فسادات کی اور احمدیوں پر ان کے گھروں، مساجد اور دکانوں پر حملہ کی خبریں آرہی تھیں۔ جو اطلاع ملتی پہلے حضور اقدس اسے خود ملاحظہ فرماتے اور پھر قصر خلافت میں ایک گروپ مکرم چودھری حمید اللہ صاحب کی زیر نگرانی کام کر رہا تھا، اس اطلاع کے مطابق متاثرہ احمدی دوستوں کی مدد کے لیے اقدامات اٹھائے جاتے اور ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے رضا کار روانہ کیے جاتے۔ اس کام کے لیے ضلع سرگودھا سے تعلق رکھنے والے رضا کار خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اس دور میں شہر سے باہر فون ملانا بھی ایک نہایت مشکل امر تھا۔ پہلے کال بک کرائی جاتی اور پھر گھنٹوں اس کے ملنے یا نہ ملنے کا انتظار کرنا پڑتا اور اس سے بڑھ کر مسئلہ یہ تھا کہ مرکز سلسلہ کی تمام فون کالیں ریکارڈ کر کے ان کے ریکارڈ کو حکومت کے حوالے کیا جا رہا تھا۔ اس لیے جماعتوں سے رابطہ کی یہی صورت تھی کہ ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے آدمی بھجوائے جائیں۔ مرکز میں کام کرنے والا یہ سیل اس بات کا اہتمام کر رہا تھا کہ ہر واقعہ کی اطلاع وزیر اعظم اور دیگر حکومتی عہدیداروں کو باقاعدگی سے دی جائے۔

اس سیل میں مکرم چودھری حمید اللہ صاحب، مکرم چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ ناظر امور عامہ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کام کر رہے تھے۔ جب ان فسادات کا آغاز ہوا تو کام کا دباؤ اتنا تھا کہ حضور اقدس اور ان کے ساتھ کام کرنے والے رفقاء کو کچھ راتیں چند لمحے بھی سونے کا وقت نہیں مل سکا اور کچھ روز مسلسل جاگ کر کام کرنا پڑا۔

بیرون پاکستان کی جماعتوں کو بھی حالات سے مطلع رکھنا ضروری تھا اور یہ بھی ضروری تھا کہ احمدیوں پر ہونے والے مظالم سے عالمی پریس اندھیرے میں نہ رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے لندن مشن کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ پوری دنیا کی جماعتوں کو پاکستان میں ہونے والے واقعات سے باخبر رکھے۔ چنانچہ فسادات کے دوران ہفتہ میں دو مرتبہ پاکستان سے لندن اطلاعات بھجوائی جاتی تھیں۔ لندن سے تمام جماعتوں کو حالات سے مطلع رکھا جاتا۔ حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے لندن میں ایک پریس کانفرنس بلوائی۔ اس پریس کانفرنس میں عالمی پریس کے نمائندے شریک ہوئے۔ (سلسلہ احمدیہ جلد سوم صفحہ ۲۸۱-۲۸۲)

جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

ان دنوں جماعت کے مخالف حلقوں کی طرف سے یہ مطالبہ بڑے زور شور سے کیا جا رہا تھا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ حضورؒ نے اس نامعقول مطالبہ کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''دنیا کا کوئی مذہب کسی حکومت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ اگر کوئی شخص یا کوئی جماعت یہ کہے کہ وہ مسلمان ہے تو حکومت یہ کہے کہ نہیں تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ تو اتنی موٹی اور بڑی واضح بات ہے کہ وہ لوگ بھی جو خدا کی ہستی کا انکار کرتے ہیں، حیات انسانی کی اس صداقت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے...۔ ہمارا موجودہ دستور جو عوامی دستور ہے، جو پاکستان کا دستور ہے۔ وہ دستور جس پر ہمارے وزیر اعظم صاحب کو بڑا فخر ہے، وہ دستور جو ان کے اعلان کے مطابق دنیا میں پاکستان کے بلند مقام کو قائم کرنے والا اور اس کی عزت اور احترام میں اضافہ کا موجب ہے، یہ دستور ہمیں کیا بتاتا ہے؟ اس دستور کی ۲۰ ویں دفعہ یہ ہے:-

a) Every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion, and

b) Every religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institution.

اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کو ہمارا یہ دستور جو ہمارے لئے باعثِ فخر ہے یہ ضمانت دیتا ہے کہ جو اس کا مذہب ہو اور جس مذہب کا وہ خود اپنے لئے فیصلہ کرے وہ اس کا مذہب ہے۔... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متعلق یہ اعلان کیا کہ ہم ''احمدیہ فرقہ کے مسلمان'' ہیں۔ ایک جگہ آپ نے انہی الفاظ میں یہ جملہ بولا ہے ''احمدی فرقہ کے مسلمان''۔ ساری دنیا کے احمدی کہیں گے کہ ہم احمدی فرقہ کے مسلمان ہیں اور دنیا کی کوئی حکومت یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ یہ کہے کہ تم احمدی فرقہ کے مسلمان نہیں ہو۔

پس ہزار ادب کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ یہ عقل کی بات ہم حکومت کے کان تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ جس کا تمہیں انسانی فطرت نے اور سرشت نے حق نہیں دیا، جس کا تمہیں دنیا کی حکومتوں کے عمل نے حق نہیں دیا، جس کا تمہیں یُو۔ این۔ او کے Human Rights نے (جن پر تمہارے دستخط ہیں) حق نہیں دیا، چین جیسی عظیم سلطنت جو مسلمان نہ ہونے کے باوجود اعلان کرتی ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں

کہ کوئی شخص Profess کچھ کر رہا ہو اور اس کی طرف منسوب کچھ اور کر دیا جائے۔ میں کہتا ہوں میں مسلمان ہوں، کون ہے دنیا میں جو یہ کہے گا کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کیسی نامعقول بات ہے۔ یہ ایسی نامعقول بات ہے کہ جو لوگ دہریہ تھے انہیں بھی سمجھ آ گئی۔ پس تم وہ بات کیوں کرتے ہو جس کا تمہیں تمہارے اس دستور نے حق نہیں دیا جس دستور کو تم نے ہاتھ میں پکڑ کر دنیا میں اعلان کیا تھا کہ دیکھو کتنا اچھا اور کتنا حسین دستور ہے۔ آج اس دستور کی مٹی پلید کرنے کی کوشش نہ کرو اور اس جھگڑے میں نہ پڑو اسے خدا پر چھوڑ دو کیونکہ مذہب دل کا معاملہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فعل سے ثابت کرے گا کہ کون مومن اور کون کافر ہے۔“ (خطبہ جمعہ ۲۱؍ جون ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۵۶۸ تا ۵۷۵)

احباب جماعت کو خوش رہنے اور مسکرانے کی تلقین

ایک طرف تو جماعت احمدیہ کے متعلق حکومت اور اپوزیشن دونوں کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہو رہے تھے اور دوسری طرف ملک میں احمدیوں پر ہر قسم کا ظلم کیا جا رہا تھا تا کہ وہ اس دباؤ کے تحت اپنے عقائد ترک کر دیں لیکن جب ابتلاؤں کی شدت اپنی انتہا پر پہنچی ہو تو ایک عارف باللہ یہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ ان مشکلات کے ساتھ اللہ کی نصرت آ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا: ”ہمارا زمانہ خوش رہنے مسکراتے رہنے اور خوشی سے اچھلنے کا زمانہ ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ اس زمانہ میں نبی اکرمؐ کا جھنڈا دنیا کے ہر ملک میں گاڑا جائے گا۔ اور دنیا میں بسنے والے ہر انسان کے دل کی دھڑکنوں میں محمد ﷺ کی محبت اور پیار دھڑکنے لگے گا۔ اس لئے مسکراؤ! مجھے یہ خیال اس لئے آیا کہ بعض چہروں پر میں نے مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ ہمارے تو ہنسنے کے دن ہیں۔ نبی اکرم ﷺ ہی کی فتح اور غلبہ کی جسے بشارت ملی ہو وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر دل گرفتہ نہیں ہوا کرتا اور جو دروازے ہمارے لیے کھولے گئے ہیں وہ آسمانوں کے دروازے ہیں۔“ (خطبہ جمعہ ۲۸؍ جون ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۵۷۵)

”ہمارے دُکھ خواہ کسی رنگ میں ہوں، وہ ہماری مسکراہٹیں اور ہماری مسرتیں اور ہماری بشاشتیں ہم سے نہیں چھین سکتے۔...ہم اپنی قضاء وقدر کے ابتلاء کے نتیجہ میں یا مصیبتوں کے اوقات میں مایوس کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیا ہم نے اپنے زور سے یا اپنی طاقت سے اسلام کو غالب کرنا تھا یا اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس زمانہ میں ایسا کروں گا۔ پس گو وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن وہ ہم سے قربانیاں ضرور لے گا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک اُس کی یہی سنت چلی آ رہی ہے۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُنیا میں جو انبیاء آئے ہیں وہ گنے تو کسی نے نہیں تعداد میں فرق ہے لیکن کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے ہیں۔ تم کوئی ایک پیغمبر بتاؤ جس کے زمانہ میں اس کے ماننے والوں نے قربانی نہ دی ہو۔ گالیاں نہ کھائی ہوں مصیبتیں نہ جھیلی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کو نہ بھیجا ہو اور اُن کو کامیاب نہ کیا ہو۔ ہر ایک نبی کے ماننے والوں نے اپنے حالات کے مطابق اپنے کام کے مطابق اور اپنے کام کی وسعت کے مطابق قربانی دی ہے۔ جو نبی ایک چھوٹے سے شہر میں آیا اس کے لئے چند آدمیوں نے قربانی دی۔ جو نبی ایک خاص علاقے کے لئے آیا اس علاقے نے اس کے لئے قربانیاں دیں۔ جو نبی ایک خاص قوم کی اصلاح کے لیے آیا۔ اُس قوم نے اس کے لیے قُربانیاں دیں بغیر قربانیاں دیئے اُن کو خدا تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں نہیں ملیں مگر وہ رحمۃ للعالمین ہو کر نوع انسانی کی طرف آیا، نوع انسانی اس کے لیے اس وقت تک سے قُربانیاں دیتی چلی آ رہی ہے اس لئے تمہیں بھی قربانیاں دینی پڑیں گی اور مجھے بھی قُربانیاں دینی پڑیں گی اور بشاشت کے ساتھ ہنستے کھیلتے ہوئے قربانیاں دینی پڑیں گی۔...میں نے ایک جگہ دو بچے بھجوائے تھے۔ راستے میں سات میل تک لوگ ان کو مارتے چلے گئے اور وہ ہنستے چلے گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ جب ہم اُن کے مکے اور چپیڑیں کھا کر بھی مسکراتے تھے تو اُن کو اور غصہ چڑھتا تھا کہ پتہ نہیں یہ کیا قوم ہے۔ ہم یہی قوم ہیں۔ ہم خدا کی راہ میں تکلیفیں بھی اُٹھائیں گے اور دنیا ہمیں مسکراتے ہوئے اور قہقہے لگاتے ہوئے بھی دیکھے گی۔ جس وقت ہم پر زیادہ مصائب نازل ہوں گے اُس وقت زیادہ قہقہے لگیں گے۔“ (خطبہ جمعہ ۲۶؍ جولائی ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۶۰۳ تا ۶۰۵)

قومی اسمبلی میں اتمام حجت

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا یہ پہلا واقعہ تھا کہ خلیفہ وقت نے بنفس نفیس ایک ایسے ایوان میں اتمام حجت فرمائی جس میں اس وقت کے چوٹی کے لیڈر شامل تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکومت وقت کے حکم پر ۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کا موقف اور جماعت کے بارے میں اٹھائے جانے والے سوالات کے نہایت شاندار جواب اپنی زبان مبارک سے سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی سربرآوردہ شخصیات کے سامنے مرحمت فرمائے اور اس طرح دین حق کا پیغام ہر مکتبہ فکر تک پوری وضاحت کے ساتھ پہنچ گیا۔ قومی اسمبلی کی اس سپیشل کمیٹی کی کارروائی ۲۲ و ۲۳؍ جولائی، ۵ تا ۱۰؍ اگست اور ۲۰ تا ۲۴؍ اگست ۱۳؍ دن جاری رہی۔

جماعت احمدیہ کا محضر نامہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہدایات کے تحت جماعت احمدیہ کا محضر نامہ تیار کیا گیا اس محضر نامہ کی تیاری میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ)، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب، حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر اور حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب شامل تھے۔ یہ محضر نامہ اور اس کے ساتھ دیگر لٹریچر ۱۳؍ جولائی ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کی اسپیشل کمیٹی کے مطالعہ کے لیے پیش کیا گیا۔ اس میں بہت سے بنیادی اہمیت کے حامل اور متنازعہ امور پر جماعت احمدیہ کا موقف بیان کیا گیا تھا۔ یہ جماعت احمدیہ کا وہ موقف تھا جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۲۲؍ اور ۲۳؍ جولائی ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی میں پڑھ کر سنایا تھا۔

قومی اسمبلی میں تائید الٰہی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۲؍ مارچ ۱۹۸۰ء کو کراچی میں ممبران مجلس انصار اللہ سے خطاب کرتے ہوئے اسمبلی کی اس کارروائی کے متعلق فرمایا: ”۷۴ء میں جب میں نیشنل اسمبلی گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے بہت نشان دکھائے۔ بہت بڑا نشان یعنی عجیب ہے اپنی کمیت VOLUME کے لحاظ سے کہ جب انہوں نے کہا کہ پہلے تو زبردستی مجھے بلایا۔ ہم نے کراس ایگزیمین (CROSS EXAMINE) کرنا ہے۔ پہلے کہا کہ محضر نامہ خود پڑھو جماعت کا۔ ہم سوال کریں گے۔ آپ جواب دیں۔ مجھے پتہ لگا تو میں نے پیغام بھیجا کہ نوے سال پر پھیلا ہوا ہے ہمارا لٹریچر۔ اور مذہب کا معاملہ ہے۔ بڑا سنجیدہ ہے۔ اور میں نے بھی دعویٰ نہیں کیا کہ سارا لٹریچر مجھے زبانی یاد ہے۔ ایک دن پہلے آپ سوال لکھ دیں، بھجوا دیں۔ ہمیں دے دیں۔ اگلے دن ہم جواب دے دیں گے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ اُسی وقت سوال ہوگا۔ اُسی وقت آپ جواب دیں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ دعا کی بھی اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ قریباً ساری رات میں نے دعا کی خدا سے۔ خیر مانگی اُس سے صبح کی اذان سے ذرا پہلے مجھے یہ کہا گیا۔ وَسِعْ مَکَانَکَ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ کہ مہمان تو پہلے سے بھی زیادہ آئیں گے۔ اتنی بڑی خوشخبری۔ یہ استہزاء کا منصوبہ تو بنا رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن فکر کیوں کرتے ہو؟ ہم تمہارے لئے کافی ہیں۔ ان کی رپورٹ جو تھی، وہ یہ تھی کہ انہوں نے گیارہ دنوں پر پھیلا کر کل باون گھنٹے دس منٹ مجھے CROSS EXAMINE کیا۔ باون گھنٹے دس منٹ کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ کا مجھے یہ نظارہ نظر آتا تھا جس طرح فرشتہ میرے پاس کھڑا ہے۔ جہاں مجھے جواب نہیں آتا تھا وہاں مجھے جواب سکھایا جاتا تھا۔ بعض دفعہ یہ بتایا جاتا تھا کہ یہ جواب اس طرح دینا ہے۔ مثلاً ایک رات شام کو مجھے یہ کہا گیا کہ اس کا جواب نہیں دینا اس وقت کل صبح دینا ہے۔ میرے پیچھے پڑ گئے۔ میں نے کہا میں نے دینا ہی نہیں۔ بہت پیچھے پڑے۔ میں نے کہا آپ یہ لکھ لیں، میں نہیں جواب دینا چاہتا۔ میں نے اس وقت جواب نہیں دینا۔ تو مجھے یہی کہا گیا تھا کہ کل صبح دینا جواب۔ کیونکہ کل صبح دینے میں اُن کے لئے کافی خفت کا سامان پیدا ہونا تھا۔ یعنی اس تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے راہنمائی کی۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ باون گھنٹے دس منٹ پر ہر ہر سوال کا جواب مجھے وصول ہوا۔ یا سوال سکھایا جاتا تھا۔ یا یہ کہ اس کا جواب کس طرح دینا ہے۔“ (تاریخ انصار اللہ جلد دوم صفحہ ۹۵)

قومی اسمبلی کا فیصلہ اور احباب جماعت کے نام پیغام

اسمبلی کی کارروائی شروع ہونے سے قبل یہ تو واضح نظر آ رہا تھا کہ حکومت اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے جماعت احمدیہ کو آئین میں غیر مسلم قرار دینے کا پکا ارادہ کر چکی ہے۔ آخر کار ۷؍ ستمبر ۱۹۷۴ء کو جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اس قانون کے پاس ہونے کے بعد ۷؍ اور ۸؍ ستمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی تمام احمدی جماعتوں کے نام پیغام ارشاد فرمایا کہ ”جس احمدی کو اپنے اسلام پر ایمان کے لئے کسی غیر کے فتوے کی ضرورت تھی اسے تو فکر ہو سکتی ہے۔ لیکن جو احمدی سمجھتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مسلمان ہے، اسے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ ہمیشہ اس کے دامن سے وابستہ رہیں۔ آمین ثم آمین۔“ (اندر کی کہانی عینی شاہد کی زبانی صفحہ ۳۹۵)

۱۳؍ ستمبر ۱۹۷۴ء کے خطبہ جمعہ میں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جہاں تک کسی کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال ہے یہ تو میں شروع سے کہہ رہا ہوں اس قرارداد سے بھی بہت پہلے کہتا چلا آیا ہوں کہ جس شخص نے اپنا اسلام لاہور کی مال (روڈ) کی دکان سے خریدا ہو، وہ تو ضائع ہو جائے گا۔ لیکن میں اور تم جنہیں خدا خود اپنے منہ سے کہتا ہے کہ تم (مومن) مسلمان ہو تو پھر ہمیں کیا فکر ہے دنیا جو مرضی کہتی رہے تمہیں فکر ہی کوئی نہیں۔“ (خطبہ جمعہ ۱۳؍ ستمبر ۱۹۷۴ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۶۴۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک سے ۱۹۷۴ء کے دور کا تذکرہ

جماعت کے لیے شب بیداری: ”۱۹۷۴ء میں جماعت کا کوئی شخص ایسا نہیں جو ان دنوں میں اتنی راتیں جاگا ہو جتنی میں جاگا ہوں، ہو نہیں سکتا۔ میرے اردگرد بھی لوگ تھے۔ ایک پارٹی سو جاتی تھی اور ایک جاگ رہی ہوتی تھی اور ہر جاگنے والی پارٹی بعض دفعہ ہر آدھے گھنٹے کے بعد مجھے جگا دیتی تھی کہ فلاں جگہ سے فون آ گیا، وہاں گڑبڑ ہو گئی۔ فلاں جگہ سے فون آ گیا وہاں یہ ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔ وَلَا فَخْرَ اور اس میں مَیں کوئی فخر نہیں کرتا کیونکہ میں بڑا عاجز انسان ہوں۔ خدا تعالیٰ بڑی شان اور قدرتوں والا ہے۔ وہ ایک ذرّہ سے بھی کام لے سکتا ہے اور لیتا ہے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵؍ ستمبر ۱۹۷۸ء خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ ۴۱۲)

امام جماعت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ”علاوہ ازیں دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں اُن دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ میں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعائیں کرتا رہا ہوں۔... کیونکہ میرے اور احباب کے وجود میں میرے نزدیک کوئی امتیاز اور فرق نہیں ہے۔ ہم دونوں امام جماعت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اور ایک ہی چیز کے دو مختلف زاویے ہیں۔“ (خطابات ناصر جلد ۲ صفحہ ۱۳)

غلبہ احمدیت کی بشارت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ ابتلاؤں کا زمانہ، دعاؤں کا زمانہ ہے اور سخت گھڑیوں ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اور پیار کے اظہار کا لُطف آتا ہے۔ ہماری بڑی نسل کو بھی اور ہماری نوجوان نسل اور اطفال کو بھی، مرد و زن ہر دو کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب مہدی کے ذریعہ غلبہ اسلام کا جو منصوبہ بنایا ہے اُسے دُنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے منصوبوں کو زمینی تدبیریں ناکام نہیں کیا کرتیں۔ پس غلبہ اسلام کا یہ منصوبہ تو انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے اسلام ساری دُنیا پر غالب آئے گا اور جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے نوعِ انسانی کے دل جماعت احمدیہ کی حقیر قربانیوں کے نتیجہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فتح کئے جائیں گے اور نوعِ انسانی کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں رب کریم کے قدموں میں جمع کر دیا جائے گا۔“ (خطبہ جمعہ ۱۶؍ اگست ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۶۱۵)

مخالفانہ حالات میں قبولیتِ دعا کے اعجاز

(لئیق احمد مشتاق مبلغ سلسلہ سُرینام، جنوبی امریکہ)

گذشتہ سو سال سے زائد عرصہ سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں سنبھالتا رہا ہے، ہماری مشکلیں آسان کرتا رہا ہے، آج بھی وہی خدا ہے جو ان دکھوں کو دور کرے گا ان شاء اللہ۔ بظاہر ناممکن نظر آنے والی چیز، ناممکن نظر آنے والی بات محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممکن بن جایا کرتی ہے اور ان شاء اللہ بن جائے گی۔ بڑے بڑے فرعون آئے اور گزر گئے لیکن الٰہی جماعتیں ترقی کرتی ہی چلی گئیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مضطر بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکیں (حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

خالقِ کُل نے جب سے اس کائنات میں مخلوق کا نظام جاری فرمایا دعا کا نظام تب سے جاری ہوا۔ کیونکہ دعا عبودیت اور ربوبیت کے درمیان رشتہ قائم کرنے کا اوّلین و بہترین ذریعہ ہے۔ یہ خالق اور مخلوق کے درمیان سچا اور پاکیزہ تعلق قائم کرنے کا اصل طریق ہے۔ دعا کائنات کی جان اور حقیقی زندگی کی مراد ہے۔ دعا روح کی وہ پکار ہے جو نسل انسانی کی خمیر میں رکھی گئی۔ سچا اور کامل مذہب صرف اور صرف اس ہستی کے سامنے سربسجود ہونے اور دست دعا دراز کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو اوّل بھی ہے آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ وہ ایک ہی وَراءُ الوَرا ہستی ہے جو نِعۡمَ الۡمُجِیۡبُوۡنَ ہے۔

تجھے دنیا میں ہے کِس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا

دعا نبوت کا ماحصل ہے ازل سے ہر پیغمبر کے زمانے میں دعا کا اعجاز ظاہر ہوا اور وقتِ مسیحا یعنی عصر حاضر میں بھی ہو رہا ہے۔ آدم سے لے کر عیسیٰ ابن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام تک مخالفانہ حالات میں قبولیت دعا کے حسیں اعجاز ظاہر ہوئے اور محمد عربی ﷺ کے زمانے میں یہ واقعات اپنی معراج کو پہنچے اور چشم فلک نے انتہائی مخالفانہ حالات میں قبولیت دعا کے وہ اعجاز دیکھے جو تاابد بےمثل و بےنظیر رہیں گے۔ بطور نمونہ چند واقعات ہدیہ قارئین ہیں۔

اہلِ مکہ کے جور وستم حد سے بڑھ چکے تھے، نہتے اور پُرامن شہریوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ توحید کے مٹھی بھر متوالوں کے لیے ربّ العالمین کے حضور سربسجود ہونے کے تمام راستے مسدود کر دیے گئے تھے۔ ایک رات بیت اللہ کے سامنے عبادت کرتے ہوئے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اپنے پروردِگار سے عجیب دعا کی، کسی کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ دعا میں یہ بھی مانگا جاتا ہے۔ آپ اپنے مولا سے عرض کرتے ہیں: ”اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الۡإِسۡلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيۡنِ الرَّجُلَيۡنِ إِلَيۡكَ بِأَبِي جَهۡلٍ، أَوۡ بِعُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ۔“ اے اللہ! ان دونوں یعنی ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کے ذریعہ اسلام کو طاقت و قوت عطا فرما۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب فِي مَنَاقِبِ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ رضی اللہ عنہ حدیث نمبر: ۳۶۸۱)

عبد کامل ﷺ کی یہ دعا بارگاہ ایزدی میں یوں قبول ہوئی کہ وہ عمر بن خطاب جو گھر سے تیغِ برہنہ لیے نکلتا ہے کہ آج محمد ﷺ کا کام تمام کر دوں گا، راستے میں کلام رحمٰن سن کر موم ہو جاتا ہے اور دار ارقم میں جا کر ہادی کامل ﷺ کے ہاتھ پر بک جاتا ہے۔ آقا دو جہاں ﷺ اس پرمسرت موقع پر یوں نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہیں کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھی ہیں۔

بدر کے میدان میں حق و باطل کا پہلا معرکہ درپیش ہے۔ ایک طرف سامان حرب سے لیس خونخوار جنگجو لشکر صف آرا ہے۔ دوسری طرف چند بے سروسامان خیمہ زن ہیں۔

ایک سادہ سے خیمے میں عبد کامل معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہے اور التجا یہ ہے: ”اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَنۡشُدُكَ عَهۡدَكَ وَوَعۡدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنۡ تَشَأۡ لَا تُعۡبَدۡ بَعۡدَ الۡيَوۡمِ۔“

پھر وہ تیز قدم اٹھائے خیمے سے نکلتے ہوئے بڑے جلال سے پڑھتا جاتا ہے سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ۔ پھر اسی شام خیمے میں کی گئی اس دعا کا اعجاز ظاہر ہوا اور ۳۱۳؍ کمزور بے بس ایک ہزار کے لشکر جرار پر غالب آئے اور اس شان سے آئے کہ تاابد بدری اصحاب کے نام امر ہو گئے۔

صحیح بخاری میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ ”حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جبکہ آپ بدر کی لڑائی کے دن ایک خیمے میں تھے اور یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے کہ اس دن کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ اس پر ابوبکرؓ نے آپ کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور عرض کیا: بس یا رسول اللہ! کافی ہے، آپ نے اپنے رب سے بہت ہی الحاح وزاری سے دعا کر لی ہے۔ اس دن آپ ﷺ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ کبھی اٹھتے تھے کبھی بیٹھتے تھے۔ پھر آپؐ خیمہ سے نکلے تو زبان مبارک پر یہ آیت تھی: سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ضرور یہ انبوہِ کثیر ہزیمت دیا جائے گا اور وہ پیٹھ پھیر جائیں گے۔“ (صحیح البخاری کِتَاب تَفۡسِيرِ الۡقُرۡآنِ بَابُ قَوۡلِهِ سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ حدیث نمبر: ۴۸۷۵)

میدان بدر میں تضرع والحاح سے کی گئی اس دعا کا اعجاز غزوۂ احزاب تک جاری رہا جب مدینہ کو قدموں تلے روندنے کا سیاہ سپنا آنکھوں میں سجائے آنے والے قبائل عرب خائب وخاسر لوٹے۔

قبولیت دعا کا ایک اعجاز فتح مکہ کے سفر پر روانگی کے وقت ظاہر ہوا۔ اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

ابن عقبہ، ابن اسحاق اور محمد بن عمر رحمھم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہمارے سفر کے لیے سامان تیار کرو۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ خُذۡ عَلٰى أَسۡمَاعِهِمۡ وَأَبۡصَارِهِمۡ فَلَا يَرَوۡنَا إِلَّا بَغۡتَةً، وَلَا يَسۡمَعُوۡنَ بِنَا إِلَّا فَجۡأَةً۔ یعنی اے اللہ! قریش کے کانوں اور ان کی آنکھوں کو روک لے یعنی ان کے جاسوسوں اور مخبروں کو روک لے کہ وہ ہمیں نہ دیکھ سکیں مگر یہ کہ اچانک ہم ان تک جا پہنچیں اور نہ ہی وہ ہمارے متعلق کوئی خبر معلوم کریں سوائے اس کے کہ اچانک انہیں ہماری خبر پہنچے۔ (سبل الھدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد الجزء ۵ صفحہ ۲۰۲۔ ایڈیشن ۲۰۱۴ء۔ زاویہ پبلشرز لاہور) انتہائی نامساعد اور مخالفانہ حالات کے باوجود آپ دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں تین سو میل کا طویل فاصلہ طے کر کے فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوتے ہوئے مرالظہران تک جا پہنچے۔ مگر اہل مکہ کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

دعا کے اعجاز کا ایک اور پاکیزہ نمونہ غزوہ حنین کے موقع پر ظاہر ہوا۔ تاریخ اسلام کا یہ واحد غزوہ ہے جس میں مسلمان گنتی میں دشمن سے زائد تھے۔ مگر ہوازن کے تیر اندازوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور تتر بتر ہو گئے۔ اس نازک حالت میں اعلیٰ درجے کے جوانمرد نبی ﷺ مرد میدان بن کر تیروں کی برسات میں کھڑے ہوئے تھے اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے: ”أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبۡ، أَنَا ابۡنُ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبۡ۔“ پھر میدان کارزار میں کھڑے کھڑے سرکار دو عالم ﷺ نے مولائے کُل سے ان الفاظ میں دعا کی: ”اَللّٰهُمَّ نَزِّلۡ نَصۡرَكَ۔“ احادیث میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت براءؓ کے پاس آیا اور پوچھا اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگ حنین کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے؟ تو انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی، لیکن جلد باز لوگ اور بغیر ہتھیاروں کے لوگ ہوازن قبیلے کی طرف بڑھے اور وہ تیر انداز قوم تھی انہوں نے ایسے تیروں کی بارش کی گویا ٹڈی دَل ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنی جگہ چھوڑ گئے۔ پھر ہوازن کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے، ابوسفیان بن حارثؓ آپ کے خچر کو پکڑ کر چلا رہے تھے، تو آپ نیچے اترے، دعا کی اور اللہ سے مدد طلب کی آپ کہہ رہے تھے ”میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔“ اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تو ہم آپ کی اوٹ لیتے تھے اور ہم میں سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آپؐ کے پہلو میں یعنی نبی ﷺ کے ساتھ کھڑا رہتا تھا۔ (صحیح مسلم کِتَاب الۡجِهَادِ وَالسِّيَرِ باب فِي غَزۡوَةِ حُنَيۡنٍ: حدیث نمبر: ۴۶۱۶)

اس دعا کا اعجاز نصرت الٰہی کی صورت میں اس طرح ظاہر ہوا: ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ۔ (التوبہ: ۲۶) پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور اس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جنہوں نے کفر کیا تھا اور کافروں کی ایسی ہی جزا ہوا کرتی ہے۔

یہ اس مقدس و مطہّر رسول ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے چند واقعات ہیں جس کا پل پل قبولیت دعا کا اعجاز ظاہر کرنے والا تھا۔ جسے رب ذو الجلال نے تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اس کی زندگی میں اُس کو دیں۔

ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو وقتِ مسیحؑ میں پیدا ہوئے، وہ مسیح و مہدی جس کی آمد بذات خود عرب کے بیابانوں میں ظاہر ہونے والے سید الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعا کا اعجاز ہے۔ وہ اصدق الصادقین کی پیشگوئیوں کے مطابق اپنے موعود وقت پر ظاہر ہوا اور وحی الٰہی کے مطابق دین اسلام کو زندہ کرنے، شریعت کو قائم کرنے اور امت کو دین واحد پر جمع کرنے کے مشن پر کمر بستہ ہوا۔ سنت ابنیاء کے مطابق اسے بھی قدم قدم پر آزمائشوں ابتلاؤں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر وہ یار نہاں میں نہاں ہو کر دن بدن فتح و ظفر کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے نکلی یہ دعا کیا اعجاز رکھتی ہے: اَللّٰهُمَّ فَاحۡفَظۡنَا مِنۡ فِتۡنَتِهِمۡ وَبَرِّئۡنَا مِنۡ تُهۡمَتِهِمۡ وَاخۡصُصۡنَا بِحِفۡظِكَ وَاصۡطِفَائِكَ وَخَيۡرِكَ۔ وَلَا تَكِلۡنَا إِلٰى كَلَاءَةِ غَيۡرِكَ۔ اے اللہ ان کے فتنے سے ہمیں محفوظ رکھ اور ان کے جھوٹے الزام سے ہمیں بری فرما اور اپنی حفاظت اور اپنی پسندیدگی اور اپنی خیر کے لیے ہمیں خاص کر لے اور اپنے سوا کسی اور کی حفاظت میں نہ دینا۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۔ ترجمہ از عربی، ایڈیشن ۲۰۲۱ء اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لندن)

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مجسم دعا تھے۔ آپؑ کی ہر سانس، آپ کی زندگی کا ہر لمحہ، آپ کے وجود کا ہر ذرّہ آپ کی روح کا ہر جذبہ اپنے محبوب ربّ کے حضور دعا سے تعبیر تھا۔ آپ کی ہر مہم دعا کے ساتھ شروع ہوتی، دعا کے ساتھ جاری رہتی اور دعا کے ساتھ ہی ختم ہوتی۔

ربِّ رحمٰن و رحیم نے اپنے اس فرستادے کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیت بخشا، غیر ممکن کو ممکن میں بدلا اور ایک زمانہ اس اعجاز کا گواہ بنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات، اشتہارات، فرمودات و ملفوظات قبولیت دعا

کے ہزاروں لاکھوں واقعات سے مرصع ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حالات میں تمام مقدمات میں سرخرو کیا، آپؑ کو ہتھکڑیاں پہنانے کی آرزو رکھنے والے چندو لعل جیسے جج خائب و خاسر رہے اور کرسی سے اتارے گئے۔ آپ کے مخالفین آپ کی دعاؤں کے طفیل راندہ درگاہ ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے۔ بے شمار مواقع پر خدا تعالیٰ نے غیب سے مالی مدد کا معجزانہ انتظام کیا، آپ کی دعاؤں کے طفیل بیماروں کو صحت ملی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے قلم کو ”ذوالفقار“ بیان فرمایا جس سے آپ نے علم و معرفت کے دریا بہا دیے اور روحانی خزائن تقسیم فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی قدم قدم ایک اعجاز تھی۔

اس زمانے کا حصن حصین انسانیت کو عافیت کے حصار میں داخل کرنے کے لیے پل پل بارگاہ ایزدی میں سربسجود رہا، اور راہ میں آنے والی تمام مشکلات حقیقی مشکل کشا کے سامنے پیش کرتا رہا۔

ذرا اِس دعا کی ماہیت پر غور فرمائیں: ”۱۹؍اپریل ۱۹۰۴ء کو فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کے لیے اور قادیان کے لیے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا: زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے ہیں۔ فَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا۔ پس پیس ڈال ان کو خوب پیس ڈالنا۔

فرمایا: میرے دل میں آیا کہ اس پِیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسُوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی جو ایک سال ہوا بیت الدّعا پر لکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے: یَا رَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآءِیْ وَمَزِّقْ اَعْدَآئَكَ وَاَعْدَآءِیْ وَاَنْجِزْ وَعْدَكَ وَانْصُرْ عَبْدَكَ وَاَرِنَا اَیَّامَكَ وَشَهِّرْ لَنَا حُسَامَكَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْكَافِرِیْنَ شَرِیْرًا۔ “یعنی اے میرے رَبّ! تو میری دعا سن اور اپنے دشمنوں اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اپنا وعدہ پورا فرما اور اپنے بندے کی مدد فرما اور ہمیں اپنے دن دکھا اور ہمارے لیے اپنی تلوار سونت لے اور انکار کرنے والوں میں سے کسی شریر کو باقی نہ رکھ۔

اِس دعا کو دیکھنے اور اس الہام کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ پھر فرمایا۔ ہمیشہ سے سُنّت اللہ اسی طرح پر چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں اُن کو ہٹا دیا کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح ان اُمور کو ظاہر کر رہا ہے۔“ (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۳۸، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

عدُو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

امام آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے تمام معاندین و مکذّبین اور شریر و فتنہ پرور دشمنان اسلام و احمدیت کو دعا کا یہ چیلنج بھی ایک اعجاز ہی تو ہے جو رہتی دنیا تک آپ کی صداقت پر دلیل ناطق رہے گا، فرماتے ہیں: ”مجھ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں اگر خدا نہ چاہتا تو مَیں نہ آتا۔ بعض دفعہ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ مَیں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے پر ساتھ ہی میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ اور کوئی سخت گناہ نہیں کہ مَیں خدمت سپرد کردہ میں بُزدلی ظاہر کروں۔ جس قدر میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں اُسی قدر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر آگے لے آتا ہے۔ میرے پر ایسی رات کوئی کم گذرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلّی نہیں دی جاتی کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اسی کے مُنہ کی قسم ہے کہ مَیں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لیے چشم پُر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیرممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لیے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لیے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اَور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ مَیں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لیے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ مَیں اس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر مجھے کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیوں کر مَیں حیّ قیّوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لیے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لیے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لیے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔“ (اربعین نمبر ۳، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۹۹، ۴۰۰)

جماعت احمدیہ روئے زمین پر وہ یکہ و تنہا جماعت ہے جس میں الٰہی بشارات اور الہامی نوشتوں کے مطابق خلافت کا نظام جاری ہے۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کی جاری ازلی تقدیر کے مطابق ایک کے بعد دوسرا خلیفہ الٰہی منشا کے مطابق اس مسند پر متمکن ہوتا ہے۔ خلافت کے زیر سایہ جماعت احمدیہ کی ایک سو سترہ سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایک کے بعد دوسرے خلیفہ نے بلند نگاہ اور دلنواز سخن کے ساتھ اس درخت کی آبیاری کی۔ ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی مقدس زندگی خدمتِ اسلام کی جہد مسلسل اور شبانہ روز عملی کوششوں جماعت کی تعلیم و تربیت اشاعتِ قرآن اور سجود و قیام سے عبارت ہے۔ دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بننے کے ساتھ ساتھ یہ وجود ہر ایسی مشکل کے وقت اپنی جماعت کو اپنے پروں کے نیچے دبائے ہوئے مرد میدان کی طرح سینہ سپر رہے۔ ہر خلیفہ کا زندہ خدا سے زندہ تعلق رہا اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کے ایسے اثمار ظاہر ہوئے جو ہر صاحب شعور انسان کے ایمان کی تقویت کا موجب بنتے ہیں۔ ”میں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے“ کا دلربا دعویٰ صرف اور صرف خلفائے احمدیت کا خاصہ ہے۔ اور جماعت احمدیہ کی تاریخ اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہے۔ ہر خلیفہ کے زمانے میں قبولیت دعا کے اعجاز ظاہر ہوئے۔ مختلف علماء، گروہوں اور تنظیموں کی طرف سے جاری مخالفت کا سلسلہ خلافت ثالثہ میں حکومتی اور بین الاقوامی سطح پر پہنچ گیا۔ حسد کی یہ آگ آج بھی سلگ رہی ہے، ذرائع ابلاغ کی جدت اور سوشل میڈیا کی آمد کے بعد ایک طوفان بدتمیزی ہے جو عاشق محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کی جماعت کے خلاف برپا ہے۔ مگر ناکامی گذشتہ کل بھی مخالفین کا مقدر تھی آج بھی ہے اور آنے والے کل بھی انہی کا نصیب بنے گی۔ جنہوں نے اپنے گھناؤنے چہروں کو علمیت دینی کے نقابوں سے ڈھانپ رکھا ہے اور اسلام خطرے میں ہے کا نعرہ لگا کر دن رات ہرزہ سرائیوں میں مصروف ہیں۔

خلیفۃ المسیح الاوّل حاجی الحرمین حضرت مولوی حکیم نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی دعا سے عبارت ہے۔ آپؓ ایک عظیم الشان عالم باعمل اور زندہ جاوید انسان تھے۔ امام وقت کے قدموں پر نثار ہونے سے پہلے ہی دعاؤں کی قبولیت کے خارق عادت معجزات آپ کی پاکیزہ زندگی کا حصہ تھے اور صدیق کے مقام پر فائز ہونے کے بعد آپ کی شخصیت نئی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی۔

اس گوہر آبدار کا دامن مسیح سے وابستہ ہونا خود اپنی ذات میں قبولیت دعا کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ حضرت مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب اطہر کے جذبات کا کیا عالم تھا، ملاحظہ فرمائیں: ”جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور میں چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب! میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو اس سے ایسی خوشی ہوئی گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت فاروقؓ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے۔ اور جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہوگیا کہ میری دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔“ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۱، ۵۸۲۔ ترجمہ از عربی، ایڈیشن ۲۰۲۱ء)

عصر حاضر میں ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ کی پیشگوئی اسی وجود باجود کے ذریعہ پوری ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد انکار خلافت کا فتنہ اٹھا مگر وہ دعا ہی تھی جس نے آپ کو ان فتنوں پر تسلط بخشا۔ آپؓ اپنی دعاؤں کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”دیکھو میری دعائیں عرش میں بھی سنی جاتی ہیں، میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔“ (اخبار بدر قادیان ۱۱؍جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴۔ جلد ۱۲ شمارہ ۲)

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ۱۹۵۳ء کا سال انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان میں ایک مذہبی ٹولے نے دین یُسر کے نام پر شہر شہر گلی گلی طوفان بدتمیزی برپا کیا اور معصوم احمدیوں کی جانوں اور مالوں سے کھیلا۔ اس نازک دور میں وہ اولوالعزم خلیفہ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا مرد میدان بن کر کھڑا ہوا، آپؓ نے ایک طرف روح پرور پیغامات سے افراد جماعت کی ڈھارس بندھائی دوسری طرف ارباب اختیار اور مخالفین کو للکارتے ہوئے مکروہ حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی۔ پھر پسر مسیح کی دعاؤں کا اعجاز ظاہر ہونا شروع ہوا اور طوفانوں کے مالک نے طوفانوں کا رخ پلٹ دیا اور فرعون صفت ارباب بست و کشاد کی صف لپیٹ دی گئی۔

جاں نثاران خلافت کے نام فتح و ظفر کے کلید بردار کا یہ پیغام ملاحظہ ہو: ”آپ بھی دعا کرتے رہیں میں بھی دعا کرتا ہوں انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لیے دوڑا آ رہا ہے وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کا کام خدا خود سنبھالے گا۔“ آگے فرماتے ہیں: ”میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے ردّ نہیں کرسکتی اور خدا کے حکم کو انسان بدل نہیں سکتا۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو۔“ (سوانح فضل عمر جلد چہارم صفحہ ۳۵۲، ۳۸۵، ایڈیشن ۲۰۰۶ء قادیان)

۱۹۵۳ء کے فسادات میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو قید کرلیا گیا۔ سخت گرمیوں کے دن تھے کسی نے کہا دونوں کا اس گرمی میں کیا حال ہوگا؟ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا: ''ان کا کوئی جرم نہیں۔ اس لیے مجھے اپنے خدا پر کامل یقین و ایمان ہے کہ وہ جلد ہی ان پر فضل کرے گا'' اس کے بعد آپؓ نے وہ رات گریہ وزاری میں گزاری۔ چنانچہ جب دن چڑھا اور ڈاک کا وقت ہوا تو پہلا تار جو ملا وہ یہ خوشخبری لیے ہوئے تھا کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور مرزا ناصر احمد صاحب رہا ہو چکے ہیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ سالانہ نمبر بعنوان ''دعا'' ۲۸؍دسمبر ۲۰۱۵ء صفحہ ۴۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۵۶ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آنے والے خلیفہ سے متعلق فرمایا تھا: ''میں ایسے شخص کو جسے خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاکر کھڑا ہوجائے گا تو اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں گی۔'' (خلافت حقہ اسلامیہ اور نظامِ آسمانی کی مخالفت، انوار العلوم جلد ۲۶ صفحہ ۳۱)

حسن و احسان میں اپنے عظیم باپ کے نظیر اس موعود خلیفہ کے منہ سے نکلی یہ بات خلافت ثالثہ کے دور میں پوری ہوئی جب ۱۹۷۴ء کا دور ابتلا شروع ہوا۔ پاکستان کے بیسیوں شہروں میں توحید کامل اور رسول کامل ﷺ پر ایمان رکھنے والے احمدیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور ملک کی تاریخ کا ایک سیاہ باب لکھا گیا۔ طاقت کے نشے میں چور حاکم وقت نے اپنے سیاسی مفاد کی خاطر ''قادیانیت کا ۹۰ سالہ مسئلہ'' حل کرنے کی ٹھانی اور ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ یہ لوگ اپنی ناپاک خواہشات کو عملی جامہ پہنا کر بغلیں بجا رہے تھے کہ جبّار و قہّار خدا نے ان کو پکڑ میں لیا۔ وہ جو عوام الناس کے درمیان کھڑا ہو کر یہ کہتا تھا کہ میں ان کے ہاتھ میں کشکول پکڑا دوں گا اس حال میں کاٹھ پر چڑھایا گیا کہ خود اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے تھے۔

دوسری طرف سالار کارواں کیا فرما رہا تھا: ''ہمارے دُکھ خواہ کسی رنگ میں ہوں، وہ ہماری مسکراہٹیں اور ہماری مسرتیں اور ہماری بشاشتیں ہم سے نہیں چھین سکتے۔ قضاء و قدر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آتی ہیں اور ابتلا آتے ہیں تو بسا اوقات سوکھی ٹہنیاں کاٹ دی جاتی ہیں مگر جن درختوں کی ٹہنیاں ہری ہوتی ہیں ان پر ایک نیا حُسن اور ایک نیا جوبن نظر آتا ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶؍جولائی ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۶۰۳۔ ایڈیشن ۲۰۰۷ء نظارت نشرو اشاعت قادیان)

اس پُرآشوب دور میں قبولیت دعا کے جو اعجاز ظاہر ہوئے ان کی جھلک درج ذیل ہے۔ مکرم میاں عبد الرحمٰن صاحب صابر قائد خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ ''مورخہ ۷؍مارچ بعد دوپہر میری بیوی اپنے ایک سالہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی اور میں دوسرے بچے کو سینے پر لٹا رہا تھا کہ بلوائیوں کا ایک ہجوم آیا جس نے آتے ہی ہمارے مکان کے دروازوں پر پتھر، ڈنڈے اور اینٹیں مارنی شروع کر دیں۔ ہمارے ایک ہمسایہ نے انہیں کہا کہ وہ تو یہاں ہیں نہیں۔ لیکن انہوں نے اس کی بات نہ مانی اور مانتے بھی کیسے جبکہ ہم اندر سے نظر آرہے تھے۔ ہمارا ایک دروازہ مضبوط تھا اور ایک کمزور لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مضبوط دروازہ ہی ٹوٹ گیا اور اس وقت ہم نے سمجھا کہ بس ہم گئے۔ لیکن عین اسی وقت گوجرانوالہ کے ایک معزز غیر احمدی دوست قاضی محمد شریف صاحب شوق اور ان کے بھائی آگئے اور انہوں نے ہجوم کو بڑی حکمت عملی سے قابو میں کرلیا جس کی وجہ سے ہجوم مکان کے اندر نہ آسکا۔ اس طرح محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جان و مال اور عزت و آبرو اور سب سے بڑھ کر قیمتی شے ہمارا ایمان بچا رہا۔ اس ہجوم کے روکے جانے کے بعد ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور بزعم خویش مجھے مسلمان ہونے کو کہا۔ میں نے کہا مولوی صاحب! مسلمان تو میں پہلے سے ہوں۔ اس وقت میری بیوی زینب دوسرے کمرہ میں تھی گو اس کی جسمانی ساخت اور صحت کمزور ہے اور بظاہر اس کی طرف سے کمزوری دکھانے کا اندیشہ ہوسکتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بھوکی شیرنی کی طرح صحن کی طرف جھپٹی اور نہایت بارعب الفاظ میں کہا ''خبر دار ڈولیو نہ۔ مرنا اکو واری اے'' [خبر دار! ڈگمگائیو مت۔ مرنا ایک ہی دفعہ ہے۔] اس کے ان الفاظ سے میرے جسم میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ بعد ازاں وہ مولوی صاحب اور ان کے ساتھی خاموشی سے چلے گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت بظاہر حالات ہماری حفاظت کے تمام ذرائع ختم ہو چکے تھے مثلاً میرا حقیقی بھائی اس حملہ سے چند منٹ پہلے ہی باہر چلا گیا تھا۔ اور اس تمام واقعہ کے بعد گھر آیا۔ ایسے موقعہ پر ہمسایوں سے جو توقع ہوسکتی تھی وہ بھی رائیگاں گئی۔ جس دروازے پر بوجہ مضبوطی اعتماد تھا وہ بھی ٹوٹ گیا اور بظاہر ہماری حالت یہی تھی ''حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے'' چنانچہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور ذرہ نوازی سے ہماری شب و روز کی التجاؤں کو سنا اور ہماری بے کسی کے پیش نظر غیب سے ہماری مدد کی۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۵ صفحہ ۶۱، ۶۲۔ ایڈیشن ۲۰۰۷ء۔ نظارت نشرو اشاعت قادیان)

چودھری عبد الرشید صاحب حلقہ واٹر ورکس سیالکوٹ کا بیان ہے کہ ''ایک دن شام کے وقت میرے مکان کو جبکہ میں گھر پر ہی تھا غنڈوں نے گھیر لیا۔ اور آگ لگانے کی کوشش کی۔ اس وقت میں اور میرے تایا چوہدری محمد علی صاحب موجود تھے، ہمیں بے حد فکر ہوئی۔ اس وقت سوائے خدا تعالیٰ کے ہمارا اور کوئی مددگار نہ تھا مگر ہم نے اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے مکان پر رہتے ہوئے ہی اپنی جان دینے کی ٹھان لی۔ مگر قربان جاؤں اس عالم الغیب پر کہ اچانک ایک جیپ کار اور ٹینک میں چند فوجی افسر اور مسلح گارڈ نے آکر ان تمام اشخاص کو گھیرے میں لے لیا۔ اس طرح ہماری جانیں اور مکان بخیر و خوبی بچ گئے۔ ہمارے محلہ کی ایک قصائی عورت نے (جو ان دنوں نوجوانوں اور لڑکوں کو اکٹھا کر کے ہمارے مکان پر پتھراؤ کروا رہی تھی) ایک دن شام کے وقت باہر کے دروازوں کو بہت زور سے کھٹکھٹایا۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھولنے کے لیے دروازہ کے کنڈے کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ اچانک میرے دل کو کسی غیبی طاقت نے روک دیا۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھولنے کی بجائے دروازہ کے اوپر جو گیلری ہے اس میں جاکر کھڑکی کھول کر جب دیکھا تو دو نوجوان لڑکے چاقو کھولے اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ میں جونہی دروازہ کھولوں وہ مجھ پر بے دریغ وار کر دیں۔ مگر الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس موقع پر بھی بچا لیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۵ صفحہ ۶۳۔ ایڈیشن ۲۰۰۷ء۔ نظارت نشرو اشاعت قادیان)

نافلہ موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: ''جس دن قومی اسمبلی کے سارے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی بنی اُس دن جب اعلان ہوا کہ اس کمیٹی کا اجلاس Incamera (یعنی خفیہ) ہوگا۔ اس بات نے کہ اجلاس خفیہ ہوگا مجھے پریشان کیا اور اس اطلاع کے ملنے کے بعد سے لے کر اگلے دن صبح چار بجے تک مَیں بہت پریشان رہا اور مَیں نے بڑی دُعائیں کیں۔ یہ بھی دُعا کی کہ اے خُدا خفیہ اجلاس ہے پتہ نہیں ہمارے خلاف کیا تدبیر کی جائے۔ تیرا حکم ہے کہ مَیں مقابلہ میں تدبیر کروں تیرا حکم ہے مَیں کیسے مانوں۔ مجھے پتہ ہی نہیں اُن کی تدبیر کیا ہے تو ان حالات میں مَیں تیرا حکم نہیں مان سکتا۔ بتائیں کیا کروں۔ سورۂ فاتحہ بہت پڑھی، اِھدِنَاالصِّراطَ المستقیم بہت پڑھا۔ ان الفاظ میں دُعا ہے کی اور صبح اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے مجھے یہ کہا وَسِّعْ مَکَانَکَ۔ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ۔ کہ ہمارے مہمانوں کا تم خیال کرو اور اپنے مکانوں میں مہمانوں کی خاطر وسعت پیدا کرو اور جو یہ منصوبے جماعت کے خلاف ہیں ان منصوبوں کے دفاع کے لیے تیرے لیے ہم کافی ہیں تو تسلی ہوئی۔ وَسِّعْ مَکَانَکَ جو خاص طور پر کہا گیا اس لیے میرا فرض تھا کہ جماعت کو کہوں کہ وسعتیں پیدا کرو جو اپنے مکانوں میں کمرے بڑھانا چاہتے تھے وہ بنائیں اور ہر پلاٹ میں جلسہ کے مہمانوں کو ایک کمرہ بنادو۔ رہائش کے لیے عارضی طور پر انہیں تحفہ دو اور عارضی تحفہ کے نتیجہ میں اپنے لیے ابدی ثواب کے حصول کے سامان پیدا کرو اللہ تعالیٰ سب کو نیکیوں کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)'' (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم نومبر ۱۹۷۴ء خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۷۱۰۔ ایڈیشن ۲۰۰۷ء نظارت نشرو اشاعت قادیان)

وہ سارباں جس کے ہاتھ میں جگ کی مہار ہے اس نے برسوں پہلے اپنے مامور کو آئندہ ہونے والے اس عظیم الشان واقعہ کی خبر دی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی ان الفاظ میں شائع فرمائی: ''ایک شخص کی موت کی نسبت خدائے تعالیٰ نے اعداد تہجی میں مجھے خبر دی جس کا ماحصل یہ ہے کہ کَلْبٌ یَمُوْتُ عَلٰی کَلْبٍ یعنی وہ کتّا ہے اور کتّے کے عدد پر مرے گا جو ۵۲ سال پر دلالت کر رہے ہیں۔ یعنی اس کی عمر ۵۲ سال سے تجاوز نہیں کرے گی۔ جب ۵۲ سال کے اندر قدم دھرے گا تب اسی سال کے اندر اندر راہی ملک بقا ہوگا۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۰)

رب العرش کی طرف سے ۱۸۹۱ء میں دی گئی یہ خبر ۱۹۷۹ء میں پوری ہوئی جب چشم فلک نے خدائی جماعت سے ٹکرانے والے معاند کو انتہائی بد انجام کو پہنچتے دیکھا۔

خلافت رابعہ کے پُرشوکت دور میں قبولیت دعا کے ایسے اعجاز ظاہر ہوئے جو ہمیشہ آب زر سے لکھے جائیں گے۔ ان میں ایک زریں باب طاقت کے نشے میں چور فرعون وقت کی ہلاکت کا اور دوسرا اسیران راہ مولا کی رہائی کا واقعہ ہے جب دنیاوی حاکموں نے ان اسیران کو پھانسی کی سزا سنا کر قلم توڑ دیے اور انہیں کال کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا مگر خلیفہ وقت کی نیم شبی دعاؤں کے طفیل احکم الحاکمین کا قلم چلا اور یہ اسیران کھلی فضاؤں میں آگئے۔

۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو مطلق العنان آمر ضیاء الحق کے آرڈیننس کے نفاذ کے ساتھ ہی پاکستان کے احمدیوں پر مصائب کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہوگیا۔ اس ظالمانہ قانون کے نتیجہ میں بے شمار احمدیوں نے جان و مال کی قربانیاں انتہائی بشاشت کے ساتھ پیش کیں۔ بہت سے بے گناہ احباب کو مختلف مقدمات میں ماخوذ کرکے کئی کئی سال پس دیوارِ زنداں رکھا گیا۔ رحمۃ للعالمین کے لائے ہوئے مقدس دین اسلام کو اپنے ذاتی اور سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہوئے قرآن و سنت کے منافی قانون بناکر مظلوم و بے کس احمدیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔

مگر خدائے واحد و یگانہ پر کامل ایمان رکھنے والے خلیفہ وقت نے ایسے پُرشوکت الفاظ کے ساتھ وقت کے آمر کو للکارا جو تاابد ہر ذی شعور کے ایمان میں حرارت پیدا کرتے رہیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وقت کے امام کے متعلق جس کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا ہے اس کے متعلق زبانیں کھلتی چلی جا رہی ہیں اور کوئی کنارہ نہیں ہے ان کی بے حیائی کا۔ جماعت احمدیہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک والی رکھتی ہے ایک ولی رکھتی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ایک مولا ہے اور زمین و آسمان کا خدا ہمارا مولا ہے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولا نہیں۔ خدا کی قسم جب ہمارا مولا ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام و نشان مٹا دیئے جائیں گے۔ اور ہمیشہ دنیا تمہیں ذلت اور رسوائی کے ساتھ یاد کرے گی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عاشق محمد ﷺ کا نام ہمیشہ روز بروز زیادہ سے زیادہ عزت اور محبت اور عشق کے ساتھ یاد کیا جایا کرے گا۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍دسمبر ۱۹۸۴ء۔ خطبات طاہر جلد ۳، صفحہ ۷۳۳)

سکھر اور ساہیوال کے اسیران کی رہائی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اضطراری حالت میں کی جانے والی دردناک دعاؤں کے نتیجہ میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس منظوم کلام پر غور کریں، کیا انداز ہے التجا کا، کیا انداز ہے رحمت الٰہی کو جوش دلانے کا۔

یا ربّ! یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے
گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے
جس رہ میں وہ کھوئے گئے اُس رہ پہ گدا ایک
کشکول لیے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے
خیرات کر اَب اِن کی رہائی مرے آقا!
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے
میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں، تو میرا خدا، میرا خدا ہے

ایک طرف آپ اپنے آسمانی آقا کے حضور سربسجود اس کی رحمت کے طالب تھے دوسری طرف ایک شفیق و مہربان باپ کی طرح اسیران کی دلداری میں مصروف تھے۔

مکرم محمد الیاس منیر صاحب کو ایک خط میں تحریر فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ شہادت اور پھر ایسی عظیم شہادت ایک قابل صد رشک سعادت ہے۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ظاہری جان لیے بغیر بھی لازوال زندگی عطا کر سکتا ہے۔ وہ مالک اور قادر اور قدیر اور مقتدر ہے۔ اسماعیلی قربانی اپنی آن بان اور شان میں اس بناء پر کم تو نہیں ہوگی کہ ''قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا'' کی پُرشوکت آواز نے اسماعیل کی گردن پر چلنے والی

چھری کی حرکت سلب کر لی۔ پس میرا بھکاری دل اگر مالک کون و مکان سے اپنے پیارے الیاس اور نعیم اور ناصر اور رفیع کے لیے اس دُنیا کی بھیک بھی مانگتا ہے اور آخرت کی بھی تو تعلیمِ قرآن کے منافی تو نہیں۔ ہم تو گداگر ہیں۔ راہ مولا کے گداگر جب تک ہمارا آقا آخری تقدیر ظاہر نہیں فرماتا ہم ''رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ'' کی صدا بلند کرتے رہیں گے۔ اور جب وہ تقدیر خیر کو ظاہر فرما دے گا تو وہ جس بھیس میں بھی آئے ہم حمد و شکر کے ترانے گاتے ہوئے اس کا خیر مقدم کریں گے۔ مومن کا تو کوئی سودا بھی نقصان اور خوف اور حزن کا سودا نہیں۔ ہمیں ''لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ'' کی معرفت کا جام لبا لب پلایا گیا ہے۔'' (خط محررہ ۳۱؍مارچ ۱۹۸۶ء (حکایات دار و رسن از محترم محمد الیاس منیر صاحب صفحہ ۴۸۰، ۴۸۱۔ سنہ اشاعت جون ۲۰۱۴ء۔ ناشر فضل تعلیمی ٹرسٹ جرمنی)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۹۱ء کے جلسہ سالانہ قادیان پر تشریف لے گئے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا دورہ مکمل کر کے قادیان سے دہلی آ چکے تھے اور ۱۰؍جنوری ۱۹۹۲ء کا جمعہ دہلی میں پڑھانا تھا۔ لیکن اللہ نے دل میں ڈالا کہ یہ Friday the10th کا جمعہ ہے۔ قادیان واپس جا کر یہ جمعہ وہاں پڑھانا چاہیے اور اس میں اسیران کی رہائی کے لیے خصوصی دعا کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان واپس گئے اور جمعہ وہاں پڑھایا اور اسیران کی رہائی کے لیے بہت دعا کی۔ اگلے روز ہفتہ کے دن ابھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ امرتسر سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ خبر مل گئی کہ سکھر کے اسیران رہا ہو گئے ہیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ سالانہ نمبر بعنوان ''دعا'' ۲۸؍دسمبر ۲۰۱۵ء صفحہ ۴۳)

قبولیت دعا کا دوسرا اِعجاز مارچ ۱۹۹۴ء میں ظاہر ہوا، اور ساہیوال کے اسیران بھی زنداں سے آزاد ہو گئے۔ محترم عبد الماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر بیان کرتے ہیں: ''جب ساہیوال کے اسیران ۱۹۹۴ء میں رہا ہوئے تو یہ خبر لندن میں نماز ظہر سے قبل حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچی حضور نماز ظہر پڑھانے کے لیے تشریف لائے اور نماز کے بعد کھڑے ہو کر احباب سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''آج ساہیوال کے اسیران دس سال کے بعد رہا ہو گئے ہیں۔ میں نے اس رمضان میں ان اسیران کے لیے خاص دعا کی تھی کہ اے میرے اللہ! اگلا رمضان ان اسیران کو جیل میں نہ آئے۔ چنانچہ یہ دعا اتنی جلدی اور اس شان کے ساتھ قبول ہوئی کہ اس دعا کے چند دن بعد ہی یہ اسیران رہا ہو گئے۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ سالانہ نمبر بعنوان ''دعا'' ۲۸؍دسمبر ۲۰۱۵ء صفحہ ۴۳)

اُسی سال یہ اسیران ہوا کے دوش پر لندن پہنچے اور ۲۷؍جولائی ۱۹۹۴ء کو امام ہمام کے سینے سے لگ کر حرف بحرف اس کی دعاؤں کی قبولیت کا اعجاز ظاہر کیا۔ اس پرمسرت موقعہ پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''گزشتہ دس سال کے دور میں جو نشان دیکھے ہیں وہ بھی بہت نمایاں اور غیر معمولی شان کے نشان ہیں جن کے متعلق دشمن جو چاہے کہے وہ ان نشانات کے نور کو مٹا نہیں سکتا اور ان کی پھونکوں سے یہ چراغ بجھ نہیں سکتے۔ ان میں اوّل نشان ایک ہیبت ناک جلالی نشان تھا جو ضیاء کی ہلاکت کی صورت میں پورا ہوا۔ جس کے متعلق اس نشان کے ظہور سے چند دن پہلے خطبہ جمعہ میں مَیں نے اعلان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اب ضیاء کو خدا کی وعید سے کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ وہ ضیاء جس نے چند معصوم احمدیوں کی جان لینے کی قسم کھا رکھی تھی، جس کا یہ خیال تھا کہ میرے قلم کا لکھا مٹایا نہیں جا سکتا اور اپنی طرف سے ان معصوم اسیران راہ مولا کی گردنیں پھانسی کے پھندے میں پھنسا بیٹھا تھا خود اس کی جان خدا کی تقدیر کے چنگل میں آ کر اس طرح ہلاک ہوئی کہ اس کے جسم کا ذرہ ذرہ بکھر گیا اور اس کی خاک اڑ گئی۔ یہاں تک کہ اس کے وجود کی پہچان سوائے اس بتیسی کے اور کچھ نہ رہی جو مصنوعی طور پر دندان سازوں نے بنا رکھی تھی۔ اور اس کے بعد پھر دوسرا نشان ہمارے ان اسیران راہ مولا کا موت کے چنگل سے نکل آنا ہے جس پر ضیاء کے قلم کی سیاہی گواہ تھی کہ ضرور یہ موت کے چنگل میں ڈالے جائیں گے۔ لیکن خدا کی روشنائی نے کچھ اور آسمان پر لکھ رکھا تھا اور یہ گواہی بھی خدا کے فضل سے بڑی شان کے ساتھ حیرت انگیز طور پر پوری ہوئی۔ اور آج ہمارے سامنے یہ زندہ سلامت موجود ہیں۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ ضیاء الحق نے موت کی سزا صرف ایک شخص کے لیے نہیں رہنے دی بلکہ زیادہ معصوموں پر اس سزا کو پھیلا دیا ہے تو انہی دنوں میں بہت بے قراری سے دعاؤں کا موقعہ ملا اور میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ الیاس منیر کھلی فضا میں ایک چارپائی پر میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اسی وقت میں نے سب کو بتا دیا اور بارہا خطوں کے ذریعہ بھی تسلی دی کہ دنیا ادھر سے اُدھر ہو سکتی ہے مگر الیاس منیر کی گردن میں پھانسی کا پھندا نہیں پڑے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک کے سایہ میں یہ سارے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل تھے۔ وہ ان کا سردار تھا وہ جماعت کا نمائندہ تھا اور خدا کے نزدیک اس کے وقف کی وجہ سے اس کا ایک مرتبہ تھا اور رہے۔ پس جو بات میں اس وقت نہیں سمجھ سکا تھا وہ بعد میں حالات نے روشن کی، وہ یہ تھی کہ محض ایک الیاس کی خوشخبری نہیں تھی بلکہ ان سب معصوموں کی رہائی کی خوشخبری اس ایک خوش خبری میں شامل تھی۔ پھر حالات بدلنے شروع ہوئے اور پھانسی کا وقت قریب تر آنا شروع ہوا۔ بہت سے لوگ مجھے گھبرا گھبرا کر لکھتے رہے مگر ایک لمحہ کے لیے بھی ایک ذرہ بھی مجھے خوف نہیں ہوا۔ میں سب کو کہتا رہا کہ یہ ناممکن ہے۔ خدا کی بات جیسے ضیاء کی موت کی صورت میں پوری ہوئی تھی اسی طرح ان زندگیوں کی صورت میں پوری ہو گی۔ اور دنیا کی کوئی تقدیر اسے مٹا نہیں سکتی، بدل نہیں سکتی اور پھر اس طرح اعجازی رنگ میں یہ واقعات رونما ہوئے ہیں کہ انسان کی عقل ورطہ حیرت میں پڑ جاتی ہے۔...یہ واقعات زندہ خدا کی صداقت کے وجود کے ثبوت ہیں اور عقل ان کی کوئی اور توجیہہ پیش نہیں کرسکتی سوائے اس کے کہ قادر مطلق کی تقدیر کا دخل تھا جو غالب تقدیر ہے۔ پس الحمد للہ خدا نے ہمیں وہ خوشیوں کا دن دکھایا۔ اپنے پیارے اسیروں کو ہم نے چھاتی سے لگایا، اپنے پہلو میں بٹھایا۔ وہ ساری آرزوئیں خدا نے پوری کیں جن کے لیے دل ترسا کرتا تھا کوئی امید کی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایک یقین تھا جو متزلزل نہیں ہوا، ساری دنیا ڈولتی دکھائی دیتی تھی مگر خدا کے وعدوں پر کامل یقین تھا جو ثابت قدم رہا۔ آج وہ یقین جیتا ہے۔ پس اللہ کے شکر کے ترانے گانے کے دن آ گئے۔ الحمد للہ ربّ العالمین، الحمد للہ ربّ العالمین، الحمد للہ ربّ العالمین۔'' (ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن، جمعہ ۱۲ اگست ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۔ جلد ۱ شمارہ ۳۲)

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ''اس زمانہ میں اگر فتح ملنی ہے، اسلام کا غلبہ ہونا ہے تو دلائل کے ساتھ ساتھ صرف دعا سے ہی یہ سب کچھ ملنا ہے۔ اور یہ وہ ہتھیار ہے جو اس زمانہ میں سوائے جماعت احمدیہ کے نہ کسی مذہب کے پاس ہے، نہ کسی فرقے کے پاس ہے۔ پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے وہ ہتھیار دے دیا ہے جو کسی اور کے پاس اس وقت نہیں۔ پس جب یہ ایک ہتھیار ہے اور واحد ہتھیار ہے جو کسی اور کے پاس ہے ہی نہیں تو پھر ہم اپنے غلبہ کے دن دیکھنے کے لیے کس طرح اس کو کم اہمیت دے سکتے ہیں، کس طرح دعاؤں کی طرف کم توجہ دی جا سکتی ہے۔...جماعت احمدیہ کو تو جماعتی اور دنیا کے حالات کو دیکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔...تو جیسا کہ مَیں نے شروع میں دعا کے بارے میں کہا تھا، دعا ہی ہے جو ہمارا اوڑھنا ہو، ہمارا بچھونا ہو۔ دعا ہی ہے جس پر ہمیں مکمل طور پر یقین ہونا چاہئے، اس کے بغیر ہماری زندگی کچھ نہیں۔... گزشتہ سو سال سے زائد عرصہ سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں سنبھالتا رہا ہے، ہماری مشکلیں آسان کرتا رہا ہے، آج بھی وہی خدا ہے جو ان دکھوں کو دور کرے گا ان شاء اللہ۔ بظاہر ناممکن نظر آنے والی چیز، ناممکن نظر آنے والی بات محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممکن بن جایا کرتی ہے اور ان شاء اللہ بن جائے گی۔ بڑے بڑے فرعون آئے اور گزر گئے لیکن الٰہی جماعتیں ترقی کرتی ہی چلی گئیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مضطر بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکیں۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍نومبر ۲۰۰۳ء خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ ۴۹۷تا۵۱۱)

پس یہ وہ خدائی جماعت ہے جو ہر دم اِک بلندی کی طرف چڑھ رہی ہے۔ خدا ترقی کی نئی اور بلند منازل ہمارے سامنے کھولتا چلا جا رہا ہے۔ یہ جماعت غالب آنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ کوئی ابتلا کوئی آزمائش ہمارے پائے ثبات میں لغزش کا باعث نہیں بنے گی اور وہ دن ضرور آئے گا کہ ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں: ''یاد رکھیں کہ یہ گالیاں جو اُن کے مُنہ سے نکلتی ہیں اور یہ تحقیر اور یہ توہین کی باتیں جو اُن کے ہونٹوں پر چڑھ رہی ہیں اور یہ گندے کاغذ جو حق کے مقابل پر وہ شائع کر رہے ہیں یہ اُن کے لیے ایک رُوحانی عذاب کا سامان ہے جس کو اُنہوں نے اپنے ہاتھوں سے طیار کیا ہے۔ دروغگوئی کی زندگی جیسی کوئی زندگی نہیں۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے منصوبوں سے اور اپنے بے بنیاد جھوٹوں سے اور اپنے افتراؤں سے اور اپنی ہنسی ٹھٹھے سے خدا کے ارادے کو روک دیں گے یا دنیا کو دھوکہ دے کر اس کام کو معرض التوا میں ڈال دیں گے جس کا خدا نے آسمان پر ارادہ کیا ہے۔ اگر کبھی پہلے بھی حق کے مخالفوں کو اِن طریقوں سے کامیابی ہوئی ہے تو وہ بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خدا کے مخالف اور اُس کے ارادہ کے مخالف جو آسمان پر کیا گیا ہو ہمیشہ ذلّت اور شکست اُٹھاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے لیے بھی ایک دن ناکامی اور نامرادی اور رُسوائی درپیش ہے خدا کا فرمودہ کبھی خطا نہیں گیا اور نہ جائے گا۔ وہ فرماتا ہے: کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ (المجادلة:۲۲) یعنی خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنّت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پس چونکہ مَیں اُس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اُسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پا کر اور اُسی میں ہو کر اور اُسی کا مظہر بن کر آیا ہوں۔ اِس لیے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔'' (نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۸۰، ۳۸۱)

برگزیدہ لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں: ''خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ ہر یک جوہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اوّل صدمات کا تختۂ مشق ہوتا ہے۔ مثلاً اس زمین کو دیکھو جب کسان کئی مہینہ تک اپنی قلبہ رانی کا تختۂ مشق رکھتا ہے اور ہل چلانے سے اس کا جگر پھاڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین جو پتھر کی طرح سخت اور درشت معلوم ہوتی تھی سرمہ کی طرح پس جاتی ہے اور ہوا اس کو ادھر ادھر اڑاتی ہے اور پریشان کرتی رہتی ہے اور وہ بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے اور ایک انجان سمجھتا ہے کہ کسان نے چنگی بھلی زمین کو خراب کر دیا اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لائق نہ رہی لیکن اس دانا کسان کا فعل عبث نہیں ہوتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اس زمین کا اعلیٰ جوہر بجز اس درجہ کی کوفت کے نمودار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کسان اس زمین میں بہت عمدہ قسم کے دانے تخم ریزی کے وقت بکھیر دیتا ہے اور وہ دانے خاک میں مل کر اپنی شکل اور حالت میں قریب قریب مٹی کے ہو جاتے ہیں اور ان کا وہ رنگ و روپ سب جاتا رہتا ہے لیکن وہ دانا کسان اس لئے ان کو مٹی میں نہیں پھینکتا کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل ہیں۔ نہیں بلکہ دانے اس کی نظر میں نہایت ہی بیش قیمت ہیں بلکہ وہ اس لئے ان کو مٹی میں پھینکتا ہے کہ تا ایک ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہو کر نکلے اور وہ بڑھیں اور پھولیں اور ان میں برکت پیدا ہو اور خدا کے بندوں کو نفع پہنچے۔ پس اسی طرح وہ حقیقی کسان کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر یک طرح سے ان کی ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے۔'' (انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۵۲ تا ۵۳)

شہدائے احمدیت کی قربانیوں کے تناظر میں افرادِ جماعت کا غیر معمولی صبر و استقامت

(حنیف احمد محمود۔ نائب مدیر الفضل انٹرنیشنل)

یہ لوگ تھے جنہوں نے عبادات اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے نظامِ خلافت کو دائمی رکھنے کے لئے آخر دم تک کوشش کی اور اس میں نہ صرف سرخرو ہوئے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین معیار بھی قائم کئے۔ یہ لوگ اپنے اپنے دائرے میں خلافت کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ یہ سلطانِ نصیر تھے خلافت کے لئے جن کے لئے خلیفہ وقت دعا کرتا رہتا ہے کہ مجھے عطا ہوں۔
(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

جماعت احمدیہ کی تاریخ، اسلام احمدیت کی سر بلندی کے لیے انسانی شہادتوں کی ایمان افروز داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ اِن شہادتوں کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں حضرت سید الشہداء مولوی شہزادہ عبداللطیف صاحبؓ سے شروع ہوکر آج خلافت خامسہ کے بابرکت دَور میں بھی جاری ہے۔ اس دورانیہ کی سینکڑوں شہادتوں نے جماعتی سطح پر من حیث الجماعت اور انفرادی و خاندانی سطح پر سینکڑوں ایسے ایمان افروز واقعات رقم کیے ہیں جو رہتی دنیا تک جماعت احمدیہ کے ماتھے کا جھومر بنے رہیں گے۔ جماعتِ احمدیہ تو ان واقعات پر ہمیشہ فخر کرے گی۔ اِن خاندانوں میں آنے والی نسلیں بھی اپنے سر فخر سے بلند رکھتی چلی جائیں گی۔

انفرادی اور اِکّادُکّا شہادتوں کا سلسلہ تو تاریخِ احمدیت میں جاری رہا لیکن کچھ عرصہ سے اجتماعی شہادتیں تو احبابِ جماعت کے حوصلے اور عزم کو مزید بلند کرنے کا موجب ہو رہی ہیں۔ اِن اجتماعی شہادتوں پر صفحات کے صفحات قلمبند کیے جاسکتے ہیں اور جماعتی اخبارات و رسائل میں شائع ہو کر تاریخ احمدیت کا سنہری و روشن باب بنتے بھی رہے ہیں۔ آج الفضل انٹرنیشنل کے سالانہ نمبر ۲۰۲۵ء کے لیے مجھے دیے گئے موضوع پر اگر ہر سانحہ سے دو دو تین تین واقعات کو بھی اپنے مضمون کا حصہ بناؤں تو مَیں اپنے مضمون کو ۴۰۰۰ کے الفاظ تک محدود نہیں کر پاؤں گا۔ اِس لیے مَیں اپنے اِس مضمون کو ۲۸؍ مئی ۲۰۱۰ء میں لاہور کی دو مساجد میں ۸۶؍ شہداء کی قربانیوں اور اُن کے عزیز و اقارب کے صبر و تحمّل اور برداشت تک محدود رکھوں گا۔ جہاں شہادت کی خواہش رکھنے اور صحابۂ رسولؐ کی اقتدا میں اپنے ساتھی شہداء کو پہلے پانی پلانے، اِن کے بہتے خون کو اپنے کپڑے پھاڑ کر روکنے اور اُن کی جانوں کو بچانے میں اپنی جانیں جانِ آفرین کے سپرد کرنے کے ایمان افروز واقعات شامل ہیں۔ وہاں اُن کے عزیز و اقارب، اُن کے اہل و عیال کے صبر و ثبات اور برداشت و تحمّل دکھلانے کے واقعات سے مَیں اپنے مضمون کو مزیّن کرنے جارہا ہوں اور مَیں حتمی اور یقینی طور پر یہ کہنے میں برحق ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا سچ فرمایا ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

نجی و انفرادی واقعات سے محظوظ ہونے اور اپنے ایمان کو جلا بخشنے سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ان شہداء کی قربانی کی انمول داستانوں اور اِن کے عزیز و اقارب کی صبر و استقامت کے لازوال واقعات پر مجموعی طور پر ایک تبصرہ درج کرتے ہیں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِن شہیدوں اور زخمیوں کی جرأت و بہادری، عزم و ہمت اور اُن کے پسماندگان کے صبر و استقامت کے عظیم نمونوں کا قابل رشک اور دلگداز انداز میں تذکرہ یوں فرمایا: ”گزشتہ ہفتے میں ہزاروں خطوط معمول کے ہزاروں خطوط سے بڑھ کر مجھے ملے اور تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا، جس میں لاہور کے شہداء کی عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا گیا تھا، اپنے احساسات کا اظہار لوگوں نے کیا تھا۔ غم تھا، دکھ تھا، غصہ تھا، لیکن فوراً ہی اگلے فقرہ میں وہ غصہ، صبر اور دعا میں ڈھل جاتا تھا۔ سب لوگ جو تھے وہ اپنے مسائل بھول گئے۔ یہ خطوط پاکستان سے بھی آرہے ہیں، عرب ممالک سے بھی آرہے ہیں، ہندوستان سے بھی آرہے ہیں، آسٹریلیا اور جزائر سے بھی آرہے ہیں۔ یورپ سے بھی آرہے ہیں، امریکہ سے بھی آرہے ہیں، افریقہ سے بھی آرہے ہیں، جن میں پاکستانی نژاد احمدیوں کے جذبات ہی نہیں چھلک رہے کہ ان کے ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ باہر جو پاکستانی احمدی ہیں، اُن کے وہاں عزیزوں یا ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ بلکہ ہر ملک کا باشندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کی بیعت میں آنے کی توفیق دی، یوں تڑپ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا یا کر رہا ہے جس طرح اس کا کوئی انتہائی قریبی خونی رشتہ میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ بنا ہے اور پھر جن کے قریبی عزیز اس مقام کو پاگئے، اس شہادت کو پاگئے، اُن کے خطوط تھے جو مجھے تسلیاں دے رہے تھے اور اپنے اس عزیز، اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے رب کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستان رقم کر رہے تھے۔

پھر جب مَیں نے تقریباً ہر گھر میں کیونکہ مَیں نے تو جہاں تک یہاں ہمیں معلومات دی گئی تھیں، اس کے مطابق ہر گھر میں فون کر کے تعزیت کرنے کی کوشش کی۔ اگر کوئی رہ گیا ہو تو مجھے بتادے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا مَیں نے ہر گھر میں فون کیا تو بچوں، بیویوں، بھائیوں، ماؤں اور باپوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔ خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں، لیکن فون پر ان کی پُرعزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے مومنین کے اس ردّعمل کا اظہار بغیر کسی تکلّف کے کر رہے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ہم پورے ہوش و حواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔ یہ ایک ایک دو دو قربانیاں کیا چیز ہیں۔ ہم تو اپنا سب کچھ اور اپنے خون کا ہر قطرہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے تیار ہیں کہ آج ہمارے لہو، آج ہماری قربانیاں ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار اور اعلان دنیا پر کریں گی۔ ہم وہ لوگ ہیں جو قرونِ اولیٰ کی مثالیں قائم کریں گے۔ ہم ہیں جن کے سامنے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم نمونہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ سب خطوط، یہ سب جذبات پڑھ اور سن کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا تو میرے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس یقین پر قائم کر دیا، مزید اس میں مضبوطی پیدا کر دی کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے یقیناً ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔ یہ صبر و استقامت کے وہ عظیم لوگ ہیں، جن کے جانے والے بھی ثباتِ قدم کے عظیم نمونے دکھاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ (البقرۃ: ۱۵۵) کے مصداق بن گئے اور دنیا کو بھی بتا گئے کہ ہمیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ ہم زندہ ہیں۔ ہم نے جہاں اپنی دائمی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پالیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کے دین کی آبیاری کا باعث بھی بن گئے ہیں۔ ہمارے خون کے ایک ایک قطرے سے ہزاروں ثمر آور درخت نشوونما پانے والے ہیں۔ ہمیں فرشتوں نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ ہمیں تو اپنی جان دیتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگا کہ ہمیں کہاں کہاں اور کتنی گولیاں لگی ہیں؟ ہمیں گرینیڈ سے دیئے گئے زخموں کا بھی پتہ نہیں لگا۔ یہ صبر و رضا کے پیکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بے چین، دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے، گھنٹوں اپنے زخموں اور ان میں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرفِ شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔ اگر کسی نے ہائے یا اُف کا کلمہ منہ سے نکالا تو سامنے والے زخمی نے کہا ہمت اور حوصلہ کرو، لوگ تو بغیر کسی عظیم مقصد کے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں تم تو اپنے ایک عظیم مقصد کے لئے قربان ہونے جارہے ہو اور پھر وہ اُف کہنے والا آخر دم تک صرف درود شریف پڑھتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین کرواتا رہا کہ ہم نے جو مسیح محمدی سے عہد کیا تھا اسے پورا کر رہے ہیں۔ مَیں نے ایک ایسی دردناک ویڈیو دیکھی، جو زخمیوں نے ہی اپنے موبائل فون پر ریکارڈ کی تھی۔ اس کو دیکھ کر دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن سے بیشک قربانیاں تو خدا تعالیٰ نے لی ہیں لیکن اس کے فرشتوں نے ان پر سکینت نازل کی ہے اور یہ لوگ گھنٹوں بغیر کراہے صبر و رضا کی تصویر بنے رہے۔

فون پر لاہور کے ایک لڑکے نے مجھے بتایا کہ میرے ۱۹سالہ بھائی کو چار پانچ گولیاں لگیں، لیکن زخمی حالت میں گھنٹوں پڑا رہا ہے، اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور دعائیں کرتا رہا۔ اگر پولیس بروقت آجاتی تو بہت سی قیمتی جانیں بچ سکتی تھیں۔ لیکن جب پورا نظام ہی فساد میں مبتلا ہو تو ان لوگوں سے کیا توقعات کی جاسکتی ہیں؟ ایک نوجوان نے دشمن کے ہینڈ گرینیڈ کو اپنے ہاتھ پر روک لیا اس لئے کہ واپس اس طرف لوٹا دوں لیکن اتنی دیر میں وہ گرینیڈ پھٹ گیا اور اپنی جان دے کر دوسروں کی جان بچالی۔ ایک بزرگ نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر نوجوانوں اور بچوں کو بچالیا۔ حملہ آور کی طرف ایک دم دوڑے اور ساری گولیاں اپنے سینے پر لے لیں۔“ (خطبہ جمعہ ۴؍جون ۲۰۱۰ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”یہ فرشتوں کا اُترنا اور تسکین دینا جہاں ان زخمیوں پر ہمیں نظر آتا ہے وہاں پیچھے رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے اس خاص فضل کی وجہ سے تسکین پا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر رکھا ہوا ہے۔ اس ایمان کی وجہ سے جو زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہم میں پیدا ہوا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ جاؤ اور میرے بندوں کے دلوں کی تسکین کا باعث بنو۔ ان دعائیں کرنے والوں کے لئے تسلّی اور صبر کے سامان کرو اور جیسا کہ مَیں نے کہا، ہر گھر میں مجھے یہی نظارے نظر آئے ہیں۔ ایسے ایسے عجیب نظارے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَحُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (یوسف: ۸۷) کہ مَیں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ کے حضور کرتا ہوں کی تصویر نظر آتا ہے اور یہی ایک مومن کا طرہ امتیاز ہے۔ مومنوں کو غم کی حالت میں صبر کی یہ تلقین خدا تعالیٰ نے کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرۃ: ۱۵۴) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ سے مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (خطبہ جمعہ ۴؍جون ۲۰۱۰ء)

قارئین! پسماندگان کا حوصلہ دیکھیں کہ اگلے جمعہ ماؤں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر صاف ستھرے اور اُجلے کپڑے پہنا کر اِن مساجد میں بھیجا کہ جاؤ بچو! اُسی جگہ نماز جمعہ ادا کرنی ہے جہاں تمہارے ابا یا بھائی شہید ہوئے تھے۔بعض ماؤں نے کہا کہ مجھے فخر ہے کہ مَیں اپنے آپ کو شہید کی ماں کہہ سکوں گی۔ بعضوں نے دینی جذبے کے تحت اپنا تعارف شہید بیٹے، شہید خاوند، شہید بھائی کے ناطے سے کروانا شروع کر دیا۔

ان شہداء میں سے ایک مکرم جسٹس (ر) منیر احمد شیخ صاحب امیر ضلع لاہور تھے۔شہادت سے ایک روز قبل آپ کی بہن نے آپ سے کہا کہ مَیں لجنہ کے ایک اجلاس میں وصیت کی ترغیب دلاتے ہوئے کہہ آئی ہوں کہ ”وصیت بھی جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ بھائی! کیا مَیں نے ٹھیک کہا ہے تو آپ نے کہا۔ بہن! ٹھیک ہے لیکن اصل جنت کی ضمانت تو شہادت سے ملتی ہے۔“ (شہدائے لاہور صفحہ ۳۹-۴۰)

یہ بات تو تمام شہداء اور اُن کے پسماندگان میں مشترکہ دیکھنے کو ملی کہ تمام شہداء اپنی جان اللہ کے حضور پیش کرتے وقت تسبیح و تحمید اور تذکیر الٰہی میں مصروف رہے۔ درود شریف پڑھتے رہے بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی ان الفاظ میں تلقین کرتے رہے کہ یہ وقت تسبیح وتحمید کرنے اور درود شریف پڑھنے کا ہے اور جب ورثاء اپنے اپنے عزیزوں کو شناخت کرنے دارالذکر گڑھی شاہو یا مسجد نور ماڈل ٹاؤن اور بعد میں ہسپتالوں میں پہنچنا شروع ہوئے تو نہایت سکون و آرام کے ساتھ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ کوئی نوحہ، کوئی رونا دھونا اور کوئی جزع وفزع نہیں، کوئی چیخ و پکار نہیں، کوئی ماتم نہیں اور کوئی سینہ کوبی نہیں۔ ہاں آنکھوں میں آنسو تھے اور اپنے عزیزوں کو تلاش کر رہے تھے۔ اِس دوران اپنے عزیزوں کو تلاش کرتے ہوئے بعض نوجوانوں نے اپنے احمدی بھائیوں کی جان بچانے کے لیے خون کے نذرانے پیش کیے اور وہ اپنے عزیزوں کی تلاش بھول گئے۔ احمدی احباب وخواتین کے اِس اسلامی روّیہ کو دیکھ کر بہت سے غیراز جماعت دوست کہتے ہوئے سنے گئے کہ یہ کہاں کی مخلوق ہے۔ اتنے بڑے سانحے سے گزر رہے ہیں مگر خاموش ہیں۔ رونے دھونے کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔

مجھے دارالذکر لاہور میں قریباً آٹھ سال بطور مربی ضلع خدمات کا موقع ملا ہے۔ اسلام و احمدیت کے اِن فدائیوں اور شیدائیوں سے ایک محبت کا تعلق تھا۔ اِن میں سے شہید ہونے والوں کے گھروں میں تعزیت کے لیے جانا ہوا تو صبرو استقامت کے یہ پتلے بجائے تسلّی پانے کے مجھے اور گھر میں تعزیت پر آنے والے دیگر لوگوں کو تسلّی دیتے نظر آئے۔ اِس قدر حوصلہ اور ہمّت اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کے پسماندگان وورثاء کو عطا کر رکھا تھا۔ زیرلب تسبیح وتحمید اور تذکیر نیز درود شریف پڑھتے نظر آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ایک صاحب نے مجھے لکھا، جو جاپان سے وہاں گئے ہوئے تھے اور جنازے میں شامل ہوئے کہ آخرین کی شہادتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ ربوہ کے پہاڑ کے دامن میں ان مبارک وجودوں کو دفناتے ہوئے کئی دفعہ ایسا لگا جیسے اس زمانے میں نہیں۔صبر و رضا کے ایسے نمونے تھے جن کو الفاظ میں ڈھالنا ناممکن ہے۔ انصار اللہ کے لان میں مَیں نے اپنی دائیں طرف ایک بزرگ سے جو جنازے کے انتظار میں بیٹھے تھے پوچھا کہ چچا جان! آپ کے کون فوت ہوئے ہیں؟ فرمایا میرا بیٹا شہید ہوگیا ہے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرا دل دہل رہا تھا اور پُرعزم چہرہ دیکھ کر ابھی مَیں منہ سے کچھ بول نہ پایا تھا کہ انہوں نے پھر فرمایا کہ الحمد للہ! خدا کو یہی منظور تھا۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرے چاروں طرف پُرعزم چہرے تھے اور میں اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا کہ ان کو ہ وقار ہستیوں کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کروں کہ خود مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ کہتے ہیں کہ مَیں مختلف لوگوں سے ملتا اور ہر بار ایک نئی کیفیت سے گزرتا رہا۔خون میں نہائے ایک شہید کے پاس کھڑا تھا کہ آواز آئی میرے شہید کو دیکھ لیں۔ اس طرح کے بے شمار جذبات احساسات ہیں۔ ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میرے چھوٹے بچے بھی جمعہ پڑھنے گئے تھے اور خدا نے انہیں اپنے فضل سے بچالیا۔ جب مسجد میں خون خرابہ ہو رہا تھا تو ہماری ہمسائیاں ٹی وی پر دیکھ کر بھاگی آئیں کہ رو دھو رہی ہو گی۔یعنی میرے پاس آئیں کہ رو دھو رہی ہوں گی کیونکہ مسجد کے ساتھ ان کا گھر تھا۔ لیکن مَیں نے ان سے کہا کہ ہمارا معاملہ تو خدا کے ساتھ تھا۔ مجھے بچوں کی کیا فکر ہے؟ ادھر تو سارے ہی ہمارے اپنے ہیں۔ اگر میرے بچے شہید ہو گئے تو خدا کے حضور مقرب ہوں گے اور اگر بچ گئے تو غازی ہوں گے۔ یہ سن کر عورتیں حیران رہ گئیں اور الٹے پاؤں واپس چلی گئیں کہ یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟ اور پھر آگے لکھتی ہیں کہ اس نازک موقع پر ربوہ والوں نے جو خدمت کی اور دکھی دلوں کے ساتھ دن رات کام کیا اس پر ہم سب آپ کے اور ان کے شکر گزار ہیں۔ ایک ماں کا اٹھارہ سال کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک لڑکا تھا باقی لڑکیاں ہیں۔میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔شہید ہوگیا اور انتہائی صبر اور رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور یہ کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔“ (خطبہ جمعہ ۴؍جون ۲۰۱۰ء)

مکرم سجاد اظہر بھروانہ صاحب نے ایک خادم کو شہادت سے پہلے کہا کہ مجھے آج یہاں ڈیوٹی دینے دیں۔ میرا یہ دارالذکر میں آخری جمعہ ہے۔ اس کے بعد مَیں نے گاؤں چلے جانا ہے... گاؤں تو نہیں گئے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے گیا جہاں اِن کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۵۳) شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ ایک ہفتہ پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ سجاد زخمی حالت میں گھر آئے ہیں اور کہا کہ میرے پیٹ میں شدید تکلیف ہے۔ مَیں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو خون بہ رہا تھا اور شہید مرحوم کے پیٹ میں گولیاں لگی ہوئی تھیں۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۵۴)

مکرم مسعود احمد اختر صاحب باجوہ شہید کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دوران حادثہ ایک نوجوان بچے کو سارے عرصے میں پکڑ کر اس کی حفاظت کی خاطر اپنے پیچھے رکھا کہ اس کو نہ گولی لگ جائے۔سب کا خیال کرتے رہے اور دعا کی تلقین کرتے رہے خود بھی درود شریف پڑھتے رہے اور اپنے پڑوسی میاں محمود صاحب کو بھی تلقین کرتے رہے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۵۵)

مکرم مرزا اکرم بیگ صاحب شہید، دارالذکر کے سامنے اپنے گھر میں رہتے تھے۔ بہت نیک اور نمازی وجود تھے۔ خاکسار کے ساتھ بیٹھ کر گھنٹوں دینی باتیں کرتے رہتے تھے۔ شہداء کا ذکر آتا تو آہ بھرتے اور کہتے کاش! ہمارے حصہ میں بھی یہ ہو۔ خاکسار کی ترغیب پر نمازوں کی طرف راغب ہوئے اور ایسے ہوئے کہ اپنی جاب سے بھی رخصت لے کر نماز دارالذکر آ کر ادا کرتے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے بچے بتاتے ہیں کہ اپنے ماموں کی شہادت پر کہا کہ کاش! ان کو لگنے والی گولی مجھے لگی ہوتی۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۵۱)

مکرم محمد آصف فاروق صاحب شہید کے والد، والدہ اور بھائی نے ان کی شہادت کے بعد کہا کہ شہادت ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ خدا کرے کہ یہ خون جماعت کی آبیاری کا باعث ہو۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۵۶)

مکرم عمیر احمد ملک صاحب نے بیت النور میں جام شہادت نوش فرمایا۔آپ نے مکرم محمد اقبال صاحب مربی سلسلہ کو زخمی حالت میں فون پر کہا کہ ہم تو جارہے ہیں لیکن احمدیت کی حفاظت کا بیڑا اب آپ کے سپرد ہے۔ ہمارے خون کی لاج رکھ لینا۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۶۶)

مکرم سردار افتخار الغنی صاحب شہید شہادت سے قبل ”یا حفیظ یا حفیظ“ کا ورد کرتے رہے اور دعاؤں کی درخواست بھی کی۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۶۷)

مکرم عبدالرشید ملک صاحب شہید کی اہلیہ محترمہ ان کی شہادت پر بیان کرتی ہیں کہ ان کی شہادت پر اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۷۱)

مکرم مظفر احمد صاحب شہید شہادت سے قبل نہایت صبر سے درود شریف پڑھتے رہے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے کہ درود پڑھو اور استغفار کرو۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۷۳)

مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب نے دارالذکر میں اپنے ساتھی کے زخموں پر اپنی بنیان کو اُتار کر باندھا۔ مکرم چودھری محمد احمد صاحب شہید بیت النور ماڈل ٹاؤن بعمر ۸۵ سال کو زخموں کی حالت میں جب پانی پیش کیا گیا تو دوسرے زخمیوں کو پانی پلانے کی طرف اشارہ کرتے رہے یوں صحابہ کے دَور کے واقعہ کی یاد تازہ کی۔ مکرم نورالامین صاحب نے بیت النور میں جام شہادت نوش کیا۔ وہ کہتے ہیں مَیں ڈیوٹی پر ہوں۔ اگر یہاں سے چاہوں تو آسانی سے نکل سکتا ہوں مگر ڈیوٹی نہیں چھوڑ سکتا اور شہید ہوگئے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۹۰)

مکرم سعید احمد طاہر صاحب شہید ماڈل ٹاؤن نے شہادت سے کچھ عرصہ قبل اپنی ڈائری پر لکھا کہ شہادت میری آرزو ہے۔”اے اللہ! شہادت نصیب فرما۔ یہ گردن تیری راہ میں کٹے۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے تیری راہ میں ہوویں۔ ہمارے حبیب کے صدقے میرے مولیٰ میری یہ دعا قبول فرما“ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۰۰)

مکرم خلیل احمد سولنگی صاحب دارالذکر لاہور میں شہید ہوئے۔ دوران اٹیک ان کو بیسمنٹ جانے کا ایک محفوظ راستہ ملا تھا مگر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اپنے ایک زخمی بھائی کو سیڑھیوں سے گھسیٹتے ہوئے دہشت گردوں کی گولی کا نشانہ بنے اور یوں اپنے ساتھی کو بچاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ مکرم چودھری اعجاز نصراللہ خان صاحب نائب امیر لاہور محراب کے اندر جو تین صفیں بنا کرتی ہیں جمعہ کے روز ان میں بیٹھا کرتے تھے۔ یہ طریق آپ کا اُس وقت سے تھا جب مَیں دارالذکر میں بطور مربی ضلع تھا۔محراب کے ایک طرف سیڑھیاں نیچے بیسمنٹ کو جاتی ہیں۔ دوران حملہ آپ کو کہا گیا کہ آپ یہاں سے نیچے چلے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ مَیں نے تو شہادت کی دعا مانگی ہوئی ہے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۱۰)

مکرم مرزا منصور بیگ صاحب شہید کو قائد صاحب نے کہا کہ آج جمعہ پر آپ ڈیوٹی دیں گے آپ نے فوراً ہاں کر دی اور گیارہ بجے قائد صاحب کی یاددہانی پر کہنے لگے کہ قائد صاحب! فکر نہ کریں۔ اگر ضرورت پڑی تو پہلی گولی اپنے سینے پر کھاؤں گا۔ پھر ہوا بھی یوں کہ آپ باہر ڈیوٹی پر تھے کہ دہشت گرد کی پہلی گولیوں کا نشانہ بنے۔ مکرم میاں منیر عمر صاحب شہید ماڈل ٹاؤن نے اس واقعہ سے دس سال قبل خواب دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ ایک قبر تیار ہوئی ہے جو آپ کی ہے۔حضور انور ایدہ اللہ نے ان کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا: ”وہ واقعہ میں آپ کی قبر تھی کیونکہ (آپ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے تھے اور شہادت بھی دونوں کی قدرِ مشترک ہے۔“ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۲۶)

مکرم چودھری محمد نواز ججہ صاحب شہید کی اہلیہ نے وقوعہ سے کچھ ماہ قبل خواب دیکھا کہ آواز آئی ہے۔ ’مبارک ہو آپ کا خاوند زندہ ہے‘۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۳۰) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہید مردہ نہیں زندہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ مکرم عبد الرحمٰن صاحب شہید نے دوران واقعہ اپنی والدہ کو فکر نہ کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی شہادت کی صورت میں ربوہ میں تدفین کا کہا۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۳۵) ان کی خالہ کو اس سانحہ کے بعد شوہر نے گھر سے نکال دیا۔ سخت مخالفت ہوئی اور جنازہ لاہور میں ہی پڑھنے پر اصرار کیا گیا مگر خالہ شہید مرحوم کی خواہش کے مطابق جنازہ ربوہ لے جانے پر مصر ہوئیں اور فیصلہ تبدیل ہوا۔

مکرم نثار احمد صاحب شہید دارالذکر میں ایک زخمی مکرم محمد اشرف بلال صاحب کے اوپر لیٹ گئے تا مزید گولیاں ان کو نہ لگیں مگر دہشت گرد کی گولیوں کی زد میں آپ خود آ گئے اور شہید ہو گئے۔ مکرم یحییٰ خان صاحب شہید دارالذکر کے دو بیٹے دارالذکر میں ڈیوٹی پر موجود تھے ان کو اپنے والد کی شہادت کی اطلاع مل چکی تھی مگر رات ۱۲ بجے تک ریسکیو کا کام کرتے رہے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۴۱)

مکرم ڈاکٹر عمر احمد صاحب شہید کو شہادت کا بڑا شوق تھا۔ آپ نے ایک دفعہ چھوٹی عمر میں میجر عزیز بھٹی شہید کو خط لکھا کہ مجھے آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔ مَیں بھی آپ کی طرح شہید ہونا چاہتا ہوں۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۴۴) ایک دن کہنے لگے کہ مَیں نے بہت غور کیا ہے اور مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جنت میں جانے کا واحد شارٹ کٹ شہادت ہے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۴۴)

مکرم ظفر اقبال صاحب شہید کی اہلیہ محترمہ نے خاوند کی شہادت کے بعد بتایا کہ ”میرا ایمان اس قدر پختہ ہوگیا ہے کہ خدا تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے اور وہ جو بھی اپنے بندے کے

لیے کرتا ہے وہ انسان کی سوچ سے بھی بہت بڑھ کر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے میاں کو شہید کا جو مرتبہ دیا ہے وہ اصل میں اس کے حق دار تھے اور مجھے اس پر فخر ہے میری ساری اولاد بھی احمدیت کے لیے قربان ہو جائے تو مجھے رتی بھر ملال نہیں ہو گا بلکہ مَیں خدا کی بے انتہا شکر گزار ہوں گی۔“(شہدائے لاہور صفحہ: ۱۵۰)

مکرم منور احمد قیصر صاحب شہید ۲۸؍مئی ۲۰۱۰ء کو مین گیٹ پر متعین تھے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ ۹؍جولائی ۲۰۱۰ء میں فرمایا کہ ”دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی کے دوران کئی دفعہ اس بات کا اظہار کیا کہ اگر کوئی حملہ کرے گا تو میری لاش سے گزر کر ہی آگے جائے گا۔“ (شہدائے لاہور صفحہ ۱۶۲)

مکرم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں سانحہ کے وقت خطبہ جمعہ دے رہے تھے جونہی گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں تو بلند آواز سے نعرہ لگایا اور درود شریف کا مسلسل ورد کرتے رہے۔ آپ کو کچھ عرصہ سے فون پر دھمکیاں مل رہی تھیں۔ ان کی مسز نے بتایا کہ ایک دن مربی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اگر تو نے میری قربانی لینی ہے تو مَیں حاضر ہوں لیکن میری اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھنا۔ (شہدائے لاہور صفحہ ۱۶۷)

مکرم وسیم احمد صاحب شہید دارالذکر لاہور کے متعلق لکھا ہے کہ دوران سانحہ جب کچھ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے عقب دروازہ سے نکلنے لگے تو آپ کو بھی کہا گیا مگر آپ یہ کہتے ہوئے رکے رہے کہ پہلے دوسرے لوگ نکل جائیں اور خود راہ خدا میں شہید ہو گئے۔ (شہدائے لاہور صفحہ: ۱۷۱)۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر ایسا وقت آیا تو میرا سینہ سب سے آگے ہو گا۔ (شہدائے لاہور صفحہ ۱۷۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ اِن تمام شہادتوں کے ایمان افروز واقعات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”پس یہ شہداء جو شہادت کے مقام پر پہنچے یقیناً یہ شہادت کا رتبہ ان کے لئے عبادتوں کی قبولیت اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی سند لئے ہوئے ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اپنی عبادتوں اور حسنِ اخلاق پر ہی ان لوگوں نے بس نہیں کی بلکہ اپنی ذمہ داریوں کی جزئیات کو بھی نبھایا۔ ایک باپ اپنے گھر کا راعی ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگرانی اس کی ذمہ داری ہے تو ان لوگوں نے اس فریضے کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دی اور یہ توجہ ہمیں ہر شہید میں مشترک نظر آتی ہے۔ اس قرآنی حکم کو انہوں نے اپنے پیشِ نظر رکھا کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل:۳۲) کہ تم مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ اپنے کاروباروں میں اس قدر محو نہ ہو جاؤ کہ یہ خیال ہی نہ رہے کہ اولاد کی تربیت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ لوگ اپنے اس عہد کو بھولے نہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے اور اس عہد کی پاسداری کی خاطر انہوں نے اپنے کاموں کی جگہوں سے فون کر کر کے گھر میں بیوی کو یاد کروایا کہ بچوں کو نماز پڑھوا دو کہ دین کو مقدم کرنے کی ابتدا تو نمازوں سے ہی ہوتی ہے۔ ایک بچی نے باپ کی تربیت کا یہ اسلوب بتایا کہ لمبے تفریحی سفر پر ہمارے ابّا ہمیں ساتھ لے جاتے تھے اور راستے میں مختلف دعائیں پڑھتے رہتے تھے اور اونچی آواز میں اور بار بار پڑھتے تھے کہ ہمیں بھی دعائیں یاد ہو جائیں اور ہمیں ان سے یاد ہو گئیں اور پھر صرف دعائیں یاد ہی نہیں کروائیں بلکہ یہ بھی کہ کس موقع پر کون سی دعا کرنی ہے؟ تو یہ تھے ان جانیں قربان کرنے والوں کے اپنی اولاد کے لئے تربیت کے اسلوب۔ پھر نوجوان تھے جن کے والدین بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ ان کے حقوق بھی ہمہ وقت ان جوان شہیدوں نے ادا کئے۔ والدین بیمار ہیں تو رات دن ان کی خدمت میں ایک کر دیے۔ خدا تعالیٰ کے حکم کہ والدین سے حسنِ سلوک کرو اور ان کی کسی سخت بات پر بھی اُف کا کلمہ منہ سے نہ نکالو اس کا حق ادا کر دیا ان لوگوں نے۔ پھر بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ شادی شدہ جوان اگر ماں باپ کا حق ادا کر رہے ہیں تو بیوی کا حق بھول جاتے ہیں، اگر بیوی کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ ہے تو ماں باپ کا حق بھول جاتے ہیں۔ لیکن ان مومنوں نے تو مومن ہونے کا اس بارے میں بھی حق ادا کر دیا۔ بیویاں کہہ رہی ہیں کہ والدین کے حق کے ساتھ ہمارا اس قدر خیال رکھا کہ کبھی خیال ہی دل میں پیدا نہیں ہونے دیا کہ ہماری حق تلفی تو کجا ہلکی سی جذباتی تکلیف بھی پہنچائی ہو۔ اور ماں باپ کہہ رہے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حق ادا کرنے کی کوشش میں کہیں بیوی کے حق کی ادائیگی میں کمی نہ کی ہو۔ پس یہ اعتماد اور یہ حقوق کی ادائیگی ہے جو حسین معاشرے کے قیام اور اپنی زندگی کو بھی جنت نظیر بنانے کے لئے ان لوگوں نے قائم کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی کتنا بڑا اجر عطا فرمایا کہ دائمی زندگی کی ضمانت دے دی۔ ۱۷، ۱۸ سال کا نوجوان ہے تو اس کی طبیعت کے بارے میں بھی ماں باپ اور قریبی تعلق رکھنے والے، بلکہ جس کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ نوجوان کہہ رہے تھے، ان سب کی رائے یہ ہے کہ یہ عجیب منفرد قسم کا اور منفرد مزاج کا بچہ تھا۔ پھر ان سب میں ایک ایسی قدرِ مشترک ہے جو نمایاں ہو کر چمک رہی ہے اور وہ ہے جماعتی غیرت کا بے مثال اظہار۔ اطاعتِ نظام کا غیر معمولی نمونہ، جماعت کے لئے وقت قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا اور کرنا، دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے سارے حقوق کی ادائیگی کے باوجود، ساری ذمہ داریوں کے حقوق کی ادائیگی کے باوجود جماعت کے لئے وقت نکالنا اور صرف ہنگامی حالت میں ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی کئی کئی گھنٹے وقت دینا اور بعض اوقات کھانے پینے کا بھی ہوش نہ رہنا اور پھر یہ کہ خلافت سے غیر معمولی تعلق، محبت اور اطاعت کا اظہار۔ یہ اظہار کیوں تھا؟ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود اور مہدی موعود کے بعد جو دائمی خلافت کا سلسلہ چلنا ہے اس نے مومنین کے جذبہ وفا اور اطاعت اور خلافت کے لئے دعاؤں سے ہی دائمی ہونا ہے۔ پس یہ لوگ تھے جنہوں نے عبادات اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے نظامِ خلافت کو دائمی رکھنے کے لئے آخر دم تک کوشش کی اور اس میں نہ صرف سرخرو ہوئے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین معیار بھی قائم کئے۔ یہ لوگ اپنے اپنے دائرے میں خلافت کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ یہ سلطانِ نصیر تھے خلافت کے لئے جن کے لئے خلیفہ وقت دعا کرتا رہتا ہے کہ مجھے عطا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرماتا رہے۔ اپنے پیاروں کے قرب سے ان کو نوازے۔ یہ شہداء تو اپنا مقام پا گئے، مگر ہمیں بھی ان قربانیوں کے ذریعے سے یہ توجہ دلا گئے ہیں کہ اے میرے پیارو! میرے عزیزو! میرے بھائیو! میرے بیٹو! میرے بچو! میری ماؤں! میری بہنو! اور میری بیٹیو! ہم نے تو صحابہ کے نمونے پر چلتے ہوئے اپنے عہدِ بیعت کو نبھایا ہے مگر تم سے جاتے وقت یہ آخری خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ نیکیوں اور وفا کی مثالوں کو ہمیشہ قائم رکھنا۔ بعض مردوں نے اور عورتوں نے مجھے خط بھی لکھے ہیں کہ آپ آج کل شہداء کا ذکرِ خیر کر رہے ہیں، ان کے واقعات سن کر رشک بھی آتا ہے کہ کیسی کیسی نیکیاں کرنے والے اور وفا کے دیپ جلانے والے وہ لوگ تھے اور پھر شرم بھی آتی ہے کہ ہم ان معیاروں پر نہیں پہنچ رہے۔ ان کے واقعات سن کر افسوس اور غم کی حالت پہلے سے بڑھ جاتی ہے کہ کیسے کیسے ہیرے ہم سے جدا ہو گئے۔ یہ احساس اور سوچ جو ہے بڑی اچھی بات ہے لیکن آگے بڑھنے والی قومیں صرف احساس پیدا کرنے کو کافی نہیں سمجھتیں بلکہ ان نیکیوں کو جاری رکھنے کے لئے پیچھے رہنے والا ہر فرد جانے والوں کی خواہشات اور قربانیوں کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس ہمارا کام ہے اور فرض ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے ان قربانیوں کا حق ادا کریں۔ ان کے بیوی بچوں کے حق بھی ادا کر کے اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔ ان کے چھوٹے بچوں کی تربیت کے لئے جہاں نظامِ جماعت اپنے فرض ادا کرے وہاں ہر فردِ جماعت ان کے لئے دعا بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ان کی پریشانیوں، دکھوں اور تکلیفوں کو دور فرمائے اور خود ہی ان کا مداوا کرے۔ انسان کی کوشش جتنی بھی ہو اس میں کمی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو صحیح تسکین کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے تسکین کے سامان پیدا فرمائے اور ان کے بہتر حالات کے سامان پیدا فرمائے۔ پس ان شہداء کے ورثاء کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اور احبابِ جماعت اپنے لئے بھی دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔“ (خطبہ جمعہ ۹؍جولائی ۲۰۱۰ء)

☆...☆...☆

تم حزیں بہ آزادی، شاد پا بجولاں ہم

درد و رنجِ ہجراں کو تم نہ جان پاؤ گے
شوقِ وصلِ جاناں کو تم نہ جان پاؤ گے

خیر خواہِ تاریکی، روشنی کے بد خواہو
مہر و ماہِ تاباں کو تم نہ جان پاؤ گے

اہلِ میر جعفر تم، پیرو میر صادق کے
قدرِ عہد و پیماں کو تم نہ جان پاؤ گے

تم مریضِ آخر دم، دُور از مسیحا بھی
جان بخش درماں کو تم نہ جان پاؤ گے

قاصرِ بصیرت ہو عاریٔ بصارت بھی
رمز و حُکمِ یزداں کو تم نہ جان پاؤ گے

چبھتے کانٹے دیں لذت گُل تلک رسائی میں
لطفِ نوکِ خاراں کو تم نہ جان پاؤ گے

ڈھا کے خود فصیلِ شہر ڈھونڈتے سبب ہو پھر
وجہِ شہر ویراں کو تم نہ جان پاؤ گے

تم حزیں بہ آزادی، شاد پا بجولاں ہم
طربِ قید و زنداں کو تم نہ جان پاؤ گے

(م م محمودؔ)

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں — نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

خلفائے احمدیت کی مخالفانہ حالات میں دعائیہ تحریکات

(جاوید اقبال ناصر۔ مربی سلسلہ جرمنی)

ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جس طرح ابتداء میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے زیر کیا تھا۔ اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلّط عطا کرے گا نہ تلوار سے

(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

اللہ تعالیٰ کے انبیاء جب دُنیا میں مبعوث کیے جاتے ہیں تو اُن کے مخالفین بھی آغاز آفرینش سے ہی ان کی مخالفت میں لگے رہتے ہیں۔ یہ دشمنانِ انبیاء، اللہ تعالیٰ کے پیاروں کو بہت ستاتے اور دُکھ دیتے رہے ہیں اور اپنی عداوت اور دشمنی میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ مرنے مرانے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہ پیارے رُسل اُن کی سب عداوتوں کے باوجود ان کے لیے ہدایت کی دعائیں کرتے اور فرض منصبی کی ادائیگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن جب شریروں کی شرارتیں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہ فرستادہ اور ان کے ماننے والے اللہ تعالیٰ کے حضور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت طلب کرتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب تکذیب و تکفیر کی حد کو پار کیا اور آپؑ کو مجنون اور دھتکارا ہوا کہا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی فریاد و دُعا کو ان الفاظ میں قرآن کریم میں محفوظ کیا: فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ (القمر:۱۱) تب اس نے (یعنی نوح نے) اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ میں یقیناً مغلوب ہوں، پس میری مدد کر۔ حضرت لوطؑ کی قوم جو کہ بے حیائی اور بدکرداری کی ایک مثال تھی۔ جب آپؑ نے ہدایت کی طرف ان کو آواز دی تو انہوں نے آپؑ کے ساتھ بھی بدسلوکی کرنا شروع کر دی۔ اُن کے فساد سے بچنے کے لیے آپؑ نے اپنی فریاد کو اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں رکھا: رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِیۡنَ (العنکبوت:۳۱) یعنی اے میرے ربّ! اس فساد کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد کر۔ مزید برآں جب حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کے لشکر کے مقابلہ کے لیے نکلے، تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید طلب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارا: قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ (البقرۃ:۲۵۱) انہوں نے کہا، اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے شدید تکلیف و مصیبت سے رہائی پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح ندا کی: وَاَیُّوۡبَ اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ (الانبیاء:۸۴) اور ایوب (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ مجھے سخت اذیت پہنچی ہے اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اس دعا کو وردِ جان بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں پر فتح عطا فرمائی۔ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ۔ (الاعراف:۹۰) اے ہمارے ربّ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تُو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے اوپر ایمان لانے والے حوارین کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے اس دعا کا سہارا لیا: فَقَالُوۡا عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلۡنَا۔ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ۔ (یونس:۸۶) تو انہوں نے کہا اللہ پر ہی ہم توکل رکھتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے ابتلا نہ بنا۔

ہمارے نبی کریم ﷺ پر بھی بڑے کٹھن اور مشکل اوقات آئے اور آپؐ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت طلب کرنے کے لیے مختلف دعائیں خود بھی کیا کرتے ہیں اور اپنے اصحاب کو بھی ان دعاؤں کے کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مشکلات، مصیبت کی تکلیف، بُری تقدیر اور دشمنوں کے مزاح سے پناہ مانگتا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب الدعوات، باب التَّعَوُّذِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ) مختلف روایات سے ثابت ہے کہ آپؐ کثرت کے ساتھ اس دُعا کا وِرد بھی کیا کرتے تھے یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ (جامع ترمذی، أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ) یعنی اے حی و قیوم! مَیں تیری رحمت کا خواہش مند ہوں۔ ہمارے نبی پاک ﷺ نے دشمنوں کے شر سے تنگ آ کر جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس دعا کے وِرد کے ساتھ اپنا سفر مکمل کیا۔ رَبِّ أَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّأَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطَانًا نَّصِیۡرًا۔ (بنی اسرائیل:۸۱) یعنی اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لیے طاقتور مددگار عطا کر۔ اس دُعا کو اللہ تبارک تعالیٰ نے بڑی شان و عظمت کے ساتھ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی پورا کر دیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جب اس زمانے کے امام و مہدی علیہ السلام تشریف لائے تو آپؑ نے بھی اپنے معاندین و مخالفین کا مقابلہ اپنی شب و روز دعاؤں سے کیا۔ مختلف اوقات میں مختلف دعائیں آپؑ نے کیں اور اپنے ماننے والوں کو بھی ان کو بار بار پڑھنے کا ارشاد فرماتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ ایک دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وہ زمانہ تھا جبکہ میرے ساتھ دنیا میں ایک بھی نہیں تھا جبکہ خدا نے مجھے یہ دعا سکھلائی کہ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّأَنۡتَ خَیۡرُ الۡوَارِثِیۡنَ۔ (الانبیاء:۹۰) یعنی اے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔" (تحفۃ الندوہ، روحانی خزائن جلد ۱۹، صفحہ ۹۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں: "آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہیے۔ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ أَنۡفُسَنَا وَإِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ (الاعراف:۲۴)" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۴۴۰، ایڈیشن ۲۰۲۲ء) بایں ہمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ ذیل الہامی دعا کو خود بھی پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے: رَبِّ إِنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ فَسَحِّقۡهُمۡ تَسۡحِیۡقًا۔ یعنی اے میرے خدا، میں مغلوب ہوں، میرا انتقام دشمنوں سے لے۔ پس ان کو پیس ڈال۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۱۰۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفائے کرام، انبیاء و رُسل، نبی کریمؐ اور آپؑ کے خادمِ صادق کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دشمنوں و معاندین کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف دعاؤں کا وِرد خود بھی کیا کرتے تھے اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس کے پڑھنے کی تاکید کیا کرتے ہیں۔ ان بہت سی دعاؤں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ دعائیں

"حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ کے ظہور کے لیے ہر ملک میں اکٹھے ہو کر اجتماعی دعا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اوّل نے مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ وہ اخبارات میں اجتماعی دعا کی تحریک شائع کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تعمیل میں اعلان کر دیا۔ قادیان میں حضرت میر صاحب ایک عرصہ تک مسجد مبارک میں یہ اجتماعی دعا کراتے رہے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم، صفحہ ۱۱۲)

"۵ جون ۱۹۱۳ء کو حضرت خلیفہ اول کی طبیعت بہت علیل تھی۔ آپ نے سمجھا کہ اب میں دنیا میں نہیں رہوں گا۔ سو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور... یہ دعا فرمائی۔ "الٰہی اسلام پر بڑا تبر چل رہا ہے۔ مسلمان اول تو سست ہیں۔ پھر دین سے بے خبر ہیں، اسلام و قرآن اور نبی کریم ﷺ سے بے خبر ہیں۔ تو ان میں ایسا آدمی پیدا کر جس میں قوت جاذبہ ہو، وہ کاہل و سست نہ ہو۔ ہمت بلند رکھتا ہو، باوجود ان باتوں کے وہ کمال استقلال رکھتا ہو۔ دعاؤں کا مانگنے والا ہو۔ تیری تمام رضاؤں یا اکثر کو پورا کیا ہو۔ قرآن و حدیث سے باخبر ہو، پھر اس کو ایک جماعت بخش اور وہ جماعت ایسی ہو جو نفاق سے پاک ہو۔ تباغض ان میں نہ ہو، اس جماعت کے لوگوں میں بھی جذب ہمت اور استقلال ہو۔ قرآن و حدیث سے واقف ہوں۔ اور ان پر عامل ہوں اور دعاؤں کے مانگنے والے ہوں۔ ابتلا تو ضرور آویں گے۔ ابتلاؤں میں ان کو ثابت قدمی عنایت فرما اور ان کو ایسے ابتلاء نہ آویں۔ جو ان کی طاقت سے باہر ہوں۔ آمین" (تاریخ احمدیت جلد سوئم، صفحہ ۴۴۴)

ایک دفعہ آپؓ کو نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور ایک دعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا: جیسا کہ آپؓ نے فرمایا: "مجھ کو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بہت پڑھا کرو۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم، صفحہ ۵۹۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے جب لوگ یہ سوال کیا کرتے تھے کہ حضرت! ہمیں کوئی وظیفہ بتائیں۔ جسے ہم ترقی درجات کے لیے بجالاتے رہیں۔ تو آپؓ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ استغفار، لاحول، درود شریف اور الحمد کثرت کے ساتھ پڑھا کرو۔ ان وظائف کا ذکر آپ کی تحریرات مندرجہ اخبارات بدر اور الحکم میں کثرت کے ساتھ آتا ہے۔ (حیات نور باب ششم، صفحہ ۴۴۷) مزید برآں بیعت کنندگان کو یہ نصیحت فرمائی کہ "غفلت کی صحبت سے بچتے رہو اور اگر کوئی مجبوری پیش آوے تو استغفار بہت کرتے رہو۔" (حیات نور باب ششم، صفحہ ۴۵۵)

ایک اور مقام پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ دعاؤں کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اُدۡعُوۡنِیۡ أَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المؤمن:۶۱) یہ ایک ہتھیار ہے اور وہ بڑا کارگر ہے۔ لیکن کبھی اس کے چلانے والا آدمی کمزور ہوتا ہے۔ اس لیے اس ہتھیار سے منکر ہو جاتا ہے۔ وہ ہتھیار دُعا کا ہے، جس کو تمام دنیا نے چھوڑ دیا ہے۔ مسلمانوں میں ہماری جماعت کو چاہئے کہ اس کو تیز کریں اور اس سے کام لیں۔ جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے دعائیں مانگیں اور نہ تھکیں۔ میں ایسا بیمار ہوں کہ وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ میری زندگی کتنی ہے اس لیے میری یہ آخری وصیت ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ دعا کا ہتھیار تیز کرو۔ تمہاری جماعت میں تفرقہ نہ ہو۔ کیونکہ جب کسی جماعت میں تفرقہ ہوتا ہے۔ تو اس پر عذاب آجاتا ہے جبکہ قرآن شریف میں فرمایا: فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِهٖ فَأَغۡرَیۡنَا بَیۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ إِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ۔ (المائدۃ:۱۵) اب تک تو تم اس دکھ سے بچے ہوئے ہو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور نعمت کے بغیر دعا بھی مفید نہیں ہوتی۔ اس لیے میں نصیحت کرتا ہوں کہ بہت دعائیں کرو، پھر کہتا ہوں کہ بہت دعائیں کرو، تاکہ جماعت تفرقہ سے محفوظ رہے۔ وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل فرمائی ہے، وہ دعا ہی سے آنی ہے۔ میرے لیے بھی دُعا کرو۔"

(خطابات نور، صفحہ ۴۰۳ تا ۴۰۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے ۱۲؍مئی ۱۹۴۴ء کو خطبہ جمعہ میں تسبیح و تحمید اور درود پڑھنے میں دوام اختیار کرنے کی تلقین کی اور فرمایا: ”رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ دو کلمے ایسے ہیں کہ رحمٰن کو بہت پیارے ہیں۔ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔ عالم، جاہل، عورت، مرد، بوڑھا، بچہ ہر شخص ان کلمات کو آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔...پس میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ ہر احمدی کم سے کم بارہ دفعہ دن میں یہ تسبیح روزانہ پڑھ لیا کرے۔... بہر حال ہر احمدی یہ عہد کرے کہ وہ روزانہ بارہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ پڑھ لیا کرے گا۔... پس میں دوسری تحریک یہ کرتا ہوں کہ ہر شخص کم از کم بارہ دفعہ روزانہ درود پڑھنا اپنے اوپر فرض قرار دے لے“۔ (الفضل ۲۳؍مئی ۱۹۴۴ء صفحہ ۴۔۵) (خطبات محمود جلد ۲۵، صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۴) حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۶؍نومبر ۱۹۵۶ء کے خطبہ جمعہ میں دو الہامی فقرے پڑھنے کی تلقین فرمائی: ”ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں۔“ پھر فرمایا: ”اگر یہ فقرے ہماری جماعت کے دوست پڑھیں گے، تو ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔“ (الفضل ۲۳؍نومبر ۱۹۵۶ء، صفحہ ۳) (خطبات محمود جلد ۳۷ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۱، ۵۳۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ ۱۵؍مارچ ۱۹۶۸ء میں جماعت کو درود، تسبیح و تحمید اور مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: ”آج میں جماعت کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ سارے کے سارے آئندہ پورے ایک سال تک جو یکم محرم سے شروع ہو گا کم از کم مندرجہ ذیل طریق پر خدا تعالیٰ کی تسبیح، تحمید اور نبیٔ اکرم ﷺ پر درود بھیجیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ایک ایسی تسبیح اور تحمید اور درود کی راہ بھی دکھائی کہ جو ذکر بھی ہے درود بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً یہ دعا سکھلائی:۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اس میں تسبیح، تحمید اور درود ہر سہ آ جاتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح، تحمید اور درود پڑھنے والی بن جائے۔ اس طرح پر کہ ہمارے بڑے مرد ہوں یا عورتیں کم از کم دو سَو بار یہ تسبیح، تحمید اور درود پڑھیں۔... اور ہمارے نوجوان بچے پندرہ سال سے ۲۵ سال کی عمر کے ایک سو بار یہ تسبیح اور درود پڑھیں اور ہمارے بچے سات سال سے پندرہ سال تک ۳۳ دفعہ یہ تسبیح اور درود پڑھیں اور ہمارے بچے اور بچیاں (پہلے بھی بچے اور بچیاں ہیں) جن کی عمر سات سال سے کم ہے جو ابھی پڑھنا بھی نہیں جانتے ان کے والدین یا ان کے سر پرست اگر والدین نہ ہوں، ایسا انتظام کریں کہ ہر وہ بچہ یا بچی جو کچھ بولنے لگ گئی ہے، لفظ اُٹھانے لگ گئی ہے۔ سات سال کی عمر تک ان سے تین دفعہ کم از کم یہ تسبیح اور درود کہلوایا جائے۔ اس طرح پر بڑے (۲۵ سال سے زائد عمر) دو سو دفعہ، جوان کم از کم ایک سو بار اور بچے تینتیس (۳۳) بار اور بالکل چھوٹے بچے تین بار تسبیح اور تحمید کریں۔...انسان اس وقت بڑے نازک دور میں سے گذر رہا ہے۔

...ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہیے کہ اے خدا! ہمیں توفیق عطا کر کہ ہماری زبان سے تیری حمد اس کثرت سے نکلے اور تیرے محبوب محمد ﷺ پر ہماری زبان سے درود اس کثرت سے نکلے کہ شیطان کی ہر آواز ان کی لہروں کے نیچے دب جائے اور تیرا ہی نام دنیا میں بلند ہو اور ساری دنیا تجھے پہچاننے لگے۔“ (خطبہ جمعہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۸ء خطبات ناصر جلد دوم، صفحہ ۷۴، ۷۵)

اسی طرح خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍جون ۱۹۶۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے استغفار کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ضروری ہے کہ جماعت کے تمام مرد اور تمام خواتین جن کی عمر ۲۵ سال سے اُوپر ہے وہ دن میں کم سے کم سو بار جن کی عمر ۲۵ سال اور ۱۵ سال کے درمیان ہے۔ وہ دن میں ۳۳ بار جن کی عمر ۱۵ سے ۷ سال کے درمیان ہے وہ دن میں گیارہ بار اور چھوٹے بچے جن کی عمر سات سال سے کم ہے وہ روزانہ کم از کم تین بار استغفار کیا کریں۔...استغفار کی ایک یہ دُعا بھی ہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ احباب کو ایسی آیتوں اور اس دُعا کا ورد کر کے زیادہ سے زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔“ (خطبہ جمعہ ۲۸ جون ۱۹۶۸ء، خطبات ناصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۴) دریں اثنا آپؒ نے اس دعا کو بھی کثرت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا: ”یہ دعا کثرت سے پڑھیں۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا۔“ (خطبہ جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۶۹ء، خطبات ناصر جلد دوم، صفحہ ۵۰۰) دعاؤں کی اس تحریک پر ایک سال مکمل ہونے پر آپؒ نے مزید فرمایا: ”چونکہ سال ختم ہونے والا ہے دوست دعائیں چھوڑیں نہ! بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان دعاؤں کو کم کرنے کی بجائے اور بھی زیادہ کریں۔ کم سے کم کی تعداد تو میں وہی رکھنا چاہتا ہوں، بڑھانا نہیں چاہتا، لیکن خدا تعالیٰ جن لوگوں کو ہمت اور توفیق دے اور جن کے دلوں میں اسلام کی محبت اور محمد ﷺ کی محبت کا شعلہ پہلے سے زیادہ شدت سے بھڑک رہا ہو، وہ پہلے سے زیادہ کثرت کے ساتھ حمد اور تسبیح اور درود کا ورد کریں۔ اس کے علاوہ میں آج ایک نئی دعا بھی ان دعاؤں میں شامل کرنا چاہتا ہوں دوست اس دعا کو بھی کثرت کے ساتھ پڑھیں اور وہ یہ ہے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔“ (خطبہ جمعہ ۱۴؍فروری ۱۹۶۹ء، خطبات ناصر جلد دوم، صفحہ ۵۰۰۔۵۰۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقع پر ۲۸؍دسمبر کو جماعت کی صد سالہ جوبلی کے لیے ایک عظیم منصوبے کا اعلان فرمایا۔ ان میں سے دعائیہ پروگرام کا منصوبہ بھی تھا، جس کی تفصیل یوں ہے۔ جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھا کریں۔ جس کے لیے ہر قصبہ شہر یا محلہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔ دو نفل روزانہ ادا کیے جائیں، جو نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کیے جائیں۔ کم از کم سات بار روزانہ سورۃ فاتحہ کی دعا پڑھی جائے اور اس پر غور و تدبر کیا جائے۔ درُود شریف، استغفار اور تسبیح و تحمید کا وِرد، روزانہ ۳۳، ۳۳ بار کیا جائے۔ مندرجہ ذیل دعائیں کم از کم گیارہ بار پڑھی جائیں۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔“ (ماخوذ از خلافت احمدیہ کی تحریکات اور ان کے شیریں ثمرات، صفحہ ۳۷۱۔۳۷۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو مندرجہ ذیل دعائیں بکثرت پڑھنے کا ارشاد فرمایا: سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم اللّٰھم صل علی محمد وال محمد۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بڑی عظمت والا ہے۔ اے اللہ محمدؐ پر اور آل محمد پر بڑی رحمتیں اور برکات نازل فرما۔ يَا حَفِيْظُ يَا عَزِيْزُ يَا رَفِيْقُ۔ اے بہت حفاظت کرنے والے اے غالب اے رفیق۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ۔ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے ہمیشہ قائم رہنے والے خدا! ہم تیری رحمت سے مدد چاہتے ہیں۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا۔ اے میرے ربّ! ہر شئے تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! تو ہماری حفاظت فرما اور ہماری مدد فرما اور ہم پر رحم فرما۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے معاملہ میں ہماری زیادتیاں بھی۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں حق کے منکروں پر غلبہ عطا فرما۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ اے اللہ! ہم دشمنوں کے مقابلہ میں تجھے اپنی ڈھال بناتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ ۱۴؍فروری ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے مندرجہ ذیل دعا کے مفہوم کو سمجھنے اور پڑھنے کی تلقین فرمائی: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ حضورؒ نے ۲۷؍مارچ ۱۹۸۷ء کو جماعت کے تمام افراد کو یہ دعا یاد کرنے اور اس کا ورد کرنے کی تحریک فرمائی: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ (ضمیمہ ماہنامہ خالد اپریل ۱۹۸۷ء، ماخوذ از خلافت احمدیہ کی تحریکات اور ان کے شیریں ثمرات، صفحہ: ۴۸۸۔۴۸۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ بالا قرآنی والہامی اور خلفائے کرام کی دعاؤں میں سے چند ایک دعائیں پڑھنے کی مختلف اوقات میں تاکید و تلقین فرمائی۔ ان کے علاوہ بھی درج ذیل دعاؤں کا ورد کرنے کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ ۳۰؍مئی ۲۰۱۴ء کو نصیحت فرمائی: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران: ۹) یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے نہ دینا بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خواب دیکھی تھی جس میں آپؑ نے بڑی تاکید فرمائی تھی کہ یہ دعا بہت پڑھا کرو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا والی۔ حضرت خلیفہ اوّل کو جب آپ نے یہ خواب سنائی تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ میں اب اسے کبھی پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔ بہت زیادہ پڑھوں گا اور یہ فرمایا کہ جہاں اس میں ایمان کی مضبوطی کے لیے اللہ تعالیٰ سے التجا ہے وہاں یہ دعا نظام خلافت سے جڑے رہنے کے لیے بھی بہت بڑی دعا ہے۔ (ماخوذ از تحریرات مبارکہ صفحہ ۳۰۶-۳۰۷ شائع کردہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ پاکستان)

اسی طرح فرمایا: پھر ایک دعا تھی جس پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ۔ (البقرۃ: ۲۵۱) کہ اے ہمارے ربّ! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔ پھر اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ کی دعا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس فرماتے تھے، تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے۔.... اے اللہ! تُو ہی ان پر ایسا وار کر جس سے ان کی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور ہم ان کی شرارتوں سے بچ جائیں۔ تُو ہی ہے جو ان شریروں اور فساد پیدا کرنے والوں اور ظلم کرنے والوں کی طاقت توڑنے والا ہے۔ پس ان کا خاتمہ کر اور ہمیں ان کے شر سے اپنی پناہ میں لے لے۔

پھر جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ استغفار کا بھی فرماتا ہے، کہ بہت زیادہ استغفار کرو۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ کی دعا ہے۔

پھر اسی طرح کچھ عرصہ ہوا مَیں نے ایک خواب کی بنا پر کہا تھا کہ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ (تذکرہ صفحہ ۳۶۳ ایڈیشن چہارم) کی دعا بہت زیادہ پڑھیں۔ پھر یہ دعا بھی اس میں شامل کریں جو میں نے گزشتہ خطبہ میں بتائی تھی کہ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۸) کہ اے ہمارے رب! ہمارے قصور یعنی کوتاہیاں اور ہمارے اعمال میں ہماری زیادتیاں ہمیں معاف کر اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر اور کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد کر۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک الہامی دعا ہے، اسے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ دشمن اب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے، ہمیں بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں اپنی جماعت کے لیے اور پھر قادیان کے لیے دعا کر رہا تھا، تو یہ الہام ہوا کہ ”زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ پھر فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا۔ یعنی

پس پیس ڈال ان کو، خوب پیس ڈالنا۔“

فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی جو ایک سال ہوا بیت الدعا پر لکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ یَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآئِیْ وَمَزِّقْ اَعْدَآئَکَ وَاَعْدَآئِیْ وَاَنْجِزْ وَعْدَکَ وَانْصُرْ عَبْدَکَ وَاَرِنَا اَیَّامَکَ وَشَھِّرْلَنَا حُسَامَکَ وَلَاتَذَرْمِنَ الْکَافِرِیْنَ شَرِیْرًا۔ کہ اے میرے رب! تو میری دعا سن اور اپنے دشمن اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اپنا وعدہ پورا فرما اور اپنے بندے کی مدد فرما اور ہمیں اپنے دن دکھا اور ہمارے لیے اپنی تلوار سونت لے اور انکار کرنے والوں میں سے کسی شریر کو باقی نہ رکھ۔ (ماخوذ از تذکرہ صفحہ ۴۲۶ ایڈیشن چہارم)۔ (ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل ۲۰جون ۲۰۱۴ء صفحہ ۶، ۷)

ایک اور خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پس دعاؤں کی طرف بہت زیادہ ضرورت ہے۔قرآنی دعائیں ہیں، مسنون دعائیں ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سکھائی ہوئی دعائیں ہیں اور اپنی زبان میں دعائیں ہیں۔ اگر ہم نے ان حالات سے باہر نکلنا ہے، جو ہمارے لیے پیدا کیے گئے ہیں، یا پیدا کیے جا رہے ہیں، تو ان کی طرف ہمیں بہت توجہ کرنی چاہیے... شیطان کے چیلے ہر وقت اس تاک میں ہیں، کہ کہاں اور کب موقع ملے اور ہم احمدیوں کے خلاف کارروائیاں کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اپنے زُعم میں ثواب کمانے والے بنیں... اور آج احمدی ہی ہیں جو ان ابتلاؤں سے گزر رہے ہیں، جن پر یہ پابندیاں ہیں کہ عشقِ خدا اور عشقِ رسول ﷺ کا بھی اظہار نہیں کر سکتے۔ کوئی ذاتی خواہشات تو نہیں، کوئی ذاتی جرم تو نہیں جن کی سزائیں مل رہی ہیں۔ یہ تو ابتلاؤں میں سے ہمیں گزارا جا رہا ہے۔ پس ان دنوں میں اور ہمیشہ اپنی زبانوں کو دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے تر رکھنا چاہیے۔ اپنے سجدوں میں، اپنی دعاؤں میں اضطرار کی حالت پیدا کرنی چاہیے۔ اس وقت مَیں بعض قرآنی اور مسنون دعاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو بھی دہراؤں گا۔ ان دعاؤں پر صرف یہاں آمین کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان پر ہمیں مستقل توجہ دینی چاہیے اور غور کر کے اضطرار کے ساتھ پڑھنا بھی چاہیے۔ اس کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔سب سے پہلے تو سورہ فاتحہ ہے۔صرف نماز میں ہی نہیں ویسے بھی اسے دہراتے رہنا چاہیے۔ جوبلی کی دعاؤں میں، ہم نے یہ مقرر کی تھی سورۂ فاتحہ بھی لوگ ساتھ دہراتے تھے... پھر قرآن کریم کی ایک دعا ہے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ: ۲۰۲) اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا... ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کو یہ دعا آج کل بہت مانگنی چاہئے... آج کل تو دنیا کے جو حالات ہیں، جنگوں میں بھی ایسے ہتھیار استعمال ہوتے ہیں، جو آگ پھینکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آگ سے بھی بچائے اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حسنات عطا فرمائے۔ پس اپنے لیے بھی اور دنیا کے لیے بھی احمدیوں کو بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ پھر اس دعا کو بھی آج کل بہت شدت سے اور بہت اضطرار سے کرنا چاہیے۔قرآنی دعا ہے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔(البقرۃ:۲۵۱) اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔ کسی قسم کا خوف اور حالات ہمارے قدموں کو ڈگمگانہ دیں۔

اس دعا کا بھی بار بار اور اضطرار کے ساتھ ورد کرنا چاہیے کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ (البقرۃ:۲۸۷) اے ہمارے رب! ہمارا مؤاخذہ نہ کر، اگر ہم بھول جائیں، یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے اور اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے گناہوں کے نتیجے میں تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو، اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابلے پر نصرت عطا کر۔

...اب اس کے بعد مَیں آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی بعض دعاؤں کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ: مجھے ایسی دعا سکھائیں جس کے ذریعے میں اپنی نماز میں دعا مانگوں۔ آپؐ نے فرمایا تم کہو: اَللّٰھُمَّ إِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا کَثِیْرًا، وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِی، إِنَّکَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیْمُ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء فی الصلاۃ حدیث ۶۳۲۶) اے اللہ! مَیں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا، سوائے تیرے۔ پس تُو اپنی جناب سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ یقیناً تُو ہی بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی تاکید فرمائی۔ پھر مصعب بن سعدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی بات سکھائیے، جو مَیں کہا کروں آپؐ نے فرمایا یہ کہا کرو کہ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے لیے بہت حمد ہے۔ پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے، نہ کوئی طاقت ہے نہ کوئی قوت ہے، مگر اللہ کو جو غالب بزرگی والا اور خوب حکمت والا ہے۔ اس بدوی نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ تو میرے ربّ کے لیے ہیں۔ اس کی تعریف مَیں کر رہا ہوں۔ میرے لیے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کہا کرو کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ کہ اے اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما۔ مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء... باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء حدیث ۶۸۴۸) ایک دوسری روایت میں بیان ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو نبی کریم ﷺ اسے یہ دعا سکھایا کرتے تھے... اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ، وَاھْدِنِیْ، وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء... باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء حدیث ۶۸۵۰) اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت سے رکھ اور مجھے رزق عطا کر... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو جاگتے تو فرماتے: لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَکَ، اَللّٰھُمَّ أَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ، وَأَسْأَلُکَ رَحْمَتَکَ، اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ إِذْ ھَدَیْتَنِیْ، وَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً، إِنَّکَ أَنْتَ الْوَھَّابُ۔ (سنن ابی داؤد ابواب النوم باب ما یقول الرجل اذا تعار من اللیل حدیث ۵۰۶۱) اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے اپنے گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ! مجھے علم میں بڑھا دے اور میرے دل کو ٹیڑھا نہ کر نا بعد اس کے جب تُو نے مجھے ہدایت دے دی اور اپنی جناب سے مجھے رحمت عطا فرما، یقیناً تُو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب کسی معاملے میں پریشانی ہوتی تو آپؐ فرماتے: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث ۳۵۲۴) اے زندہ اور دوسروں کو زندہ رکھنے والے! اے قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والے! اپنی رحمت کے ساتھ میری مدد فرما... نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا، وَفِتْنَۃِ الْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب الدعاء قبل السلام حدیث ۸۳۲) اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں گناہ سے اور مالی بوجھ سے... پھر آنحضرت ﷺ کی ایک دعا ہے، جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں ذکر فرمایا ہے...: اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَۃِ النَّارِ، وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی، وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ، وَشَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا، کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْأَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اے اللہ! مَیں تیری پناہ میں آتا ہوں سستی اور بڑھاپے سے اور چٹی اور گناہ سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں آگ کے عذاب سے اور آگ کے فتنے سے اور قبر کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے اور امیری کے فتنے کے شر سے اور محتاجی کے فتنے کے شر سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو برف کے پانی اور ٹھنڈک سے دھو ڈال اور میرے قلب کو خطاؤں سے یوں صاف کر دے جیسے سفید کپڑا گندگی سے دھویا جاتا ہے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا کر دے جیسا کہ تُو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری پیدا کر دی۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الاستعاذۃ من ارذل العمر... حدیث ۶۳۷۵)

...حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں... کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! آپ نے بہت سی دعائیں کی ہیں، مگر ہم کو تو ان دعاؤں میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا مَیں تم لوگوں کو ایک ایسی دعا نہ بتا دوں، جو ان سب دعاؤں کی جامع دعا ہے... فرمایا کہ تم لوگ یہ دعا کیا کرو کہ: اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اس خیر کے طالب ہیں جس خیر کے طالب تیرے نبی محمد ﷺ تھے اور ہم ہر اس شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے پناہ طلب کی تھی اور اصل مددگار تو تُو ہی ہے اور تجھ ہی سے ہم دعائیں مانگتے ہیں اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ تو ہم نیکی کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور نہ ہی شیطان کے حملوں سے بچنے کی قوت۔ (سنن الترمذی ابواب الدعوات حدیث ۳۵۲۱) پھر مصیبت اور حالتِ کرب کی ایک دعا کا ذکر یوں ملتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعا عند الکرب حدیث ۶۳۴۶) یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عظمت والا اور بُردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش عظیم کا ربّ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمان و زمین کا اور عرشِ کریم کا ربّ ہے۔

...دنیا کے فتنے سے بچنے کے لیے ایک دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ أَنْ نُرَدَّ اِلٰی أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من فتنۃ الدنیا حدیث ۶۳۹۰)... یعنی اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ مَیں ارذل العمر کی طرف لوٹایا جاؤں اور تیری پناہ چاہتا ہوں دنیاوی آزمائشوں میں گھرنے سے اور قبر کے عذاب میں گرفتار ہونے سے۔ بڑی جامع دعا ہے۔ یہ دعا بھی فی زمانہ بہت پڑھنے کی ضرورت ہے۔ دشمنوں کے بد ارادوں کے خلاف دعا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الوتر باب ما یقول اذا خاف قوما حدیث ۱۵۳۷)۔ اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں۔ اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

...اب ان دعاؤں کے بارے میں مَیں بیان کروں گا، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہمیں ملتی ہیں... ایک جگہ آپؑ نے یہ دعا کی ہے کہ ”اے میرے محسن اور میرے خدا! مَیں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُرمعصیت اور پُرغفلت ہوں، تُو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تُو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُرگناہ پر رحم کر اور میری بے باکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اَور کوئی چارہ نہیں۔ آمین (مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۔ ایڈیشن ۲۰۱۵ء)... پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”اے رب العالمین!

تیرے احسانوں کا مَیں شکر نہیں کرسکتا تُو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جائے۔ مَیں تیری وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین'' (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۲۳۵۔ ایڈیشن ۱۹۸۴ء) اور ان دعاؤں کی قبولیت کے لیے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔ درود کے بغیر ہماری دعائیں ہوا میں معلق ہو جاتی ہیں۔...اپنی زبان میں بھی دعائیں کریں اور وہ حقیقی بے قرار اور مضطر بن کر دعائیں کریں جن کے دل کی گہرائیوں سے یہ دعائیں نکل رہی ہوں۔ ہمیں اور ہماری نسلوں کے جنگوں کی آگ سے محفوظ رہنے اور اس کے بعد کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ اور اب لگتا ہے کہ یہ جنگ سامنے کھڑی کیا اب تو شروع ہو چکی ہے۔ بلکہ عالمی جنگ شروع ہو چکی ہے۔... ایسے میں احمدیوں کو اپنے آپ کو خدا کے قریب کرنے اور دعاؤں میں اضطرار پیدا کرنے کی بہت ضرورت ہے، تا کہ ان کے شر سے بچ سکیں۔ ان کے نیک فطرت لوگوں کے بھی شر سے بچنے کے لیے، جو ان کے نیک فطرت لوگ ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں، کہ وہ بھی شر سے بچ جائیں... یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انسانیت کو بچالے اور ہمیں دعاؤں میں بھی اپنا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (خطبہ جمعہ فرمودہ ۵؍اپریل ۲۰۲۴ء)

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ احمدیوں کو ان کے شر سے بھی محفوظ رکھے اور ان کی پکڑ کے بھی سامان کرے۔ اب تو اِن کے لیے کوئی ہدایت کی دعا نہیں ہوسکتی۔ اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا والی دعا ہی ہے، جو ان کے لیے ہمارے منہ سے نکلتی ہے، دل سے نکلتی ہے۔'' (خطبہ جمعہ ۳؍مارچ ۲۰۲۳ء)

حضور انور نے ۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۶ء کے خطبہ جمعہ میں درج ذیل دعاؤں کا وِرد کثرت سے کرنے کی طرف احباب جماعت کو نصیحت کی اور فرمایا: اب میں بعض قرآنی دعائیں جن میں مخالفین کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی گئی ہے پیش کرتا ہوں۔ یہ دعائیں ہوسکتا ہے بعضوں کو یاد بھی ہوں، لیکن بعض کو یاد نہیں ہوں گی۔ لیکن جب مَیں یہ دعائیں پڑھوں تو آپ لوگ میرے ساتھ پڑھتے جائیں یا آمین کہتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مخالفین کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور رحم فرمائے اور ہمیشہ اپنے پیار کی نظر ہم پر ڈالے، ثبات قدم عطا فرمائے۔ بعض جگہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں، جو احمدیوں کے لیے برداشت سے باہر ہوتے ہیں، تو کبھی کسی احمدی کے لیے کوئی ایسا موقع نہ آئے کہ جہاں وہ ٹھوکر کھانے والا ہو۔ ہمیشہ ہم میں سے ہر ایک ان برکتوں کا وارث بنتا رہے، جو اللہ تعالیٰ نے جماعت کے لیے مقدر کی ہیں۔ ایک دعا ہے رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ (المؤمنون:۲۷) اے میرے رب میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا۔ پھر رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (التحریم:۱۲) اے میرے ربّ میرے لیے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔ یہ وہ دعا ہے جو فرعون کی بیوی نے کی تھی۔ احمدیوں کے لیے تو بعض ملکوں میں بڑے شدید حالات ہیں۔ کئی فرعون کھڑے ہوئے ہوئے ہیں۔ پھر ایک دعا ہے رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ (الاعراف:۹۰) اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سورۃ القمر:۱۱) مَیں یقیناً بہت مغلوب ہوں میری مدد کر۔ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الشعراء:۱۱۹) پس میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما، مجھے اور میرے ساتھ ایمان والوں کو نجات عطا فرما۔ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (المائدہ:۲۶) ہمارے درمیان اور فاسق قوم کے درمیان فرق کر دے۔ اس دعا کو بھی آجکل بہت پڑھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے اور مسلمان ملکوں میں جماعت کے لیے راستے کھولے تا کہ ان کو صحیح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے اور اس راستے میں جو روکیں ہیں، جو سختیاں ہیں جو ان مسلمان کہلانے والوں نے احمدیوں پر روا رکھی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو دور فرمائے رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ۔ (آل عمران:۵۴) اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لے آئے جو تو نے اتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی۔ پس ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اور یہ بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ ہمیں استقامت عطا فرمائے اور ہم ہمیشہ اس پر قائم رہیں۔ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ (المؤمنون:۹۹۔۹۸) اے میرے رب میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اے میرے رب کہ وہ میرے قریب پھٹکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے لے کر اب تک ہمیشہ شیطانوں نے وسوسے ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مسلم امت میں جن لوگوں کے پاس منبر تھا، جو لوگ بظاہر نام نہاد دین کے علمبردار سمجھے جاتے تھے ان لوگوں نے امت کو ورغلانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے اس قسم کے وسوسے ڈال کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نفرتوں کی دیواریں کھڑی کی ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کے وسوسوں سے جو شیطانوں کا رول ادا کر رہے ہیں ہمیشہ پناہ مانگنی چاہئے۔... حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے صحابہ کے لیے یہ دعائیں کئے بغیر مجلس سے کم ہی اٹھتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت یوں بانٹ جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی اطاعت کی توفیق عطا فرما جو ہمیں تیری جنت تک پہنچا دے۔ اور تو ہمیں ایسا یقین عطا کر جس سے تو ہم پر دنیا کے مصائب آسان کر دے۔ اور تو ہمیں ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہماری قوتوں سے تب تک فائدہ اٹھانے کی توفیق دے جب تک تو ہمیں زندہ رکھے اور اسے ہمارا وارث بنا۔ اور ہمارے اوپر ظلم کرنے والے سے ہمارا انتقام لینے والا تو ہی بن۔ اور ہم سے دشمنی رکھنے والے کے مقابل پر ہماری مدد فرما۔ ہمارے مصائب ہمارے دین کی وجہ سے نہ ہوں۔ اور دنیا کمانا ہی ہماری سب سے بڑی فکر اور ہمارے علم کا مقصود نہ ہو۔ اور تُو ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات باب فی عقد التسبیح بالید) پھر حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میری مدد کر اور میرے خلاف کسی کی مدد نہ کرنا اور میری نصرت کر اور میرے خلاف کسی کی مدد نہ کرنا اور میرے حق میں تدبیر کر مگر میرے خلاف تدبیر نہ کرنا اور مجھے ہدایت دے اور ہدایت کو میرے لیے آسان بنا دے اور مجھ پر زیادتی کرنے والے کے خلاف میری مدد کر۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات)

اب بعض دعائیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیں جو الہامی دعائیں ہیں۔ ان میں سے ایک دعا ہے ''رَبِّ احْفَظْنِیْ فَاِنَّ الْقَوْمَ یَتَّخِذُوْنَنِیْ سُخْرَۃً۔ اے میرے رب میری حفاظت کر کیونکہ قوم نے تو مجھے ٹھٹھے کی جگہ ٹھہرا لیا۔'' (بدر جلد ۲ نمبر ۴۸ مؤرخہ ۲۹؍نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۔ الحکم جلد نمبر ۴۰ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۔ تذکرہ صفحہ ۵۷۸ ایڈیشن چہارم) پھر ستمبر ۱۹۰۶ء کا الہام ہے ''رَبِّ لَا تُبْقِ لِیْ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا۔ اے میرے رب میرے لیے رسوا کرنے والی چیزوں میں سے کوئی باقی نہ رکھ۔'' (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۱ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۶ء۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مؤرخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۔ تذکرہ صفحہ ۵۶۸ ایڈیشن چہارم) ''رَبِّ اجْعَلْنِیْ غَالِبًا عَلٰی غَیْرِیْ۔ اے میرے رب مجھے میرے غیر پر غالب کر۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۳۲ مؤرخہ ۸؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۴، الحکم جلد ۱۱ نمبر ۲۸ مؤرخہ ۱۰؍اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۲) ''رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا طُعْمَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کی خوراک نہ بنا۔'' (البشریٰ مرتبہ حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ صفحہ ۵۳۔ تذکرہ صفحہ ۶۸۴۔ ایڈیشن چہارم) ''رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ، رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ، رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔'' (تحفۃ بغداد، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۵) اے میرے رب مجھے دکھلا کہ تو کیونکر مردوں کو زندہ کرتا ہے، اے میرے رب مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر، اے میرے رب مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر الوارثین ہے، اے میرے رب امت محمدیہ کی اصلاح کر۔ اے ہمارے رب ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔'' ''یَا رَبِّ یَا رَبِّ انْصُرْ عَبْدَكَ وَاخْذُلْ اَعْدَائَكَ۔ اِسْتَجِبْنِیْ یَا رَبِّ اسْتَجِبْنِیْ۔ اِلَامَ یُسْتَهْزَأُبِكَ وَبِرَسُوْلِكَ۔ وَحَتَّامَ یُکَذِّبُوْنَ کِتَابَكَ وَیَسُبُّوْنَ نَبِیَّكَ۔ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا مُعِیْنُ۔'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۶۹) اے میرے رب اپنے بندہ کی نصرت فرما اور اپنے دشمن کو ذلیل و رسوا کر۔ اے میرے رب میری دعا سن اور اسے قبول فرما۔ کب تک تجھ سے اور تیرے رسول سے تمسخر کیا جائے گا اور کس وقت تک یہ لوگ تیری کتاب کو جھٹلاتے اور تیرے نبی کے حق میں بدکلامی کرتے رہیں گے۔ اے ازلی ابدی، اے مددگار خدا میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔ گزشتہ کچھ عرصے سے مغرب میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سیرت کے بارے میں یا قرآن کریم کے بارے میں یا اسلام کے بارے میں مستقل کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔ تو اس کے لیے ان دنوں میں خاص طور پر بہت دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور ان کے شر سے بچائے۔ پھر الہام ہے ''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔ اِنَّ رَبِّیْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اے حیّ اے قیوم میں تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں۔ یقیناً میرا رب آسمان اور زمین کا رب ہے۔'' (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۲ مورخہ ۲۳؍جون ۱۸۹۹ء صفحہ ۸۔ تذکرہ صفحہ ۲۹۷ ایڈیشن چہارم) امت مسلمہ کے لیے دعا کریں کہ ''رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔'' (براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۶۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۷ ایڈیشن چہارم) اے میرے رب العزت امت محمدیہ کی اصلاح فرما۔ پھر ایک ہے ''اے ازلی ابدی خدا مجھے زندگی کا شربت پلا۔'' (بدر جلد نمبر ۱۴ مورخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۷ء۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۷ صفحہ ۱۔ تذکرہ صفحہ ۶۰۰۔ ایڈیشن چہارم) پھر مئی ۱۹۰۶ء کا الہام ہے ''رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّ کَاذِبٍ۔ یعنی اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔'' (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲۰ مؤرخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۶ء۔ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۱۱ حاشیہ۔ تذکرہ صفحہ ۵۳۲ ایڈیشن چہارم) (خطبہ جمعہ ۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۶ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۳؍نومبر ۲۰۰۶ء، صفحہ ۷۔۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعاؤں کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جس طرح ابتدا میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے ذریعہ زیر کیا تھا اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلّط عطا کرے گا نہ تلوار سے۔...ان کی ترقی کی وہی سچی راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بناویں اور دعا میں لگ جاویں۔ ان کو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے، نہ اپنی کوششوں سے اور دعا ہی سے ان کی فتح ہے نہ قوت بازو سے۔ یہ اس لیے ہے کہ جس طرح ابتدا تھی انتہا بھی اسی طرح ہو۔ آدم اوّل کو شیطان پر فتح دعا ہی سے ہوئی تھی... اور آدم ثانی کو بھی جو آخری زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کرتا ہے، اسی طرح دعا ہی کے ذریعہ سے فتح ہو گی۔'' (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

☆...☆...☆

آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی موسلادھار بارش کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی بے شمار ترقیات کے ان گنت سنگ ہائے میل عبور کرنے کا مختصر جائزہ

کیا ۱۹۸۴ء کا صدارتی آرڈیننس جماعت احمدیہ کی ترقیات کو روک سکا؟

(ابوسدید)

”ہر ایک معجزہ ابتلاء سے وابستہ ہے۔غفلت اور عیاشی کی زندگی کو خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کامیابی پر کامیابی ہو تو تضرّع اور ابتہال کا رشتہ تو بالکل رہتا ہی نہیں ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ اسی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ دردناک حالتیں پیدا ہوں“ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اِس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

آج سے تقریباً سوا صدی قبل جبکہ احمدی ایک سو سے بھی کم تعداد میں تھے، اُس بے سروسامانی کے دور میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، اب یہ پودا بڑھے گا، پھولے گا اور ساری دنیا میں اس کی شاخیں پھیل جائیں گی۔ یہ میرے منہ کی باتیں نہیں یہ اُس کا وعدہ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے، اُس نے مجھ سے کہا ہے، اِس بات کا اعلان کردے کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ بہت سی رکاوٹیں آئیں گی لیکن مجھے بھیجنے والا اُن سب کو ہٹا دے گا اور فتح و نصرت ہر دم میرے قدم چومے گی۔ یہ امر قابلِ غور ہے کہ یہ باتیں حضورؑ پنجاب کی ایک دُور دراز کی گمنام بستی میں بیٹھ کر اُس وقت فرما رہے تھے جب اِن کے پورا ہونے کا دُور دُور تک امکان نہ تھا۔ وہاں نہ کوئی پختہ سڑک، نہ ریل، نہ موٹر، نہ گاڑی کچھ بھی تو نہیں آتا جاتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے رنگ دکھایا۔ اپنے وعدوں کی لاج رکھی اور اپنے نبی کی باتوں کو سچ کر دکھایا۔ یہ دعوے اس چھوٹی سی بستی سے نکل کر آس پاس کی بستیوں اور شہروں میں بھی سنے جانے لگے۔ بس پھر کیا تھا، ان باتوں کو سُن کر اپنے رشتہ دار ساتھ چھوڑ گئے، قریبیوں اور تعلقداروں نے بھی منہ موڑ لیا، غیروں نے ہنسی اور ٹھٹھے کے ساتھ کہا، دنیا کے کنارے تو بہت دُور کی بات، ہم اس کی آواز کو اس کی بستی کے کناروں تک بھی نہیں پہنچنے دیں گے۔

لیکن معجزہ یہ ہوا کہ مخالفین کی تمام تر کوششوں کے باوجود یہ آواز اپنے پورے جوبن پر پہنچ کر اِس بستی کے باہر سنائی دینے لگی۔ اور مخالفت کی آندھیوں کے باوجود پھیلتی چلی گئی۔ ربانی آواز کو پھیلتے دیکھ کر وہ سب مخالف سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور منصوبے بنانے لگے کہ ہم سب کو اکٹھے ہو کر اس آواز کو روکنا اور بند کرنا ہو گا۔ ایسا کرنے کے لیے انہوں نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور ہر ممکن حربے استعمال کر ڈالے، لیکن ہر کوشش خائب و خاسر ہو کر رہ گئی اور ہر کاوش دم توڑ گئی لیکن اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ یہ آواز اکنافِ عالم میں مزید بلند ہوتی اور پھیلتی چلی گئی۔ وہ جو ابتدا میں ۷۵ تھے وہ ۷۵؍ہزار اور پھر ۷۵؍لاکھ ہوتے چلے گئے، اور یہ گنتی کرنا مشکل ہو گیا کہ زمین کے کناروں تک پہنچنے والی تبلیغ سے حاصل ہونے والے پھلوں کے کیا اعداد و شمار ہیں کیونکہ ہر روز اُن میں اضافے پر اضافہ ہوتا چلا گیا۔

جماعت احمدیہ کو مٹا ڈالنے اور نیست و نابود کرنے کی ناکام کوششیں ہر دَور میں ہوتی آئی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اِس جماعت پر ہونے کی وجہ سے مخالفین کو ہر مرتبہ منہ کی کھانا پڑی اور جماعت احمدیہ کو مٹا ڈالنے کے کھوکھلے دعوے کرنے والے خود مٹا دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خاک تک کو ہواؤں میں اُڑا کر رکھ دیا اور رُسوائے عام کر دیا۔ ماضی کے تجربات سے عبرت لیے بغیر ہر دفعہ اس زُعم میں جماعت پر قدغنیں عائد کرنے کی ناکام کوشش کی کہ اس دفعہ تو ہم کامیاب ہو ہی جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔

بدنامِ زمانہ آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کے نافذ ہونے کے بعد مخالفینِ جماعت احمدیہ اپنے خیالات میں یہ گمان کر رہے تھے کہ اب ہم نے اس پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے اور اس قسم کی روکیں اور قدغنیں لاکھڑی کی ہیں کہ یہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہوا شجر یہیں رُک جائے گا۔ بلکہ خدانخواستہ نابود ہو جائے گا، وقت کے فرعون نے یہ خواب بھی دیکھا تھا کہ اب میں خود اس جماعت کی تقدیر کا فیصلہ کروں گا اور اس کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دوں گا۔

خلافت رابعہ کے آغاز میں جماعت احمدیہ کی ترقیات کا جو گراف ایک دم اوپر پہنچ گیا تھا، اس ترقی کی رفتار کو دیکھ کر اُس زمانے کے نام نہاد صدر مملکت اور ڈکٹیٹر نے یہ خام خیالی اپنے دل میں پال لی تھی کہ میرے ہاتھ میں پاکستان کی باگ ڈور ہے اور میں اپنے ملک کا طاقتور ترین انسان ہوں، میرے لیے یہ انتہائی آسان ہے کہ میں اس جماعت کو نیست و نابود کر کے رکھ دوں۔ ایک طرف زمین پر رہنے والا جماعت کا بدترین دشمن، الٰہی جماعت کو مٹا ڈالنے کا مکر کر رہا تھا، دوسری طرف زمین و آسمان کا مالک اور بادشاہ اپنی بہترین تدبیر یعنی جماعت احمدیہ کو عالمگیر سطح پر مشہور و معروف کرنے، نیک نامی پھیلانے، دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات کے لیے اپنے فضلوں کی بارشیں کرنے کے فیصلے کر چکا تھا۔

ایک زمانہ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق انبیاء کی جماعتوں کی طرح محبت، شفقت، تائید و نصرت اور فضلوں کی موسلادھار بارش جماعت احمدیہ پر بھی فرما دی۔ اپریل ۱۹۸۴ء میں جونہی یہ نام نہاد آرڈیننس جاری ہوا ربوہ شہر اور خاص طور پر قصر خلافت کو گھیرے میں لے لیا گیا۔ باہر نکلنے کے تمام راستے مسدود کر دیے گئے۔ ابتلا کے اس مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ربوہ سے معجزانہ طور پر بخیریت ہجرت کرائی اور دشمنوں کے نرغے میں سے ربوہ اور کراچی ایئرپورٹ سے بالکل اسی طرح نکالا جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ کے وقت کفار مکہ کے حصار میں سے بحفاظت نکال کر لے گیا تھا۔ حضورؒ کی انگلستان کی طرف یہ ہجرت بہت بابرکت ثابت ہوئی۔ جس سے جماعت احمدیہ پر نہ صرف خوشحالی اور کشائش کے دروازے کھل گئے بلکہ اس کو عالمگیر حیثیت اور شہرت بھی حاصل ہو گئی اور جماعت ترقیات کے پے در پے سنگ ہائے میل جلد از جلد طے کرتے ہوئے تیز رفتار پکڑتی چلی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لندن میں سکونت پذیر ہونے کے بعد جماعت احمدیہ عالمگیر کی ترقیات کے آغاز کی بنا ڈالی اور جماعت احمدیہ کے مخالفین کو واشگاف الفاظ میں پیغام دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی جماعت کی ترقی کو کسی بھی لحاظ سے نہیں روک سکو گے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۸۸ء کے دوسرے دن مورخہ ۲۳؍جولائی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”چند سال پہلے جب پاکستان میں اس مخالفت کا آغاز ہوا جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے تو آغاز ہی میں میں نے یہ مضمون خوب کھول کر بیان کیا تھا اور احمدیت کے دشمنوں کو خوب اچھی طرح متنبّہ کیا تھا کہ آپ جتنا چاہیں دکھ ہمیں پہنچا دیں، جتنے کانٹے چاہیں راہ میں بوئیں لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ خدا کے فضلوں کی راہ، آپ روک نہیں سکتے۔ اگر خدا کسی پر اپنی رحمتوں کی بارش برسانے کا فیصلہ کرے تو ناممکن ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت خدا کے فضلوں اور ان لوگوں کی راہ میں حائل ہو سکے، جن پر خدا اپنے فضل فرمانے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ اس کے بعد سے ہم مسلسل خدا کے فضلوں کی اس عالمگیر بارش کا مشاہدہ کرتے چلے آ رہے ہیں اور آئندہ بھی ہمیشہ کرتے چلے جائیں گے۔ ان شاءاللہ“ (ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جولائی ۱۹۸۸ء صفحہ ۹)

جماعت احمدیہ کی دنوں میں ترقیات کی منازل طے کرنے، نیک نامی اور مقبولیت کے گراف کو اونچا ہوتا دیکھ کر دشمن حیرت کے عمیق سمندروں میں جا ڈوبے اور دانتوں میں انگلیاں دبا کر سوچوں کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو گئے۔ اس آرڈیننس کے ذریعے جماعت پر پابندیاں لگانے کے جو خواب دیکھے تھے وہ سب چکنا چُور ہو گئے، جو منصوبے بنائے تھے وہ سب نابود ہو گئے۔ جماعت احمدیہ تو گویا ریت کے ذروں کی طرح ان کے ہاتھ سے نکلتی چلی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عالمی شہرت حاصل کر لی۔ بنیادی انسانی حقوق کی عالمی ایسوسی ایشنز اور دنیا بھر میں امن قائم کرنے والی انجمنوں نے جماعت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کے اسلام کی امن پسند تعلیمات پھیلانے کے کاموں کی پذیرائی کی اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی اس موسلادھار بارش کو دیکھا تو دشمنوں کے ہوش اُڑ گئے۔ جماعت احمدیہ پاکستان پر عائد ہونے والی یہ پابندیاں رحمت بن گئیں اور پاؤں میں پہنائی جانے والی بیڑیاں پھول ثابت ہوئیں۔ مختلف ملکوں کی پارلیمنٹس میں جماعت احمدیہ کی رسائی ہو گئی اور نیک نامی کا ڈنکا بجنے لگا۔ دنیا کے اعلیٰ سطحی ایوانوں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گونجنے لگا۔ ہزاروں اور لاکھوں سعید روحیں جماعت احمدیہ میں داخل ہونا شروع ہو گئیں۔ دنیا کے ملکوں میں گاؤں کے گاؤں احمدی ہوتے چلے گئے اور ان کے اماموں سمیت بنی بنائی مساجد میں جماعت احمدیہ کی تعلیمات کی درس و تدریس کی آوازیں آنے لگیں، تو یہ سب دیکھ کر جماعت کے دشمن اور مخالفین بوکھلا گئے، اسی بوکھلاہٹ میں یہ تک سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ آرڈیننس اور پابندیاں تو جماعت احمدیہ کے لیے خوشی و مسرت کا پیغام بن گئی ہیں، دیکھنا چاہیے کہ یہ صدر مملکت کہیں اندر سے جماعت احمدیہ کے ساتھ تو نہیں ملا ہوا؟ ان کے خلیفہ کو خاموشی سے باہر جانے دیا، جس کی وجہ سے جماعت کی ترقی کو چار چاند لگ گئے ہیں، جماعت وہ ترقی حاصل کر رہی ہے جو پہلے نہ دیکھی، نہ سُنی اور نہ ہی سوچی۔ ایک جیالے لکھاری نے تو انہی خدشات کو تحریر کا جامہ پہنا کر ایک ضخیم کتاب بھی لکھ دی۔ اس کتاب کا نام ”کیا ضیاء الحق قادیانی تھا؟“ رکھا۔ خاکسار راقم الحروف نے یہ کتاب بذاتِ خود اُن دنوں فیروز سنز لمیٹڈ لاہور کے Best Seller Books Shelf میں سجی دیکھی تھی۔

مخالفین تو یہ سوچ رہے تھے کہ اب پاکستان میں ان کی سرگرمیاں رُک جائیں گی۔ دشمن کی ان سوچوں کے برعکس جماعت احمدیہ کی پاکستان میں، خاص طور پر ربوہ میں سرگرمیوں اور پروگراموں کے انعقاد میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ ایک ڈیڑھ سال کے اندر ہی پروگرامز منعقد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

☆...مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ میں مورخہ ۲۳؍امان ۱۳۶۴ہش بمطابق مارچ ۱۹۸۵ء جلسہ یومِ مسیح موعود روایتی ذوق و شوق اور احترام و عقیدت سے منایا گیا۔ جماعت احمدیہ کے قیام پر ۹۶؍سال پورے ہونے پر منعقد ہونے والا یہ جلسہ مسجد مبارک میں منعقد ہوا، جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جیّد علمائے کرام نے تقاریر کیں۔ احباب ربوہ کی بہت بڑی تعداد نے اس جلسہ میں شمولیت کی۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام ہونے کی وجہ

سے آواز دُور دُور تک پہنچ رہی تھی۔ اور مسجد کے اندر کا سارا حصہ پُر ہوجانے کے بعد باہر صحن اور گراسی پلاٹوں میں بھی احباب تشریف فرما تھے۔خواتین کے لیے پردے کی رعایت سے انتظام کیا گیا تھا۔ (ضمیمہ خالد ربوہ مارچ ۱۹۸۵ء صفحہ ۴)

☆...جماعت احمدیہ کی مرکزی ۶۶ویں مجلس مشاورت اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمتوں کے جلو میں مورخہ ۲۹ تا ۳۱/مارچ ۱۹۸۵ء مرکز سلسلہ ربوہ میں نہایت درجہ کامیابی اور خیرو خوبی کے ساتھ منعقد ہوئی۔

☆...ڈھیروں مشکلات اور بے انتہا ابتلاؤں کے باوجود پاکستان کے احمدی اپنے امام کی اقتدا میں اپنے رب کے حضور جھکے اور دعاؤں میں لگے رہے نیز اپنے وطن پاکستان میں رہنے کی وجہ سے جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان کی پرواہ کیے بغیر اپنے وطن کے لیے وہی ہمدردی اور خیرخواہی اپنے دلوں میں لیے زندگی گزارتے رہے۔ چنانچہ اگست ۱۹۸۵ء میں ربوہ میں یومِ آزادی نہایت تزک و احتشام سے منایا گیا۔ بازاروں کو سجایا گیا قومی پرچم لہرائے گئے، کھیلوں کے مقابلے ہوئے اور مسجد مہدی سے ملحقہ میدان میں ایک جلسہ عام کا انعقاد ہوا جہاں مٹھائی اور چاول تقسیم کیے گئے۔

ربوہ اور پاکستان کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں جماعت احمدیہ کی ترقیات روز افزوں بڑھتی چلی گئیں۔ عالمی ترقیات کے جائزے کی ایک جھلک دیکھیں۔

☆...مارچ ۱۹۸۵ء میں ناروے کے ایک ریڈیو سٹیشن پر جماعت احمدیہ کا مستقل پروگرام پیش ہونا شروع ہوا۔ ناروے کی کلچرل منسٹری نے ہفتہ میں تیرہ گھنٹے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دی۔

☆...مغربی جرمنی میں ۱۹۸۴ء کے دوران ۱۱۹/افراد نے قبول احمدیت کی توفیق پائی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مغربی جرمنی کی جماعت کو یکصد بیعتوں کا ٹارگٹ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۸۴ء میں ہی ایک سو انیس افراد بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے

☆...۵ تا ۷/اپریل ۱۹۸۵ء ٹلفورڈ میں جماعت احمدیہ انگلستان کا عظیم الشان تاریخی جلسہ منعقد ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دنیا کے کونے کونے سے آنے والے احباب کو تینوں دن پُرمعارف خطابات سے نوازا۔ اس بابرکت جلسہ میں کرّہ ارض کے پانچ براعظموں کے ۴۸/ممالک کے ہزارہا احباب نے شرکت کی۔ یاد رہے کہ یہ تاریخی جلسہ جس جگہ منعقد ہوا وہ ۲۵/ایکڑ رقبہ پر مشتمل نئی خرید کردہ قطعہ زمین واقع ٹلفورڈ میں تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارشوں کا نتیجہ تھا جو اس آرڈیننس کی قدغنوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسلادھار جماعت احمدیہ پر برسیں۔

☆...حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت احمدیہ امریکہ کو تحریک فرمائی تھی کہ امریکہ میں پانچ جگہوں پر نئے مراکز تعمیر کرنے کا انتظام کیا جائے، چنانچہ جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے مالی قربانی کرتے ہوئے اس پر والہانہ لبیک کہا۔جس کے نتیجہ میں چار جگہوں پر مراکز خرید لیے گئے۔ (ضمیمہ مصباح اپریل ۱۹۸۵ء صفحہ ۱)

☆...اسی طرح جماعت احمدیہ کینیڈا کو بھی حضورؒ نے ہدف دیا جس کے نتیجے میں اس جماعت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور فروری ۱۹۸۵ء تک چھ لاکھ ڈالر سے زائد مالی قربانی کی توفیق پائی۔ (ضمیمہ خالد مئی ۱۹۸۵ء صفحہ ۱)

☆...گلاسگو سکاٹ لینڈ میں احمدیہ مشن ہاؤس کے لیے نئی عالیشان عمارت خریدی گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ۱۰/مئی ۱۹۸۵ء کو جمعہ پڑھا کر اس عمارت کا افتتاح فرمایا۔

☆...اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن میں شبانہ روز مصروفیات جاری تھیں۔ درس القرآن، ملاقاتیں، خطبات جمعہ اور خطابات وغیرہ

☆...۲۲/ستمبر ۱۹۸۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دستِ مبارک سے مغربی جرمنی میں دو نئے مراکز کا افتتاح عمل میں آیا۔ ۶/ایکڑ رقبہ پر مشتمل مرکز گروس گیراؤ میں اور سوا ایکڑ رقبے کا مرکز کولون میں واقع ہے۔(ضمیمہ تحریک جدید ستمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۱)

☆...حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جولائی ۱۹۸۵ء میں یورپ کے ممالک کا دورہ فرمایا، جس کے دوران یورپ کے بعض ممالک ہالینڈ، فرانس، بیلجیم اور مغربی جرمنی کے مختلف شہروں میں خرید کردہ جماعت احمدیہ کے نئے مشن ہاؤسز کا افتتاح فرمایا۔

☆...جماعت میں شامل ہونے والے افراد کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔مسجد محمود زیورک سوئٹزرلینڈ میں ۲۷/ستمبر ۱۹۸۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:”جماعت احمدیہ کو آجکل خاص طور پر دعوت الی اللہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ خدا کے فضل سے ہر طرف جماعت کے اندر دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ اور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں میں گیا ہوں اور وہاں بیعتیں نہ ہوئی ہوں۔“حضورؒ نے فرمایا:”بہت سی خوشخبریاں ایسی ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس جماعت کو بڑھانے والا ہے اس لئے ہر احمدی ہر جہت میں کوشش کرے، جماعت کی بھاری طاقت ابھی تک میدان میں نہیں اُتری۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ زمانہ میں ایک انقلاب آنے والا ہے۔“حضورؒ نے فرمایا: موجودہ حالات میں تبدیلی پاکستان کے احمدیوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں بھی ہو رہی ہے۔ وہ لوگ مظلومیت کے دور میں سے گزر کر دعائیں کر کر کے آپ کے حالات میں تبدیلی لا رہے ہیں۔ (ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید اکتوبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۴ تا ۶)

۱۹۸۴ء اور اس کے بعد کئی سال تک جماعت احمدیہ پاکستان مشکلات اور ابتلاؤں کا شکار رہی۔ایک طرف تو یہ مصیبتیں اور قدغنیں تھیں اور دوسری طرف امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ یہ اعلان فرما رہے تھے:”گزشتہ سال (۱۹۸۶ء) نے اپنے اختتام پر جماعت کی ترقی کے نئے راستے کھولے ہیں۔ اتنی برکتیں اور وُسعتیں جماعت کے لئے گزشتہ سال لے کر آیا تھا کہ جن کے ذکر سے آپ کے دل خدا کی حمد سے سجدہ ریز ہوجائیں گے۔“(ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جنوری ۱۹۸۷ء صفحہ ۱)

جماعت احمدیہ کے سو سال مکمل ہونے میں صرف دو سال رہ گئے تھے لیکن ان ابتلاؤں نے جماعت کی ترقی کے قدم رُکنے نہیں دیے، اُس دور میں دنیا بھر میں جشنِ صد سالہ جوبلی کے لیے بنیادی منصوبے بنائے جا رہے تھے۔مرکزی کمیٹیوں کے ساتھ ساتھ ملکی اور علاقائی سطح پر بھی کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی تھیں۔

☆...خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے واشنگٹن امریکہ میں جماعت احمدیہ کے نئے مرکز اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی تقریب ۹/اکتوبر ۱۹۸۷ء کو عمل میں آئی۔ یاد رہے حضورؒ نے اکتوبر، نومبر ۱۹۸۷ء میں امریکہ کی گیارہ ریاستوں میں پھیلی ہوئی جماعت ہائے احمدیہ کا دورہ فرمایا تھا۔ جماعت احمدیہ واشنگٹن نے ۷/اکتوبر کو ہلٹن ہوٹل واشنگٹن ڈی سی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اعزاز میں بہت وسیع پیمانے پر استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا اس تقریب میں غیر مسلم اور غیر احمدی اعلیٰ سرکاری مہمانوں، عمائدین اور دیگر معززین کی تعداد اڑھائی صد سے زائد تھی۔ اس موقع پر امریکی سینیٹر نے جماعت احمدیہ کی انسانی خدمات کے اعتراف کے طور پر حضورؒ کی خدمت اقدس میں نشانِ امریکہ کا تمغہ پیش کیا اور کولمبیا کے میئر نے ۷/اکتوبر ۱۹۸۷ء کے دن کو حضورؒ کا دن قرار دیا۔ (ضمیمہ مصباح فروری ۱۹۸۸ء)

☆...جنوری ۱۹۸۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مغربی افریقہ کے تاریخ ساز دورہ میں فرمایا:”جماعت احمدیہ کے ذریعہ افریقہ کی تاریخ کا رُخ بدل دیا جائے گا۔ ہر شخص اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو افریقہ کی خدمت کے لیے پیش کرنے کی تیاری کرے۔ اہلِ افریقہ کی خدمت کریں اور ان لوگوں کو اپنے قدموں پر کھڑا کریں۔تمام احمدی جماعتیں کمر ہمت کس لیں اور ہر میدان میں افریقہ کی خدمت کی تیاری شروع کر دیں۔ (ضمیمہ خالد فروری ۱۹۸۸ء)

ایک طرف پاکستان میں پُر آشوب حالات اپنے عروج پر تھے اور دوسری طرف جماعت احمدیہ کے عالمگیر امام جماعت کو ترقیات کے بامِ عروج تک پہنچانے کے روحانی پروگرام بنا رہے تھے۔اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸/اگست ۱۹۸۷ء میں فرمایا:”یورپی ممالک کی جماعتوں کو دعوت الی اللہ کی مہم کی طرف پوری سنجیدگی سے توجہ کرنی چاہیے۔ساری دنیا کو اسلام میں داخل کرنے کی عظیم ذمہ داری خدا تعالیٰ نے ہمارے کندھوں پر ڈالی ہے۔ اس ذمہ داری کی کما حقّہ ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص دعوت الی اللہ کے کام میں حصہ لے۔“ پھر حضورؒ نے مخالفین کو یہ پیغام دیا کہ ”جماعت احمدیہ ایک مقتدر اور مدبّر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے اور یہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے قائم کی گئی ہے۔“(ضمیمہ خالد جنوری ۱۹۸۷ء)

حضورؒ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۷ء میں فرماتے ہیں:”خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کی ترقی کے عظیم الشان نئے نئے دروازے کھول رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کو خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے اس عظیم عالمی انقلاب کی طرف لا رہی ہے جس کا لانا ہمارے قبضہ میں نہیں۔“

خلافت رابعہ میں چندمزید ترقیات و فتوحات کا مختصر جائزہ

☆...جب دنیا بھر سے لاکھوں کی تعداد میں سعید روحیں جماعت احمدیہ میں داخل ہونا شروع ہوئیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہر سال جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر عالمی بیعتوں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پہلی عالمی بیعت، جلسہ سالانہ ۱۹۹۳ء کے موقع پر ۳۱/جولائی کو منعقد ہوئی اور ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے سعید روحیں فوج در فوج احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آتیں۔

☆...حضورؒ نے اپنے ۱۷/ستمبر ۱۹۹۳ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نصرت کی ہوائیں اب جھکڑ میں تبدیل ہو رہی ہیں اس لیے نو مبائعین کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔

☆...۲۲/جولائی ۱۹۹۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کے موقع پر اپنے خصوصی پیغام میں فرمایا:”جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کا یہ نیا دور مبارک ہو۔“

☆...۷/جنوری ۱۹۹۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے احمدیہ ٹیلی ویژن کی نشریات کا باقاعدہ افتتاح فرمایا جس سے دنیائے احمدیت کو نہ صرف اپنے آقا کا دیدار نصیب ہوا بلکہ وہ ایک لڑی میں پروئی گئی اور اس کے ذریعے ترقیات کا نیا باب کھل گیا۔

☆...جماعت احمدیہ برطانیہ کا سالانہ جلسہ جولائی ۱۹۹۵ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر ڈش کے ذریعہ عالمی بیعت میں ۹۶/ممالک کے ۱۶۲ قوموں کے ۱۲۰ زبانیں بولنے والے ۸/لاکھ ۴۵/ہزار ۲۹۴ افراد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ یاد رہے کہ آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے بعد پہلے دس سال میں یعنی جولائی ۱۹۹۵ء تک ۱۴۸/ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ ۵۲/زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم مکمل ہو چکے تھے۔ ۱۰/افریقی ممالک میں ۳۰/ہسپتال اور ۲۸/ڈاکٹرز خدمات بجا لا رہے تھے، دنیا بھر میں ۵۲۵/مشن ہاؤسز، ۸۲۱/مرکزی مبلغین و معلمین خدمات بجالا رہے تھے۔ اس جلسہ سالانہ میں حضورؒ کے خطابات اور دیگر پروگرامز روزانہ چار براعظموں میں ٹیلی کاسٹ کیے گئے جو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا۔ (الفضل ۱۰/جون ۲۰۰۰ء)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت احمدیہ کو بے شمار ترقیات سے نوازا گیا اور اس کے فضلوں کی موسلا دھار بارش برسنا شروع ہوئی اور اس کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ خلافت کی لڑی میں پروئی گئی اور سیسہ پلائی دیوار کی طرح خلافت سے محبت و اطاعت میں آگے سے آگے بڑھتی چلی گئی۔خلیفۃ المسیح جہاں بھی قدم رنجہ فرماتے، آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو احمدی دیوانہ وار جمع ہوجاتے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰۰۴ء میں برٹش ایئرویز کی فلائٹ جب گھانا افریقہ کے ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے لگی اور جہاز رن وے پر دوڑنے لگا تو پائلٹ نے حیران ہو کر ایک عجیب منظر دیکھا کہ رن وے کے ساتھ ساتھ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہاتھوں میں سفید رومال لہراتے ہوئے اس جہاز کے اُترنے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ عشق و محبت کا منظر پائلٹ کے لیے حیران کن اور ایک اچنبھے سے کم نہ تھا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ اس کے جہاز میں ایک جماعت کے امام سفر کر رہے ہیں لیکن وہ نظارہ جو وہ اپنے کاک پِٹ سے دیکھ رہا تھا وہ اس کے لیے حیرت کا باعث تھا۔ اس منظر سے وہ اتنا مرعوب ہوا کہ خود چل کر امام جماعت کی سیٹ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ، جناب عالی! کیا یہ سب لوگ آپ کے لوگ

ہیں جو آپ کے لیے ایئر پورٹ پر موجود ہیں؟ یہ تاریخی منظر صرف پائلٹ یا اس جہاز کے مسافر ہی نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ ایم ٹی اے کے ذریعے براہ راست کروڑوں احمدی بھی اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اور یہ اُس امام جماعت احمدیہ کو ماننے والے تھے جو سوا دو سو ملکوں میں بسنے والے احمدیوں کا بادشاہ تھا۔ اور یہ جم غفیر جس کا اوپر ذکر ہوا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور خلافت کی برکتوں کی وجہ سے تھا جو خلافت کے عشق و محبت میں کشاں کشاں احمدیوں کو مغربی افریقہ کے دورے پر تشریف لانے والے اپنے امام کے استقبال کے لیے کھینچ لایا تھا۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیار اور محبت و شفقت کی ہی وجہ سے تھا جو دنیا کے دُور دراز کے علاقوں میں مختلف قومیتوں کے لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے فقید المثال استقبال کے لیے اس طرح اکٹھے ہو گئے، اہم بات یہ ہے کہ اپنے معزز مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لیے صرف احمدیوں کا جم غفیر ہی ایئر پورٹ پر موجود نہ تھا، بلکہ حکومت کے وزراء کرام، پارلیمنٹ کے قابل عزت نمائندگان اور عمائدین بھی استقبال کے لیے حکومت کی طرف سے موجود تھے۔ سب اتنے مؤدب ہو کر ایستادہ تھے کہ گویا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بچھے جاتے تھے۔ ایسے موقع پر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پا کے شُہرۂ عالم بنا دیا

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ یعنی ایم ٹی اے کا قیام اس دور میں ایک انقلابی قدم تھا۔ ایم ٹی اے کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو آغاز میں ٹیلی ویژن پر خطبہ جمعہ کا انتظام ہوا، پھر چھ گھنٹے روزانہ کی نشریات شروع ہوئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے گوشے گوشے میں چوبیس گھنٹے روزانہ بغیر تعطل کے ایم ٹی اے کے ذریعے دینی تعلیمات پہنچنے لگیں۔ اور یوں حضرت مسیح موعودؑ کا الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" ایک مرتبہ پھر پورا ہو گیا، یہ سچائی ایک اٹل حقیقت بن گئی۔ یہ تاریخی اور انقلابی نظام جماعت احمدیہ کے لیے محض سائنسی ایجاد نہیں بلکہ خلافت احمدیہ کی صداقت کا ایک عالیشان نشان ہے۔ یہ صرف عام چینل نہیں، بلکہ اپنے محبوب امام کے عشق و محبت میں مخمور غلاموں کی بے پناہ محبتوں کا امین ہے۔ ۱۹۸۴ء تا حال (۲۰۲۵ء) جلسہ سالانہ ربوہ پر پابندی چلی آ رہی ہے لیکن ہم اپنے رب پر قربان جائیں، جس نے آرڈیننس کی پابندیوں کے صرف آٹھ سال بعد ہی جماعت احمدیہ پاکستان کی اس محرومی کو اپنے فضلوں کے ساتھ ملاقات میں بدل دیا اور اس پاک ہستی نے اس کے متبادل جو نظام عطا فرمایا، اس میں کل عالم شریک ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ جلسہ سالانہ برطانیہ پہلی مرتبہ سیٹلائٹ کے ذریعے عالمی طور پر ۱۹۹۲ء میں دیکھا گیا اور جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے تمام خطبات ٹیلی کاسٹ کیے گئے۔ اسی طرح ۱۹۹۶ء سے خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ کی مکمل کارروائی نشر کی جا رہی ہے۔ جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں احمدی اپنے اپنے گھروں میں دیکھ اور سُن سکتے ہیں۔ حضور ان کو دیکھتے ہیں اور وہ اپنے آقا کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ ایسے نظارے ایک وقت میں براہ راست کئی ملکوں کے جلسوں پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یہ جماعتی ترقیات کا اعجاز ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والا خارق عادت معجزہ ہے۔ جو پابندیوں اور ابتلاؤں کے بعد ہی میسر آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس فلاسفی اور حکمت کو کیا ہی خوبصورت انداز میں بیان فرماتے ہیں: "میرے ساتھ یہی سنت اللہ ہے کہ جب تک ابتلاء نہ ہو تو کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا خدا کا اپنے بندوں سے بڑا پیار یہی ہے کہ ان کو ابتلاء میں ڈالے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے: بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ... (البقرۃ:۱۵۶) یعنی ایک قسم کی مصیبت اور دُکھ میں ان کا رجوع خدا تعالیٰ ہی کی طرف ہوتا ہے، خدا تعالیٰ کے انعامات انہی کو ملتے ہیں جو استقامت اختیار کرتے ہیں۔ خوشی کے ایام اگرچہ دیکھنے کو لذیذ ہوتے ہیں مگر انجام کچھ نہیں ہوتا، رنگ رلیوں میں رہنے سے آخر خدا کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خدا کی محبت یہی ہے کہ ابتلاء میں ڈالتا ہے اور اس سے اپنے بندے کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے، مثلاً کسریٰ اگر آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کا حکم نہ دیتا تو یہ معجزہ کہ وہ اُسی رات مارا گیا کیسے ظاہر ہوتا اور اگر مکہ والے لوگ آپؐ کو نہ نکالتے تو فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (فتح:۲) کی آواز کیسے سنائی دیتی؟ ہر ایک معجزہ ابتلاء سے وابستہ ہے۔ غفلت اور عیاشی کی زندگی کو خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کامیابی پر کامیابی ہو تو تضرع اور ابتہال کا رشتہ تو بالکل رہتا ہی نہیں ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ اسی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ دردناک حالتیں پیدا ہوں۔"
(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۸۳-۸۴، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

اگر دیکھا جائے تو یہ بات سچ ہے کہ ایک وہ وقت تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بے سروسامانی میں چند افراد کے ساتھ ربوہ سے ہجرت کر کے لندن تشریف لائے تھے اور وہاں کی سرزمین کو خلافت کے نور سے برکت بخشی تھی۔ لیکن وہ اکیلے تو نہیں تھے، آپ کے ساتھ تو تائید ربّ الوریٰ تھی، اس تائید و نصرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے فرمایا ہوا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپؒ کامیابی و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح آگے سے آگے بڑھتے ہی چلے گئے، آپؒ اپنے پُرشوکت دورِ خلافت میں گلشن احمد کے ایسے باغبان تھے جن کا نام دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

آج کروڑوں نفوس خلافت خامسہ کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں میں اطاعت، فرمانبرداری اور وفاداری کے گُن گاتے ہوئے برکتیں سمیٹ رہے ہیں۔ یہ ایسی برکتیں ہیں جن کا قیامت تک کے لیے وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے فتح و کامیابی کے اس وعدے کے ساتھ اپنے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سرکردگی میں دعائیں کرتے اور بنی نوع انسان کی خدمت اور محبت کا دم بھرتے ہوئے ہم اپنے پیارے امام کی مدھر آواز کے ساتھ اپنی آواز ملاتے ہوئے کامیابی اور کامرانی کی منازل کی طرف رواں دواں ہیں۔ سوا سو سال پہلے کی تنہا آواز اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ آج ایک پُر بہار نغمہ کی صورت میں گونج رہی ہے اور دنیا کے کناروں تک پہنچ رہی ہے، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں احمدیوں کو ایک مضبوط لڑی میں پروئے ہوئے ہے۔ خلافت کی ایک یہ برکت بھی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح سے پُر، دلوں پر گہرا اثر کرنے والے ولولہ انگیز، بھرپور اور پُرمعاف خطابات احمدیوں کے دلوں کو گرماتے ہیں۔ احمدی اپنے دل و جان سے عزیز آقا کی ہر بات پر عمل کرنا اپنا اوّلین فرض سمجھتے ہیں۔ اے حق کی متلاشی نیک فطرت اور سعید روحو! کیا اب بھی اس سوال کا جواب حاصل کرنے، جستجو کرنے اور کھوج لگانے کا وقت نہیں آیا کہ مشکلات، مصائب، ابتلاؤں اور قدغنوں کے باوجود جماعت احمدیہ سوا دو سو ملکوں میں کیسے ترقی کرتی چلی گئی؟ آج یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے؟ یہ خلافت کی لڑی میں پروئے ہوئے کروڑوں انسان جو اپنے آقا پر جان قربان کرنے پر ہر لحہ و ہر آن تیار ہیں۔ عشق و محبت اور کیف و سرور کی داستانیں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ سب کچھ کون کر رہا ہے، کون انہیں امت واحدہ میں ڈھال کر بڑھا رہا ہے، کون انہیں پھیلا رہا ہے؟ جی ہاں یہ وہی پُرشوکت آواز ہے جس نے سوا سو سال قبل حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا۔ مخالفین کی مخالفتوں کے باوجود، دشمنوں کی دشمنیوں کے باوجود اور حاسدین کے حسد کے باوجود جماعت احمدیہ ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی۔ آیئے آخر پر پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ الفاظ کا مزہ لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: "۱۹۸۴ء میں جماعت کے خلاف جو قانون پاس ہوئے، اس سے جماعت کی ترقی میں کوئی روک پیدا نہیں ہوئی۔ خلیفہ وقت کو گو پاکستان ربوہ سے، مرکز ربوہ سے نکلنا پڑا لیکن جماعت کی ترقی میں کوئی روک پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ باہر نکل کر ایک نئی شان سے خلافت پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم نے دیکھا اور خلافت کے زیر سایہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش برساتے ہوئے ایک نیا دور شروع ہوا۔ اور پھر خلافت رابعہ میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح جماعت ترقی کر گئی اور اس طرح اب بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ جماعت ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔" (الفضل انٹرنیشنل ۲۰/جون ۲۰۲۵ء صفحہ ۵)

☆...☆...☆

الفضل انٹرنیشنل میں مضامین ر رپورٹس اور اعلاناتِ دعا بھجوانے کے لیے:
(احباب اطلاعات و اعلانات صدر جماعت کی تصدیق کے ساتھ بھجوائیں)
WhatsApp/Telegram: +44 7566 234466
email: info@alfazl.com

جماعت احمدیہ کی عالمگیر مخالفت۔ ایک عظیم نشان صداقت

(سید احسان احمد مربی سلسلہ۔ الفضل انٹرنیشنل)

سارے مخالفین چاہے وہ مذہب کے مخالفین ہوں، دہریہ ہوں، اسلام کے مخالفین ہوں، یا عیسائی یا دوسرے مذاہب کے ہوں، یہ سب مل کے احمدیت کے خلاف محاذ کھڑا کریں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک وقت آئے جب ان کو یہاں احمدیت پھیلتی یا مضبوط ہوتی نظر آئے تو یورپ کے بعض ممالک میں بھی اس طرح کی مخالفت سامنے آئے۔ اس کے لیے ہمیں انتظامات کے حوالے سے ہر روز ہوشیار رہنا چاہیے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پہلا نبی بنا کر مبعوث کیا تو آپؑ کی بعثت کے ساتھ ہی ابلیس کی صورت میں ایک دشمن بھی میدان میں اتر آیا۔ اور پھر یوں ہی ہوتا رہا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس دنیا میں آتا اس کے ساتھ ہی ابلیسی یا شیطانی قوتیں خدا تعالیٰ کے پیغام کو روکنے کے لیے زور لگانے لگیں۔

لیکن ایک ایسا زمانہ بھی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے پیش خبری کی کہ اس دور میں ایک ایسا فتنہ برپا ہوگا جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کی مخالفت بہت زور وشور سے ہوگی، جس کی نظیر روئے زمین پر اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ یہ فتنۂ دجال تھا جس کے تریاق کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے ظہور کی بشارت عطا فرمائیں۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے مطابق دورِ آخرین میں حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود و مہدی معہود کے طور پر مبعوث ہوئے ہیں۔ آپؑ کا فرض منصبی ہے کہ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ۔ لیکن آپؑ کی بعثت کے ساتھ ساتھ سنت انبیاء کے عین مطابق مخالفت کا بھی ایک ایسا سلسلہ جاری رہا جو مختلف ادوار میں اپنا رنگ دکھاتا رہا اور آج بھی دنیا کے بعض حصوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح محمدی کے ماننے والوں کو کہیں اجتماعی تو کہیں انفرادی مخالفت کا سامنا ہوتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام الزمانؑ تکمیل اشاعت ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے، اور جس پیغام کی اشاعت کرنی تھی وہ آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا وہ دائمی عالمگیر پیغام ہے جس نے رہتی دنیا تک انسانیت کی راہنمائی کرنی ہے۔

جس طرح یہ پیغام عالمگیر ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کی مخالفت بھی عالمگیر رنگ رکھتی ہے اور کسی ایک قوم یا مذہب سے مخصوص نہیں۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؑ ہی جہان میں تکمیل اشاعت ہدایت کرنے آئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”یہ زمانہ بھی روحانی لڑائی کا ہے۔ شیطان کے ساتھ جنگ شروع ہے۔ شیطان اپنے تمام ہتھیاروں اور مکروں کو لے کر اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہو رہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلام کو شکست دے مگر خدا تعالیٰ نے اس وقت شیطان کی آخری جنگ میں اس کو ہمیشہ کے لیے شکست دینے کے لیے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۶، ایڈیشن ۱۹۸۸ء)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں مخالفت کا سلسلہ ہندوستان کے اندر تو جاری تھا ہی لیکن آپؑ کی زندگی میں ہی یہ مخالفت ہندوستان سے باہر بھی پہنچ گئی۔ اس کی ایک بڑی مثال جان الیگزینڈر ڈوئی کی ہے جو کہ امریکہ کے شہر زائن کا رہنے والا ایک مسیحی راہنما تھا جس نے ایلیا نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

اس کی مخالفت، زوال اور بالآخر حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور دعا کے نتیجے میں عبرتناک موت کے نشان کے حوالے سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر اور رسائل میں بیسیوں مضامین شائع ہوئے ہیں۔ بہر حال یہ ایک مثال ہے کہ کس طرح حضورؑ کی زندگی میں آپ کی مخالفت کرنے والے اور آپؑ کا مقابلہ کرنے والے نہ صرف ہندوستان میں تھے بلکہ بیرون ہندوستان بھی تھے۔

اس ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں جہاں جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ہندوستان کے مختلف مذاہب کے افراد شامل تھے جیسے مسلمان علماء، ہندوؤں میں سے فرقہ آریہ سماج یا عیسائی پادری وہاں انگریز حکومت کے بعض افسران بھی گو کھل کر مخالفت تو نہیں کرتے تھے لیکن تاریخ میں بعض ایسے شواہد ملتے ہیں کہ وہ بھی جماعت احمدیہ پر مخالفانہ نظر رکھتے تھے۔

اس مضمون میں بیان کرنا مقصود ہے کہ جماعت احمدیہ کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ مخالفت بھی وسیع تر ہوتی گئی ہے اور جس طرح احمدیت کا پیغام ملک ملک قریہ قریہ پھیلتا چلا گیا ہے اور ہر رنگ، نسل اور قومیت کے لوگ الٰہی پیش خبریوں کے مطابق اس چشمہ سے پانی پینے لگے ہیں اسی طرح مخالفت بھی بین الاقوامی رنگ اختیار کرنا شروع کر گئی۔ اس کے حوالے سے تاریخ کے آئینہ میں سے چند مثالیں پیش ہیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں مشرقی افریقہ کے ملک **یوگنڈا** میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کی گئی۔ چنانچہ ملک کے صدر عیدی امین نے جماعت احمدیہ پر پابندی کا اعلان بھی کیا۔ اس کے نتیجے میں جماعت کی بعض مساجد اور سکول حکومت نے اپنی تحویل میں بھی لے لیے اور وہاں پر کھل کر تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں کو جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔

افریقہ میں مخالفت کے حوالے سے بھی مختلف واقعات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے دوسرے روز بعد دوپہر کے خطابات میں بیان فرمائے ہیں۔ بطور نمونہ گذشتہ سالوں میں دو مثالیں پیش ہیں:

☆... **ساؤتومے** میں جماعت کی پہلی مسجد کے قیام کے حوالے سے وہاں کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ”جماعت کا وفد مسجد کی تعمیر کے لئے جب لوکل گورنمنٹ سے اجازت لینے کے لئے گیا تو میئر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم اپنے ملک میں دہشتگردی نہیں چاہتے۔ یہ عیسائیوں کا ملک ہے اور اس میں مسجد بنانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ، دوبارہ میئر سے ملاقات کی گئی اور جماعت کا تفصیلی تعارف کروایا تو میئر نے اجازت دے دی۔ ... مسجد کی تعمیر کے دوران ایک عیسائی عورت جو بہت زیادہ مخالفت کرتی تھیں مسجد میں کام کرنے والے مستریوں مزدوروں اور احمدی بچوں اور خدام سے کہتی تھیں کہ جب تم نے مسجد مکمل کر لی تو مسلمانوں نے تمہیں قتل کر دینا ہے اس لئے مسجد میں کام نہ کریں یہ دہشت گردی کا مذہب ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بیمار ہو گئی۔ ان دنوں ہمارے میڈیکل کیمپ ہو رہے تھے۔ چنانچہ وہ میڈیکل کیمپ میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی۔ اس کے بعد سے اس نے یہ مخالفت ترک کر دی۔“

(خطاب فرمودہ ۴/اگست ۲۰۱۸ء بر موقع جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۱۸ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۸/مارچ ۲۰۱۹ء)

☆... **گیمبیا** کے ”ایک گاؤں کیر نوگور (Ker Ngorr) میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو ایک دوست الحاجی فائے (Faye) صاحب نے جماعت کی شدید مخالفت کی۔ جماعتی لٹریچر کو ہاتھ تک لگانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہمارے داعیین الی اللہ نے ہمت نہیں ہاری اور مسلسل انہیں تبلیغ کرتے رہے۔ ایک دن گاؤں میں نومبائعین کے لئے تربیتی کلاس کا پروگرام رکھا گیا۔ ہمارے داعیین الی اللہ نے موصوف کو اس بات پر منا لیا کہ وہ بیشک کوئی کتاب نہ پڑھیں مگر ایک دفعہ ہمارے ساتھ مشن ہاؤس چلے جائیں اور ہمارے پروگرام میں شامل ہو جائیں۔ ہم وہاں آپ کو کوئی تبلیغ نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ سے اس موضوع پر بات کریں گے۔ آپ صرف پروگرام میں شامل ہو کر ہماری باتیں سن لیں۔ چنانچہ موصوف جب مشن ہاؤس آئے تو کہنے لگے میں نے آپ کی کلاس میں شامل نہیں ہونا۔ میں یہاں ٹی وی والے کمرے میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ لیتا ہوں۔ اس پر انہیں ٹی وی والے کمرے میں بٹھا کر ٹی وی پر ایم ٹی اے لگا دیا گیا اور انہیں وہیں چھوڑ کر باقی سارے لوگ کلاس میں شامل ہونے کے لئے مسجد چلے گئے۔ اس دوران موصوف نے ایم ٹی اے پر میرا خطبہ سنا۔ کلاس کے بعد جب ان سے بات ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ شخص کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میرے لئے ممکن نہیں کہ اب پیٹھ پھیروں۔ چنانچہ موصوف اپنے خاندان کے دس افراد سمیت جماعت میں داخل ہو گئے۔ (جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۱۶ء کے موقع پر حضور انور کا دوسرے دن بعد دوپہر کا خطاب، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۷/۲فروری ۲۰۱۷ء)

افریقہ میں مخالفت اور احمدیت پر پختگی سے قائم رہنے کی بے نظیر مثال کا تذکرہ برکینا فاسو میں ڈوری کے علاقے کے ۹/احمدی شہداء کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہوگا۔ ارض بلال پر احمدیت کے ان چمکتے ستاروں نے تاریخ کا ایک عظیم باب روشن کیا اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے نمونے کو زندہ رکھا۔

یورپ میں عمومی طور پر فی الحال اخبارات، سیاست دان اور عوام جماعت احمدیہ کے حق میں ہی بولتے ہیں۔ لیکن ان ممالک میں اسلام کی مخالفت بڑی کثرت سے پائی جاتی ہے اور بعض ممالک میں تو یہ بڑی تیزی سے بڑھ بھی رہی ہے۔ اس مخالفت کا نشانہ بسا اوقات جماعت احمدیہ بھی بن جاتی ہے۔

۱۹۴۶ء میں مکرم شریف دوتسا صاحب یورپ کے پہلے احمدی شہید ہوئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس موقع پر الفضل میں ایک اعلان شائع ہوا تھا جس کا کچھ حصہ پیش ہے۔ حضورؓ نے فرمایا: ”اٹلی سے عزیزم ملک محمد شریف صاحب مبلغ نے اطلاع دی ہے کہ شریف دوتسا ایک البانوی سرکردہ اور رئیس جو البانیہ اور یوگوسلاویہ دونوں ملکوں میں رسوخ اور اثر رکھتے تھے (دونوں ملکوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور البانیہ کی سرحد پر رہنے والے یوگوسلاویہ کے باشندے اکثر مسلمان ہیں اور بارسوخ ہیں۔ اور دونوں ملکوں میں ان کی جائیدادیں ہیں۔ عزیزم مولوی محمد الدین صاحب اس علاقے میں رہ کر تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے وہاں کئی احمدی ہوئے، بعد میں مسلمانوں کی تنظیم سے ڈر کر انہیں یوگوسلاوین حکومت نے وہاں سے نکال دیا اور وہ اٹلی آ گئے) اور جو یوگوسلاویہ کی پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی طرف سے نمائندے تھے، جنگ سے پہلے احمدی ہو گئے تھے اور بہت مخلص تھے۔ انہیں البانیہ کی موجودہ حکومت نے جو کیمونسٹ ہے، ان کے خاندان سمیت قتل کروا دیا ہے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ کیمونسٹ طریق حکومت کے مخالف تھے اور جو مسلمان اس ملک میں اسلامی اصول کو قائم رکھنا چاہتے تھے ان کے لیڈر تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون...

مرتے تو سب ہی ہیں اور کوئی نہیں جو الٰہی مقررہ عمر سے زیادہ زندہ رہ سکے۔ مگر مبارک ہے وہ جو کسی نہ کسی رنگ میں دین کی حمایت کرتے ہوئے مارا جائے۔ **شریف دوتسا کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ یورپ کے پہلے احمدی شہید ہیں** اور اَلۡفَضۡلُ لِلۡمُتَقَدِّمِ کے مقولہ کے ماتحت اپنے بعد میں آنے والے شہداء کے لئے ایک عمدہ مثال اور نمونہ ثابت ہو کر وہ ان کے ثواب میں شریک ہوں گے...

اب یورپ میں توحید کی جنگ کی طرح ڈال دی گئی ہے۔ مومن اس چیلنج کو قبول کریں گے اور شوق شہادت میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہو۔ اور سعادت مندوں کے سینے کھول دے“ (الفضل قادیان دارالامان ۱۲/جولائی ۱۹۴۶ء)

یہ یورپ میں پہلے احمدی کی شہادت تھی۔ اس وقت یورپ میں مسلمانوں کی عمومی تعداد بھی بہت کم تھی۔ اس کے

بعد جوں جوں مسلمانوں کی تعداد ان ممالک میں بڑھتی گئی اس کے ساتھ ساتھ اسلام دشمنی میں بھی اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ بعض ممالک میں اسلام کے حوالے سے بعض پابندیاں بھی لگنی شروع ہوگئی ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ یورپ کے ممالک کے حوالے سے فرماتے ہیں: ’’اکثر ملکوں میں تو ابھی تک ایک لحاظ سے یہ مذہبی آزادی قائم ہے لیکن مذہبی پابندیوں کی ابتداء ہوچکی ہے۔ کہیں میناروں پر پابندی لگانے کی وجہ سے، کہیں حجاب پر پابندی لگانے کی وجہ سے۔ (خطبہ جمعہ ۲؍اپریل ۲۰۱۰ء)

اسی ضمن میں خلفاء احمدیت نے کئی مواقع پر افراد جماعت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروائی ہے کہ ان ممالک میں بھی ایک وقت آئے گا کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت بڑی شدت سے ہوگی اور اس حوالے سے اپنے آپ کو تیار بھی کرنا چاہیے۔

جیسا کہ حضور انور نے فرمایا تھا کہ یورپ میں ’’مذہبی پابندیوں کی ابتداء ہوچکی ہے۔‘‘ ان ممالک میں ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے احمدیت مخالفت کا عنصر ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی یہ واقعات یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوتے ہیں جبکہ بسا اوقات یہ نیشنلسٹ دائیں بازو کی سوچ رکھنے والے افراد سے۔

۲۰۱۶ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک احمدی مکرم اسد شاہ صاحب کی شہادت ہوئی۔ اس حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’پچھلے دنوں جو گلاسگو میں احمدی کی شہادت ہوئی اس کی وجہ سے اس معاملے کو مخالفین نے اپنی جان بچانے کے لئے مذہبی جذبات کا ایشو بنانے کی کوشش کی۔ لیکن پھر حکومت کے مثبت رویے اور پریس کی بے انتہا دلچسپی کی وجہ سے ان بہت سی تنظیموں نے اور مسلمانوں کی یہاں جو ایک بڑی تنظیم ہے اس نے ظاہراً معذرت خواہانہ رویہ بھی اختیار کرلیا۔ لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی ہٹ دھرمی سے قائم رہے اور اس کا اظہار کیا کہ احمدی مسلمان بہرحال نہیں ہیں۔ مسجدوں میں اِس کا بے انتہا اظہار کیا جاتا ہے اور عام مسلمانوں کے دل میں اتنا زیادہ ڈال دیا ہے کہ مسلمانوں کے بچے بھی جن کو شاید کلمہ بھی اچھی طرح یاد نہ ہو، جن کو یہ بھی نہیں پتا کہ ختم نبوت کیا چیز ہے، وہ احمدی بچوں کو سکولوں میں یہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان نہیں ہو۔‘‘ (خطبہ جمعہ ۲۹؍اپریل ۲۰۱۶ء)

پھر یورپ میں مختلف مساجد کی تعمیر کے وقت جماعت احمدیہ کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ مخالفت عام طور پر اسلامی تعلیمات سے واقفیت نہ رکھنے نیز بعض غیر احمدی مسلمانوں کے رویوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال برلن کی مسجد کی ہے جس کی تعمیر کے وقت وہاں کے قوم پرست لوگوں نے مخالفت کی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں خطبہ جمعہ ۲۹؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

ہالینڈ میں ایک سیاستدان Geert Wilders اپنی اسلام مخالفت کی وجہ سے بہت شہرت رکھتا ہے۔ گو اس کی مخالفت عمومی طور پر اسلام کے حوالے سے ہے لیکن اس کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا تو اِس پر اُس سیاستدان نے ردعمل دکھایا اور حضور انور کے الفاظ پر تحفظات کا اظہار کیا جو یقیناً بے جا تھا اور بعد ازاں حکومت نے بھی اس کے تحفظات کو بے بنیاد قرار دیا۔ اس مخالفت کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’اصل بات یہ ہے کہ ان سب کو نظر آرہا ہے کہ مذہب کا اور خدا کی ذات کا صحیح تصور پیش کرنے والی اگر کوئی تعلیم ہے تو اب صرف اور صرف اسلام کی تعلیم ہے، قرآن کریم کی تعلیم ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍اگست ۲۰۰۷ء)

براعظم امریکہ میں احمدیت کی مخالفت کی ایک مثال امریکہ میں ڈاکٹر مظفر احمد صاحب کی شہادت کی ہے جنہیں ۸؍اگست ۱۹۸۳ء کو شہید کر دیا گیا۔ اس طرح یہ امریکہ میں پہلے شہید کیے جانے والے احمدی تھے۔ (محترم ڈاکٹر صاحب کی شہادت کی تفصیلات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ۱۲؍اگست ۱۹۸۳ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔) اسی طرح اس کے دو سال بعد جنوبی امریکہ کے ملک ٹرینیڈاڈ میں ہمارے ایک مبلغ قریشی محمد اسلم صاحب کو ۱۹۸۵ء میں شہید کر دیا گیا۔ (ان کی شہادت کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ ۱۶؍اگست ۱۹۸۵ء میں فرمایا)

روس اور اس کے زیر اثر ممالک میں بھی ہمیں احمدیت کی مخالفت دکھائی دیتی ہے۔ تاریخ احمدیت میں روس کے پہلے مبلغ مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا کو وہاں جاتے ہی قید کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اس کے بعد اگر زمانہ کے اعتبار سے کچھ آگے آئیں تو قرغیزستان میں ایک احمدی یونس عبدل جلیلوف (Yunusjan Abdujalilov) صاحب کو ۲۲؍دسمبر ۲۰۱۵ء کو شہید کر دیا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شہید کا ذکر خیر خطبہ جمعہ ۲۵؍دسمبر ۲۰۱۵ء میں فرمایا۔

دو سابقہ روسی ریاستوں **قرغیزستان اور قازقستان** میں جماعت احمدیہ کو اپنی رجسٹریشن کروانے نیز عمومی مخالفت کا مستقل سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان ممالک میں بھی احمدیت کی دشمنی پائی جاتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی مخالفت کا مستقبل

جس طرح جماعت احمدیہ نے خلافت احمدیہ کے زیر سایہ ترقیات کی منازل کو طے کرتے چلے جانا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مقدر ہے کہ مخالفت بھی بڑھتی رہے گی۔ اس کے لیے خلفائے احمدیت بار بار افراد جماعت کو تیار کرتے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ انہیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ عالمگیر مخالفت دراصل احمدیت کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

ایک مجلس میں حضورِ انور ایدہ اللہ سے استفسار کیا گیا کہ کیا حضور کو یہ لگتا ہے کہ آنے والے وقتوں میں مسلمان جو کہ مغربی دنیا میں رہتے ہیں، ان کی زندگی مشکل ہو جائے گی اور مغربی دنیا میں ہم سے ہماری آزادیاں چھین لی جائیں گی؟

حضورِ انور نے یاد دلایا کہ اس بارے میں تو مَیں کئی دفعہ بتا چکا ہوں، پہلے بھی کئی دفعہ لوگ میرے سے پوچھ چکے ہیں، کہ اگر اسلام نے ترقی کرنی ہے تو یہ ترقی جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ سے ہونی ہے، اس لیے جماعتِ احمدیہ کو زیادہ خطرہ ہے اور ایسے حالات ایک وقت میں آ کے پیدا ہوں گے کہ جب اسلام کے خلاف اور ultimately جماعتِ احمدیہ کے خلاف بعض لوگ کھڑے ہوں گے اور اس میں ہوسکتا ہے کہ مخالفتیں زیادہ پنپیں، اگر اس سے پہلے کہ تم لوگوں نے کوئی انقلاب پیدا نہ کر دیا۔

اس لیے یہ تو ظاہر ہے کہ جب ترقی ہوتی ہے تو مخالفت بھی زیادہ بڑھتی ہے۔ یہاں ویسٹ میں بھی بڑھ جائے گی بلکہ ابھی کچھ نہ کچھ تو باتیں ان کو پتا ہوتی ہیں، کر رہے ہوتے ہیں، ان کے دماغوں میں یہ بھی ہے کہ کسی وقت ہم خلافت کو بھی نقصان پہنچائیں، اور اس کے لیے یہ ہوسکتا ہے کہ پھر ان کے مختلف طریقے ہیں لوگوں کو نقصان پہنچانا، مخالفت کرنا اور ان کی لابنگ ہوتی ہے، تمہیں پتا ہے، امریکہ میں تو بہت زیادہ لابنگ ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر کیا کچھ کریں گے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن اس سے پہلے اگر ہماری کوششیں صحیح ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا، دعا ہوگی، تو اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں بچا بھی سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔...

لیکن بہرحال ایک وقت میں آ کے مخالفت تو ہوگی، جب جماعت کی ترقی بھی ہوگی۔ اس کے ساتھ بہرحال جماعت کی ترقی کو بھی بریکٹ کرنا ہوگا اور تبلیغ کرو گے تو پھر تمہاری مخالفت اَور زیادہ بڑھے گی کہ جب لوگ دیکھیں گے کہ ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔...

لیکن جس طرح مَیں نے بتایا کہ ان کے دماغوں میں ابھی سے یہ ہے کہ کیونکہ یہ خلافت پر چلتے ہیں تو اس لیے اُن کے پاس ایک مرکز ہے کہ جس کے کہنے پر یہ چلتے ہیں، اس لیے مرکز کو بھی پکڑنا چاہیے۔ ان لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے، جو دنیا دار ہیں، ان کی نظریں بڑی دُور دُور ہوتی ہیں۔ یہ لوگ آج سے تیس سال بعد کی پلاننگ کر رہے ہوتے ہیں تو ہمیں بھی اسی طرح پلاننگ کرنی چاہیے۔ (الفضل انٹرنیشنل ۹؍جنوری ۲۰۲۵ء)

اسی طرح ایک مجلس میں جماعت کی مخالفت کے پھیلاؤ کے حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح جماعت پھیل رہی ہے حسد بھی بڑھ رہا ہے۔ اب حسد بڑھ رہا ہے تو فتنہ اور فساد پیدا کرنے، وسوسے ڈالنے والے اور دجالی صفت رکھنے والے لوگوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی آخری تین سورتوں میں پہلے ہی دعا سکھا دی۔ ان لوگوں کو پتا ہے کہ احمدی ہی ہیں جو خدائے واحد کی صحیح طرح عبادت کرنے والے ہیں۔ گو کہنے کو تو یہ ہمیں ان ملکوں میں خدا تعالیٰ یا اس کے رسول کے نام پہ قتل کرتے ہیں اور ہم پہ ظلم کرتے ہیں لیکن دراصل ان میں ایک حسد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں اور ہر نبی کی جماعت کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے۔ جب بھی وہ پھیلتی ہے حاسدین کی تعداد بھی بڑھتی ہے، وسوسے ڈالنے والوں کی تعداد بڑھتی ہے اور پھر جہاں ان کو موقع ملتا ہے وہ ظلم سے بھی دریغ نہیں کرتے اور یہی کچھ جماعت احمدیہ سے ہوا۔

پہلے ہندوستان میں ہوا جب پاکستان ہندوستان ایک تھا۔ اس وقت احراری شور مچاتے تھے۔ حالانکہ اس وقت برٹش گورنمنٹ تھی لیکن بعض مواقع ایسے آئے کہ انگریز افسران جماعت کی مخالفت کرتے تھے۔ یہ ہماری تاریخ سے ثابت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خلاف مقدمے کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مقدمے ہوتے رہے اور فساد پیدا ہونے کی بھی کوشش ہوتی رہی۔

پھر پاکستان ہندوستان بنا تو پاکستان میں کیونکہ جماعت کی تعداد زیادہ تھی وہاں شروع سے ہی پہلے ۵۳ء کے فساد ہوئے۔ پھر اس کے بعد ۷۴ء کے واقعات ہوئے۔ ۸۴ء میں ہمارے خلاف قانون مزید مضبوط بنانے کی کوشش کی اور پھر جو تبدیلیاں کر سکتے تھے، جو ان کے بس میں تھا، وہ کرتے رہے اور اب تک کر رہے ہیں۔ حاسدین جماعت کی ترقی دیکھ کر یہ کر رہے ہیں اور کریں گے اور یہی کچھ الٰہی جماعتوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ ہندوستان میں بھی مولویوں نے آج کل سر اٹھانا شروع کیا ہوا ہے۔ آج کل وہاں بھی نئے سرے سے مولویوں کا گروپ ختم نبوت کے نام پہ احمدیوں کے خلاف مختلف چھوٹے قصبوں میں، جہاں جماعت تھوڑی تعداد میں ہے، وہاں فساد پیدا کرنے یا مار دھاڑ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہاں بھی اکا دکا واقعات ہو رہے ہیں اور اسی طرح جب باہر نکلتے ہیں تو باہر بھی ہوں گے۔

افریقہ میں کیونکہ جماعت پھیل رہی ہے اور پاکستانی مولوی بھی وہاں جاتا ہے، ختم نبوت یا وہابیت کی تعلیم کے نام پہ بعض عرب ملک اپنا روپیہ بھی لگاتے ہیں۔ برکینا فاسو میں مسلمان زیادہ تر وہابی ہیں۔ بہرحال وہ پیسہ لگا رہے ہیں اور یہ سارا فتنہ اور فساد کھڑا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح ہم سختی سے جماعت کو دبالیں گے لیکن جو شخص احمدی ہوتا ہے، خود اسلام قبول کرتا ہے اور اپنے ایمان میں پختہ ہے وہ ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ آپ نے نمونہ دیکھ لیا کہ کس طرح انہوں نے [برکینا فاسو کے شہداء نے] اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیے لیکن اپنے ایمان سے نہیں ہٹے۔ اسی طرح بعض اور نوجوان ہیں جن کو دھمکیاں مل رہی ہیں کہ یہ کرو نہیں تو ہم یہ کر دیں گے۔ مَیں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں جو برکینا فاسو کے بارے میں تھا مثال بھی دی تھی کہ ایک نوجوان نے کہا کہ تم کہتے ہو تصویریں کیوں لگاتے ہو، مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اَور تصویریں لگاؤں گا۔ تو یہ ان کے ایمان کی پختگی ہے۔

یورپ میں تو ویسے ہی دہریت پھیل رہی ہے اور مذہب کے خلاف ایک باقاعدہ مہم ہے۔ آج کل مختلف قسم کی حرکتیں شروع ہوئی ہوئی ہیں، عورت مرد کی آزادی کے نام پہ، مختلف gender کی آزادی کے نام پہ جس کو یہ مختلف نام دیتے ہیں یا دوسرے ناموں پہ۔ گو بعض جگہ یہ صحیح ہیں لیکن جہاں مذہب کے ساتھ آزادی کے نام پہ یہ باتیں کرتے ہیں یا مذہبی تعلیم کے خلاف آزادی کے نام پہ باتیں کرتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ یہ دہریت پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ایک بڑی سکیم ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ہمارے سے مذہبی مخالفت ہو گی بلکہ ہمیں دہریت کا بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ دہریت کی طرف سے بھی مخالفت ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف یہ نہیں لکھا کہ میں مثیل مسیح کے طور پر آیا ہوں اس لیے عیسائیت کے خلاف میرا جہاد ہے۔ آپؑ نے مسلمانوں کو بھی ہدایت دینی تھی اور عیسائیوں کو بھی ہدایت دینی تھی۔ بلکہ آپؑ نے کہا کہ ایک زمانہ آئے گا، اور اب آ گیا ہے، جب لوگ خدا تعالیٰ کو ہی بھول رہے ہیں۔ اس لیے دہریت کے خلاف بھی تمہیں جہاد کرنا پڑے گا۔ اب وہ زمانہ ہے کہ ہمیں دہریت کے خلاف اپنے لٹریچر کو مضبوط کرنا ہوگا، اپنے دلائل مضبوط کرنے ہوں گے اور اس حوالے سے اپنی باتوں میں زیادہ سے زیادہ زور پیدا کرنا ہوگا کیونکہ عیسائیت کو تو لوگ بھول چکے ہیں۔ لیکن بہرحال سارے مخالفین چاہے وہ مذہب کے مخالفین ہوں، دہریہ ہوں، اسلام کے مخالفین ہوں، یا عیسائی یا دوسرے مذاہب کے ہوں، یہ سب مل کے احمدیت کے خلاف محاذ کھڑا کریں گے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک وقت آئے جب ان کو یہاں احمدیت پھیلتی یا مضبوط ہوتی نظر آئے تو یورپ کے بعض ممالک میں بھی اس طرح کی مخالفت سامنے آئے۔ اس کے لیے ہمیں انتظامات کے حوالے سے ہر روز ہوشیار رہنا چاہیے۔ (الفضل انٹرنیشنل ۱۰؍فروری ۲۰۲۳ء)

اللہ تعالیٰ جماعت کو ہمیشہ الٰہی وعدوں کے مطابق ترقیات سے نوازتا رہے اور مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

مخالفت کے باوجود جماعت احمدیہ کی ترقیات پر ایک طائرانہ نظر

(ذیشان محمود۔ مربی سلسلہ سیرالیون)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، وہ پورے ہوں گے، اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں جو مثیل مسیح ہوں اور مسیح کی جو جماعت تھی اور ان کا دین تھا اس کو پھیلنے میں تین سو سال سے اوپر کا عرصہ لگا تھا تو تمہیں ابھی تین سو سال نہیں گزریں گے جب تم دنیا میں احمدیت کی اکثریت دیکھو گے۔ تو یقیناً ایسے واقعات پیدا ہوں گے جس کے بعد پھر انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کی ترقی ہو گی۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

''مخالفت کے باوجود جماعت احمدیہ کی ترقیات پر ایک طائرانہ نظر'' جیسے موضوع پر تحقیق اور تجزیہ نہایت اہم ہے۔ جماعت احمدیہ کی مثال ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ محض وسائل یا اکثریت ترقی کی ضامن نہیں بلکہ خلافت کے خدائی نظام کی قیادت ہی حقیقی کامیابی کے ستون ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے مامورین کی سچائی کو دنیا کے سامنے ظاہر کرے گا، خواہ زمانہ کتنا ہی ان کی مخالفت کرے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے اس سلوک کا نظارہ جماعت احمدیہ کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ بانی جماعت حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے جب ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی تو اس وقت ہر طرف مخالفت کے طوفان برپا تھے۔ علماء کی طرف سے تکفیر، عوام کی طرف سے تحقیر، حکومتی پابندیاں، فسادات، جان و مال کا نقصان۔ یہ سب کچھ جماعت کو شروع دن سے برداشت کرنا پڑا۔ مگر اس کے باوجود، آج جماعت احمدیہ ایک عالمی تنظیم بن چکی ہے جس کی شاخیں دنیا کے دو سو چودہ سے زائد ممالک میں قائم ہو چکی ہیں۔ زیرنظر مضمون میں اسی پہلو کا ایک جائزہ لینا مقصود ہے کہ کس طرح مخالفتوں کے باوجود جماعت احمدیہ مسلسل ترقی کی راہوں پر گامزن رہی ہے اور ان شاء اللہ رہے گی۔

ابتدائی مخالفت اور اس کا پس منظر

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت امت مسلمہ شدید انحطاط کا شکار تھی۔ آپؑ نے اسلام کی اصل روح کو زندہ کیا اور اعلان فرمایا کہ آپ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جس کی امت برسہا برس سے منتظر تھی۔ آپؑ کے دعویٰ نبوت نے برصغیر کے دینی و فکری حلقوں میں ایک زبردست ہلچل پیدا کی، جس کے نتیجے میں نہ صرف نظریاتی اور مذہبی مخالفت ہوئی بلکہ سماجی و سیاسی سطح پر بھی جماعت کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی فتوے لگنے شروع ہو گئے۔ 'کافر'، 'ملحد'، 'دجال'، 'مرتد' جیسے الفاظ آپؑ اور آپ کی جماعت کے لیے استعمال کیے گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر اعتراض کرنے والوں نے ان پر جھوٹے ہونے کا الزام لگایا اور ان کے پیروکاروں کو ''غیر مسلم'' قرار دینا شروع کیا۔ برصغیر کے کچھ ممتاز علماء نے ان کے خلاف فتوے جاری کیے، جن میں انہیں ''مرتد'' اور ''دائرہ اسلام سے خارج'' قرار دیا گیا۔ یہ مخالفت محض نظریاتی اختلافات تک محدود نہیں رہی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس نے سماجی، سیاسی، قانونی اور بعض اوقات پر تشدد شکل اختیار کر لی۔

اس وقت انگریز حکومت پورے جاہ و جلال کے ساتھ ہندوستان میں قائم تھی اور انگریزی اور ہندوستانی نژاد پادری حکومت کے ایوانوں میں گہرے اثر و رسوخ کے حامل تھے اس لیے انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک زبردست محاذ بنالیا اور آپ کو ہر طرح سے آزار پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو کئی مقدمات میں پھنسا کر خوار کرنے کی سعی کی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ لوگوں کو آپ کے گھر کام کرنے سے روکا جاتا تھا۔ قادیان کے داخلی راستوں پر لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کیے جاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اپنی تحریرات میں مخالفتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''بیرنگ خط میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ سے لکھا گیا ہے جان سے مار دینے کے لئے ہمیں ڈراتا ہے۔'' (شحنۂ حق روحانی خزائن جلد ۲، صفحہ ۳۴۷)

پھر فرمایا کہ ''ایک طرف تو یہ صلیبی فتنہ انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ دوسری طرف صدی ختم ہوگئی، تیسری طرف اسلام کا ہر پہلو سے ضعیف ہونا کسی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو طبیعت کو بشاشت نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ہم چاہتے ہیں کہ پھر خدا کا جلال ظاہر ہو۔ مجھے محض ہمدردی سے کلام کرنا پڑتا ہے ورنہ مَیں جانتا ہوں کہ غائبانہ میری کیسی ہنسی کی جاتی ہے اور کیا کیا افترا ہوتے ہیں۔ مگر جو جوش خدا نے مجھے ہمدردی مخلوق کا دیا ہوا ہے وہ مجھے ان باتوں کی کچھ بھی پروا نہیں کرنے دیتا۔... مَیں دیکھتا ہوں کہ میرا مولا میرے ساتھ ہے۔ ایک وقت تھا کہ ان راہوں میں مَیں اکیلا پھرا کرتا تھا۔ اس وقت خدا نے مجھے بشارت دی کہ تو اکیلا نہ رہے گا بلکہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ تو ان باتوں کو لکھ لے اور شائع کر دے کہ آج تیری یہ حالت ہے پھر نہ رہے گی۔ مَیں سب مقابلہ کرنے والوں کو پست کر کے ایک جماعت کو تیرے ساتھ کر دُوں گا۔ وہ کتاب موجود ہے مکّہ معظّمہ میں بھی اس کا ایک نسخہ بھیجا گیا تھا۔ بخارا میں بھی اور گورنمنٹ میں بھی۔ اس میں جو پیشگوئیاں ۲۲ سال پیشتر چھپ کر شائع ہوئی ہیں وہ آج پوری ہو رہی ہیں۔ کون ہے جو ان کا انکار کرے۔ ہندو، مسلمان اور عیسائی سب گواہی دیں گے کہ یہ اس وقت بتایا گیا تھا جب مَیں اَحَدٌ مِّنَ النَّاس تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ تیری مخالفت ہوگی مگر مَیں تجھے بڑھاؤں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اب ایک آدمی سے پونے دو لاکھ تک تو نوبت پہنچ گئی دوسرے وعدے بھی ضرور پورے ہوں گے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۰۷-۲۰۸، ایڈیشن ۲۰۲۲ء)

نام بھی کذّاب اس کا دفتروں میں رہ گیا
اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار
اب کہو کس کی ہوئی نُصرت جنابِ پاک سے
کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار
پھر اِدھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار
قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیر مکر
بن گئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار
پھر لگایا ناخنوں تک زور بن کر اِک گروہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز وار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ۔ (الصف: ۹) اور امر واقعہ یہی ہے کہ جتنی مخالفت بڑھی، اللہ تعالیٰ کی تائیدات بھی اتنی ہی بڑھتی گئیں۔ ان مخالفتوں کے باوجود جماعت احمدیہ نے منظم طریقے سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''بغیر امتحان ترقی محال ہے۔... اور ہر احمدی اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ہماری مخالفتیں، ہماری ترقی کے لئے کھاد کا کام دیتی ہیں۔''

پھر فرمایا کہ ''برصغیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد سے مولویوں کی طرف سے جو مخالفت شروع ہوئی، اس میں مولویوں نے اپنے طور پر بھی نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں اور غیروں کو بھی جماعت کے خلاف بھڑکایا اور ابھارا اور ان کی مدد کی کہ کسی طرح جماعت ختم ہو جائے یا اسے نقصان پہنچایا جائے۔ لیکن ان کی ہر کوشش کے بعد جماعت کے قدم ترقی کی طرف پہلے سے آگے ہی بڑھے ہیں۔ لیکن یہ سب دیکھ کر بھی ان کو احساس نہیں ہوا کہ یہ چیز ثابت کرتی ہے کہ جماعت کسی انسان کی قائم کردہ نہیں بلکہ خدا کی قائم کردہ جماعت ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔'' (خطبہ جمعہ ۲۰؍مارچ ۲۰۰۹ء)

مخالفت کے میدان اور اس کے اثرات

۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام قائم ہوا، جو آج تک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ خلافت کا قیام درحقیقت جماعت کی ترقی کا سب سے بڑا راز ہے۔ ہر خلیفہ وقت نے اپنی راہنمائی اور دعاؤں سے جماعت کو ترقی کی نئی راہوں پر گامزن کیا۔

تحریکِ خلافت اور تحریکِ پاکستان کے دوران بھی جماعت پر سیاسی الزامات لگائے گئے، حالانکہ جماعت کا کردار ہمیشہ مثبت، پرامن اور ملکی قوانین کی پاسداری پر مبنی رہا۔

پاکستان میں مخالفت: تقسیم ہند کے وقت قادیان سے ربوہ کی طرف ہجرت محض جغرافیائی تبدیلی نہیں بلکہ ایک فکری اور روحانی تحریک کے تسلسل کا ثبوت ہے۔ یہ ہجرت دراصل قربانی، استقامت اور خدا پر کامل یقین کی علامت تھی جس نے جماعت احمدیہ اور اس کے پیروکاروں کو عالمی سطح پر ایک فعال، منظم اور پرامن مذہبی جماعت کے طور پر متعارف کروایا۔

قیامِ پاکستان میں مثبت فعال کردار ادا کرنے کے باوجود پاکستان میں جماعت احمدیہ کا منظم استیصال و استحصال جاری رہا۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں ایک بڑی تحریک احمدیوں کے خلاف چلی جس کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کے خلاف فضا مکدر ہوگئی اور بالآخر ۱۹۷۴ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمان نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے احمدیوں کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دے دیا۔ یہ سیاسی فیصلہ نہ صرف افراد جماعت کے لیے بطور پاکستانی بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی تھا بلکہ اس نے ایک مذہبی اقلیت کو ریاستی سطح پر امتیازی سلوک کا نشانہ بھی بنایا۔

۱۹۸۴ء میں پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں ''امتناعِ قادیانیت آرڈیننس'' نافذ کیا گیا، آرڈیننس کے ذریعے احمدیوں کو اسلام کے کسی بھی شعار پر عمل کرنے سے روک دیا گیا۔ اس کے تحت احمدیوں کو ''مسلمانوں سے مشابہت'' رکھنے والے کسی بھی عمل، جیسے اذان دینے، نماز پڑھنے یا اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے پر قید و جرمانے کی سزا مقرر کی گئی۔ اس قانون کے تحت سینکڑوں احمدی جیلوں میں بند ہوئے، ان پر حملے ہوئے، کئی شہید بھی کیے گئے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

ان مظالم کے باوجود جماعت نے پرامن راستہ اپنایا اور کسی بھی قسم کی مزاحمت یا تشدد سے دور رہی۔ بالآخر خلافت احمدیہ کی پاکستان سے ہجرت جماعت احمدیہ کی ترقی کا ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ بین الاقوامی سطح پر بھی جماعت احمدیہ کو اکثر مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کے تناظر میں نشانہ بنایا گیا تاہم مغربی دنیا میں جماعت کو مذہبی رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی اور انسانی حقوق کے فروغ کی علامت کے طور پر سراہا جاتا ہے۔

جیسا کہ ذکر ہوا کہ یہ بائیکاٹ اور مخالفت ترقی کا باعث بنا۔شہداء کے لہو سے اس گلستاں کی آبیاری ہوئی۔ جماعت نے مرکزی نظام کو بیرون ملک منتقل کیا۔ ایم ٹی اے کا آغاز ہوا جو بغیر ویزا، بغیر سرحد، ہر احمدی کے گھر میں خلافت کی آواز پہنچانے لگا۔ جماعت کی خودی میں اضافہ ہوا اور قربانی کا جذبہ مزید پروان چڑھا۔ تبلیغ کا دائرہ محدود کیا گیا جو ہجرت کے بعد وسیع شکل اختیار کر گیا۔ اس عالمی وسعت کے ساتھ ہی عالمی مخالفت میں بھی شدت آتی گئی۔

عالمی سطح پر مخالفت: انڈونیشیا، بنگلہ دیش اور مشرق وسطیٰ کے علاوہ بعض افریقی ممالک میں بھی جماعت کو مخالفت کا سامنا رہا۔ یورپ و امریکہ جیسے آزادیٔ اظہار کے حامی ممالک میں بھی مخالفت عام ہے۔ پاکستان کے علاوہ بھی کئی مساجد جلائی گئیں، کہیں جنازے پڑھنے کی اجازت نہ دی گئی۔ امریکہ میں ڈاکٹر مظفر احمد صاحب کو ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں گھر کی دہلیز پر گولی مار کوشہید کیا گیا۔ برطانیہ میں ایک احمدی دکاندار اسد شاہ صاحب کوشہید کیا گیا۔ عام پبلک جگہ پر تبلیغ کے دوران مغلظات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جرمنی اور کینیڈا جیسے ملکوں میں مساجد پر وال چاکنگ کی جاتی ہے اور شیشے توڑ دیے جاتے ہیں۔ انڈونیشیا میں ہجوم نے مقامی احمدیوں کو زدوکوب کر کے شہید کیا اور پھر لاش کی بے حرمتی کرتے رہے۔ آئے روز احمدیہ مساجد پر حملے کیے جاتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں پُرامن سالانہ جلسے پر حملہ کیا گیا، مار دھاڑ، لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم ہوا، نہتے لوگوں کے گھروں کو آگ لگادی، ایک نوجوان کو انتہائی زدوکوب کیا گیا کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ برکینافاسو میں نو احمدیوں کو ایک دوسرے کے سامنے شہید کر دیا گیا۔ لیکن یہ بات بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کرسکی۔ مخالفین کی جانب سے نومبائعین کو طرح طرح کے لالچ دیے جاتے ہیں دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ الجزائر، یمن اور شام میں زندگی تنگ کی گئی، احمدیوں کو اسیر بنایا گیا، خفیہ طور پر شہید کر دیا گیا۔ فلسطین میں عام مسلمانوں کے ساتھ ارضِ مقدسہ پر احمدی بھی اپنے خون سے داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ تاہم احمدیوں اور ان کے پسماندگان نے صبر، دعا اور تبلیغ کے ہتھیاروں سے ان مشکلات کا مقابلہ کیا۔

ترقیات کا جائزہ

مخالفت، تکفیر اور قانونی رکاوٹوں کے باوجود جماعت احمدیہ نے نہ صرف اپنے وجود کو برقرار رکھا بلکہ دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام، انسانی خدمت، تعلیم و تربیت اور سائنسی شعور کے میدانوں میں نمایاں ترقی کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی قائم کردہ یہ جماعت آج ۲۱۴؍ ممالک میں مکمل طور پر فعال ہے اور دنیا کی سب سے منظم مسلم تحریکوں میں شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار مخالفین کے منہ سے اس امر کا اقرار کروایا جس کا ثبوت سوشل میڈیا پر موجود ان کی ویڈیوز اور متعدد مطبوعہ مضامین اور بیانات ہیں۔

۱۔ خلافت کا نظام: مرکزیت اور روحانی قیادت: جماعت احمدیہ کی سب سے بڑی تنظیمی ترقی ''نظام خلافت'' کا قیام ہے، جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں عمل میں آیا۔ یہ نظام جماعت کی نظریاتی، انتظامی اور روحانی بنیاد ہے۔ چار خلفاء کی روحانی قیادت میں دنیا کے کناروں تک خدائی وعدہ کے مطابق احمدیت کا پیغام پہنچا۔

آج جماعت احمدیہ اپنے موجودہ امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت قیادت میں لاکھوں افراد اس خدائی جماعت کے پیروکار ہیں۔

خلافت احمدیہ کی زیرِ قیادت فدائیانِ خلافت نے عالمی سطح پر یکجہتی، تنظیم اور اطاعت کا ایسا نمونہ پیش کیا ہے جو اکثر غیر احمدی مفکرین اور مبصرین کے لیے حیرت کا باعث بنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دور میں جماعت میں استحکام پیدا ہوا۔ تعلیم القرآن کی تحریک چلی۔ علم و عرفان کے دروازے کھلے۔ الفضل جاری ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں نظامِ خلافت، نظام وصیت، نظامِ جماعت اور نظامِ شوریٰ منظم ہوا۔ جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام کالج و دیگر تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ دنیا بھر میں مبلغین بھیجے گئے۔ یورپ، امریکہ، افریقہ اور مشرقِ وسطی و مشرقِ بعید میں اسلام احمدیت کا پیغام عام ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں افریقہ میں تبلیغی کام کو وسعت ملی۔ افریقہ میں مجلس نصرت جہاں سکیم کے تحت تعلیم اور طب کے شعبے میں ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ آپؒ نے پاکستان میں بڑھتی ہوئی مخالفت کے باوجود جماعت کی اندرونی تنظیم کو مزید مضبوط کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں ۱۹۸۴ء میں پاکستان سے ہجرت کے بعد جماعت کا مرکز لندن منتقل ہوا۔ جماعت کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوا۔ الفضل انٹرنیشنل اور ایم ٹی اے کا قیام عمل میں آیا جو عالمی سطح پر جماعت کی آواز بن گیا۔ خطبات و خطابات، دروس، کلاسز، مجالسِ عرفان اور ملاقاتوں کے پروگرامز کے ذریعہ تربیت کا وسیع ذریعہ عطا ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دور میں جماعت نے غیر معمولی عالمی وسعت حاصل کی۔ ہزاروں چھوٹی بڑی مساجد، مشن ہاؤسز، سکولز، کلینکس و ہسپتال، برکینافاسو اور سیرالیون میں ماڈل ولیجز، کنووں، واٹر پمپس، بجلی پانی کے ہزاروں منصوبے مکمل ہوئے۔ بین الاقوامی سطح پر امن، خدمت انسانیت اور مذہبی رواداری کی آواز بلند کی گئی۔ جماعت احمدیہ ترقی کرتے ہوئے ۲۱۴ ممالک میں پھیل گئی۔ افریقہ میں پہلا مسرور آئی انسٹیٹیوٹ اور مسرور ہیلتھ کیئر فاؤنڈیشن، عائشہ میٹرنٹی ہسپتال سیرالیون افریقہ کا پہلا جدید زچہ و بچہ ہسپتال (زیرِ تعمیر)، نائیجیریا میں پہلی یونیورسٹی کا قیام ہوا۔

جامعات احمدیہ میں وسعت، عالمی جامعاتِ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ایم ٹی اے کے ایک سے گیارہ چینلز بن گئے۔ دنیا بھر میں سٹوڈیوز کا قیام عمل میں آیا۔ دنیا بھر میں بیسیوں رسائل و جرائد جاری ہیں۔ خصوصی طور پر ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت میں وسعت، الحکم کا اجرائے نو اور الفضل انٹرنیشنل کا ہفت روزہ سے روزنامہ تک کا سفر جماعتی ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۲۔ تبلیغ و اشاعت: عالمی پھیلاؤ: مخالفین نے چند ممالک میں احمدیت کے پھیلاؤ کو قانون کے بند باندھ کر روکنا چاہا لیکن خدا تعالیٰ کے اس فیضان کے سامنے کوئی بند قائم نہ رہ سکا۔ جماعت احمدیہ کا بنیادی مقصد اسلام کے پُرامن پیغام کو دنیا بھر تک پہنچانا ہے۔ اس مقصد کے لیے جماعت نے غیر معمولی اشاعتی و تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ہر سال لاکھوں لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔

ترجمہ قرآن: اب تک قرآن مجید کے ۷۶؍سے زائد زبانوں میں تراجم جماعت کی جانب سے شائع ہو چکے ہیں۔ صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ اسے زمانے کے لحاظ سے بہتر بنانا بھی ضروری ہے۔ حال ہی میں سیرالیون کی مینڈے زبان اور برکینافاسو کی سب سے بڑی زبان مورے میں از سر نو ترجمے کی اشاعت مکمل ہوئی۔

لٹریچر کی اشاعت: حضرت مسیح موعودؑ کی کئی کتب دنیا کی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ریویو آف ریلیجنز (۱۹۰۲ء سے جاری)، الفضل (۱۹۱۳ء سے جاری)، تحریک جدید، اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز جیسے ادارے کام کر رہے ہیں۔

صرف گذشتہ سال ۷۲؍ممالک میں دورانِ سال ۴۰۹؍ مختلف کتب، پمفلٹ اور فولڈر وغیرہ ۵۱؍ زبانوں میں ۴۰؍لاکھ ۹۴؍ہزار کی تعداد میں طبع ہوئے۔ جبکہ ۴۰؍ ممالک کو ۴۴؍ زبانوں میں دولاکھ ۱۳؍ہزار سے زیادہ کتب مرکز سے بھجوائی گئی ہیں۔

مساجد و مشن ہاؤسز کا قیام: گذشتہ چند برسوں میں پاکستان میں بیسیوں مساجد پر بلوہ ہوا۔ مساجد کو نذرِ آتش کیا، مقدس تحریرات پر رنگ پھیرا گیا یا انہیں توڑ دیا گیا۔ محراب و مینار بھی محفوظ نہ رہے۔ مساجد اور نماز سینٹرز کو سیل کر دیا گیا۔ گاؤں کی چھوٹی مسجد ہو یا بڑے شہروں کے پوش علاقوں میں موجود مساجد، کوئی بھی ان شدت پسندوں کے شر سے محفوظ نہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ پاکستان میں مُلّاں کے کہنے پر انتظامیہ بھی ہماری مسجدیں اور منارے گرانے پر تلی ہوئی ہے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ ہمیں مساجد عطا فرما رہا ہے اور ہم ہی اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل ۷؍جنوری ۲۰۲۵ء)

خدا کے فضل سے بیسیوں ممالک کے سینکڑوں شہروں میں جماعت احمدیہ کی ہزاروں مساجد میں پانچ وقت خدا تعالیٰ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔ بیرونِ ہندوستان کی پہلی باقاعدہ مسجد، مسجد فضل لندن پر حال ہی میں سو سال مکمل ہوئے۔ کئی ممالک میں احمدیہ مساجد landmark متصور ہوتی ہیں یا وہ state of the art منصوبے کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہر سال پانچ سے آٹھ صد احمدیہ مساجد کا اضافہ بھی ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جامعات احمدیہ و مدارس حفظ القرآن: جامعہ احمدیہ کی شاخیں بھارت، پاکستان، جرمنی، برطانیہ، کینیڈا، گھانا، نائیجیریا اور انڈونیشیا میں فعال ہیں۔ یہ ادارے تربیت یافتہ مبلغین پیدا کرتے ہیں جو دنیا بھر میں تبلیغ پر مامور ہوتے ہیں۔ جبکہ تنزانیہ، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا اور برکینا فاسو میں جامعۃ المبشرین لوکل معلمین تیار کر رہے ہیں جو احبابِ جماعت کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسری جانب جامعہ سے فارغ التحصیل مبلغین کرام کئی مضامین میں تخصص کرتے ہیں۔

کئی ممالک میں حفظ القرآن کے مدارس قائم ہیں جہاں سے ہر سال بیسیوں حفاظ فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔

تعلیمی ترقیات: جماعت احمدیہ نے تعلیم کو اپنے مشن کا مرکزی ستون بنایا ہے۔ دنیا کے متعدد ممالک میں جماعت نے تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں، جن میں پرائمری، سیکنڈری سکولز، کالجز نیز جامعات احمدیہ شامل ہیں۔ جامعہ احمدیہ جیسی دینی درسگاہیں افریقہ، یورپ، ایشیا اور امریکہ میں کام کر رہی ہیں۔

تعلیمی خدمات

قادیان کی بستی میں قائم کیا گیا مدرسہ ایسا پھولا پھلا کہ سکول، کالج اور پھر یونیورسٹی تک پہنچ گیا۔ اس کی شاخیں ہندوستان، پاکستان اور افریقہ کے علاوہ کینیڈا میں بھی قائم ہو چکی ہیں۔

افریقہ میں سکولز کا قیام: مغربی افریقہ میں مجلس نصرت جہاں اور ہیومینٹی فرسٹ کے سکولز قائم ہیں۔ جلسہ سالانہ ۲۰۲۴ء تک مجلس نصرت جہاں کے تحت ۱۳؍ ممالک میں ۴۰؍ ہسپتال اور کلینکس قائم ہیں جن میں ۳۶؍ مرکزی ۵۳؍لوکل اور ۴۷؍ وقتی ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں۔ افریقہ کے ۱۳؍ ممالک میں ۶۲۰؍ پرائمری اور مڈل اسکولز اور دس ممالک میں ۸۱؍ سیکنڈری اسکولز کام کر رہے ہیں۔ حال ہی میں نائیجیریا میں قائم کی گئی یونیورسٹی بیرون برصغیر جماعت احمدیہ کی پہلی یونیورسٹی ہے۔

سائنسی شعور اور علم دوستی میں ترقی: قادیان اور ربوہ میں سائنسی تحقیق کے ادارے کے قیام اور واحد احمدی مسلمان سائنسدان ڈاکٹر محمد عبد السلام صاحب کا نوبیل انعام حاصل کرنا جماعت احمدیہ کے سائنسی شعور اور علم دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

AMSA, AMRA، مجلس انصار سلطان القلم، مجلس سلطان البیان۔ جیسے ادارہ جات احبابِ جماعت کو تحصیل علم اور ریسرچ جیسے شعبہ اور ادارہ جات کو اختیار کرنے کی تحریک کرتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ واقفین نو و واقفاتِ نو کو ریسرچ کے میدان میں جانے کی تلقین فرماتے ہیں اور ان کی تحقیق کو سراہتے ہیں اور مزید راہنمائی بھی فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور انور ایدہ اللہ نے طلبہ کو کئی قسم کی ریسرچ میں جانے کی تحریک فرمائی ہے۔

جماعت احمدیہ نے مرہمِ عیسیٰ، قبر مسیح اور کفنِ مسیح جیسے موضوعات میں گہرا علمی و تحقیقی مواد دنیا کو پیش کیا۔ مغرب کی دہریت زدہ مسموم فضاؤں میں خدا تعالیٰ کے وجود کے ثبوت کے لیے God Summit پراجیکٹ نت نئے دلائل دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے اور سائنس کو خدا تعالیٰ کا فعل ثابت کر رہا ہے۔

میڈیا اور جدید ذرائع کا استعمال

جماعت احمدیہ نے جدید ٹیکنالوجی کو دینی اشاعت کے لیے استعمال کرنے میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔

پرنٹ میڈیا: بدر، ریویو آف ریلیجنز، الفضل انٹرنیشنل اور ہفت روزہ الحکم مرکزی جماعتی آرگنز ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد ممالک میں مقامی اخبارات، جرائد و رسائل تبلیغ میں

مصروف ہیں۔صرف گذشتہ سال میں الفضل انٹرنیشنل نے آٹھ کروڑ اسّی لاکھ، ریویو کے دس ملین جبکہ الحکم نے سالانہ چار ملین احباب کی تعلیم و تربیت کی اور لوگوں تک پیغامِ حق پہنچا۔

الیکٹرانک میڈیا: ۱۹۹۴ء میں لندن سے قائم ہونے والا ”MTA“ جماعت کا بین الاقوامی سیٹلائٹ چینل ہے، جو ۲۴ گھنٹے ۹؍زبانوں میں دنیا بھر میں نشر ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے خلفاء کے خطبات، دروس، سوال و جواب کی نشستیں اور اسلامی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ایم ٹی اے کے ۱۱؍عالمی چینلز کے ذریعے ۲۴؍ گھنٹے تبلیغ و تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔ ایم ٹی اے پر ۲۳؍زبانوں میں رواں تراجم کیے جا رہے ہیں۔ ایم ٹی اے افریقہ کی شاخوں کی تعداد ۱۳؍ ہو چکی ہے۔سوشل میڈیا، یوٹیوب، ویب سائٹس، موبائل ایپس–سب میدانوں میں ایم ٹی اے فعال ہے۔

ڈیجیٹل میڈیا: alislam.org: پاکستان میں الاسلام ویب سائٹ پر پابندی کے باوجود کئی ممالک میں جماعت احمدیہ کے تعارف اور لٹریچر کی تشہیر میں جماعت احمدیہ کی یہ آفیشل ویب سائٹ بھی مدد و معاون ہے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور ہدایات کے تحت ویب سائٹ مفید سے مفید تر ہوتی جا رہی ہے۔سرچ انجن میں قرآنی آیات وتفسیر تلاش کرنے کی سہولت بھی مہیا ہے۔قرآن کریم کے تراجم، روحانی خزائن، خطبات خلفائے کرام اور متعدد زبانوں میں سینکڑوں کتب پر مشتمل ڈیجیٹل لائبریری علمی پیاس بجھا رہی ہے۔ آئے روز نت نئے لٹریچر سے یہ ویب سائٹ مزین ہوتی رہتی ہے۔

سوشل میڈیا: سوشل میڈیا عوامی رابطے کا ایک جدید اور وسیع ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ خامسہ میں اس جدید ذریعہ کو عام کر کے جہاں اسلام کی اشاعت کی راہ کھولی وہیں مخالفین کے جھوٹے پراپیگنڈے کو بے نقاب کیا۔ آئے روز مخالفین از خود اپنی کارستانیوں اور مفسدانہ کارروائیوں کو سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جماعتی اخبارات، رسائل وجرائد، ذیلی تنظیموں کے شعبہ جات اس جدید ذریعہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔

دوسری جانب تبلیغ کے میدان میں بھی یہ جدید نظام ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بیسیوں مستند اکاؤنٹس تربیتی و تبلیغی مساعی میں مصروف ہیں۔

انسانی خدمت اور رفاہی سرگرمیاں

جماعت احمدیہ نے دنیا کے پسماندہ علاقوں میں انسانی خدمت کے بے مثال نمونے قائم کیے ہیں۔ اس کے لیے مخصوص ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے مرکزی نظام کے علاوہ ذیلی تنظیمیں اور رفاہی تنظیمیں تعلیم، طب اور رفاہی کاموں میں سب سے آگے ہیں۔ COVID-19، زلزلوں، سیلابوں، جنگ زدہ علاقوں میں احمدی رضا کاروں نے قابلِ تحسین خدمات انجام دی ہیں۔

ہیومینٹی فرسٹ (Humanity First): یہ ایک بین الاقوامی فلاحی تنظیم ہے جو تعلیم، صحت، پانی، آفاتِ سماوی، خوراک کی فراہمی اور تعمیرات کے شعبوں میں کام کرتی ہے۔ یہ ۶۵؍ ممالک میں رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعے دنیا بھر میں ہسپتال، واٹر پمپس، میڈیکل کیمپس، مفت سکولز چلائے جا رہے ہیں۔ افریقہ، ایشیا اور جنوبی امریکہ میں ۱.۲؍ ملین سے زائد افراد کو پینے کا صاف پانی مہیا کیا گیا۔ گذشتہ سال تک نَو ممالک میں ایک لاکھ آٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۱۲؍ ممالک میں جنگی حالات اور قدرتی آفات سے متاثرہ ایک لاکھ تیس ہزار افراد کی امداد کی گئی۔غزہ جنگ کے متاثرین کے لیے ایمرجنسی شیلٹرز، خوراک، پانی، کپڑے اور طبی امداد فراہم کی جا رہی ہے۔ COVID-19 کے دوران راشن، ماسک اور طبی امداد پہنچائی گئی۔

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدیہ آرکیٹکٹس اینڈ انجینئرز (IAAAE): اس تنظیم نے پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لیے گذشتہ سال ۱۳۱؍ نئے سولر کنویں اور ۳۹؍ نلکے لگائے جن سے چوہتر ہزار سے زائد افراد مستفید ہو رہے ہیں۔

شعبہ خدمتِ خلق: جماعت احمدیہ کے جماعتی نظام کے اور ذیلی تنظیموں کے شعبہ ہائے خدمتِ خلق اپنی سطح پر خدمتِ خلق میں مصروفِ عمل ہیں۔ آفاتِ سماوی، سیلاب، زلازل میں مقامی اور مرکزی دونوں سطح سے انسانی خدمت جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔

مقبرہ موصیان

گمان کیا جاتا ہے کہ انسان کو قبر میں جا کر دنیاوی مشکلات سے آرام آجاتا ہے۔ لیکن احمدیوں پر مرنے کے بعد زمین تنگ کی جاتی ہے۔مُردوں کو دفن نہیں ہونے دیا جاتا، قبروں کو خراب کر دیا جاتا ہے، کتبے توڑ دیے جاتے ہیں۔حتیٰ کہ قبر اکھیڑ کر نعشوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔

جبکہ بیرون پاکستان اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ کئی ممالک میں سینکڑوں ایکڑ رقبہ صرف قبرستان کے لیے مہیا کیا گیا۔ جبکہ بہشتی مقبرہ کے ذیل میں مقبرہ موصیان کے لیے علیحدہ منظم نظام موجود ہے جو نظامِ وصیت کے عالمگیر اور ترقی کرنے کا درخشاں نشان ہے۔ جرمنی میں النصرت نامی تنظیم دیارِ غیر میں اسلامی رسومات اور مردے کی حرمت کا معیار قائم کرنے میں لگی ہے۔ اس تنظیم کے تعاون سے احمدی مرحوم مہاجرین کی میت واپس آبائی وطن پہنچانے کے لیے تیار کی جاتی ہے۔

بین المذاہب مکالمہ اور امن کی کوششیں

جماعت احمدیہ نے ہمیشہ پرامن بقائے باہمی، مذہبی رواداری اور بین المذاہب مکالمے کو فروغ دیا ہے۔ خلفائے احمدیت نے دنیا بھر کے پارلیمانز (جیسے برطانوی یورپین، نیوزی لینڈ، کینیڈین، کیپیٹل ہل امریکہ) میں امن کے موضوع پر خطابات کیے ہیں۔ نیز سربراہانِ مملکت کو خطوط، ملاقاتیں، بین المذاہب امن کانفرنسز، مذہبی و سیاسی اہم شخصیات سے ملاقاتیں کی ہیں۔

روحانی ترقی

مادی ترقی کے ساتھ ساتھ جماعت کی روحانی ترقی بھی نمایاں ہے: محبین و فدائیانِ خلافت میں اضافہ، دعاؤں، درود شریف اور قرآن فہمی کی طرف رغبت، مالی وجانی قربانیوں کا جذبہ اور احمدی بچوں کا قرآن حفظ کرنا اور علم دین حاصل کرنا۔ مغربی دنیا کی مادیت بھری دنیا سے جامعات احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر کے داخل ہونا اور میدانِ عمل میں برضا و رغبت اسلام احمدیت کی ترویج واشاعت کا کام اس بات کی علامت ہے کہ خدائی جماعت کا یہ روحانی قافلہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

ہر مخالفت جماعت کے لیے ایک نئی برکت لاتی ہے۔ جو افراد مخالفت کے نتیجے میں جماعت سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ان کی جگہ اللہ تعالیٰ بہتر اور مخلص افراد عطا فرما رہا ہے۔ جماعت کا ہر قدم اللہ کے وعدہ ”یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ“ کی تائید بن کر اُبھر رہا ہے۔

مستقبل کی جھلک

آج دنیا بھر میں امام الزماںؑ کے پیغام کی آواز کو سننے والے لوگ بڑھتے جا رہے ہیں۔ مخالف علماء اور دانشور خود جماعت کی خدمات اور کردار کا اعتراف کر رہے ہیں۔ مذہبی آزادی کی تحریکات میں جماعت احمدیہ ایک نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔

احمدیت کی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین اور توکل نہایت اہم ہے۔ مخالفت کے انجام اور آئندہ ترقی کے بارے میں سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، وہ پورے ہوں گے، اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں جو مثیل مسیح ہوں اور مسیح کی جو جماعت تھی اور ان کا دین تھا اس کو پھیلنے میں تین سو سال سے اوپر کا عرصہ لگا تھا تو تمہیں ابھی تین سو سال نہیں گزریں گے جب تم دنیا میں احمدیت کی اکثریت دیکھو گے۔ تو یقیناً ایسے واقعات پیدا ہوں گے جس کے بعد پھر انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت کی ترقی ہو گی اور جہاں جہاں ایسے واقعات ہوتے جاتے ہیں وہاں بعض دفعہ ایک عارضی breakthrough تھوڑے سے علاقے میں ہوتا ہے، پھر رک جاتا ہے لیکن ایک بڑے پیمانے پہ ایک بریک تھرو ہو گا، وہ کسی نہ کسی طرح اس قسم کے واقعات ہوں گے تبھی ہو گا۔ کب ہو گا، کس زمانے میں ہو گا اللہ بہتر جانتا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پیشگوئی ہے اس کے مطابق تین سو سال ابھی نہیں گزریں گے اس سے پہلے ہو جائے گا اور ۱۳۳ سال تو ہو چکے ہیں۔ وہی میں نے کہا نہ اگلے بیس پچیس سال بھی بڑے crucial ہیں جماعت احمدیہ کے لیے۔ پھر اس میں کتنی حد تک پھیلتا ہے لیکن اس کے بعد جو عرصہ ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ پھیلنے کا ہی عرصہ ہو گا۔ ان شاء اللہ۔“ (الفضل انٹرنیشنل ۱۲؍ جولائی ۲۰۲۲ء)

حرفِ آخر

اگرچہ جماعت احمدیہ کو مذہبی، قانونی اور معاشرتی سطح پر سخت مخالفتوں کا سامنا رہا ہے، مگر اس کے باوجود اس جماعت نے اپنی روحانی، تعلیمی، تنظیمی اور انسانیت دوست اقدار پر قائم رہتے ہوئے ترقی کی ایسی منازل طے کی ہیں جو ایک معجزانہ واقعہ محسوس ہوتی ہیں۔

یہ ترقی اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر کسی جماعت میں اخلاص، قیادت اور قربانی کا جذبہ موجود ہو تو وہ دنیا کی ہر مخالفت کو عبور کر کے خدمتِ دین اور انسانیت کا عظیم کام سرانجام دے سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی ترقیات کا یہ سفر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے جو پودا لگایا تھا، وہ آج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ مخالفتیں آئیں، مصائب نے گھیرنے کی کوشش کی مگر اللہ کی نصرت ہر موقع پر غالب رہی۔حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی میں جماعت احمدیہ آج بھی آگے بڑھ رہی ہے اور اس کی کامیابیوں کا دائرہ ہر روز وسیع تر ہو رہا ہے۔ آج جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت بھی بزبانِ حال ان اشعار کی مصداق ہے۔

کچھ ایسا فضل حضرتِ ربّ الوریٰ ہوا
سب دُشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا
اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا

☆...☆...☆

مَیں عجیب طور پر دنیا میں تیری بزرگی ظاہر کروں گا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مخالفین کے بارے میں فرماتے ہیں: ”یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو بجھا دیں مگر خدا اپنے گروہ کو غالب کرے گا۔ تُو کچھ بھی خوف نہ کر میں تجھے غلبہ دوں گا۔ ہم آسمان سے کئی بھید نازل کریں گے اور تیرے مخالفوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو ہم وہ باتیں دکھلائیں گے جن سے وہ ڈرتے تھے۔ پس تُو غم نہ کر خدا اُن کی تاک میں ہے۔ خدا تجھے نہیں چھوڑے گا اور نہ تجھ سے علیحدہ ہو گا جب تک کہ وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلائے۔ کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں بھیجا گیا جس کے دشمنوں کو خدا نے رسوا نہ کیا۔ ہم تجھے دشمنوں کے شر سے نجات دیں گے۔ ہم تجھے غالب کریں گے۔ اور مَیں عجیب طور پر دنیا میں تیری بزرگی ظاہر کروں گا۔ میں تجھے راحت دوں گا اور تیری بیخ کنی نہیں کروں گا اور تجھ سے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ اور تیرے لئے میں بڑے بڑے نشان دکھاؤں گا...ان کو کہہ دے کہ میں صادق ہوں پس تم میرے نشانوں کے منتظر رہو۔ حجت قائم ہو جائے گی اور کھلی کھلی فتح ہو گی...وہ چاہتے ہیں کہ تیرا کام ناتمام رہے لیکن خدا نہیں چاہتا مگر یہی کہ تیرا کام پورا کر کے چھوڑے۔ خدا تیرے آگے آگے چلے گا اور اس کو اپنا دشمن قرار دے گا جو تیرا دشمن ہے۔ جس پر تیرا غضب ہو گا میرا بھی اُسی پر غضب ہو گا اور جس سے تو پیار کرے گا میں بھی اسی سے پیار کروں گا۔ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور انجام کار ان کی تعظیم ملوک اور ذوی الجبروت کرتے ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ... میری فتح ہو گی اور میرا غلبہ ہو گا مگر جو وجود لوگوں کے لئے مفید ہے میں اُس کو دیر تک رکھوں گا۔ تجھے ایسا غلبہ دیا جائے گا جس کی تعریف ہو گی اور کاذب کا خدا دشمن ہے اُس کو جہنم میں پہنچائے گا۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۸۸تا۵۹۰)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصے میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

"محسنوں کو جماعت کبھی بھلایا نہیں کرتی"

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

عظیم شاعر اسداللہ خان غالب نے تو نہ جانے کن خیالات کے مدِّنظر یہ خوبصورت شعر کہا ہوگا لیکن راہ وفا میں ایک احمدی شہید کے جذبات کی عکاسی یہ شعر برملا کر رہا ہے۔ جب بھی الٰہی سلسلوں کی مخالفت کی تاریخ اور مومنین کی راہ حق میں قربانیوں کا خیال ذہن میں ابھرتا ہے تو اولاً ان سرفروش مومنین و معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر خیر دل کی زبان پر ورد کرنے لگتا ہے جنہوں نے قرون اولیٰ کے اہل ایمان کے نقوشِ پا پر چلتے ہوئے دینِ حق کی سربلندی کی خاطر مخالفت کی آندھیوں کے سامنے ثبات قدم اور عدو کے ہر ہر وار ظلم وستم کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے دلیری کے ساتھ اپنا سر کٹوانا پسند کیا اور راہ حق میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے رضائے باری تعالیٰ سے مزین حیاتِ جاودانی کے تاج سروں پر سجالیے۔ عالمِ احمدیت کے یہ روشن ستارے دنیا بھر کے مختلف خطّوں، نسلوں اور قوموں میں جگمگا رہے ہیں۔ اپنی گراں قدر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے احمدی جاں نثاروں کا ذکر خیر کیا جائے تو سینکڑوں پھولوں کا ایسا خوشنما گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں آویزاں ہر پھول گو کہ اپنے رنگ، خوشبو اور حُسن میں تو منفرد ہے لیکن اس ایک قدرِ مشترک کے ساتھ کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے عہدِ وفا کی فعلی شہادت پیش کرتے ہوئے احمدیت اور حضرت مسیح الزمانؑ کے من جانب اللہ ہونے پر اپنے لہو سے مہر صداقت ثبت کرتے ہوئے ان بے مثال قربانیوں کو اپنے لیے عین فخر و سعادت جانا۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جس قربانی کا آغاز سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مبارک زمانہ میں شَاتَانِ تُذْبَحَانِ کی آسمانی خبر کے ساتھ دو پاکیزہ روحوں کی قربانی سے ہوا تھا، محض ایک صدی میں ایسے جاں نثاروں کی تعداد سینکڑوں میں ہوگئی۔ اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں اس الٰہی سلسلے کی مخالفت میں اضافہ اور عناد میں شدّت آتی گئی، اسیری کی صعوبتیں برداشت کرنے اور لہو کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا وہاں جماعت احمدیہ کی عالمگیر ترقیات کے بھی ناقابل یقین باب رقم ہونے لگے۔ دلائل اور براہین کے سامنے لاجواب و عاجز معاندین آج بھی ہر وہ حربہ اپنائے ہوئے ہیں جو انبیائے کرامؑ کے مخالفین ابتدائے آفرینش سے استعمال کرتے آئے ہیں۔ دوسری طرف عاجزانہ وفاؤں کے پُرخلوص نذرانے پیش کرنے والے مخلصین کی تعداد میں بھی غیرمعمولی اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ یہ قربانیاں یقیناً رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ان شاءاللہ۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ شہدائے احمدیت کا ذکرِ خیر ہمیشہ اپنی نسلوں کے دلوں میں زندہ و جاوید رکھیں تا کہ احمدیت کی سربلندی کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے والے جاں نثار بھی قیامت تک اس الٰہی جماعت میں پیدا ہوتے چلے جائیں۔ سیّدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم ماسٹر عبدالقدوس صاحب شہید کا ذکرخیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "محسنوں کو جماعت کبھی بھلایا نہیں کرتی۔" اپنے آقا کے اس ارشاد کے پیش نظر ہمارا فرض ہے کہ شہدائے احمدیت اور اُن کی نسلوں کو نہ صرف اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو ان کے اہل وعیال سے بھی ویسا ہی حُسن سلوک کریں جیسے ہم اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔

شہادت کے عظیم مرتبہ کو قرآن کریم میں جس محبت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور شہید کے لیے خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے اپنے پیار کا اظہار جن الفاظ میں فرمایا ہے اُس کی وجہ سے جب کسی احمدی بھائی کی شہادت کا ذکر چلتا ہے تو ساری جماعت کے دلوں میں سوگوار احساسات کے ساتھ ساتھ تسکین کی لہریں بھی موجزن نظر آتی ہیں کیونکہ یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے اسی دنیا میں ایک کامیاب انجام کی خوشخبری عطا فرمادی گویا اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ جاری فرمادیا۔

الفضل انٹرنیشنل کی اس خصوصی اشاعت میں چند شہدائے احمدیت کی قربانیوں کا ولولہ انگیز تذکرہ "الفضل ڈائجسٹ" کی زینت بنایا جائے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

مکرم محمد امتیاز احمد صاحب شہید

روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶؍جولائی ۲۰۱۴ء میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق نوابشاہ سندھ میں مکرم محمد امتیاز احمد صاحب ابن مشتاق احمد صاحب طاہر کو ۱۴؍جولائی ۲۰۱۴ء کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی عمر تقریباً ۳۹؍سال تھی۔ شام ساڑھے چار بجے دو نامعلوم موٹرسائیکل سوار ٹرنک بازار میں واقع اُن کی دکان پر آئے اور فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اُن کو تین گولیاں لگیں۔ دو گولیاں ان کے سر پر دائیں طرف لگیں اور بائیں طرف کان کے نیچے سے آر پار ہوگئیں جس سے موقع پر ہی شہادت ہوگئی۔ نوابشاہ میں یہ نویں احمدی کی شہادت ہے۔ اس واقعہ سے دو تین دن پہلے شہید مرحوم کو ایک قریبی دکاندار نے بتایا تھا کہ بعض مخالفین اُن کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ۱۹۳۵ء میں ان کے دادا مکرم سیٹھ محمد دین صاحب آف امرتسر کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے نعمت اللہ خان صاحب وزیرآباد کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد یہ خاندان امرتسر سے نوابشاہ میں آبسا۔ شہید مرحوم ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ F.Sc کرنے کے بعد اپنے والد کے کاروبار میں مصروف ہوگئے۔ جماعتی خدمات میں پیش پیش تھے اور شہادت کے وقت بطور صدر جماعت حلقہ محمود ہال، نوابشاہ شہر کے سیکرٹری تحریک جدید اور سیکرٹری اصلاح و ارشاد نیز قائد خدام الاحمدیہ نوابشاہ شہر، ناظم اصلاح و ارشاد علاقہ اور ضلع خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ کئی دیگر خدمات بھی بجالا رہے تھے اور ہر دینی خدمت کے لیے ہروقت تیار رہتے تھے۔ جو بھی کام سپرد کیا جاتا بڑی خوش اسلوبی سے اس کو سرانجام دیتے۔ کبھی انکار نہیں کیا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مرکزی مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک اور خلافت سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق رکھنے والے تھے۔ اطاعت کا غیرمعمولی جذبہ رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازی اور تہجد گزار تھے۔ بڑا دھیما مزاج تھا۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے۔ ہمیشہ معاف کرنے کی صفت نمایاں تھی۔ گذشتہ سال قادیان کے جلسے میں بھی شامل ہوئے۔ شہادت کے روز رمضان المبارک کے سلسلے میں ذاتی طور پر مستحقین کے لیے راشن کے پیکٹ خود تیار کر کے دوپہر تک تقریباً سات گھروں میں تقسیم کر کے ابھی واپس دکان پر پہنچے ہی تھے کہ بدبخت حملہ آوروں نے آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

محترم سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید (سابق امیر ضلع نوابشاہ) شہید مرحوم کے تایا تھے۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں والد محترم مشتاق احمد صاحب کے علاوہ اہلیہ مکرمہ نبیلہ امتیاز صاحبہ، تین بیٹے جاذب عمر دس سال، عبدالباسط عمر نو سال اور محمد عبداللہ عمر سات ماہ چھوڑے۔

مکرم مبشر احمد صاحب کھوسہ شہید

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴؍ستمبر ۲۰۱۴ء میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق مکرم مبشر احمد صاحب کھوسہ ابن مکرم محمد جلال صاحب آف سیٹلائٹ ٹاؤن میرپورخاص کو ۲۲؍ستمبر کو شام ساڑھے سات بجے اُن کے کلینک میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا جب آپ معمول کے مطابق مریض چیک کر رہے تھے۔ تفصیلات کے مطابق اچانک دو نامعلوم افراد موٹرسائیکل پر آئے اور ان میں سے ایک نے کلینک میں داخل ہو کر مکرم مبشر احمد صاحب پر فائرنگ کر دی۔ پانچ چھ گولیاں آپ کے سر اور سینے میں لگیں جس سے موقع پر ہی وفات ہوگئی۔ آپ کی عمر ۴۷؍سال تھی۔

ڈاکٹر صاحب کے خاندان کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ ۱۹۵۴ء میں ان کے والد مکرم محمد جلال صاحب نورنگر ضلع عمرکوٹ سندھ شفٹ ہوئے اور اسی سال انہوں نے حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس پر اُنہیں گھر سے نکال دیا گیا تو مکرم غلام رسول صاحب آف محمد آباد نے اُن کو پناہ دی اور بعدازاں ایک محنتی اور مخلص انسان دیکھ کر اپنی بیٹی محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ شادی کر دی۔ شادی کے بعد محمد جلال صاحب کنری چلے گئے اور وہاں آٹا چکی کا کام شروع کیا۔ ۱۹۷۴ء میں مخالفین نے ان کی آٹا چکی کو آگ لگادی اور گھر کا سامان لُوٹ لیا۔

شہید مرحوم ۱۹۶۷ء میں کنری میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم محمد آباد ضلع عمرکوٹ میں حاصل کی جہاں جماعت کی زمینیں ہیں۔ اس کے بعد یہ اپنی نانی کے پاس کراچی چلے گئے جہاں F.A پاس کیا اور پھر DHMS (ہومیوپیتھی پریکٹس) اور ڈسپنسری کے کورسز کیے۔ ۱۹۹۵ء میں شادی کے بعد بچوں کی تعلیم کی خاطر میرپورخاص شفٹ ہوگئے اور کچھ عرصے کے بعد وہاں کلینک کا آغاز کیا۔ آپ ہومیوپیتھک ڈاکٹر تھے اور ڈسپنسری کی بھی پریکٹس کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی۔ علاقے کے وڈیروں اور کئی خاندانوں کے فیملی ڈاکٹر تھے۔ لوگوں کو ان کے احمدی ہونے کا علم تھا مگر کبھی کسی نے مخالفت نہیں کی حتیٰ کہ کلینک کے ساتھ غیراز جماعت کی مسجد ہے۔ وہاں کے امام مسجد نے بھی کبھی جماعت کی مخالفت کی کوئی بات نہیں کی بلکہ ڈاکٹر صاحب سے اچھا تعلق تھا۔

شہید مرحوم کو کئی تنظیمی اور جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ ضلعی عاملہ کے ممبر رہے۔ شہادت کے وقت سیکرٹری تربیت نومبائعین کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ جو بھی نومبائعین آتے تو ان کے کھانے کا انتظام کرتے۔ ان کے پاس کرایہ نہ ہوتا تو اپنی جیب سے بھی کرایہ دے دیتے۔ خدمت خلق کا بڑا شوق تھا۔ کشمیر کا زلزلہ آیا تو میڈیکل ٹیم کے ساتھ وہاں ۲۲؍دن تک خدمت کی توفیق پائی۔ بہرحال قربانی کے میدان میں صف اول میں سے تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اپنے ساتھیوں اور جماعتی عہدیداران کی دعوت کا اہتمام کرتے تھے۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ خلافت سے انتہائی محبت، عشق کا تعلق تھا۔ اطاعت کا غیرمعمولی جذبہ رکھتے تھے۔ باجماعت نمازی تھے۔ نوافل پڑھنے والے اور درود پڑھنے والے تھے۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے اور ہمیشہ درگزر سے کام لیتے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بڑی باوقار اور بارُعب شخصیت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور چندہ جات کی ادائیگی میں ہمیشہ فعال تھے۔ ہمیشہ اپنے بجٹ سے زیادہ اور بروقت چندہ وصیت ادا کیا کرتے تھے۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کا شوق تھا۔ ان کی دو بیٹیاں میڈیکل کالج میں زیرتعلیم ہیں۔ دو بیٹے بھی زیرتعلیم ہیں۔ پہلے ان کو پان کھانے کی عادت تھی جو انہوں نے اس لیے ترک

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۴ء میں شہدائے احمدیت کے حوالے سے مکرم ابن کریم صاحب کی ایک نظم شامل اشاعت ہے جس میں سے انتخاب پیش ہے:

یہ جذبۂ دل اور یہ جاں سپاری
ہزاروں مثالوں پہ ہے آج بھاری
سنو اپنے معصوم خوں سے ہمیں نے
محمدؐ کے گلشن کی، کی آبیاری
عبادت کے دوران بیتِ خدا میں
بڑے فخر سے ہم نے کی جاں نثاری
شہادت کہاں مفت میں ہم نے پائی
ادا ہم نے کی اس کی قیمت ہے بھاری
خلافت کی خاطر ہی صدق و صفا سے
یہاں ہم نے ہے زندگانی گزاری
خدا ہر گھڑی ہے ہمارا بھی حافظ
یہ فیضان اُسی کا رہے ہم پہ جاری

کر دی کہ یہ عادت درود شریف کے ورد میں روک بنتی تھی۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد بلال نے شہادت سے چند روز قبل ایک خواب میں دیکھا کہ ان کے بھائی ایک چھت پر مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صاحب صدیقی شہید کے ساتھ ایک طرف کونے میں کھڑے ہیں اور باقی لوگ دوسری طرف کھڑے ہیں۔ اسی طرح شہید مرحوم کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ تمام بہن بھائیوں میں یہ اونچے مقام پر کھڑے ہیں۔

شہید مرحوم کے لواحقین میں والد مکرم جلال احمد صاحب اور والدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے علاوہ اہلیہ محمودہ بیگم صاحبہ، دو بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔

عطاءالوحید باجوہ صاحب کہتے ہیں کہ میرا تعلق بھی میرپور خاص سے ہے اس وجہ سے شہید مرحوم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بہت خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ ہر ایک سے مسکرا کر بات کرتے۔ کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو فوراً اس کا حصہ بن جاتے اور اپنے دلچسپ انداز گفتگو سے محفل کو کشت زعفران بنا دیتے۔ تمام واقفین زندگی اور خاص طور پر مربیان سلسلہ کا بہت احترام کرتے تھے خواہ وہ آپ سے عمر میں بہت چھوٹے ہی ہوتے۔ چہرے پر غصہ، تنگ نظری کے آثار کبھی نہیں دیکھے۔ ہمیشہ مسکراتے اور بارونق چہرے کے ساتھ ملتے۔ علاقے کے لوگ بھی حیران ہیں کہ کس وجہ سے شہید کیا گیا ہے۔ ایک ہمدرد انسان تھے۔ خدمتِ انسانیت کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ لوگوں کی طرف سے اس بات کا برملا اظہار آپ کی شہادت کے موقع پر بھی ہوا۔

ایک سابق صدر لجنہ بیان کرتی ہیں کہ شہادت کے موقع پر غیر از جماعت بھی افسوس کے لیے آئے۔ دو عورتوں کا تعلق اس علاقے سے تھا جہاں ان کا کلینک تھا۔ وہ کہتی ہیں ہم بھی ڈاکٹر صاحب سے دوائی لیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک غریب عورت ڈاکٹر صاحب کے پاس دوائی لینے کے لیے آئی تو آپ نے اسے دوائی دی اور کچھ پرہیز بتایا۔ اس پر اس عورت نے بادل نخواستہ کہا: اچھا۔ اس کے انداز سے آپ سمجھ گئے کہ وہ ایسا نہیں کرے گی کیونکہ وہ غریب تھی۔ تو مبشر صاحب شہید نے اُسے فیس بھی واپس کر دی اور کچھ رقم بھی دی اور کہا کہ ان پیسوں سے تم نے یہ چیزیں لینی ہیں، اپنا علاج مکمل کرنا خوراک کا بھی خیال رکھنا۔ ان عورتوں نے کہا کہ آپ لوگ جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں تو یہ مخالفین آپ لوگوں کو ہی چُن چُن کر مارتے ہیں۔

شہید مرحوم کے بھائی لکھتے ہیں کہ آپ بڑی حکمت سے سارے خاندان کے کام سلجھانے والے تھے اور تمام خاندان والے ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھنا اور اُن کی تعلیم کا خیال رکھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے۔ ایک بہن کے کچھ مالی مسائل تھے۔ ان کے خاوند کو کسی وجہ سے جیل جانا پڑ گیا تو اُن کے بچوں کا بڑا خیال رکھا۔ نومبائعین کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہنے والے تھے۔

مکرم لطیف عالم بٹ صاحب شہید

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۱۸؍اکتوبر ۲۰۱۴ء میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق مکرم لطیف عالم بٹ صاحب ابن مکرم خورشید عالم بٹ صاحب آف کامرہ ضلع اٹک کو ۱۵؍اکتوبر کی رات کو قریباً سات بجے ان کے گھر کے قریب دو نامعلوم موٹرسائیکل سوار دہشتگردوں نے فائرنگ کرکے شہید کر دیا۔ وہ گھر کے قریب ہی واقع اپنی سٹیشنری کی دکان سے معمول کے مطابق واپس آرہے تھے جب اپنے گھر کے قریب گلی میں پہنچے تھے تو پیچھے سے موٹرسائیکل سواروں نے انہیں بٹ صاحب کہہ کے آواز دی۔ جیسے ہی یہ واپس مڑے ہیں تو ایک شخص نے فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں چار پانچ گولیاں شہید مرحوم کے سینے میں لگیں۔ کسی نے ان کے بیٹے ذیشان بٹ صاحب کو اطلاع دی تو وہ فوری موقع پر پہنچے۔ بہرحال ریسکیو والے بھی پہنچ گئے تھے۔ لطیف بٹ صاحب اس وقت ہوش میں تھے مگر سول ہسپتال اٹک جاتے ہوئے راستے میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی عمر ۶۲ سال تھی۔

لطیف عالم بٹ صاحب کے خاندان کا تعلق کامونکی ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم خورشید عالم بٹ صاحب کے ذریعہ ہوا جن کو ۱۹۳۴ء میں بیعت کرکے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم اپریل ۱۹۵۲ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ F.A تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایئرفورس میں بھرتی ہو گئے اور کامرہ ایئرفورس سے کارپورل ٹیکنیشن کے رینک سے ۱۹۹۱ء میں ریٹائر ہوئے اور کتابوں کا کاروبار شروع کیا۔ زیادہ کاروبار قانونی کتابوں کا تھا اور پاکستان کی مختلف کچہریوں میں وکلاء کو کتب دیا کرتے تھے۔ غیر احمدی وکلاء بھی ان کے بڑے معترف تھے۔

شہید مرحوم بطور ناظم اشاعت انصاراللہ بھی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ قبل ازیں ضلعی سطح پر سیکرٹری ضیافت اور خدام الاحمدیہ میں ناظم صحت جسمانی کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم کا گھر لمبے عرصے سے نماز سینٹر ہے۔ اس کے علاوہ جماعت کے دیگر پروگرام جلسے اجلاسات بھی ان کے گھر منعقد ہوتے تھے۔ شہید مرحوم ہمیشہ جماعتی خدمت کے لیے تیار رہتے اور جو کام بھی سپرد کیا جاتا اسے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا کرتے۔ کبھی انکار نہیں کرتے تھے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ خلافت سے انتہائی محبت اور عشق کا تعلق تھا اور اطاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ نماز جمعہ کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ نماز جمعہ سے دو گھنٹے قبل ہی مسجد میں چلے جایا کرتے تھے۔ بہت دلیر اور نڈر انسان تھے۔ ۰۸-۲۰۰۷ء میں بھی ان پر نامعلوم افراد نے حملے کی کوشش کی تھی۔ حملہ آور نے ان پر فائر کیا مگر گولی پسٹل میں پھنس گئی اور انہوں نے اس وقت ایک حملہ آور کو پکڑ لیا اور کافی مزاحمت ہوئی لیکن بہرحال وہ بعد میں بھاگ گیا۔

شہید مرحوم اعلیٰ اخلاق اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت شوق تھا۔ شہادت کے وقت وصیت کا فارم انہوں نے پُر کر دیا تھا جو ابھی زیر کارروائی تھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ کی وصیت منظور فرمانے کا بھی اعلان کیا۔

مکرم امیر صاحب ضلع نے بتایا کہ شہید مرحوم میں عہدیداران اور نظام کی اطاعت کا غیر معمولی جذبہ تھا اور جماعتی پروگراموں اور اجلاسات میں ہمیشہ شامل ہوتے۔ کبھی کسی پروگرام سے غیر حاضر نہ ہوتے۔

شہید مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی عزیزہ ارم وسیم اور چار بیٹے خرم بٹ صاحب، ذیشان بٹ صاحب جو اپنے والد کے ساتھ ہی کاروبار کر رہے تھے، انجینئر عمر بٹ صاحب اور علی بٹ صاحب چھوڑے ہیں۔

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب (سابق امیر ضلع) کہتے ہیں کہ شہید مرحوم نے ایئرفورس سے ریٹائر ہونے کے بعد اس نیت سے وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی کہ وہاں مستقل رہنے والا کوئی نہیں کیونکہ ایئرفورس کے آفیسر آتے اور ٹرانسفر ہو کے چلے جاتے۔ جماعت موجود نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے وہاں اپنا گھر بھی بنایا تھا تا کہ نماز سینٹر کا کام بھی دے اور جماعت بھی قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس نیت کو پھل لگائے اور اس شہادت کے بدلے اللہ تعالیٰ سینکڑوں ہزاروں احمدی وہاں اس علاقے میں عطا فرمائے۔

مکرم نعمان احمد نجم صاحب شہید

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۵؍مارچ ۲۰۱۵ء میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق مکرم نعمان احمد نجم صاحب ابن مکرم چودھری مقصود احمد صاحب آف ملیر رفاہِ عام سوسائٹی کراچی پر دو دہشتگردوں نے ۲۱؍مارچ ۲۰۱۵ء کی شام قریباً آٹھ بجے ان کی دکان پر آکر فائرنگ کر دی۔ ایک گولی سینے میں لگی اور دل کو چھوتی ہوئی آرپار ہوگئی۔ واقعہ کے بعد قریبی دکانداروں نے ان کے بھائی مکرم عثمان احمد صاحب کو فون کرکے اطلاع دی۔ وہ فوری طور پر آئے اور نعمان صاحب کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جارہے تھے کہ وہ راستے میں ہی شہید ہوگئے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم چودھری منظور احمد صاحب کے ذریعے ہوا تھا جنہوں نے خلافت ثانیہ کے دَور میں بیعت کی تھی۔ ان کے والدین چھوٹی عمر میں وفات پا گئے تھے جس کے بعد یہ قادیان چلے گئے جہاں بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بھی قادیان میں حاصل کی۔ وہیں پر محترمہ صفیہ صادقہ صاحبہ بنت مکرم مبارک علی صاحب کے ساتھ شادی ہوئی۔ پھر قیام پاکستان کے بعد ہڑپہ ساہیوال میں آگئے۔ کچھ عرصہ ربوہ میں رہے اور شہید مرحوم کے والد مکرم مقصود احمد صاحب ربوہ میں ہی پیدا ہوئے۔ پھر شہید مرحوم کے دادا نے گوجرانوالہ میں ملازمت کی وجہ سے ۱۹۶۸ء میں مع فیملی وہاں رہائش اختیار کرلی۔ ۱۹۷۴ء میں جب گوجرانوالہ میں ہنگامے ہوئے تو احمدیہ مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے شہید مرحوم کے دادا مکرم چودھری منظور احمد صاحب، چچا مکرم محمود احمد صاحب اور پھوپھا مکرم سعید احمد صاحب بھی شہید ہوگئے۔ ان حالات کی بنا پر یہ خاندان ۱۹۷۶ء میں کراچی شفٹ ہوگیا۔

نعمان احمد نجم صاحب ۲۶؍جنوری ۱۹۸۵ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ MBA کرنے کے بعد ۲۰۰۸ء میں کمپیوٹر ہارڈویئر کا بزنس شروع کر دیا۔ نہایت ایماندار، نیک دل، نیک سیرت، شریف النفس اور ملنسار تھے۔ نہایت مخلص اور فدائی نوجوان تھے۔ اپنے ملازمین کو بھی چھوٹے بھائیوں کی طرح رکھا ہوا تھا۔ نگرپارکرمٹھی میں جماعت کے زیر انتظام قائم کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ اور مشن ہاؤس کے لیے کچھ کمپیوٹر اور متعلقہ سامان تحفے کے طور پر نہ صرف پیش کیا بلکہ وہاں جاکر سسٹم خود install کرکے آئے۔ شہید مرحوم کی خواہش تھی کہ اپنے دادا مکرم چودھری منظور احمد صاحب شہید کے نام سے ایک کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ بھی قائم کریں۔

مرحوم ایک ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ غیر از جماعت بھی کہتے تھے کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ اس وقت رفاہِ عام سوسائٹی میں بحیثیت قائد مجلس خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے والے اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینے والے تھے۔ مخالفین کی طرف سے ان کو دھمکیاں ملتی رہتی تھیں تو اپنے چھوٹے بھائیوں کو ہمیشہ محتاط رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ چھ ماہ قبل شہید مرحوم اپنا کاروباری سامان لے کر آرہے تھے کہ اس وقت ان کو نامعلوم افراد نے روک کر سامان بھی لے لیا اور رقم بھی لوٹ لی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم آئے تو تم کو مارنے تھے مگر چونکہ رقم مل گئی ہے اس لیے چھوڑ رہے ہیں۔

شہید مرحوم کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بھائی ذیشان محمود اور عثمان احمد شامل ہیں۔

خرم احمد صاحب معلم سلسلہ کہتے ہیں کہ نعمان احمد نجم شہید بڑے نرم گو تھے۔ محبت کرنے والے تھے۔ جماعتی خدمت کا جذبہ رکھنے والے نوجوان تھے۔ کئی دفعہ کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ میں خدمت کے لیے نگرپارکر میں جاتے تھے جو سندھ کا دُور دراز علاقہ ہے۔ جب وہاں پہنچتے تو ان کو کہا جاتا کہ آپ تھکے ہوئے ہیں آرام کر لیں، پھر کام کریں تو ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ ہم مجاہد ہیں، ہمیں شہری سمجھ کر نازک مزاج نہ سمجھ لیں۔

سابق قائد علاقہ منصور صاحب کہتے ہیں کہ مَیں ان کو اس وقت سے جانتا ہوں جب یہ بارہ سال کے تھے۔ ہمیشہ بڑے شوق، جوش اور ولولے سے جماعتی کاموں میں، مقابلوں میں حصہ لیا کرتے تھے اور ہمیشہ اوّل پوزیشن لیتے تھے۔ سکول کے بعد اپنے والد صاحب کی دکان پر ان کا ہاتھ بٹاتے لیکن خدمتِ دین کو مقدّم رکھتے۔ کبھی وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بات کرنے والے تھے۔

عمران طاہر صاحب مربی سلسلہ کہتے ہیں کہ میرے عزیز بھی تھے۔ مَیں نے انہیں کبھی کسی پر چلّاتے یا سختی سے بات کرتے نہیں دیکھا۔ عاجزی، مسکینی اور حلم کی تصویر تھے۔ نہایت باادب اور محبت کرنے والے انسان تھے۔

ان کی ایک عزیزہ کہتی ہیں کہ مخالفت کے پیش نظر ان سے

صاحبِ عرفان شاعر مکرم چودھری محمد علی صاحب کی ایک غزل روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۷؍نومبر ۲۰۱۴ء میں شامل اشاعت ہے۔ اس غزل میں سے انتخاب پیش ہے:

جاں بکف اشک بجام آئے گی
نالہ کرتی ہوئی شام آئے گی

در بدر روتی پھرے گی خلقت
کوئی تدبیر نہ کام آئے گی

شور رُک جائے گا آوازوں کا
اِک صدا بر سرِ عام آئے گی

داغ در داغ جلیں گے سینے
یاد یاروں کی مدام آئے گی

پھر سرِ دار ہنسے گا منصور
زندگی پھر کسی کام آئے گی

پھر وہی جشنِ شہیداں ہو گا
زندگی بہرِ سلام آئے گی

شب گزر جائے گی آخر مضطرؔ
صبح آہستہ خرام آئے گی

بیرونِ ملک ہجرت کرنے کے لیے کہا جاتا تھا لیکن انہوں نے ہمیشہ اپنی والدہ کے ساتھ پاکستان میں رہنا ہی پسند کیا۔ اپنی والدہ کی ہر خواہش اور ضرورت کا خیال رکھنے والے تھے۔

مشہود حسن خالد صاحب مربی سلسلہ کہتے ہیں کہ ایک دن باتیں کرتے ہوئے شہید مرحوم نے کہا کہ وہ کون خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو شہید ہوتے ہیں۔ شاید ان کی یہ تمنا ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام دیا۔

مکرم خالد احمد البراقی صاحب

مکرم خالد احمد البراقی صاحب کا تعلق شام (سیریا) سے تھا اور آپ ایک انجینئر تھے۔ ۵/جنوری ۱۹۷۷ء کو پیدا ہوئے اور ۳۷/سال کی عمر میں شہادت کا مقام پایا۔ ان کے والدین کو ۱۹۸۶ء میں دمشق کے نواحی علاقے کی ایک بستی ’حوش عرب‘ میں سب سے پہلے قبولِ احمدیت کی توفیق ملی۔ بیعت کرنے کے بعد ان کے والد صاحب کو مخالفت اور دھمکیوں کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں چھ ماہ کی جیل بھی کاٹنی پڑی۔ اسی طرح بعد میں فسادات کے دوران ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۳ء میں بھی دو دفعہ ان کے والد کو گرفتار کیا گیا۔ خالد البراقی صاحب کو ۱۸/ستمبر ۲۰۱۳ء کو انٹیلیجنس ایجنسی کی کسی برانچ نے گرفتار کیا اور لاپتہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ۹/دسمبر ۲۰۱۳ء کو ان کے والد کو ملٹری انٹیلیجنس کی ایک برانچ میں بلا کر بعض کاغذات تھما کر بتایا گیا کہ ان کے بیٹے کی ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۳ء کو وفات ہوگئی ہے۔ لاش بھی نہیں دی گئی۔ غالباً یہی امکان ہے کہ وہاں کیے جانے والے ٹارچر کی وجہ سے شہادت ہوئی۔

خالد البراقی صاحب کی نیکی، تقویٰ، حُسنِ خلق اور دینی تعلیمات کی پابندی کی گواہی وہاں کے بہت سارے احمدیوں اور غیر احمدیوں نے دی ہے۔ بہت نرم دل اور لوگوں سے ہمدردی رکھنے والے اور ہر مفوضہ کام کو نہایت خوشدلی کے ساتھ انجام دینے والے تھے۔ تعاون، اخلاص اور خلافت سے محبت ان کے خصائل میں شامل تھیں۔ اپنے وطن اور انسانوں سے محبت رکھنے والے وجود تھے۔ ایک مقامی جماعت کے صدر بھی رہے۔ بوقت وفات بطور سیکرٹری تعلیم القرآن اور وقفِ عارضی خدمات بجا لا رہے تھے۔ موصی تھے۔ چندوں کی باقاعدہ ادائیگی کرنے والے تھے۔ ان کی بیوی بھی احمدی ہیں۔ بچے چھ سال سے کم عمر کے ہیں۔ ایک بیٹی شروب، بیٹا احمد اور ایک بیٹا حسام الدین جو اُن کی گرفتاری سے چند ہفتے قبل پیدا ہوا تھا اور وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہے۔

گرفتاری سے پہلے خالد البراقی صاحب نے اپنی فیس بُک پر وطن سے محبت کا بے پایاں اظہار کیا اور سرزمین شام میں امن اور عوام میں باہمی محبت پیدا ہونے کی دعائیں کیں۔

یکم اپریل ۲۰۱۲ء کو انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ کو ایک خط لکھا تھا جس کے آخر پر اپنا ۲۰۰۶ء کا ایک رؤیا لکھا تھا۔ اس رؤیا سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ بھاری ذمہ داری اور اہم امانت اُن کے سپرد کی جائے گی اور رؤیا میں اُنہیں حق پر قائم رہنے اور کوئی کمزوری نہ دکھانے کی تاکید کی گئی تھی۔ اس رؤیا کے بعد اُن کو جماعت کا صدر بنایا گیا تو وہ سمجھے کہ شاید یہ رؤیا پوری ہوگئی ہے۔ لیکن رؤیا میں حق پر قائم رہنے اور کمزوری نہ دکھاتے ہوئے جان دینے کی تلقین کی گئی تھی۔ تو بظاہر یہ لگتا ہے کہ اسی حالت میں اُنہوں نے اپنی جان دی کہ دین پر قائم رہے اور اپنے ایمان میں لغزش نہیں آنے دی۔

محترم خالد البراقی شہید نے اپنے والد کے قبول احمدیت کے حوالے سے بیان کیا کہ سرکاری نوکری سے فراغت کے بعد میرے والد نے ’حوش عرب‘ میں ٹریکٹرز اور موٹریں ٹھیک کرنے کی ورکشاپ کھول لی۔ سردیوں میں جب شدید برفباری ہوتی تو بستی کے لوگ گھروں میں بیٹھ کر کھاتے پیتے، تاش کھیلتے اور تمباکو نوشی کا شغل کرتے۔ میرے والد بھی ان تمام چیزوں کے رسیا تھے۔ لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد وہ یکسر بدل گئے حتیٰ کہ سگریٹ نوشی بھی ترک کر دی بلکہ اس کی بُو تک سے کراہت کھانے لگے۔ وہ گھر جس میں فضول قصّے کہانیاں ہوتی تھیں اب وہاں اللہ رسولؐ کی باتیں ہونے لگیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کی اشاعت ہونے لگی۔ مخالفت کے باوجود بستی والے اپنے ٹریکٹر اور موٹریں ٹھیک کروانے میرے والد کے پاس ہی آتے تھے اور ان کے کام اور دیانتداری کے معترف تھے۔ اہل بستی کہا کرتے تھے کہ احمد براقی کے بچے بہت ذہین ہیں لیکن اس نے احمدیت قبول کرکے ان کو ضائع کر دیا ہے۔ ہم سات بہن بھائی ہیں۔ مَیں نے مکینیکل انجینئرنگ کی، دو بھائیوں نے کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کی، ایک بہن ڈینٹسٹ ہے اور دو بہنوں نے ادب عربی اور ایک نے فرنچ لٹریچر پڑھا ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ لوگ بستی میں ہمارے مقاطعے کی باتیں کرتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں کسی کا محتاج نہیں کیا، ہماری شادیاں بھی احمدیوں میں کروادیں اور اولاد کی نعمت بھی عطا فرمائی۔

مکرم طاہر ندیم صاحب کہتے ہیں کہ شام میں قیام کے دوران ہمارا ان سے تعارف ہوا۔ یہ تواضع اور خاکساری کی بڑی مثال تھے۔ نہایت سادہ، نیک اور ہنس مکھ۔ دمشق میں جماعت کے ہی ایک مکان میں رہتے تھے جسے بطور مرکز استعمال کیا جاتا تھا۔ انہیں علم کی اس قدر پیاس تھی کہ اکثر اپنے ایک کزن کے ساتھ ہمارے پاس آجاتے اور علمی موضوعات پر باتیں ہوتی تھیں۔ جو بھی جماعتی کتاب ملتی، بڑی محبت اور تڑپ کے ساتھ اُس کا مطالعہ کرتے۔ جماعت کی پرانی لائبریری میں سے بعض عربی کتب اور رسالہ البشریٰ کے قدیم شماروں میں سے مضامین نکالتے اور دوبارہ کمپیوٹر پر ٹائپ کرکے ہمیں ارسال کرتے تھے۔ مختلف کتابوں کے تراجم پر نظرِ ثانی میں معاونت کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گہری محبت اور خلافت سے بھی عشق تھا۔ یوم مسیح موعود علیہ السلام کے موقع پر نشر ہونے والے عربی پروگرام کو سن کر بہت جذباتی انداز میں انہوں نے اپنا پیغام بھیجا اور حضرت مسیح موعودؑ کا ایک قصیدہ بھی نہایت پُرسوز آواز میں ریکارڈ کروایا۔

مکرم میر انجم پرویز صاحب بھی شام میں رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں تبلیغ کا انہیں بڑا شوق تھا اور کام پر چونکہ تبلیغ کرنا منع ہے اس لیے کہتے تھے کہ میں اخلاق سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بڑی محنت، اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ کام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس لیے ایسا کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو خود توجہ پیدا ہو کہ احمدی سچے، دیانتدار، محنتی اور بااخلاق ہوتے ہیں۔ وطن سے بڑی محبت کرنے والے تھے اور اپنے دوستوں اور ہم جلیسوں کو بھی یہ سمجھایا کرتے تھے کہ وطن سے محبت کرو کیونکہ یہی صحیح اسلامی تعلیم ہے۔ وطن سے محبت کے حوالے سے حضور انور کے خطبات بھی انہوں نے اپنے دوستوں کو سنائے اور اُن کو آمادہ کیا کہ تشدد کی زندگی ختم کرکے پُرامن شہری بن کے رہو۔ لیکن بعض بدفطرت ان کے خلاف تھے۔ لگتا ہے حکومت کے انہی کارندوں نے اُن پر ظلم کیا جس کی وجہ سے اُن کو یہ شہادت کا رُتبہ نصیب ہوا۔

شہید مرحوم کے بھائی مکرم طاہر البراقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ خالد شہید کے کمرے کی دیواروں پر ہر جگہ قرآنی آیات، حدیث یا حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی شعر آویزاں ہوتا۔ گھر میں یا جماعتی طور پر جو کام بھی اُن کے سپرد ہوتا اُسے بھرپور ذمہ داری سے ادا کرتے۔ علاقے کے کئی گھروں میں شمسی توانائی کے پینلز انسٹال کیے۔ طلبہ کی مدد میں پیش پیش رہتے۔ انتہائی عاجز اور منکسر المزاج، نماز کے پابند، اہلیہ سے حد درجہ حسنِ سلوک سے پیش آنے والے اور دوسروں کو صلہ رحمی، محبت اور خدا کو راضی کرنے کی نصیحت کرنے والے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳/دسمبر ۲۰۱۳ء میں شہید مرحوم کا ذکر خیر فرمایا اور بعد ازاں نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

محترم ماسٹر عبدالقدوس صاحب شہید

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے برادرم محترم ماسٹر عبدالقدوس صاحب کی دردناک شہادت کا تفصیل سے ذکر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۶/اپریل ۲۰۱۲ء میں فرمایا تھا اور شہید مرحوم کو نہایت پیار سے خدا تعالیٰ کے سپرد فرماتے ہوئے ان کے سفّاک قاتلوں کا معاملہ بھی خدا تعالیٰ کی تقدیر کے حوالے کر دیا تھا۔ مجلس انصار اللہ یوکے کے رسالہ ’’انصارالدین‘‘ نومبر و دسمبر ۲۰۱۸ء میں شہید مرحوم کا ذکر خیر خاکسار (محمود احمد ملک) کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

واقعات کے مطابق ربوہ کے محلہ نصرت آباد کے ایک رہائشی احمد یوسف کو کسی نے قتل کر دیا اور پولیس نے مقتول کے بیٹے کے ایما پر مختلف احباب کو مختلف اوقات میں شک کی بِنا پر گرفتار کرکے شامل تفتیش رکھا اور بعد میں ان تمام احباب کو بے گناہ کر کے چھوڑ دیا گیا۔ اسی سلسلے میں مدّعی کی طرف سے محلّے کے صدر ماسٹر عبدالقدوس صاحب کا نام بھی لیا گیا تھا لیکن بعد میں بغیر کسی وجہ کے انہیں اس کیس میں نامزد کر دیا گیا۔ چنانچہ پولیس نے ان کو گرفتار تو کر لیا لیکن باقاعدہ پرچہ نہیں کاٹا اور گرفتاری بھی نہیں ڈالی۔ رابطہ کرنے پر پولیس افسران مسلسل یہی کہتے رہے کہ ہم جانتے ہیں یہ بھی بے گناہ ہے۔ جلد ہی معاملہ کلیئر (clear) ہو جائے گا، بعض مجبوریاں ہیں اس لیے ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ اسی دوران ماسٹر صاحب کو پولیس نے تھانہ ربوہ سے کسی نامعلوم جگہ پر منتقل کر دیا۔ اُن کو غائب کرنے کے دس دن کے بعد پولیس اُنہیں تھانہ میں واپس لے آئی اور ماسٹر صاحب کے ایک دوست کو فون کر کے کہا کہ اپنا بندہ آ کے لے جاؤ۔ وہ دوست وہاں گئے تو پولیس نے اُس دوست سے ایک سادہ کاغذ پر دستخط لے لیے کہ ماسٹر صاحب کو مَیں واپس لے کر جا رہا ہوں۔

ماسٹر صاحب کی حالت چونکہ ٹھیک نہیں تھی اس لیے وہ دوست انہیں تھانے سے سیدھے فضل عمر ہسپتال لے گئے جہاں جا کے انہوں نے بتایا کہ ۱۷/مارچ کو رات کے اندھیرے میں اُنہیں کچھ پولیس اہلکار تھانہ ربوہ سے پانچ چھ گھنٹے کی ڈرائیو کے فاصلہ پر ایک نامعلوم مقام پر لے گئے اور انتہائی تشدّد کیا۔ بالکل ویران جگہ تھی۔ پولیس والے اُنہیں مار مار کے یہ کہتے رہے کہ اس قتل میں ملوّث کسی عہدیدار کا نام لے دو تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ ایک کاغذ پر دستخط کروانے کی کوشش بھی کرتے رہے اور انہوں نے بعض ناظران اور دوسروں کے نام بھی لیے۔ تشدّد کرتے ہوئے یہ اہلکار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کے نام لے کر جماعت کے خلاف شدید بدزبانی کرتے۔ کئی روز کے تشدّد کے نتیجے میں جب ماسٹر عبدالقدوس صاحب کی حالت بہت خراب ہوگئی (انہیں پاخانے میں بھی خون آتا رہا، خون کی اُلٹیاں بھی آتی رہیں، گردوں پر بھی کافی اثر ہوا۔ ویسے ہوش میں تھے لیکن اندرونی طور پر انتہائی شدید چوٹیں آئی تھیں) تو پولیس والوں نے انہیں کچھ دوائیں دیں اور حالت قدرے بہتر ہوئی تو واپس لا کر ان کے دوست کے حوالے کر دیا۔

فضل عمر ہسپتال میں ICU میں ماسٹر صاحب کو مسلسل خون کی بوتلیں لگائی گئیں۔ لیکن حالت سنبھلنے کے بعد دوبارہ بگڑ گئی۔ ۲۹/مارچ کو دوبارہ خون کی الٹیاں آئیں۔ پھیپھڑے بھی متاثر تھے جس کی وجہ سے ۳۰/مارچ ۲۰۱۲ء کو بے ہوش ہو گئے اور اُسی حالت میں ان کی وفات ہوگئی اور شہادت کا رُتبہ پایا۔

شہید مرحوم نے شہادت سے قبل بتایا کہ پولیس والوں کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا کہ یہ تمہارا بیان ہے اس پر دستخط کر دو تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اُس میں لکھا تھا کہ جو قتل ہوا ہے اُس میں ربوہ کی مرکزی انجمن اور صدر عمومی وغیرہ کے یہ یہ لوگ ملوّث ہیں۔ یہ دستخط کرنے سے انکار کرتے کہ یہ میرا بیان ہی نہیں ہے۔ آپ کے انکار پر تشدّد پھر شروع کر دیا جاتا۔ ایک دفعہ طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو پھر کچھ انجکشن لگوائے، کچھ دوائیاں دیں، طبیعت سنبھلی تو پھر تشدّد کرنے لگ گئے۔ ماسٹر صاحب کہتے ہیں مار تو برداشت ہو رہی تھی لیکن وہ گالیاں سننا مشکل تھا جو میرے بزرگوں کو دیتے تھے۔ کھانا بھی کبھی کبھار دیتے تھے۔ ایسا تشدد اور ظلم کبھی نہ مَیں نے سنا اور نہ کبھی دیکھا ہے۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مَیں برداشت کرسکتا۔ مَیں دعائیں کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۴ء کی زینت مکرم ڈاکٹر حافظ فضل الرحمٰن بشیر صاحب کی ایک خوبصورت غزل میں سے انتخاب پیش ہے:

رشتۂ جسم و جاں میں بھٹکتے ہوئے قافلے دل پہ آکے ٹھہر جائیں گے
منزلوں تک رسائی ملے گی تو سب نارساؤں کے دن بھی سنور جائیں گے
عزت و آبرو ، مال و دولت تو کیا جاں بھی حاضر ہے میر سپاہ کے لیے
عشق منزل ، جنوں مشعلِ راہ ہے ، ماورائے خرد کام کر جائیں گے
جسم و جاں کے زیاں کا کوئی غم نہیں ، کیسے جھکتا ہے سر ہم نہیں جانتے
خوں بہا کر مرے شہر میں قاتلو! تم نے سمجھا کہ ہم لوگ ڈر جائیں گے
اِک دیا کیا بجھا شہر معصوم میں ، ہر گلی موڑ پر ہیں دیے جل اُٹھے
شامِ غم کے چراغوں کی لَو کی قسم یہ یقیں ہے کہ تا بہ سحر جائیں گے
دل گرفتہ سہی ، دل شکستہ نہیں، ہم بدل دیں گے نفرت کی ہر سوچ کو
لے کے اپنی محبت کا سیلِ رواں ہم تمہاری رگوں میں اُتر جائیں گے
شہرِ جاناں ترے حُسن کی خیر ہو ہم درِ یار سے دار تک آگئے
بے خبر اس گلی میں تو آئے نہیں فیصلہ ہے کہ جاں سے گزر جائیں گے

مجھے تشدّد سہنے کی، برداشت کرنے کی ہمت دے۔

شہید مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ یہ ہے ایمان کو سلامت رکھنے والے اور سچائی پر قائم رہنے والے کی کہانی۔ اس عزم اور ہمت کے پیکر نے جان دیدی مگر جھوٹی گواہی نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو بھی شرک کے برابر قرار دیا ہے۔ پس اس عظیم شہید نے ہمیں جہاں بہت سے سبق دیے وہاں یہ سبق بھی دیا کہ ہمارے سے شرک نہیں ہوسکتا۔ شہید مرحوم نے اپنے عہدِ بیعت کو بھی خوب نبھایا۔ وہ اگر اذیت کی وجہ سے پولیس کی من پسند سٹیٹمنٹ دے دیتے تو اس کے نتائج جماعت کے لیے بہت خطرناک ہو سکتے تھے۔ قتل کے جھوٹے مقدمے میں مرکزی عہدیداران کو گرفتار کرنا تھا۔ مرکزی دفاتر پر پابندی ہوسکتی تھی۔ جماعت کی امن پسندی کی تعلیم اور کوششوں کو بدنام کرنے کی کوشش ہوسکتی تھی۔ نہ صرف ملکی طور پر بلکہ بین الاقوامی طور پر بھی جماعت کو نقصان پہنچتا۔ بہرحال دشمن نے ایک مکر کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے مخلص کے ذریعہ جو عام زندگی میں انتہائی نرم دل تھا، جس کو اس قسم کی سختیوں کا تصور بھی نہیں تھا، اُس کے ذریعے سے ان کے مکر کو توڑا۔ پس اے قدوس! ہم تجھے سلام کرتے ہیں کہ تُو نے اپنے آپ کو انتہائی اذیت میں ڈالنا تو گوارا کرلیا لیکن جماعت کی عزت پر حرف نہیں آنے دیا۔ تُو نے اپنی جان دے کر جماعت کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچالیا۔ ماسٹر عبدالقدوس ایک عام شہید نہیں ہیں بلکہ شہداء میں بھی ان کا بڑا مقام ہے۔

مکرم عبدالقدوس شہید کے والد میاں مبارک احمد صاحب کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے پڑدادا حضرت میاں احمد یار صاحبؓ کے ذریعے ہوا جو فیروز والا (گوجرانوالہ) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسی طرح آپ کی پڑدادی محترمہ مہتاب بی بی صاحبہؓ بھی صحابیہ تھیں۔

ماسٹر عبدالقدوس صاحب ۲؍اپریل ۱۹۶۸ء کو پیدا ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۳؍سال تھی۔ آپ موصی تھے۔ آپ نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ پھر PTC کا کورس کیا اور ٹیچر لگ گئے۔ شہید مرحوم تقریباً بیس سال ربوہ میں گورنمنٹ سکول میں پڑھاتے رہے۔ آپ کے ساتھی اساتذہ کے مطابق آپ کا شمار نہایت محنتی اور دیانتدار اساتذہ میں ہوتا تھا۔

آپ کی شادی ۱۹۹۷ء میں روبینہ قدوس صاحبہ بنت مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب آف گوجرانوالہ سے ہوئی۔ شہید مرحوم نے بوقت شہادت اپنے والدین اور اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے عبدالسلام (چودہ سال)، عبدالباسط (تیرہ سال)، عبدالوہاب (پانچ سال) اور بیٹی عطیۃ القدوس (دس سال) چھوڑے۔

آپ کا بچپن محلہ دارالرحمت شرقی الف میں گزرا جہاں بطور طفل اور خادم مجلس کے کاموں میں شوق سے حصہ لیتے رہے۔ دس سال تک مختلف محلہ جات میں زعیم حلقہ رہے۔ بلاک لیڈر بھی رہے۔ ۱۹۹۴ء میں نصرت آباد شفٹ ہوئے تو یہاں بھی بطور زعیم حلقہ خدمت کی توفیق پائی۔ مجلس صحت کے زیرِ انتظام شعبہ کشتی رانی کے انچارج تھے۔ نائب صدر شعبہ کشتی رانی مجلس صحت پاکستان اور تین سال تک پنجاب روئینگ ایسوسی ایشن کے مینیجر بھی رہے۔ بہت اچھے تیراک تھے۔ اڑھائی سال قبل صدر محلہ منتخب ہوئے۔ محلہ کے احباب کے مطابق شہید مرحوم بہت زیادہ حسنِ سلوک سے پیش آنے والے اور بلند حوصلے کے مالک تھے۔ اگر کوئی سخت لہجے میں بھی بولتا تو بات کو ہنس کر ٹال دیا کرتے تھے۔ آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ حفاظت مرکز میں بھی لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ ۲۰۰۲ء سے حفاظت مرکز کے تحت ایریا انچارج تھے۔ ڈیوٹی دہندگان کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے اور اُن کے کھانے پینے، چائے وغیرہ کا انتظام کرنا اور خود جاکر پہنچانا ان کا معمول تھا۔ شہید مرحوم اطاعت اور فرمانبرداری کا ایک نمونہ تھے اور جماعتی عہدیدار کا بہت احترام کرنے والے تھے۔

طالبعلمی کے دَور سے ہی اُنہیں ورزشی مقابلہ جات میں حصہ لینے کا بہت شوق تھا۔ کبڈی، ہاکی، فٹ بال، کرکٹ اور کشتی رانی کے اچھے پلیئر تھے۔ عطیہ خون کے ذریعے بھی انسانیت کی خدمت کی بارہا توفیق پائی۔ خدمتِ خلق کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ دریائے چناب میں اگر کبھی کوئی ڈوب جاتا تو احمدی یا غیراحمدی کا فرق کیے بغیر اُس کی لاش تلاش کرنے میں اپنے ساتھیوں کی نگرانی کرتے ہوئے دن رات محنت کرتے اور تب تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ نعش کو تلاش نہ کرلیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی انہوں نے ڈیوٹیاں دی ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ کبھی سامنے آکر ڈیوٹی دینے کا شوق نہیں تھا۔ کوئی نام ونمود نہیں تھی۔ باوجود انچارج ہونے کے پیچھے رہتے تھے اور اپنے ماتحتوں کو آگے رکھتے تھے۔

مرحوم کی اہلیہ نے بیان کیا کہ شہید نہایت ملنسار، محبت کرنے والے، شاکر، ہمدرد اور دعا گو انسان تھے۔ ہم سب کا بہت خیال رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ سخت رویہ کبھی نہیں اپنایا۔ باوجود تکلیف اور مشکل کے عزیزوں کی خوشیوں میں شامل ہوتے تھے۔ شہادت سے ایک روز قبل بچوں کو صبر، ہمت اور خلافت سے وابستگی کی تلقین کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبے کے اختتام سے قبل فرمایا کہ قدوس شہید سے ہمیں اور اہل ربوہ کو بھی یہ وعدہ کرنا چاہیے کہ ہم احسان فراموش نہیں ہیں۔ یقیناً انہوں نے جماعت پر بہت زیادہ احسان کیا ہے اور محسنوں کو جماعت کبھی بھلایا نہیں کرتی۔ ہمیں وہ ان شاءاللہ ہمیشہ یاد رہیں گے۔

حضور انور کے مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں حضور انور کی منظوری سے مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے دفتر کا نام شہید مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے "ایوان قدوس" رکھ دیا گیا۔ اس موقع پر منعقد ہونے والی تقریب میں مکرم عبدالکریم قدسیؔ صاحب کی یہ مختصر نظم بھی پڑھی گئی:

زخموں سے چُور چُور تھا لب پہ گلہ نہ تھا
کیا حوصلہ تھا ماسٹر عبدالقدوس کا
مجرم نہ کہہ سکا وہ کسی بے گناہ کو
بڑھتا ہی جا رہا تھا تشدّد کا سلسلہ
پرواہ اپنی جاں کی نہ بہتے لہو کی تھی
پیشِ نظر تھا اس کے فقط عہد بیعت کا
اس نے تو صدق صبر کی اعلیٰ مثال سے
سفّاک قاتلوں کو بھی حیران کر دیا
تھا اس کا جسم قدسیؔ اطاعت سے عطر بیز
قربانیوں کی دوڑ میں آگے نکل گیا

برادرم محترم عبدالقدوس صاحب کے ساتھ اگرچہ میرا خون کا رشتہ نہیں تھا لیکن اُن کی شہادت پر مجھے یہی احساس ہوا کہ گویا مَیں نے اپنا ایک قریبی عزیز کھو دیا ہو۔ یہ احساس اس لیے بھی شدید تھا کہ اُن کا بچپن اور نوجوانی کے کئی سال میری ہمسائیگی میں اور نظروں کے سامنے گزرے تھے۔ اُن کی محنت، دیانتداری اور خلوص نیت کا مَیں دل سے معترف تھا۔ پہلے بطور منتظم اطفال اور بعد میں زعیم خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے خدمت کرتے ہوئے خاکسار نے اُسے اپنے محلّے کے بہترین اطفال اور خدام میں سے ایک پایا۔ اپنے محدود مادی وسائل پر قانع وہ ایسا اطاعت شعار بچہ تھا جس نے کبھی کسی خدمت سے اِعراض کرنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ جب بھی اور جس خدمت کے لیے بھی اُسے کہا گیا عبدالقدوس نے سعادتمندی سے ہمیشہ سرِتسلیم خم رکھا۔ کبھی کسی جھگڑے یا فساد میں اُس کا نام نہیں آیا۔ کبھی کسی سے بحث نہیں کرتا تھا بلکہ ہنس کر بات ٹال دیا کرتا تھا۔ ادب ملحوظ رکھنا اُس کی فطرت ثانیہ تھی۔ نماز باجماعت کا پابند تھا اور خدمتِ دین میں ذاتی مصروفیات کو کبھی حائل نہیں ہونے دیتا تھا۔ بلاشبہ اُس کا شمار اُن بچوں اور نوجوانوں میں کیا جاتا تھا جو ہمہ وقت ہر خدمت کے لیے لبّیک کہنے پر آمادہ رہتے تھے۔ طبعی طور پر خوش مزاج ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھیوں میں بھی مقبول تھا۔ یہ وہ دَور تھا جب پاکستان میں جنرل ضیاءالحق نے احمدیوں کا جینا حرام کر رکھا تھا اور ربوہ کے خدام سالہاسال تک روزانہ رات کو حفاظتی ڈیوٹیاں دینے کی خدمت بجالاتے رہے۔ عبدالقدوس ہمہ وقت ہر خدمت کے لیے تیار جاں نثار خدام میں سے ایک تھا۔ خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ میں قریباً دو سال بطور نائب ناظم اشاعت بھی وہ میری ٹیم میں شامل رہا۔ بے شک وہ ایک ایسا قابل بھروسہ نوجوان تھا جس پر آنکھیں بند کرکے اعتماد کیا جاسکتا تھا۔

محلّہ دار ہونے اور سالہاسال سے اکٹھے دینی خدمات کی توفیق پانے کی وجہ سے ذاتی اعتماد اور محبت کا تعلق بھی اُن کے ساتھ قائم تھا۔ غالباً ۱۹۸۷ء میں ایک روز انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اب مزید پڑھنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور کوئی کام شروع کرنا چاہتے ہیں۔ شاید اُن کے ذاتی اور گھریلو حالات بھی اُنہیں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ لیکن چونکہ میرے خیال میں اُن کا تعلیم کو خیرباد کہنے کا فیصلہ درست نہیں تھا اس لیے اپنے طور پر اُنہیں سمجھانے کی کافی کوشش کی اور پڑھائی میں مدد دینے کی پیشکش بھی کی۔ لیکن جب وہ اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو پھر مَیں اُن کی خواہش پر اُن کو اپنے ہمراہ فیصل آباد لے گیا جہاں میرے ماموں مکرم ملک ناصر احمد صاحب کا ٹویوٹا گاڑیوں اور سپیئر پارٹس کا کاروبار تھا اور ربوہ سے چند دیگر دوست بھی اُن کے پاس کام کر رہے تھے۔ اُن کی ایک فرم K.Z.Motors میں عبدالقدوس صاحب کو ملازمت مل گئی اور رہائش کی جگہ بھی۔ ہفتہ وار رخصت پر وہ ربوہ آجاتے۔ لیکن چونکہ عبدالقدوس صاحب مبتدی تھے، تجربہ بالکل نہیں تھا، عمر بھی چھوٹی تھی اس لیے تنخواہ بھی زیادہ نہیں تھی بلکہ محض گزارہ ہی تھا کیونکہ کھانا بازار سے کھانا پڑتا تھا۔ اُن کی رہائش بھی چونکہ کام کے ساتھ ہی تھی اس لیے ڈیوٹی کا وقت بھی متعیّن نہیں تھا۔ چنانچہ محض چند ماہ کے بعد ہی گرمیوں کی ایک دوپہر وہ میرے ہاں اُس وقت تشریف لائے جب انہیں معلوم تھا کہ محترم ملک ناصر صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ عبدالقدوس صاحب کہنے لگے کہ ان حالات میں کام کرنے سے تو بہتر ہے کہ وہ اپنی تعلیم ہی جاری رکھیں۔ لیکن چونکہ اُن کے آجر اُن کی دیانتداری اور محنت کے معترف ہوچکے تھے چنانچہ اُنہیں ملازمت چھوڑنے میں مشکل پیش آرہی تھی اور اسی لیے اُنہوں نے مجھ سے مدد مانگی تھی۔ جب مَیں نے اُن کی خواہش محترم ملک ناصر صاحب سے بیان کی تو پہلے تو انہوں نے عبدالقدوس صاحب کی خوبیوں کو سراہا اور اُن کی خواہش اور حالات کا علم ہونے پر فوراً ہی اُن کو دوگنی سے بھی زیادہ تنخواہ کی پیشکش کردی بلکہ مستقبل قریب میں مزید اضافہ کرنے کا وعدہ بھی کیا اور اپنے ساتھ سالہاسال سے کام کرنے والوں کی مثالیں بھی دیں جو اپنے تجربے اور محنت کی بِنا پر بہت آسودہ حال تھے۔ دس پندرہ منٹ یہ گفتگو جاری رہی لیکن عبدالقدوس صاحب نے شاید زمانے کی سختی کی جھلک بہت قریب سے دیکھ لی تھی اور اسی لیے وہ اپنی چھوڑی ہوئی تعلیم دوبارہ جاری کرنے پر مُصر تھے۔ چنانچہ یہ مرحلہ بھی طے ہوگیا اور عبدالقدوس صاحب نے ملازمت سے فراغت حاصل کرکے اپنی منقطع تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کردیا۔ اس کے بعد بیرونِ ملک آجانے کی وجہ سے اُن کے ساتھ میرا براہ راست رابطہ تو اگرچہ منقطع ہوگیا لیکن اُن کی خدمات کا علم دوستوں کے ذریعے ہوتا رہتا تھا۔

دسمبر ۲۰۰۳ء میں مَیں پاکستان گیا تو ایوان محمود ربوہ میں میری اُن سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی جب ایک شام مَیں وہاں پہنچا تو چند خدام کے گروپ میں سے نکل کر وہ اچانک میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ لیکن جسمانی طور پر اُن میں اتنی تبدیلی آچکی تھی کہ مَیں اُنہیں پہچان نہیں سکا۔ چند ثانیے خاموشی سے کھڑے رہنے کے بعد مسکراتے ہوئے وہ کہنے لگے: "پچھانیا نئیں؟" (وہ ہمیشہ پنجابی زبان میں گفتگو کرتے تھے)۔ اُن کی آواز سنتے ہی میرے ذہن میں اُن کے نام کی بازگشت سنائی دی اور بےساختہ زبان سے اُن کا نام ادا ہوا اور پھر ہم بغلگیر ہوگئے۔ پندرہ سال کے طویل وقفے کے بعد اچانک ہونے والی یہ ایک مختصر سی ملاقات تھی جو یادگار بن گئی۔

آج مجھے یہ کہنے میں کوئی حجاب نہیں ہے کہ مَیں تو برادرم عبدالقدوس صاحب کو اُس وقت پہچان نہیں پایا تھا۔ لیکن آج اُن کو پہچاننے والے اور بِن ملے اُن سے محبت کرنے والے اور اُن کی پاک روح پر سلام بھیجتے ہوئے اُن کی نسلوں کے لیے دعائیں کرنے والے لاکھوں افراد خطّۂ ارض پر موجود ہیں۔

برادرم عبدالقدوس صاحب کی شہادت پر مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مکرم بشارت محمود طاہر صاحب نے جو نظم کہی تھی اس کے چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں ؎

بَن پڑا جو بھی مخالف نے ستم رکھا ہے
تُو نے قدوسؔ محبت کا بھرم رکھا ہے
خوب دکھلائی وفا تُو نے سرِ مقتل بھی
کٹ گئے ہاتھ تو سینے پہ عَلَم رکھا ہے
تیری خوشبو سے مہک اٹھا ہے ربوہ سارا
تیری یادوں نے ہر اِک آنکھ کو نَم رکھا ہے
تجھ سے گر پھول ہوں گلشن میں تو اس گلشن پہ
مالکِ کُل کا بہت ناز و کرم رکھا ہے

خداتعالیٰ شہدائے احمدیت کی پاک روحوں پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس یقینِ محکم پر قائم رہے کہ اُن کی یہ قربانی ضائع نہیں جائے گی بلکہ اپنی ذات میں نمو پاکر ایسے ثمرات پیدا کرے گی جن کی لذّت اور شیرینی سے نہ صرف اُن کی روح لطف اندوز ہوگی بلکہ آئندہ احمدی نسلیں بھی اُن پر فخر کریں گی اور اُن کے نقوشِ پا پر چلنا سعادت سمجھیں گی۔ اور دشمنِ احمدیت اپنے بدارادوں میں ہمیشہ ناکام و نامراد رہے گا۔ ان شاءاللہ

........☆........☆........☆........

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

July 21, 2025 – July 27, 2025

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information, please phone on +44 20 3875 6040

Monday July 21, 2025

00:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.

00:35 Dars-e-Tehreerat: extracts from the writings and speeches of the Promised Messiah (as).

00:45 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Address: delivered on July 29, 2023.

02:55 Beacon Of Guidance: A compilation of questions and answers given by the Head of the Ahmadiyya Muslim Community, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).

05:20 Peace Symposium Address By Huzoor (aba): Recorded on March 9, 2024.

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).

07:05 Huzoor's (aba) Mulaqat With Waqfe Nau Khuddam USA: Recorded on May 29, 2022.

08:50 Jamia Convocation Shahid 2024: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. May 4, 2025.

09:40 Rah-e-Huda: An interactive talk show answering questions. Recorded on July 19, 2025.

10:45 Life Of Sahibzadi Amatul Quddus Begum of Qadian

11:10 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper). Rec. July 26, 2024.

13:00 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Concluding Address: delivered on July 30, 2023.

14:05 Noor-e-Hidayat: An Urdu dars on Surah Al-Falaq, chapter 113, which are recited during congregational Salat lead by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).

14:35 Huzoor's (aba) Mulaqat With Waqfe Nau Khuddam USA 2022 [R]

15:55 Rohaani Khazaa'in: An enlightened brief about the book of Rohaani Khazaa'in.

17:15 Jamia Convocation Shahid 2024 [R]

18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.

18:35 Friday Sermon 2024 [R]

19:20 Essence Of Islam: discussion based on the book series by the Promised Messiah (as).

21:00 Huzoor's (aba) Jalsa Salana UK Concluding Address 2013 [R]

23:00 Huzoor's (aba) Mulaqat With Waqfe Nau Khuddam USA 2022 [R]

Tuesday July 22, 2025

00:00 World News & Tilawat & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Malfoozat: writings of the Promised Messiah (as)

06:45 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Germany Concluding Address: delivered on August 21, 2022.

08:50 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna & Nasirat: class with Huzoor (aba). Rec. Oct. 7, 2019 in France.

11:05 Press Conference In Europe: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. August 26, 2017.

13:00 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba) delivered on July 18, 2025.

14:10 Life Of Muhammad (saw): Today's programme looks at marriage to Hazrat Ayesha (ra).

14:45 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Germany Concluding Address 2022 [R]

17:10 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna & Nasirat 2019 [R]

18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.

18:35 Press Conference In Europe 2017 [R]

19:55 Beacon Of Guidance: A compilation of questions and answers given by the Head of the Ahmadiyya Muslim Community, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).

21:15 Friday Sermon 2025 [R]

Wednesday July 23, 2025

00:00 World News & Tilawat & Dars-e-Malfoozat: writings and speeches of the Promised Messiah (as).

01:20 Rencontre Avec Les Francophones: with Khalifatul-Masih IV (rh). Recorded on July 13, 1997.

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Feroz Alam with Urdu translation.

06:10 Dars-e-Tehreerat: a series of programmes about the writings of the Promised Messiah (as).

06:50 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Delivered on July 18, 2025.

08:15 In His Own Words: the writings of the Promised Messiah (as).

08:50 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Qadian Concluding Address: delivered on December 31, 2023.

09:55 Friday Sermon 4 Kids: A children's programme featuring the summary of Friday sermon.

11:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam & Atfal: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Recorded on October 7, 2019 in Saint-Prix, France.

12:30 Tabweebul Qur'an: Hafiz Syed Mashood presents an Urdu discussion of a specific dars topic in light of the Holy Qur'an, hadith and the exegesis of the Promised Messiah (as) and his Khulafa.

13:00 Inauguration Of Nasir Hospital: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Rec. October 23, 2018.

14:40 Friday Sermon 2025 [R]

15:50 Essence Of Islam: an English discussion based on the book written by the Promised Messiah (as).

16:20 Friday Sermon 4 Kids [R]

16:45 An-Nur: the attributes of Allah, based on Friday Sermons by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).

16:55 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Qadian Concluding Address 2023 [R]

18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.

18:45 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam & Atfal 2019 [R]

19:50 Rah-e-Huda: An interactive talk show answering questions. Recorded on July 19, 2025.

20:55 Inauguration Of Nasir Hospital 2018 [R]

22:50 Friday Sermon 2025 [R]

Thursday July 24, 2025

00:00 World News & Tilawat & Dars-e-Tehreerat: the writings of the Promised Messiah (as).

01:30 Beacon Of Guidance: question and answers given by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).

06:50 Huzoor's (aba) National Waqifat-e-Nau Ijtema Address: Recorded on May 25, 2024.

08:50 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Delivered on July 18, 2025.

09:55 Life Of Muhammad (saw): Today's programme looks at marriage to Hazrat Ayesha (ra).

10:25 Friday Sermon 4 Kids: A children's programme featuring the summary of Friday sermon.

11:05 Question And Answer Session: with Khalifatul-Masih IV (rh). Recorded on May 31, 1998.

12:55 Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat: with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba): Rec. January 22, 2017.

14:00 Zauq-e-Bayaan: game show based on the poetry of the Promised Messiah (as).

14:30 Friday Sermon 4 Kids [R]

14:50 Huzoor's (aba) Jalsa Salana Germany Address To German Guests: Rec. September 8, 2018.

16:55 Friday Sermon 2025 [R]

18:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki.

18:45 Beacon Of Guidance: question and answers given by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).

19:15 Friday Sermon 4 Kids [R]

19:35 Jalsa UK Preparations 2025: A special transmission from Hadeeqatul-Mahdi showing the preparation of Jalsa Salana UK Recorded on July 24, 2025.

20:45 Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat 2017 [R]

22:55 Huzoor's (aba) National Waqifat-e-Nau Ijtema Address 2024 [R]

Friday July 25, 2025

00:00 World News & Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an. & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).

06:50 Huzoor's (aba) National Waqfeen-e-Nau Ijtema Address: Recorded on May 26, 2024.

08:50 Huzoor's (aba) Mulaqat With Atfal London: Recorded on April 24, 2021.

09:50 Tabweebul Qur'an: Hafiz Syed Mashood presents an Urdu discussion of a specific dars topic in light of the Holy Qur'an, hadith and the exegesis of the Promised Messiah (as) and his Khulafa.

11:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 1.

12:00 LIVE Friday Sermon: LIVE Friday sermon delivered by the Head of the Ahmadiyya Muslim Community, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).

13:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 1.

15:25 LIVE Jalsa Salana UK Flag Hoisting & Address: LIVE proceedings of day 1 of Jalsa Salana UK including the flag hoisting ceremony by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper), followed by the inaugural address.

17:25 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 1.

19:05 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an by Aiman Almaliki & Dars-e-Hadith

20:00 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 1 [R]

21:00 Friday Sermon 2025 [R]

22:00 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 1 [R]

Saturday July 26, 2025

00:25 Jalsa Salana UK Flag Hoisting & Address: Recorded on July 25, 2025.

02:25 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 1. Recorded on July 25, 2025.

04:00 Tilawat & Dars-e-Hadith: sayings of the Holy Prophet (saw).

04:30 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Delivered on July 25, 2025.

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Malfoozat: writings of the Promised Messiah (as)

06:30 Friday Sermon: delivered on July 25, 2025 by the Head of the Ahmadiyya Muslim Community, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper), from Hadeeqa-tul-Mahdi in Alton, UK.

07:30 Beacon Of Guidance: question and answers given by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).

08:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 2.

09:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 2. Men's morning session.

11:00 LIVE Jalsa Salana UK Ladies Session: LIVE proceedings of day 2 of Jalsa Salana UK 2025 including an address delivered by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper) from the Ladies Jalsa Gah.

13:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 2. Various interviews & studio sessions.

14:30 LIVE Jalsa Salana UK Afternoon Session: LIVE proceedings of day 2 of Jalsa Salana UK 2025 including speeches by distinguished guests and an address by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (may Allah be his Helper).

17:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE Proceedings of day 2.

19:05 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 2 [R]

20:05 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 2 [R]

22:05 Jalsa Salana UK Ladies Session [R]

Sunday July 27, 2025

00:05 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 2: Recorded on July 26, 2025.

01:35 Jalsa Salana UK Afternoon Session: Recorded on July 26, 2025.

04:05 Jalsa Salana UK: Proceedings of day 2: Recorded on July 26, 2025.

06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an & Dars-e-Tehreerat: writings of the Promised Messiah (as)

06:25 Huzoor's (aba) Peace Symposium Address: Recorded on March 9, 2024.

08:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE proceedings of day 3.

09:00 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE proceedings of day 3. Morning Session.

11:30 LIVE Jalsa Salana UK Ba'ait Ceremony: LIVE proceedings of day 3 of Jalsa Salana UK 2025 including the International Ba'ait ceremony with Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).

12:30 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE proceedings of day 3.

14:30 LIVE Jalsa Salana UK Concluding Session: speeches by distinguished guests.

15:00 LIVE Jalsa Salana UK Concluding Session: LIVE Proceedings of day 3 of Jalsa Salana UK 2025 including the concluding address delivered by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba).

17:30 LIVE Jalsa Salana UK: LIVE proceedings of day 3.

18:05 Tilawat & Dars-e-Tehreerat

18:30 Friday Sermon: by Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba). Recorded on July 25, 2025.

19:50 Bai´at Reflexions: the incredible story of an elderly woman whose dream became reality in the most unexpected way.

19:55 Jalsa Salana UK: proceedings of day 3 [R]

23:25 Jalsa Salana UK Ba'ait Ceremony [R]

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department

Al-Fazl daily International, London

Tahir House - 22 Deer Park Rd, London SW19 3TL ISSN: 1352 9587 Tel: +44 20 8544 7603 Fax: +44 20 8544 7611 +44 7566 234466

Vol 32 | Monday 21 July - Saturday 26 July 2025 | Issue No. 171 - 176

پروگرام جلسہ سالانہ یوکے (۲۵تا۲۷؍جولائی ۲۰۲۵ء)

(لندن وقت۔ GMT+1)

جمعۃ المبارک ۲۵؍جولائی

11:30	دوپہر کا کھانا اور تیاری نمازِ جمعہ
13:00	نمازِ جمعہ وعصر
16:25	پرچم کشائی (لوائے احمدیت)
16:30	**افتتاحی اجلاس:** تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ، اردو نظم، فارسی نظم اور اردو ترجمہ
	افتتاحی خطاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
19:30	کھانا
21:15	نمازِ مغرب وعشاء

ہفتہ ۲۶؍جولائی

3:15	نمازِ تہجد	03:51	اذان نمازِ فجر	04:15	نمازِ فجر
04:30	درس القرآن	08:00	ناشتہ		

دوسرا اجلاس

10:00	تلاوتِ قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم
10:20	**اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاشرتی اخلاقی زوال کی روک تھام** (انگریزی) مکرم اظہر حنیف صاحب۔ نائب امیر و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ امریکہ
10:50	**حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے حقیقی غلام صادق** (اردو) مکرم محمد انعام غوری صاحب۔ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان
11:20	اردو نظم
11:30	**قرآن کریم کی سچائی کی تائید میں جدید سائنسی شواہد** (انگریزی) مکرم ڈاکٹر زاہد احمد خان صاحب۔ صدر قضا بورڈ برطانیہ
12:00	حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف آوری
	تلاوتِ قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم
	تعلیمی اعزازات کا اعلان
	خطاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
13:30	نمازِ ظہر وعصر
14:00	کھانا

تیسرا اجلاس

15:15	معزز مہمانوں کے مختصر خطابات و پیغامات
16:00	تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم
	خطاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
19:30	کھانا
21:15	نمازِ مغرب وعشاء

اتوار ۲۷؍جولائی

3:15	نمازِ تہجد	03:52	اذان نمازِ فجر	04:15	نمازِ فجر
04:30	درس القرآن	08:00	ناشتہ		

چوتھا اجلاس

10:00	تلاوتِ قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم
10:20	**خلافت کے زیر سایہ ہمدردی اور اخوت کی اہمیت اور ہماری ذمہ داری** (اردو) مکرم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب۔ چیئرمین انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کمیٹی برطانیہ
10:50	**خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں عصر حاضر کی شہادتیں** (انگریزی) مکرم ڈاکٹر فہیم یونس قریشی صاحب۔ نائب امیر جماعت احمدیہ امریکہ
11:20	اردو نظم
11:30	**بین المذاہب ہم آہنگی کے قیام میں آنحضرت ﷺ کا مبارک اسوہ** (اردو) مکرم ہادی علی چودھری صاحب۔ نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا
12:00	**خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بابرکت قیادت میں جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی** (انگریزی) مکرم رفیق احمد حیات صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ برطانیہ
12:30	اعلانات و تیاری عالمی بیعت و عالمی بیعت کی تقریب
13:30	نمازِ ظہر وعصر
14:00	کھانا

اختتامی اجلاس

15:15	معزز مہمانوں کے مختصر خطابات اور پیغامات
16:00	تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ، عربی قصیدہ، اردو ترجمہ اور اردو نظم تعلیمی اعزازات کا اعلان۔ احمدیہ امن انعام 2024ء کی تقریب تقسیم اور احمدیہ امن انعام 2025ء کا اعلان
	اختتامی خطاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
	اختتامی دعا

پروگرام جلسہ گاہ مستورات (ہفتہ ۲۶؍جولائی)

10:00	تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم
10:20	**قرآن کریم۔ بنی نوع انسان کے لیے کامل ہدایت** (انگریزی) مکرمہ ماہ رخ عارف طیب صاحبہ۔ ایڈیٹر النصرت۔ لجنہ اماء اللہ برطانیہ
10:45	**اسلام اور عصر حاضر میں خواتین کو درپیش مسائل کا حل** (اردو) مکرمہ قرۃ العین ورک صاحبہ۔ ریجنل صدر لجنہ اماء اللہ مڈل سیکس برطانیہ
11:10	اردو نظم
11:30	**خلافت: میری روحانی روشنی** (انگریزی) مکرمہ شازیہ پروین صاحبہ۔ صدر لجنہ اماء اللہ ڈڈلی، برطانیہ
11:45	ضروری اعلانات
12:00	حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف آوری
	تلاوت قرآن کریم، اردو ترجمہ اور اردو نظم، تعلیمی اعزازات کا اعلان
	خطاب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نائب مدیر: حنیف احمد محمود | مضامین و آراء کے لیے: info@alfazl.com | www.alfazl.com | مینیجر: طاہر مہدی امتیاز احمد | خریداری و اشتہارات کے لیے: manager@alfazl.com